محاسبۂ قادیانیت

- السید محمد ہارون زنگی پوری
- حاجی رحیم بخش
- شیخ امیر الدین ملتانی
- انجمن سیف الاسلام دہلی
- مولانا غلام مصطفیٰ سہسرامی
- جناب احمد یار خان ازمی
- حکیم محمد اسحاق سندیلوی
- منشی محمد عبداللہ لاہوری
- شیخ فرید الحسن حنفی
- مولانا حبیب اللہ امرتسری
- مولانا عبدالکریم مباہلہ
- شاہ محمد/احمد علی رام نگر
- حکیم محمد دین امرتسری
- ملک نظیر احسن بہاری
- سیّد احسن شاہ مونگیری
- حکیم مولانا قاری محمد عیسیٰ
- مولانا محمد حسن فیضی بھین
- مستری محمد عبداللطیف افضل
- نور محمد میانوی جہلم
- مولانا قاری محمد طاہر بن احمد قاسمی

جلد ۲۵

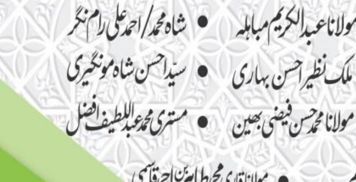

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : محاسبہ قادیانیت جلد پچیس (۲۵)

مصنّفین :

السید محمد ہارون زنگی پوری	ملک نظیر احسن بہاری
انجمن سیف الاسلام دہلی	مولانا محمد حسن فیضی بھین
حکیم محمد اسحاق سندیلوی	شیخ امیر الدین ملتانی
مولانا حبیب اللہ امرتسری	جناب احمد یار خان ازمی
حکیم محمد دین امرتسری	شیخ فرید الحسن حنفی
حکیم مولانا قاری محمد عیسیٰ	شاہ محمد/ احمد علی رام نگر
حاجی رحیم بخش	سید احسن شاہ مونگیری
مولانا غلام مصطفیٰ سہسرامی	مستری محمد عبد اللطیف افضل
منشی محمد عبد اللہ لاہوری	نور محمد میانوی جہلم
مولانا عبد الکریم مباہلہ	مولانا قاری محمد طاہر بن احمد قاسمی

صفحات : ۵٦۸

مطبع : طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور

طبع اوّل : نومبر ۲۰۲۲ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اجمالی فہرست رسائل مشمولہ..... محاسبہ قادیانیت جلد۲۵

☆......	عرض مرتب	حضرت مولانا اللہ وسایا	۴
۱......	السیف الیمانی علیٰ المسیح القادیانی (اوّل،دوم)	السید محمد ہارون زنگی پوری	۱۱
۲......	مرزا مسیح دجال کا سربستہ راز/ دجالیت کا واقعہ پر سوز گداز	ملک نظیر احسن بہاری	۱۱۹
۳......	انبیاء علیہم السلام کی شان اور مرزائے قادیان	انجمن سیف الاسلام کوچہ رائمان دہلی	۱۳۷
۴......	اہل اسلام کی فریاد	مولانا محمد حسن فیضی بھین	۱۷۱
۵......	فتنہ دجال	حکیم محمد اسحاق سندیلوی	۱۸۹
۶......	فتنہ مرزائیت	شیخ امیر الدین ملتانی	۲۲۷
۷......	کرشن قادیانی کے فیصلے	مولانا حبیب اللہ امرتسری	۲۴۳
۸......	قادیان کے سر پر پیٹر بی گولہ	جناب احمد یار خان ازمی	۲۵۳
۹......	عقائد مرزا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا افتراء	حکیم محمد دین امرتسری	۲۵۹
۱۰......	تحفہ مرزائیہ	شیخ فرید الحسن حنفی	۲۶۹
۱۱......	دعاء مرزا	″ ″ ″	۲۹۷
۱۲......	ہفوات قادیانی	حکیم مولانا قاری محمد عیسیٰ	۳۰۳
۱۳......	دو مسلمانوں کا حلفی بیان بمقدمہ مرزا غلام احمد رئیس قادیان	شاہ محمد جج / احمد علی رام نگر	۳۱۱
۱۴......	مرزا غلام احمد قادیانی کے نام ایک اہل اللہ کا آخری خط	حاجی رحیم بخش	۳۵۱
۱۵......	اسلامی اعلان	سید احسن شاہ مونگیری	۴۰۹
۱۶......	السیف الاعظم علےٰ الدلیل المحکم	مولانا غلام مصطفیٰ سہسرامی	۴۲۱
۱۷......	کھینچویں الہام	مستری محمد عبد اللطیف افضل گجراتی	۵۰۱
۱۸......	شہادت قرآنی علےٰ کذب کرشن کادیانی	منشی محمد عبد اللہ لاہوری	۵۰۷
۱۹......	کیا مرزا قادیانی مسلمان تھا؟	نور محمد میانوی جہلم	۵۳۹
۲۰......	اسلام کی آواز، اسلامی لباس میں مسلمانوں کے مار آستین دشمن	مولانا عبد الکریم مباہلہ	۵۴۷
۲۱......	خفیہ سازش کا انکشاف	″ ″ ″	۵۵۳
۲۲......	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور تحقیق مسئلہ ختم نبوت	مولانا قاری محمد طاہر بن احمد قاسمی	۵۶۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

الحمد للّٰہ و کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. امابعد!

لیجئے قارئین گرامی قدر! حق تعالیٰ شانہ کا لاکھوں لاکھ شکر ہے۔ محض اس ذات باری تعالیٰ کے فضل واحسان سے محاسبہ قادیانیت کی پچیسیوں جلد حاضر خدمت ہے۔ اس کے محتویات کی تفصیل یہ ہے:

۱۱۳۶/۱...... ’’**السیف الیمانی علٰی المسیح القادیانی (حصہ اوّل، دوم)**‘‘: مولانا سید ہارون زنگی پوری کی مرتب کردہ ہے۔ اس کے پہلے حصہ میں نزول مسیح اور سیدنا مہدی علیہ الرضوان پر بحث کی ہے۔ دوسرے حصہ میں دو قادیانی رسائل ’’النبوۃ فی القرآن‘‘ اور ’’النبوۃ فی خیر الامۃ‘‘ کا جواب دیا گیا ہے۔ یہ دونوں حصے ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئے۔ اب ۲۰۲۲ء میں ایک صدی قبل کے تبرکات کو منظر عام پر لانا اللہ تعالیٰ کا ہم پر انعام ہے۔ **الحمد والشکر للّٰہ تعالٰی!**

۱۱۳۷/۲...... ’’**مرزا مسیح دجال کا سربستہ راز/ دجالیت کا واقعہ پرسوز گداز**‘‘: ایک رسالہ کے دو نام ہیں۔ ایک نام سے ہجری سن اشاعت (۱۳۳۷ھ) اور دوسرے نام سے عیسوی سن اشاعت (۱۹۱۹ء) نکلتا ہے۔ اس کے مصنف ملک نظیر احسن بہاری تھے جو پہلے ملعون قادیان کے مرید خاص تھے۔ پھر اس پر لعنت بھیج کر مسلمان ہوگئے۔ ترک قادیانیت اور قبول اسلام کے بعد حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ اثر میں شامل ہوئے۔ آپ نے دو اور کتابیں ’’مسیح کاذب‘‘ اور ’’تائید ربانی ۱۳۳۱ھ بجواب ہزیمت قادیانی‘‘ بھی تحریر کیں جو ہم احتساب قادیانیت جلد۴۵ ص۲۲۳ تا ص۳۰۴ میں شائع کر چکے ہیں۔ اب یہ تیسرا رسالہ ہے جو محاسبہ قادیانی کی اس جلد میں شائع ہورہا ہے۔ یہ رسالہ ’’مرزا مسیح دجال کا سربستہ راز‘‘ پہلے ۱۹۲۳ء میں سراجی پریس کلکتہ سے شائع ہوا۔ ایک سو سال بعد دوبارہ ۲۰۲۲ء میں اس کی اشاعت کی توفیق پر حق تعالیٰ کا شکر وحمد ہم پر واجب ہے۔ **الحمد والشکر للّٰہ تعالٰی!**

۱۱۳۸/۳...... ’’**انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان اور مرزائے قادیان**‘‘: انجمن سیف الاسلام کوچہ رائمان مسجد ایک برج والی دہلی کی طرف سے یہ شائع ہوا۔ تین ٹریکٹ پر مشتمل ہے۔

ٹریکٹ نمبر۱۴: انبیاء کرام کی شان مرزا قادیانی کی نظر میں۔

ٹریکٹ نمبر۱۵: حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مرزا قادیانی کا ناپاک حملہ۔
ٹریکٹ نمبر۱۶: امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی توہین۔

تین ٹریکٹوں پر مشتمل یہ رسالہ شامل اشاعت ہے۔ یاد رہے کہ انجمن سیف الاسلام کوچہ رائمان مسجد ایک برج والی دہلی کے پانچ رسائل ٹریکٹ نمبر۱،۳،۴،۵،۶ محاسبہ قادیانیت جلد۱۳ کے ص۲۷۱ تا ۳۲۰ میں ہم پہلے شائع کر چکے ہیں۔ محاسبہ جلد۱۳ میں ۵ عدد، محاسبہ جلد ہذا (۲۵) میں ۳ عدد، کل ۸ عدد رسائل انجمن سیف الاسلام دہلی کے محفوظ ہوگئے۔ باقی بھی خداتعالیٰ کے فضل سے مل جائیں تو فہوالمراد!

۱۱۳۹/۴...... ''اہل اسلام کی فریاد'' (مولانا محمد حسن فیضی بھین): قادیانی نفس امّارہ حکیم نورالدین (بھیرہ کا نائی) نے ۲۵؍مارچ ۱۸۹۳ء کو ریاض ہند پریس قادیان سے ایک تحریر شائع کی جس پر نورالدین کے علاوہ فضل دین بھیروی قادیانی کا بھی نام تھا، جس میں مسلمانوں کو قادیانی بننے کی دعوت دی گئی تھی۔ ہمارے ممدوح مولانا محمد حسن فیضی نے اس کا جواب دیا جو تین قسطوں میں سراج الاخبار جہلم کی اشاعت ۲۵؍ستمبر، ۲ اور ۲۳؍اکتوبر ۱۸۹۳ء کی اشاعتوں میں شائع ہوا۔ آپ کا حکیم نورالدین قادیانی کے جواب میں یہ گرانقدر علمی محاکمہ مولانا فیضی مرحوم کی سوانح احوال وآثار فیضی کے ص۱۹۵ سے ص۲۱۳ میں بھی شائع ہوا۔ ہم محاسبہ کی جلد ہذا ۲۵ میں اسے محفوظ کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ مولانا فیضی مرحوم کا ملعون قادیان کے لاجواب کرنے کے لئے لکھا گیا قصیدہ مہملہ بھی ہم احتساب قادیانیت کی جلد ۵۹ کے ص۳۱ سے ۴۶ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

۱۱۴۰/۵...... ''فتنہ دجال'': اس عنوان پر ندوۃ العلماء لکھنؤ کے استاذ مولانا حکیم محمد اسحاق سندیلوی نے پانچ قسطوں میں ایک مضمون لکھا جو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند مئی تا ستمبر ۱۹۶۵ء کی اشاعتوں میں شائع ہوا۔ اس مضمون کو (اپنی معلومات کی حد تک) پہلی بار کتابی شکل میں شائع کرنے کی ہم سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ستاون سال بعد اس کی اشاعت ثانی باعث مسرت ہے۔ یاد رہے کہ آپ کو مولانا محمد اسحاق صدیقی کے نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔ آپ کے دو رسائل (۱) ''مسئلہ ختم نبوت علم وعقل کی روشنی میں'' (۲) ''آخری نبی'' احتساب قادیانیت جلد۳۴ میں ہم شائع کر چکے ہیں۔ آخری عمر میں خارجیت کی طرف میلان ہوگیا تھا۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔

۱۱۴۱/۶...... ''فتنہ مرزائیت'' (مؤلفہ خادم اسلام شیخ امیرالدین ملتانی): ۲۰؍اکتوبر

۱۹۲۴ء کو ملتان کے باسی مؤلف نے یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ اب ۲۰۲۲ء میں اٹھانوے سال بعد اس کی اشاعت باعث مسرت ہے۔ **الحمد للہ تعالیٰ!**

۱۱۴۲/ ۷...... ''کرشن قادیانی کے فیصلے'' (مؤلفہ مولانا حبیب اللہ امرتسری): روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر سے پہلی بار شائع ہوا۔ اب دوسری بار اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا کہ مرزا قادیانی اپنے دعویٰ مسیحیت میں سراسر کذاب تھے۔ یاد رہے کہ اس سے قبل مولانا حبیب اللہ امرتسری کے بیس رسائل احتساب قادیانیت جلد۳ جون ۲۰۰۰ء میں ہم شائع کر چکے ہیں۔ اب یہ ان کا اکیسواں رسالہ ہے جو محاسبہ قادیانیت کی اس جلد (۲۵) میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

۱۱۴۳/ ۸...... ''قادیان کے سر پر یثربی گولہ'' (مؤلفہ جناب احمد یار خان رزمی معمار): آپ اکبری منڈی حویلی مصراں لاہور کے رہائشی تھے۔ اپنے زمانہ میں قومی شعراء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ نے پنجابی زبان میں ملعون قادیان کے خلاف یہ نظم لکھی۔ نہ معلوم کتنا عرصہ قبل یہ لکھی گئی۔ اب اس کی دوبارہ اشاعت باعث اعزاز ہے۔

۱۱۴۴/ ۹...... ''عقائد مرزا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا افتراء'' (شائع کردہ حکیم محمد دین امرتسری): انجمن نصرت السنۃ امرتسر چوک لوہکڈہ کے سیکرٹری جناب حکیم محمد دین صاحب نے اسے مارچ ۱۹۰۳ء مطابق محرم ۱۳۲۱ھ میں شائع کیا۔ اب ۲۰۲۲ء میں ایک سو انیس سال بعد یہ دوبارہ شائع ہو رہا ہے۔ زہے نصیب!

۱۱۴۵/ ۱۰...... ''تحفہ مرزائیہ'' (مؤلفہ مولانا شیخ فرید الحسن حنفی مہولی مونگیری):

۱۱۴۶/ ۱۱...... ''دعاء مرزا'' // // // // //:

یہ دونوں رسائل کم و بیش ایک صدی سے بھی قبل ایک ساتھ بازار سٹیم پریس امرتسر سے شائع ہوئے جو ہم دوبارہ شائع کرنے کا اعزاز حاصل کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ مولانا موصوف کا ایک اور رسالہ ''صاعقہ ربانی برنشان قادیانی'' بھی ہم محاسبہ قادیانیت جلد۱۲ ص۳۴۳ تا ۳۵۰ پر شائع کر چکے ہیں۔ **الحمد للہ** اوّلاً و آخراً! کہ مولانا موصوف کے تین رسائل ہم شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

۱۱۴۷/ ۱۲...... ''ہفوات قادیانی'' (مولانا قاری حکیم محمد عیسیٰ): آپ مولانا الحاج قطب الدین حسن لکھنوی فرنگی محلی کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے ملعون قادیان کے رد میں یہ رسالہ ۲۹/ ربیع الاوّل ۱۳۲۹ھ مطابق ۳۱/ مارچ ۱۹۱۱ء کو تالیف کیا جو مطبع قادری بنارس سے

انجمن مشیرالمسلمین بنارس نے شائع کیا۔ اب ۲۰۲۲ء میں اس کی اشاعت ثانی ایک سو گیارہ سال بعد محض قدرت باری تعالیٰ کا مظہر ہے اور بس۔

۱۱۴۸/۱۳...... ’’دو مسلمانوں کا حلفی بیان بمقدمہ مرزاغلام احمد رئیس قادیان‘‘ (جناب شاہ محمد و جناب احمد علی رام نگر): جناب شاہ محمد جج ریاست رام نگر اور جناب احمد علی رام نگر دونوں ریاست جموں کشمیر کے رہنے والے ایک شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے موضع کوٹلہ تحصیل شکرگڑھ ضلع گورداسپور (شکرگڑھ حال تحصیل ضلع نارووال نزد سیالکوٹ) گئے۔ واپسی پر یکم رجنوری ۱۸۹۹ء کو براستہ ڈیرہ نانک بٹالہ گئے، رات گزاری۔ ان دنوں مرزا قادیانی پر علماء پنجاب و ہندوستان کا فتویٰ شدید زیر بحث تھا۔ ہر دو حضرات دعائیں کر کے محبت وبغض سے خالی ہو کر قادیان گئے۔ بٹالہ پر تانگہ سے سوار ہوئے اور ملعون قادیان کے حالات سے آگاہی کا دروازہ وا ہوا۔ مرزا ملعون قادیان کے رشتہ داروں مرزا امام الدین اور خود ملعون مرزا قادیان اور اس کے حواریوں سے ملے اور پھر ’’دو مسلمانوں کا حلفی بیان بمقدمہ مرزاغلام احمد رئیس قادیان‘‘ کے نام سے یہ مقالہ مرتب کر دیا۔ ایک سو چوبیس سال گویا سوا صدی بعد قدرت باری تعالیٰ سے یہ کتاب دوبارہ شائع کرنے کی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ کروڑوں، اربوں دفعہ شکر حق تعالیٰ کا جس نے اس توفیق سے سرفراز فرمایا۔ **الحمد والشکر ﷲ تعالیٰ!**

۱۱۴۹/۱۴...... ’’مرزاغلام احمد قادیانی کے نام ایک اہل اللہ کا آخری خط‘‘ (جناب حاجی رحیم بخش): مدرسہ تعلیم القرآن انارکلی لاہور کے ہیڈ ماسٹر حضرت حاجی رحیم بخش صاحب تھے، آپ نے یہ کتاب شائع کی۔ خیال ہے کہ حضرت مولانا غلام اللہ صاحب صدیقی قصوری کا یہ مرتب کردہ ہے جو مرزا قادیانی کو دعوت اسلام دینے اور اس کی غلطیوں پر اسے متنبہ کرنے کے لئے تحریر کیا گیا۔ البتہ شائع حضرت حاجی رحیم بخش صاحب نے کیا۔ یہ ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۲۶ء، ۱۹۲۷ء میں مطبع کشمیری انارکلی لاہور سے شائع ہوا۔ اوپر مدرسہ تعلیم القرآن انارکلی لاہور کا ذکر ہوا، اس کے ایک اشتہار میں (۱) حاجی رحیم بخش ہیڈ ماسٹر، (۲) مولانا فتح محمد و محمد معظم تاجران و مالکان اسلامی دوکاندار کشمیری بازار لاہور، (۳) مولانا مولوی غلام اللہ صاحب صدیقی قصوری، پروفیسر دینیات چیف کالج لاہور کا ذکر ہے۔ اس سے فقیر راقم نے اندازہ کیا کہ یہ خط بھی ملعون مرزا کے نام آپ نے لکھ کر دعوت اسلام دی۔ اندازہ ہے والعلم عنداللہ وعلمہ اتم وہو اعلم بحقیقۃ الحال۔ ایک ریٹائرڈ سیشن جج فرید کوٹ لاہور کا نام بھی حاجی رحیم بخش تھا۔ ان کی ایک کتاب ’’ابن مریم‘‘ ہم احتساب قادیانیت جلد ۵۰

کے ص ۲۴۱ تا ۳۳۸ پر شائع کر چکے ہیں۔ نہ معلوم وہ حاجی رحیم بخش مصنف اور اس رسالہ کے شائع کنندہ ایک ہیں یا جدا جدا۔ بظاہر دونوں ایک لگتے ہیں۔

۱۱۵۰/ ۱۵...... ''اسلامی اعلان'' (مؤلفہ سید احسن شاہ مونگیر): مذہب قادیانی کا فوٹو دکھایا گیا ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی انتہائی حالت اور ان کے عقائد اور ان کے دعوؤں کا بیان کیا ہے اور وہ محنت جو کفر پر بلانے کی ان کے خاص مرید خواجہ کمال کی حالت کمالی دکھائی گئی ہے جو حسب فرمائش سید احسن شاہ تحصیل دار علی گڑھ مطبع رحمانیہ مونگیر میں چھپا ہوا جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ مطابق مئی ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا۔ (غالباً)

سید احسن صاحب کا ایک رسالہ ''مسیح قادیان کے حالات کا بیان'' احتساب قادیانیت جلد ۳۶ ص ۳۱۵ تا ۳۲۸ پر پہلے شائع ہو چکا ہے۔

۱۱۵۱/ ۱۶...... ''السیف الاعظم علٰے الدلیل المحکم'' (مؤلفہ مولانا غلام مصطفیٰ سہسرامی): کٹک، اڑیسہ، بہار میں عبدالرحیم قادیانی نے ایک رسالہ الدلیل المحکم لکھا جس کا جواب ''السیف الاعظم علٰے الدلیل المحکم'' کے نام پر حضرت مولانا غلام مصطفیٰ سہسرامی نے تحریر فرمایا۔ صفر ۱۳۲۷ھ مطابق مارچ ۱۹۰۹ء کی بات ہے۔

۱۱۵۲/ ۱۷...... ''کھینچویں الہام'' (جناب مستری محمد عبداللطیف افضل): گجرات پنجابی زبان کے شاعر مستری محمد عبداللطیف افضل گجراتی نے یہ نظم ۱۳/مئی ۱۹۳۶ء کو اقبال سٹیم پریس شاہ دولہ گیٹ گجرات نے شائع کی۔ پون صدی بعد اب ۲۰۲۲ء میں دوبارہ شائع ہو رہی ہے۔ یاد رہے کہ موصوف کی چار نظمیں: (۱) کھینچواں نبی، (۲) بشیر پتر، (۳) محکوم مسلم، (۴) بخاری دا ڈنڈا ''احتساب قادیانیت'' جلد ۳۱ ص ۱۴۷ تا ۱۵۴ پر شائع ہو چکی ہیں۔ پانچویں نظم ''کھینچویں الہام'' اب شائع ہو رہی ہے۔

۱۱۵۳/ ۱۸...... ''شہادت قرآنی علٰے کذب کرشن کادیانی'' (مؤلفہ منشی محمد عبداللہ لاہوری): لاہور اکبری منڈی کے ذاکر جناب ارشاد علی صاحب کے صاحبزادہ منشی محمد عبداللہ صاحب نے ملعون قادیان کے خلاف یہ کتاب لکھی جس کی تقریظ شیعہ ممتاز رہنما مولانا علی الحائری لاہوری نے تحریر کی۔ (ان کا نام لے کر مرزا قادیانی ان پر تبریٰ بازی کرتا تھا) اس کتاب کے مصنف بھی شیعہ رہنما ہیں۔ اس لئے کہیں کہیں مجھے سنسر سے کام لینا پڑا۔ یہ کتاب ۲۷/اکتوبر ۱۹۲۵ء کو مسلم پریس کارخانہ بنگلور چھاؤنی میں شائع ہوئی۔ ''ردقادیانیت'' پر لکھی گئی ہزاروں کتابوں پر اس کی ایک نئی اداء قابل ملاحظہ ہے کہ یہ مرزا قادیانی کا نام کرشن قادیانی اور الٹا لکھتے

ہیں۔ مثلاً سطر لکھائی میں ← چل رہی ہے تو یہ کرشن کادیانی کو → لکھ دیں گے۔ اس میں تین چیزیں جدت کو لئے ہوئے ہیں۔ (۱) نام مرزا قادیانی کو ''کرشن قادیانی'' کر دیا۔ (۲) قادیانی کو ''کادیانی'' کیا۔ (۳) الٹا لکھا جیسے ''کرشن کادیانی'' کو لکھا اور پوری کتاب میں اس کا اہتمام کیا۔ گویا مرزا قادیانی کا پہلے منہ کالا کرتا ہے پھر کان پکڑوا کر اس کے حصہ اسفل کے پچھلے ابھار پر جوتے مارتے ہوئے الٹے پاؤں اسے دوڑاتا ہے۔ یہی اس کتاب کا تعارف ہے۔

۱۱۵۴/۱۹...... ''کیا مرزا قادیانی مسلمان تھا؟'' (نور محمد میانوی جہلم/عبدالرحیم حامد پوری الٰہ آباد): اخبار اہل حدیث امرتسر مؤرخہ ۲۷/ربیع الاوّل ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۶/اکتوبر ۱۹۲۵ء سے دو مضمون لے کر اخبار المسلم بنگلور سے ایک پمفلٹ شائع کیا۔

۱۱۵۵/۲۰...... ''اسلام کی آواز، اسلامی لباس میں مسلمانوں کے مارآستیں دشمن'' (مولانا عبدالکریم مباہلہ): صدر انجمن مباہلہ بٹالہ کے تحت یہ رسالہ شائع ہوا۔ یاد رہے کہ (۱) احتساب قادیانیت جلد۲۷ کے ص۱۵۳ تا ۳۳۰ پر مولانا عبدالکریم مباہلہ کے چار رسائل، (۲) احتساب قادیانیت جلد۴۶ ص۵۸۵ تا ۵۹۴ پر ایک رسالہ، (۳) احتساب قادیانیت جلد۵۵ ص۴۴۱ تا ۴۵۰ پر ایک رسالہ، (۴) محاسبہ قادیانیت جلد۴ ص۴۵ تا ۶۲ پر ایک رسالہ اور اب محاسبہ کی جلد ہذا (۲۵) میں ایک رسالہ...... کل ۸ رسائل اس وقت تک شائع ہو چکے ہیں۔

۱۱۵۶/۲۱...... ''خفیہ سازش کا انکشاف'' (مولانا عبدالکریم مباہلہ):

۱۱۵۷/۲۲...... ''حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور تحقیق مسئلہ ختم نبوت'' (مولانا قاری طاہر بن مولانا احمد قاسمی): ۲۲/صفر ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۲/ستمبر ۱۹۲۵ء کو دارالعلوم کے دفتر القاسم سے ''بسلسلہ اشاعت ہنگامی'' کے عنوان پر ایک ورقہ شائع ہوا۔

غرض یہ کہ محاسبہ قادیانیت کی جلد۲۵ میں:

۵۲۰/۱...... السید محمد ہارون زنگی پوری	کا	۱	رسالہ
۲...... ملک نظیر احسن بہاری	کا	۱	رسالہ
۳...... انجمن سیف الاسلام کوچہ رائمان دہلی	کا	۱	رسالہ
۴...... مولانا محمد حسن فیضی بھین	کا	۱	رسالہ
۵...... حکیم محمد اسحاق سندیلوی	کا	۱	رسالہ
۵۲۱/۶...... شیخ امیر الدین ملتانی	کا	۱	رسالہ
۷...... مولانا حبیب اللہ امرتسری	کا	۱	رسالہ
۵۲۲/۸...... جناب احمد یار خان ازمی	کا	۱	رسالہ

۹/۵۲۳...... حکیم محمد دین امرتسری	کا	۱	رسالہ
۱۰...... شیخ فریدالحسن حنفی	کے	۲	رسائل
۱۱/۵۲۴...... حکیم مولانا قاری محمد عیسیٰ	کا	۱	رسالہ
۱۲/۵۲۵-۲۶...... شاہ محمد جج ریاست رام نگر/احمد علی رام نگر	کا	۱	رسالہ
۱۳...... حاجی رحیم بخش	کا	۱	رسالہ
۱۴...... سید احسن شاہ مونگیری	کا	۱	رسالہ
۱۵/۵۲۷...... مولانا غلام مصطفیٰ اسہسرامی	کا	۱	رسالہ
۱۶...... مستری محمد عبداللطیف افضل گجراتی	کا	۱	رسالہ
۱۷/۵۲۸...... منشی محمد عبداللہ لاہوری	کا	۱	رسالہ
۱۸/۵۲۹...... نور محمد میانوی جہلم	کا	۱	رسالہ
۱۹...... مولانا عبدالکریم مباہلہ	کے	۲	رسائل
۲۰/۵۳۰...... مولانا قاری محمد طاہر بن مولانا احمد قاسمی	کا	۱	رسالہ
گویا بیس حضرات کے	کل	۲۲	رسائل

محاسبہ قادیانیت کی اس جلد میں شامل اشاعت ہیں۔ اللہ رب العزت قبول فرمائیں!

محتاج دعاء: (فقیر) اللہ وسایا، ملتان

۲۳/صفرالخیر۱۴۴۴ھ، ۲۱/ستمبر۲۰۲۲ء

الحمدللہ!

(۱) احتساب قادیانیت کی ساٹھ جلدوں میں کل شائع شدہ کتب ورسائل: ۷۷۶

(۲) محاسبہ قادیانیت کی چوبیس جلدوں میں کل شائع شدہ کتب ورسائل: ۳۸۱

کل کتب ورسائل: ۱۱۵۷

(۳) احتساب قادیانیت ساٹھ جلدوں میں تکرار کے حذف کے بعد تعداد مصنّفین: ۳۴۶

(۴) محاسبہ قادیانیت پچیس جلدوں میں تکرار کے حذف کے بعد تعداد مصنّفین: ۱۸۴

تعداد کل مصنّفین: ۵۳۰

گویا اب تک احتساب قادیانیت ساٹھ جلدیں اور محاسبہ قادیانیت ۲۵ جلدیں کل ۸۵ جلدوں میں ۵۳۰ مصنّفین کے کل قدیم ونایاب ۱۱۵۷ کتب ورسائل شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ الحمدللہ!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

السیف الیمانی

علیٰ

المسیح القادیانی

(حصہ اوّل، دوم)

حضرت مولانا سید محمد ہارون زنگی پوری

بل نقذف بالحق على الباطل فيدمغه فإذا هو زاهق

السیف الیمانی علی المسیح القادیانی

حصہ اول و دوم

مُصنّفہ

مجاہد ملت حامی حوزۃ الشریعت مولوی سید محمد ہارونؒ صاحب قبلہ
زنگی پوری علی اللہ مقامہ

باعانت

جناب حاجی نواب سید علی نواب صاحب رئیس مظفرپور دام اقبالہ

حسب حکم جناب مولوی السید امین الدولہ صاحب مدظلہ مالک مقبول پریس
کارپردازان مقبول پریس کے اہتمام
سے
مقبول پریس موری دروازہ دہلی میں چھپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بشارت واعتذار	۱۹	حصہ اوّل	۲۱
تمہید	۲۱	حمد ونعت	۲۱
سبب تالیف	۲۱	پنجاب کی مذہب خیز سرزمین	۲۱
مرزاغلام احمد قادیانی کے دعوے	۲۲	مرزا قادیانی کی علمی لیاقت اور ان کے دعوؤں کی حقیقت	۲۲
مرزا قادیانی کے مریدان حقیقت کی دلیل نہیں	۲۳	مہدی موعود کی بعض صفات اور علامات جو مرزا کی ذات میں قطعاً مفقود ہیں	۲۳
مباحث رسالہ ہذا	۲۳	تنقیح طلب امور	۲۳
مبحث اوّل مہدی موعود کون ہیں؟	۲۴	احادیث درباب مہدی موعود جن سے مرزا کا دعویٰ مہدویت باطل ہوتا ہے	۲۴
مرزا قادیانی عترت رسول اور فاطمی نہ تھے	۲۵	مرزا قادیانی اولاد علیؓ اور اہل بیت رسول ﷺ میں سے نہ تھے	۲۵
مرزا، آنحضرت ﷺ کے ہم نام نہ تھے اور ان کو ملک عرب کی حکومت ملی	۲۶	مرزاغلام احمد کی وجہ سے دنیا عدل سے پر نہیں ہوئی	۲۷
اس حدیث کی ساتوں علامتوں میں سے مرزا میں کوئی موجود نہ تھی	۲۷	کجا مرزا اور کجا مہدی	۲۸
حضرت عیسیٰؑ نے مرزا کے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھی اور نہ مرزا اولاد رسول سے تھا	۲۹	مبحث دوم عیسیٰ موعود کون ہیں؟	۳۱
عیسیٰ اور مہدی دو مختلف شخص ہیں	۳۱	احادیث متعلقہ نزول عیسیٰ علیہ السلام جن سے مرزائی دعویٰ مسیحیت باطل ہوتا ہے	۳۱
اس حدیث کی کوئی علامت مرزا قادیانی میں پوری نہیں ہوئی	۳۲	حدیث دوم وسوم بھی مرزا قادیانی پر صادق نہیں آسکتی	۳۲

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

مرزا قادیانی کے مریدوں کو تنبیہ	۳۳	اس حدیث میں لفظ ’’یہبط‘‘ قابل غور ہے	۳۴
مرزا نہ تو ابن مریم تھے اور نہ قاتل دجال اور نہ ان کی وجہ سے امن وامان قائم ہوا	۳۴	اس حدیث نے مرزا کی مہدویت اور مسیحیت دونوں کو باطل کردیا	۳۵
مرزائیوں کا ایک غلط خیال اور روایت ’’لامھدی الّا عیسٰی بن مریم‘‘ سے ان کا استدلال	۳۵	روایت مذکور کے غلط اور موضوع ہونے کی چھ دلیلیں	۳۵
روایت ’’لامھدی الّا عیسٰی‘‘ کو صحیح مان لیا جائے تو بھی مرزا قادیانی کا دعویٰ باطل ہے	۳۶	مبحث سوم عیسیٰ اور مسیح موعود دو علیحدہ شخص ہیں	۳۷
مسیح موعود یا مسیح دجال	۳۷	احادیث درباب مسیح دجال	۳۷
احادیث مذکور کی توضیح اور بیان اس امر کا کہ مرزا کس قسم کے مسیح ہوسکتے ہیں	۳۸	قیامت سے پہلے جھوٹے مدعیان نبوت کا ظہور بروئے احادیث	۳۹
یہ حدیثیں مرزا کے دعوے کو باطل کرتی ہیں	۴۰	مبحث چہارم حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۴۰
مرزائیوں کا ایک دعویٰ خلاف اجماع اسلام	۴۰	ثبوت حیات حضرت عیسیٰ از قرآن مجید	۴۱
ایک شبہ کا دفعیہ	۴۱	تفسیر آیت ’’انی متوفیک‘‘	۴۲
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو تسلیم کر لینے سے بھی مرزا کا مطلب پورا نہیں ہوتا	۴۲	مرکر اسی دنیا میں دوبارہ زندہ ہونے کا ثبوت قرآن مجید سے	۴۲
اس بارہ میں مریدان مرزا قادیانی کے غلط دلائل آیات قرآن سے	۴۵	پہلی دلیل اور اس کا جواب	۴۵
دوسری دلیل اور اس کا جواب	۴۶	مرزائیوں کے چند مغالطے	۴۶
پہلا مغالطہ اور اس کا جواب	۴۶	دوسرا مغالطہ اور اس کا جواب	۴۷
تیسرا مغالطہ ایک حدیث سے استدلال	۴۷	اس مغالطہ کا جواب اور حدیث مذکور کا صحیح مفہوم	۴۷
مہدی اور عیسیٰ دو مختلف شخص ہیں	۴۸	اس حدیث میں الفاظ ’’ابن مریم‘‘ اور ’’منکم‘‘ غور طلب ہیں	۴۸
یہ حدیث مرزا کے دعوے کی بنیاد اکھاڑتی ہے	۴۸	چوتھا مغالطہ	۴۹
اس مغالطہ کا جواب نزول عیسیٰ کی بحث	۴۹	مرزائیوں کی دیدہ دلیری	۵۰
مرزا کسی طرح مثیل عیسیٰ نہیں ہوسکتے	۵۰	مبحث پنجم: ختم نبوت	۵۰
آنحضرت کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا خدا سے جنگ کرنا ہے	۵۰	شارح مواقف کا قول	۵۱
امام رازی کا قول	۵۱	ختم نبوت کا ثبوت قرآن مجید سے	۵۱

آنحضرتﷺ پر نبوت کے ختم ہونے کی وجہ	۵۲	لفظ ''خاتم'' کی تحقیق	۵۳
تحقیق مذکور سے ختم نبوت پر استدلال	۵۳	لفظ ''خاتم'' کا ایک اور مفہوم ''خاتم'' بمعنی مہر	۵۳
اس معنی کی بناء پر بھی نبوت ختم ہوچکی	۵۴	لفظ خاتم النّبیین کی بابت مرزا قادیانی اور ان کے مریدین کا مغالطہ	۵۴
اس مغالطہ کا ابطال اور لفظ ''ختم'' کے تین استعمال	۵۵	خاتم النّبیین اور خاتم علی النّبیین میں فرق ہے	۵۵
خاتم النّبیین کے متعلق ایک مرزائی کا غلط استدلال آیات قرآن سے	۵۶	ختم نبوت کا ثبوت احادیث سے	۵۹
اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوئیں	۶۰	اس حدیث کے متعلق ایک مرزائی کی اپج	۶۰
حدیث مذکور کی وضاحت	۶۱	ایک مرزائی کی تاویل کا رد	۶۲
حدیث مذکور میں لفظ ختم قابل غور ہے	۶۲	مرزا جیسے شخص کی غلامی قابل افسوس ہے	۶۳
اس حدیث میں لفظ ''حاشر'' اور لفظ ''عاقب'' خاص کر قابل غور ہیں	۶۴	ایک مرزائی کی جدت ''لانبی بعدی'' کی غلط تاویل	۶۵
اس تاویل کا رد اور لاجواب جواب	۶۵	بیان مذکور کی توضیح لائے نفی جنس اور لائے مشبہ بہ لیس کا فرق	۶۵
حدیث مذکور کا صحیح مفہوم اور مرزا اور ان کے مریدوں کی ناواقفیت عربی زبان سے	۶۶	تاویل مذکور کا دوسرا جواب	۶۶
مرزائی مذکور کی ایک اور جدت	۶۶	اس جدت کا جواب اور حدیث: ''لانبی بعدی'' کی مزید تحقیق	۶۷
مرزائیوں کا ایک اور وہم	۶۸	اس وہم کا دفعیہ ''نبی'' اور ''رسول'' کا فرق	۶۹
مسئلہ ختم نبوت کا اجماعی ہونا اور مرزائیوں کو تنبیہ	۷۰	حصہ دوم	۷۲
سبب تالیف	۷۲	مبحث اوّل رسالہ ''النبوۃ فی القرآن'' پر ایک نظر	۷۲
رسالہ ''النبوۃ فی القرآن'' کے مضامین	۷۲	رسالہ مذکور کی فصل اوّل (باب دوم) کا مضمون	۷۳
فصل اوّل (باب دوم) کی تنقید	۷۳	مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت پر ایک استدلال	۷۳
شیعوں کے استدلال کو توڑ موڑ کر مرزا قادیانی پر چسپاں کیا جاتا ہے	۷۳	یہ استدلال مرزا قادیانی کے لئے ہرگز مفید نہیں	۷۳
قادیانیوں سے دس مطالبے جن کے ثبوت کے بغیر مرزا کا دعویٰ نبوت ایک قدم نہیں چل سکتا	۷۴	مریدان مرزا قادیانی ان مطالبات میں سے کسی کو پورا نہیں کرسکتے	۷۵
فصل دوم کی تنقید	۷۵	فرائض انبیاء	۷۵

دلائل ابطال نبوت مرزائے قادیانی	۷۵	دلیل اوّل مرزا قادیانی کی بے علمی	۷۶
بے علمی کے چند نمونے	۷۶	پہلا نمونہ فعل متعدی کو لازم سمجھنا	۷۶
دوسرا نمونہ لام اور فی کا فرق نہ سمجھنا	۷۶	تیسرا نمونہ صحیح اشتقاق سے بے خبری	۷۷
چوتھا نمونہ اعلام پر الف ولام کا استعمال	۷۷	پانچواں نمونہ لفظ کا غلط استعمال اور ان ناصبہ کے عمل سے غفلت	۷۷
چھٹا نمونہ ضمیر اور مرجع میں مطابقت	۷۸	ساتواں نمونہ صلہ کے استعمال میں غلطی	۷۸
آٹھواں نمونہ اسمائے بلاد کو بجائے مؤنث کے مذکر استعمال کرنا	۷۸	نواں نمونہ لفظ ظل اور فی کے معنی میں تمیز نہ ہونا	۷۸
دسواں نمونہ لازم اور متعدی کا فرق نہ سمجھنا	۷۸	دلیل دوم مرزا کی ناکامیابی امتحان وکالت میں	۷۹
دلیل سوم مرزا کی بابت کسی پیشین گوئی کا نہ ہونا	۷۹	دلیل چہارم مرزا کا صاحب معجزہ نہ ہونا	۷۹
دلیل پنجم مرزا کا اپنے ہمعصروں سے افضل نہ ہونا	۸۰	دین کے معاملہ میں احتیاط اور صراط مستقیم کی ضرورت	۸۰
فصل سوم کی تنقید	۸۱	مؤلف رسالہ ''النبوۃ فی القرآن'' کا استدلال قرآنی اور اس کی غلطی	۸۱
پہلی آیت سے مؤلف کا استدلال	۸۲	استدلال مذکور کا ابطال اور مؤلف کی جہالت فن معانی وبلاغت سے	۸۲
جملہ فعلیہ حدوث پر اور جملہ اسمیہ استمرار پر دلالت کرتا ہے	۸۲	تفسیر آیۂ مذکورہ بحوالہ تفسیر مدارک	۸۳
مؤلف کے دعویٰ کو اس کی دلیل سے کوئی ربط نہیں	۸۳	مؤلف کی ایک عام فریب غلطی فعل مضارع کے ترجمہ میں	۸۳
دوسری آیت سے استدلال	۸۴	استدلال مذکور کا جواب	۸۴
تیسری آیت سے استدلال	۸۴	ابطال استدلال مذکور	۸۵
چوتھی آیت سے استدلال	۸۵	استدلال مذکور کا ابطال اور آیت کی صحیح تفسیر	۸۶
خلاصہ بیان ماسبق	۸۶	پانچویں آیت سے استدلال	۸۶
اس استدلال کا جواب چار وجوہ سے	۸۷	آیت مذکور کا اصل مفہوم	۸۸
چھٹی آیت سے استدلال	۸۸	مستدل کی غلط فہمی اور آیت کا صحیح مفہوم	۸۸
ساتویں آیت سے استدلال	۸۹	یہ آیت بھی مستدل کے دعویٰ کو سراسر باطل کرتی ہے	۸۹
آٹھویں آیت سے استدلال	۹۰	استدلال مذکور میں مؤلف کی غلطیاں	۹۰
نویں آیت سے استدلال	۹۱	اس آیت کو مستدل کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں	۹۱

اس آیت میں ہلاکت سے مراد عذاب ہے	۹۲	دسویں آیت سے استدلال	۹۲
اس آیت کو بھی مستدل کے دعوے سے کوئی ربط نہیں	۹۲	گیارہویں آیت سے استدلال	۹۲
اس آیت سے بھی تازہ نبی کی ضرورت نہیں ثابت ہوتی	۹۲	مرزا قادیانی نہ تو معصوم تھے اور نہ منصوص اوراسی لئے نبی نہ تھے	۹۳
مرزا کی طرف لوگوں کے رجوع ہونے کی وجوہات	۹۳	بارہویں آیت سے استدلال	۹۳
وعدۂ ہائے مندرجہ آیہ مذکورہ کی حقیقت اور ڈاستدلال قادیانی	۹۴	تیرہویں آیت سے استدلال	۹۵
استدلال مذکور کی صریح غلطی اور مغالطہ	۹۵	چودہویں آیت سے استدلال	۹۶
مستدل کا قصور فہم	۹۶	پندرہویں آیت سے استدلال	۹۷
استدلال مذکور کا جواب تین وجوہ سے	۹۷	سولہویں آیت سے استدلال	۹۷
اس استدلال کا جواب پہلی آیت کے ضمن میں دیا جاچکا ہے	۹۸	دوسرا جواب اس آیت میں انبیاء کی پیروی کا حکم قیامت تک سلسلۂ نبوت کے جاری رہنے کا ذکر نہیں	۹۸
ختم نبوت کے متعلق قرآن وحدیث سے نص صریح	۹۹	سترہویں آیت سے استدلال	۹۹
آیہ مذکورہ کا مفہوم	۹۹	شان نزول آیۂ مذکورہ	۱۰۰
اٹھارہویں آیت سے استدلال	۱۰۰	استدلال مذکور کا پہلا جواب محض نزول ملائکہ کسی پراس کی نبوت کی دلیل نہیں	۱۰۰
استدلال مذکور کا دوسرا جواب اور آیت کا مفہوم	۱۰۱	حوالہ تفسیر مدارک التنزیل	۱۰۱
حوالہ تفسیر کبیر	۱۰۲	خلاصہ بیانات سابق	۱۰۲
مرزائی قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہیں اور تفسیر بالرائے پر وعید شدید	۱۰۲	انیسویں آیت سے استدلال	۱۰۳
قادیانی مستدل کی غلطی اور آیت کا صحیح مفہوم	۱۰۳	بیسویں آیت سے استدلال	۱۰۴
یہ استدلال محض ایک غلط قیاس ہے اور آنحضرتﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کی وجوہ	۱۰۴	فصل چہارم کی تنقید	۱۰۵
رسالہ ’’النبوۃ فی القرآن‘‘ کی چوتھی فصل کا خلاصہ مضمون	۱۰۵	مضمون مذکور کا جواب اور منکر ختم نبوت کا خارج از اسلام ہونا	۱۰۵
فصل پنجم کی تنقید	۱۰۶		
رسالۂ مذکورہ کی پانچویں فصل کا خلاصہ مضمون	۱۰۶	مضمون مذکور کا جواب اور آیۂ ’’الیوم اکملت لکم‘‘ کی شان نزول	۱۰۶

فصل ششم کی تنقید	۱۰۶	رسالہ النبوۃ فی القرآن کی چھٹی فصل کا مضمون	۱۰۶
اس مضمون سے مرزا قادیانی کی نبوت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکتی	۱۰۷	فصل ہفتم کی تنقید	۱۰۷
ساتویں فصل کے استدلال کا خلاصہ	۱۰۷	استدلال مذکور کا ابطال چار وجوہ سے	۱۰۷
فصل ہشتم کی تنقید	۱۰۸	آٹھویں فصل کے مضمون کا خلاصہ	۱۰۸
اس کا جواب اور ثبوت اس امر کا کہ مرزا صفات کمالات نبوت سے بالکل محروم تھے	۱۰۸	مبحث دوم رسالہ النبوۃ فی خیر الامۃ اور ختم نبوت	۱۰۹
ا......مؤلف رسالہ کی تعلّی اور بلند پردازی کا خاتمہ	۱۰۹	مؤلف رسالہ ''النبوۃ فی خیر الامۃ کا ایک جاہلانہ مغالطہ	۱۰۹
قدرت خداوندی کا ایک عجیب نظارہ	۱۱۰	رسالہ ''النبوۃ فی خیر الامۃ'' کی ایک خاص عبارت متعلقہ ختم نبوت	۱۱۰
یہ عبارت مؤلف رسالہ کے اصل دعوے کو باطل کرتے ہے	۱۱۱	اس بیان کی توضیح وتشریح اور عبارت مذکور کی فقرات شکنی	۱۱۱
مؤلف کے دعوے کا ابطال اسی کی دلیل سے اور انعام موعودہ یک ہزار کا مطالبہ	۱۱۲	بیان سابق کے تین نتائج جو مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کو باطل کرنے کے لئے کافی ہیں	۱۱۲
۲......مؤلف موصوف کے ایک اور وہم کا ازالہ	۱۱۳	مؤلف رسالہ کا ایک اور استدلال آیہ خاتم النّبیین	۱۱۳
استدلال مذکور کا جواب اور لفظ ختم کے دو استعمال بحوالۂ کتب لغات	۱۱۳	ان معنوں سے قادیانیوں کے دعوے کو کوئی مدد نہیں مل سکتی اور نہ مرزا کی نبوت ثابت ہوسکتی ہے	۱۱۴
ایک لاجواب مضمون جو خود لفظ خاتم النّبیین سے پیدا ہوتا ہے	۱۱۵	اسی مطلب کے متعلق ایک لطیف اور لاجواب بحث	۱۱۵
مؤلف کے دعوے کو خود اسی کا قول باطل کرتا ہے	۱۱۶	ہر نبی اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے مگر اس سے مرزا کی نبوت ثابت نہیں ہوتی	۱۱۶
۳......ختم نبوت کے متعلق قطعی فیصلہ	۱۱۷	خاتم النّبیین کے متعلق خود آنحضرتﷺ کا فیصلہ	۱۱۷
ایک حدیث جس میں خاتم النّبیین کے معنی کی تفسیر کی گئی ہے	۱۱۷	یہ حدیث قادیانیوں کے تمام دلائل کو قطع کرتی ہے	۱۱۷
یہی حدیث آنحضرت کی ایک پیشین گوئی بھی ہے	۱۱۸	نص صریح کے مقابلہ میں قادیانیوں کی وہمی تاویلات حجت نہیں ہوسکتیں	۱۱۸
تنبیہ	۱۱۸		

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بشارت واعتذار

قارئین کرام وشائقین دین خیر الانام کو مژدہ ہو کہ کتاب مستطاب ’’السیف الیمانی علی مسیح القادیانی ‘‘جس کا ایک زمانہ سے اشتیاق وانتظار تھا اور جس کی طبع واشاعت میں ایک عرصہ تک طرح طرح کی دقتیں اور انواع واقسام کی مسلسل رکاوٹیں پیدا ہوکر ’’لکل شئ اٰفة وللعلم اٰفات ‘‘ کا نقشہ دکھاتی رہیں۔ بعد خرابی بسیار طبع ہوکر شائع ہوگئی۔ والحمد ﷲ علی ذالک!

اس رسالہ کے وجود میں آنے کا سبب ایک خاص واقعہ ہے جو راقم الحروف کو اپریل ۱۹۱۸ء میں بمقام کوہ منصوری میں پیش آیا اور جس کی مختصر کیفیت یہ ہے کہ مرزائی جماعت کے ایک رکن رکین کی جانب سے اثنائے افہام وتفہیم میں ایک مطالبہ یہ پیش کیا گیا کہ ختم نبوت جناب خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثبوت بردمضامین جماعت مرزائیہ مدلل شائع کیا جائے۔ قادیانی مبلغ کے اس مطالبہ کا پورا کرنا بعد اس امر کے کہ ناچیز راقم کی طرف سے پیغمبر قادیان کا ’’کذابون ثلاثون ‘‘میں معدود ہونا بصراحت ثابت کیا جاچکا تھا۔

اگرچہ بالکل ایک غیر ضروری امر تھا تاہم مزید اتمام حجت کے خیال سے اور نیز ہمدرد دین جناب سید عباس علی صاحب سردیر مصوری رئیس جھالو ضلع بجنور کے مخلصانہ اصرار پر علامہ سید محمد ہارون صاحب قبلہ اعلیٰ مقامہ کو تکلیف دی گئی کہ مذکورہ بالا بحث پر مرزائی خیالات کا بطلان بخوبی واضح کردیا جائے تاکہ ناواقف مسلمانوں پر اسلام کی صحیح تعلیم مشتبہ نہ ہوسکے۔ علامہ ممدوح نے اس درخواست پر فوراً توجہ فرماکر ایک بسیط مضمون اس خالص جوش اور درد دین کے ساتھ جو مبدء فیض نے اس فرشتہ خصلت انسان کے نورانی قلب میں کوٹ کوٹ کر بھردیا تھا۔ باوجود وفور امراض وعوارض وہجوم افکار وحوادث تحریر فرماکر دو ہفتہ میں مرحمت فرمادیا۔ فجزاہ اللہ عنا وعن الاسلام خیر الجزاء!

افسوس ہے کہ ایسی مفید اور محققانہ تحریر جس نے قادیانی دجل وفریب کے کما حقہ کشف تام کے ساتھ تمام گزشتہ وآئندہ مدعیان نبوت ومہدویت باطلہ کے حوصلوں وآرزوؤں کو بالکل پست کر دیا ہے۔ جناب مصنف علام اسکنۃ اللہ دارالسلام کی مبارک زندگی میں شائع نہ ہوسکی جس کا اصلی باعث دہلی کے ایک خاص مہربان کی ناگفتہ بہ مگر ہمیشہ یادرہنے والی عنایات ہیں جو بہرطور کارکنان مقبول پریس کی طرف سے اپنے مقاصد میں ''ظفریابی'' کی دعاء کے مستحق ہیں۔ ''والعذر عند کرام الناس مقبول'' بہرکیف خدا کا شکر ہے کہ آج وہ نادرالوجود سلسلہ مضمون ''السیف الیمانی'' کے دو حصوں کی شکل میں ہدیۂ ناظرین ہوتا ہے۔ شائقین عالی مقدار وطالبان والا تبار کو چاہئے کہ ہاتھوں ہاتھ اس کتاب مستطاب کو خرید کرلیں اور مرزائی جماعت میں خصوصیت کے ساتھ اس کے مضامین عالیہ کی اشاعت سے اجر دارین حاصل کریں۔ حررہ الراجی عفو ربّہ القوی!

السید ابوالفاروق الواسطی الامروہی

۸/نومبر۱۹۲۳ء امروہہ یوپی

السیف الیمانی علی المسیح القادیانی

حصہ اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

حمد ونعت

’’نحمدک یارب العالمین وایّاک نعبد وایّاک نستعین فانک الالہ الملک الحق المبین والخلاق الرزاق ذوالقوۃ المتین وندین بما انزلت لمن الشریعۃ الدین ونصلی علی حبیبک وصدیقک النبی الصادق الامین المبجل المطل فی السموات والارضین وعلی الہ الغرالمنامین الطیبین الطاھرین والمعظمین الکمرمین سیما...... علی امیرالمؤمنین یعسوب الدین، قاتل المشرکین وداحرالمبطلین صلی اللہ علیہ وعلیھم ما تعزوت الحمائم فی البسانین وتحملت الصیاریاالریاصین‘‘

سبب تالیف

امّا بعد! یہ ایک مختصر رسالہ صرف اس لئے ترتیب دیا گیا ہے کہ دعاوی مرزا غلام احمد قادیانی کی حالت کو واضح کر کے عامۃ الناس کو ان کے فریب دہ جعل سے محفوظ رکھے اور جو لوگ اپنی جہالت سے مرزائی ہوگئے ہیں۔ انہیں حق کی طرف واپس بلائے۔ نیز اس فرقہ کے بعض رسائل ضلالت انگیز کا مہذب لفظوں میں جواب دے اور پھر اختصار کو بھی ہاتھ نہ جانے دے۔

پنجاب کی مذہب خیز سرزمین

پنجاب کا خطہ جہاں زرخیز مانا گیا ہے وہاں مذہب خیز بھی اس درجہ ہے کہ آئے دن کوئی نہ کوئی نیا مذہب وہاں پیدا ہوتا رہتا ہے اور لوگ ہیں کہ ہر ناعق و ناہق کی آواز پر

لبیک کہنے کو تیار ہیں۔(۱) اہل القرآن کا مبدأ پنجاب ہے۔ (۲) قادیانی کا منشآء بھی پنجاب ہی ہے۔(۳) تصدقی فرقہ کا تانتا بھی پنجاب،(۴) آریہ فرقہ کا مہبل بھی پنجاب۔ غرض جو مذہب نکلا وہ پنجاب ہی سے شروع ہوتا ہے۔انہی فرق میں سے ایک (۵) فرقہ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کا بھی ہے جن کا دعویٰ تھا کہ وہ مسیح موعود ہیں۔ وہ ہی مہدی موعود ہیں اور وہی کرشن بھی ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے

اوّل اوّل تو انہوں نے عیسائیوں کے مقابلے کے لئے میدان واکیا اور بہت سے آدمیوں کو اپنا ہم خیال بنایا۔ جب اپنے گرد لوگوں کو جمع کرلیا تو آریوں کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے تو اس کے ساتھ ہی حضرت آہستہ آہستہ الہام کا دعویٰ شروع کیا اور جہلا پر اثر ڈالنے لگے، کسی قدر کامیاب ہوتے جو دیکھا تو مسیح ومہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا اور مرتے وقت کرشن کی موت مرے ان کا یہ دعویٰ تھا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی وفات ہوچکی۔ وہ اب دنیا میں نہ آئیں گے۔ مسیح موعود کوئی اور ہے جو یہی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں اور یہی مہدی موعود بھی ہیں اور یہی کرشن بھی ہیں۔

مرزا قادیانی کی علمی لیاقت اوران کے دعوؤں کی حقیقت

مگر میں ناظرین کو بتاؤں گا کہ مرزا قادیانی کے یہ دعوے محض لغو بے بنیاد اور باطل محض ہیں۔ غالباً ان کو خود دماغی مرض تھا ہیجان سودا کی وجہ سے انہوں نے یہ دعوے کئے تھے۔ انہیں خود اپنے دعوؤں کا پتہ نہ تھا۔ ورنہ کسی ایسے شخص سے جو معمولی عربیت بھی نہ رکھتا ہو اور جس نے اپنے دوسو (۲۰۰) صفحہ کی کتاب اعجاز المسیح میں ایک سو ننانوے غلطیاں نحوی، صرفی اور ادبی کی ہوں (جسے ریویو اعجاز المسیح (مطبوعہ لاہور امامیہ لائبریری مصنفہ ممتاز الافاضل) نے اچھی طرح واضح کردیا ہے) کیوں کر وہ نبی یا مہدی موعود ہوسکتا ہے۔ محض شوق ریاست میں ایسے دعوے کر بیٹھے تھے ورنہ ان کے دعاوی کی کوئی ہستی نہ تھی اور نہ خود ان کی کوئی ہستی تھی۔

جیسا دنیا کا قاعدہ ہے:’’اتباع کل ”ناعق“ الطائرون مع کل ریح ‘‘ان کے ساتھ بھی کچھ لوگ ہوگئے اور ان کے اعتقاد کا دم بھرنے لگے جس طرح سابق میں بھی ہزاروں موجدین مذہب گزرے ہیں جن میں سے ہر ایک نے دس بیس ہزار بلکہ اس سے بھی

زیادہ اپنے مرید بنائے۔ کون سا ایسا نیا فرقہ نہ نکلا جس کے کچھ نہ کچھ تابعین نہ ہوگئے ہوں۔ حسن صباح کو دیکھئے آج تک اس کے تابعین موجود ہیں۔ پولوس کو دیکھئے آج تک اس کے اتباع موجود ہیں۔ دور کیوں جایئے، آغا خان ہی کو دیکھئے کہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ ان کے اتباع اس وقت موجود ہیں جو ان کی خدائی کے معتقد ہیں۔ اسی طرح سینکڑوں مذاہب باطلہ موجود ہیں جن کے تابعین بکثرت اطراف واکناف عالم میں کیڑوں مکوڑوں کی طرح پھیلے پڑے ہیں۔

مرزا قادیانی کے مریدان حقیقت کی دلیل نہیں

کسی کی آواز پر لبیک کہنے والوں کی تعداد اس کی سچائی کی دلیل نہیں ورنہ ماننا پڑے گا کہ ہر مذہب جو دنیا میں نکلا وہ سچا ہے۔ اسی طرح مرزا قادیانی کے تابعین بھی ان کی حقیت کی دلیل نہیں ہوسکتے بلکہ وہ دیگر مدعیان ایجاد کی طرح غلط راستے پر ہیں جن کی وجوہ آئندہ بیان ہوں گی۔

مہدی موعود کی بعض صفات اور علامات جو مرزا کی ذات میں قطعاً مفقود ہیں

پیغمبر اسلام جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی امت کو وعدہ دیا ہے کہ ایک شخص آخر زمانہ میں جس کا لقب مہدی ہوگا وہ آئے گا اور دنیا سے (۱) ظلم وجور کو رفع کرے گا اور اس کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ (۲) اس کی وجہ سے دین اسلام قاف سے تا قاف پھیلے گا اور کوئی (۳) ایسا مقام نہ ہوگا جہاں اسلام کا پھریرا نہ لہراتا ہو۔ (۴) وہ بادشاہ ہوگا۔ ۵۰) وہ عترت رسول خدا سے ہوگا (۶) وہ اولاد فاطمہ زہرا سے ہوگا۔ (۷) وہ عرب ہوگا۔ (۸) وہ قوم کا سید ہوگا (مرزا، مغل، پٹھان یا شیخ وغیرہ نہ ہوگا) (۹) اس کے ساتھ ہی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا بھی نزول ہوگا اور وہ اس مہدی موعود کی اقتداء کریں گے۔ (۱۰) عیسیٰ بن مریم اور مہدی دو علیحدہ علیحدہ شخص ہوں گے۔ ایک ہی شخص مہدی اور عیسیٰ نہ ہوگا۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے متعلق دعویٰ کرتے تھے کہ وہی مہدی بھی تھے وہی عیسیٰ بھی اور مع ذالک وہ نبی بھی ہیں۔

مباحث رسالہ ہذا

تنقیح طلب امور

ہمیں اس مقام پر پانچ باتوں سے بحث کرنی ہے ایک یہ کہ مہدی کون ہوگا۔

دوسرے یہ کہ عیسیٰ موعود کون ہوں گے۔ تیسرے عیسیٰ اور مہدی موعود ایک ہی نہیں بلکہ دو علیحدہ علیحدہ شخص ہیں۔ چوتھے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اب تک زندہ ہیں، خروج مہدی موعود کے ساتھ ان کا ہبوط ہوگا۔ پانچویں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی۔ اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

ان پانچوں مباحث کے مطالعہ کے بعد یہ امر صاف طور پر واضح ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی میں کوئی علامت مہدی یا عیسیٰ کی نہ تھی اور نہ وہ کسی طرح ہو سکتے تھے۔ ناظرین سے امید ہے کہ وہ ان امور پر ٹھنڈے دل سے غور کریں گے اور اس کے بعد مرزائیوں کے مغالطہ میں نہ آئیں گے۔

مبحث اوّل مہدی موعود کون ہیں؟

احادیث درباب مہدی موعود جن سے مرزا کا دعویٰ مہدویت باطل ہوتا ہے

اس امر کی تحقیق کے واسطے کہ مہدی موعود کون ہیں؟ ان احادیث کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے جنہیں محدثین اسلام نے اپنی کتب احادیث میں جمع کیا ہے کیونکہ مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ وہ بر بنائے وعدہ جناب رسالت مآب مہدی موعود ہو کر آئے ہیں۔ پس پہلا فرض یہی ہے کہ دیکھا جائے کہ آنحضرت ﷺ نے مہدی کے آثار و حالات کیا بتائے ہیں۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا کہ مہدی موعود جن کے آخر زمان میں آنے کی خبر جناب سرور کائنات ﷺ نے دی ہے اور وہ بزرگ ہیں۔ مرزا غلام احمد کو ان سے کچھ تعلق نہیں۔ مرزا قادیانی ہرگز وہ مہدی نہیں ہو سکتے۔

حدیث اوّل

’’عن امّ سلمة قالت قال رسول الله ﷺ المهدی من عترتی من ولد فاطمة. اخرجه مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجه والبیهقی وصاحب المصابیح‘‘ (جواہر العقدین سمہودی منقول از ینابیع المودۃ ص۴۳۲ مطبوعہ بمبئی)

ام سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مہدی میری عترت سے ہوگا اولاد فاطمہ (زہرا) سے۔ اس روایت کو مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی اور صاحب مصابیح نے نقل کیا ہے۔

مرزا قادیانی عترت رسول اور فاطمی نہ تھے

کوئی بتائے کہ مرزا غلام احمد کب عترت رسول سے تھے اور قوم کے مغل ہوتے ہوئے اولاد فاطمہ زہرا سے کیوں کر بن گئے اور جب مرزا سید نہیں ہو سکتے تو مہدی کیوں کر ہو گئے۔ سمجھو اور غور کرو۔

حدیث دوم

''ولاحمد وابن ماجة وغيرهما عن علی رضی اللہ عنہ المهدی منّا اهل البيت يصلحه الله فی ليلة'' (ینابیع منقول از جواہر المعقدین سمہودی ص۳۶۲)

احمد اور ابن ماجہ وغیرہما نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مہدی ہم اہل بیت سے ہوگا خدائے تعالیٰ اسے ایک رات میں مکمل کر دے گا۔

مرزا قادیانی اولاد علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت رسول ﷺ میں سے نہ تھے

بتاؤ مرزا غلام احمد قادیانی اہل بیت علی بن ابی طالب اور اہل بیت رسول میں کب تھے؟ اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے کہاں کی قرابت تھی؟ وہ تو پنجابی ایک مغل قوم کے آدمی تھے۔

حدیث سوم

''حديث قتادة لسعيد بن المسيب احق ن المهدی قال نعم هو حق هو من اولاد فاطمة'' (جواہر العقدین ینابیع المودۃ ص۳۶۲)

سعید بن مسیّب سے قتادہ نے بیان کیا سعید نے پوچھا کیا مہدی (والی بات) حق ہے۔ اس نے کہا ہاں وہ حق ہے وہ اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوگا۔

حدیث چہارم

''عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ لا تذهب الدنيا حتی يملک العرب رجل من اهلبيتی يواطی اسمه اسمی''

(رواہ الترمذی ینابیع المؤدۃ ص۳۶۲ وفی سنن ابی داؤد ایضاً)

دنیا ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں ایک شخص (مہدی) ملک عرب کا

مالک نہ ہولے جو میرا ہم نام ہوگا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس باب میں علی، ابوسعید، ام سلمہ اور ابوہریرہ سے بھی روایت ہے اور یہ روایت حسن صحیح ہے۔

مرزا، آنحضرتﷺ کے ہم نام نہ تھے اور ان کو ملک عرب کی حکومت ملی

۱...... مرزا قادیانی کو ملک عرب کی حکومت کب حاصل ہوئی۔

۲...... وہ اہل بیت رسولﷺ سے کہاں تھے؟

۳...... ان کا نام محمد کب تھا جس طرف آنحضرتﷺ نے یواطی اسمہ اسمی سے اشارہ فرمایا ہے؟

حدیث پنجم

’’للطبرانی المھدی منّا یختم الدین بنا کما فتح بنا ولاحمد لاتقوم الساعۃ حتی تملأ الارض ظلماً وعدواناً ثم یخرج من عترتی من یملأھا قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً‘‘ (ینابیع المودۃ ص۳۶۲)

طبرانی کی روایت ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا مہدی ہم سے ہوگا (یعنی ہماری نسل سے) دین ہمیں پر ختم ہوگا جس طرح ہم سے شروع ہوا ہے (یعنی جس طرح مذہب اسلام ہم سے شروع ہوا ہے اسی طرح خاتمہ بھی اس کا ہماری ہی نسل پر ہوگا) اور احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ قیامت سے پہلے زمین ظلم وعدوان سے پر ہوجائے گی پھر میری عزت سے ایک شخص خروج کرے گا جو اسے عدل وانصاف سے بھردے گا۔

حدیث ششم

’’عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبیﷺ انہ قال المھدی رجل من عترتی یقاتل علی سنتی کما قاتلت انا علی الوحی. اخرجہ نصیر بن حماد‘‘

(جواہر العقدین ینابیع المودۃ ص۳۶۳)

عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا مہدی ایک شخص میری عترت سے ہوگا میری سنت پر جنگ وجہاد کرے گا جس طرح میں نے وحی پر جہاد کیا ہے یعنی جس طرح میں نے اقامۃ وحی پر جہاد کیا۔ وہ اقامۃ سنت پر میری جہاد کرے گا۔ اس روایت کو نصیر بن حماد نے تخریج کیا ہے۔

مرزا غلام احمد کی وجہ سے دنیا عدل سے پر نہیں ہوئی

(۱) نہ تو مرزا غلام احمد قادیانی رسول تھے۔ (۲) نہ ان کے سبب سے دنیا عدل وانصاف سے پر ہوئی۔ (۳) اور نہ انہوں نے اقامۃ سنت کے لئے جہاد کیا۔ پھر وہ مہدی کیوں کر ہوگئے؟ **العجب! ثم العجب!**

حدیث ہفتم

’’عن حذیفة بن الیمان قال قال رسول اللہ ﷺ المهدی رجل من ولدی وجهه کالکوکب الدری اللون لون عربی والجسم جسم اسرائیلیٌ یملأ الارض عدلاً کما ملئت جوراً یرضٰی بخلافته اهل السماء والارض والطیر فی الجوّ یملک عشرین سنه‘‘

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ راوی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا مہدی میرے فرزندوں میں سے ہوگا اس کا چہرہ مثل ستارۂ درخشاں کے ہوگا رنگ تو رنگ عربی ہوگا اور جسم جسم اسرائیلی۔ زمین کو عدل سے اسی طرح بھرے گا جیسے وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی۔ اس کی خلافت پر اہل آسمان وزمین راضی ہوں گے اور فضا کے پرندے بھی راضی ہوں گے۔ وہ بیس سال بادشاہ رہے گا۔ (ہٰکذا فی سنن ابوداؤد، صاح الفصول المالکی)

اس حدیث کی ساتوں علامتوں میں سے مرزا میں کوئی موجود نہ تھی

(۱) مرزا قادیانی نہ تو اولاد رسول اللہ ﷺ سے تھے۔ (۲) نہ ان کا چہرہ ستارہ جیسا روشن تھا۔ (۳) نہ انہوں نے زمین کو عدل سے بھر دیا پوری زمین تو کیا وہ بھر سکتے صرف پنجاب میں ان سے عدل نہ قائم ہوسکا۔ پنجاب تو کجا قادیان جیسے چھوٹے گاؤں میں بھی عدل قائم نہ کرسکے۔ (۴) نہ اہل زمین ان کی خلافت پر راضی ہوئے بلکہ وقت دعویٰ سے لے ان کی مخالفت چلی جاتی ہے۔ اہل آسمان اور فضا کے پرندوں کی رضا مندی کا تو ذکر ہی کیا؟ (۵) نہ وہ خلیفہ ہوئے۔ (۶) نہ ان کی حکومت روئے زمین پر ہوئی۔ روئے زمین تو کیا قادیان جیسی چھوٹی پنڈیا (لبستی) میں بھی نہ ہوئی اور (۷) نہ وہ بیس برس تک ملک رانی کرسکے۔ بیس برس تو کیا بیس دن بلکہ بیس منٹ تک بھی حکومت ان کو نہ ملی۔

حدیث ہشتم

روایت ’’عن عبادیة بن ربعی عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ لفاطمة ومنا سبطا ھذہ الامة سید الشباب اھل الجنة الحسن والحسین وھما ابناک ومنّا المھدی وھو من ولدک اخرجه الطبرانی فی الاوسط‘‘ (ص۳۱۳ ینابیع)

عبایہ بن ربعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اور ہم میں سے اس امت کے سبطین ہیں جو جوانان اہل بہشت کے سردار ہوں گے وہ دونوں تمہارے بیٹے حسن وحسین رضی اللہ عنہما ہیں اور مہدی بھی ہم میں سے ہوگا اور تمہاری اولاد میں سے ہوگا۔ طبرانی نے اوسط میں وارد کیا ہے۔

کجا مرزا اور کجا مہدی

حدیث صاف وصریح لفظوں میں بتارہی ہے کہ مہدی اولاد فاطمہ سے ہوں گے جنہیں سید ہونا لازم ہے کوئی کم نسل نہ ہوں گے۔ کجا مرزا اور کجا مہدی، کجا زمین؟ کجا آسمان؟

حدیث نہم

’’عن سعید بن مسیب قال کنا عند ام سلمة فتذاکرنا المھدی فقالت سمعت رسول اللہ ﷺ یقول المھدی من ولد فاطمة‘‘

سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس مہدی کا تذکرہ کررہے تھے تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ مہدی اولاد فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے ہوگا۔ (ینابیع ص۳۶۴، منقول از جواہر العقدین)

حدیث دہم

’’فی کنوز الدقائق للمناوی المصری البشریٰ یا فاطمة ان المھدی منک. للحاکم یصلی عیسٰی خلفه. لابی نعیم‘‘ (ینابیع ص۳۶۴)

مناوی مصری کی کتاب کنوز الدقائق میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ تمہیں بشاررت ہو کہ مہدی تم سے ہوگا (حاکم نے روایت کیا ہے) آنحضرت ﷺ نے

فرمایا ہم سے وہ شخص ہوگا عیسیٰ علیہ السلام جس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔(ابونعیم کی روایت ہے)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مرزا قادیانی کے پیچھے کبھی نماز نہیں پڑھی اور نہ مرزا قادیانی اولاد رسول سے تھا

اوّلاً: مرزا قادیانی اولاد فاطمہ سے نہ تھے۔ ثانیاً: عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ثالثاً: ان کو نسل رسول اللہ سے کوئی تعلق نہ تھا جس سے وہ ''منا'' کے مصداق ہو سکتے۔ یہ وہ حدیثیں ہیں جن میں تاویل کی ذرا گنجائش باقی نہیں۔

خلاصہ مبحث اوّل

سردست یہ[1] دس حدیثیں ایسے ایسے بزرگ اور جلیل الشان محدثین اہل سنت کی پیش کی جاتی ہیں جن پر کافۂ اہل سنت کا اتفاق ہے۔ ان میں سے ہر ایک حدیث نے مرزا قادیانی کے دعوے پر مٹی ڈال دی اور ایسا ملیا میٹ کر دیا کہ قیامت تک ان کی روح شرماتی رہے گی کہ انہوں نے ایک ایسا غلط اور بے بنیاد دعویٰ کیوں کیا جس کی تکذیب نہایت صراحت کے ساتھ رسول اللہ کی حدیثیں کرتی ہیں۔

[1] مصنف علام نے بنظر اختصار صرف دس حدیثوں پر اکتفاء کی ہے جو اثبات مقصود کے لئے کافی سے زیادہ ہیں۔ ان احادیث سے مصنف عسل مصفی کی وہ کوشش سراسر عبث اور بیکار ثابت ہوتی ہے جو مرزائے قادیانی کا سلسلہ نسب حضرت سلمان فارسی سے ملانے کے لئے کی گئی ہے تاکہ ''سلمان منا اهل البیت'' سے کسی خیالی فائدہ اٹھانے کی ہوس کی جا سکے۔ احادیث عشرہ اس بات کو روز روشن کی طرح واضح کرتی ہیں کہ مہدی موعود صدیقہ طاہرہ، فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی نسل سے ہوگا اور یہ امر بلا اختلاف اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے۔

اگر کوئی اختلاف ہے تو صرف اس قدر ہے کہ وہ موعود نسل امام حسن سے ہے یا امام حسین رضی اللہ عنہما سے۔ حضرات اہل سنت میں کچھ لوگوں نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسل سے پیدا ہونا قیاس کیا ہے۔ لیکن احادیث متکاثرہ اور اخبار متواترہ سے جو سنی اور شیعہ دونوں فرقوں میں متفق علیہ ہیں صاف صاف حضرت خامس آل عبا علیہ التحیہ والثنا کی اولاد طاہرہ سے ہونا نہایت واضح اور ظاہر ہے۔ میں اس مقام پر صرف ایک حدیث جس کو دارقطنی صاحب الجرح والتعدیل نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس وقت یہی دس حدیثیں پیش ہیں لیکن اگر کوئی منکر اس سے زیادہ کا طالب ہوتا تو ایک سو سے زیادہ حدیثیں پیش کرسکوں گا۔ جو بتائیں گی کہ مرزا قادیانی وہ مہدی نہیں ہوسکتے جو موعود علی لسان النبی ہے۔ کیونکہ اس کی کئی شرطیں ہیں جو مرزا قادیانی میں ہرگز نہ تھیں۔

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) نورالدین علی بن محمد بن صباغ المالکی ایک محدث جلیل اور فاضل نبیل اور محقق شہیر اور علامہ تحریر اہل سنت کی مشہور کتاب فصول مہمہ سے جو اس وقت میرے پیش نظر ہے نقل کرتا ہوں۔ وھو ھذا!

’’اخرج الدار قطنی صاحب الجرح والتعدیل عن ابی سعید الخدری فی حدیث طویل قال قال ﷺ یا فاطمة انا اهل البیت اعطینا ستة خصال لم یعطها احد من الاولین ولا یدرکها احد من الآخرین غیرنا نبینا خیر الانبیاء ووصینا خیر الاوصیآء وهو بعلک وشهیدنا خیر الشهدآء وهو عمّ ابیک ومنا من له جناحان یطیر بهما فی الجنة حیث یشآء وهو جعفر ومنا سبطا هٰذه الامة وهما ابناک ومنا مهدیٔ الامة الذی یصلی خلفه عیسیٰ بن مریم ثم ضرب علی منکب الحسین وقال من هذا مهدی هذه الامة‘‘

دارقطنی صاحب الجرح والتعدیل نے ابوسعید خدری ؓ سے ایک طولانی حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اے فاطمہ ہم اہل بیت ہیں ہم کو چھ ایسی خصلتیں عطاء کی گئی ہیں جو اوّلین میں سے کسی ایک کو بھی عطاء نہیں ہوئیں اور نہ آخرین کے کسی شخص میں پائی جائیں گی۔ وہ یہ کہ ہمارا (اس امت کا) نبی سب نبیوں سے بہتر ہے اور ہمارا وصی سب وصیوں سے بہتر ہے اور وہ تیرا شوہر ہے اور ہمارا شہید سب شہیدوں سے بہتر ہے اور وہ تیرے چچا کا بیٹا ہے اور ہم میں سے وہ شخص جس کے دو بازو ہیں جن سے وہ اڑتا ہے جنت میں جیسے چاہے اور وہ جعفر ہے اور ہم میں سے اس امت میں دو فرزند ہیں اور وہ دونوں تیرے بیٹے ہیں اور ہم میں سے اس امت کا مہدی ہے اور وہ ایسا شخص ہے جس کے پیچھے عیسیٰ بن مریم نماز پڑھیں گے۔ بعدازاں آنحضرت ﷺ نے امام حسین کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا اسی کی اولاد سے اس امت کا مہدی ہے۔ (ص۲۱۵)

اس حدیث سے یہ امر بالکل اظہر من الشّمس ہے کہ مخبر صادق نے امت محمدیہ میں جس مہدی مسعود کی خبر دی ہے اس کا اولاد امام حسین ؓ سے ہونا ایک امر یقینی اور قطعی ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔

اب مرزائیوں کو بتانا چاہئے کہ پنجاب کا ایک مغل جو خود بھی حسین ابن علی کی اولاد میں ہونے کا مدعی نہیں کس بنا پر مہدی اسلام تسلیم کرلیا گیا۔ کیا تم اپنے مرشد کی محبت میں الصادق الامین کی باتوں کو جھٹلاؤ گے اور اس مہبط وحی کے کلام کو سن کر ایک بار پھر ان کو مہدی کہنے کی جرأت کرو گے۔ (ابوالفاروق الامروہی)

ایک یہ کہ وہ مہدی موعود سید ہوگا اور مرزا سید نہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ مہدی موعود اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا زہرا اور نسل رسول ﷺ سے ہوگا اور مرزائے مذکور نہ معلوم کس نسل سے ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ مہدی روئے زمین کو عدل وداد سے بھر دے گا۔ مرزائے قادیانی نے اسے مخالفت خدا اور رسول ﷺ سے بھر دیا۔ چوتھے وہ خلیفہ ہوگا۔ مرزا قادیانی خلیفہ نہیں تھے۔ پانچویں یہ کہ وہ مہدی کوبی الوجہ ہوگا۔ مرزا قادیانی ہرگز ایسے نہ تھے۔ چھٹے وہ مہدی ایسا ہوگا جس کے پیچھے عیسیٰ بن مریم نماز پڑھیں گے۔ مرزا قادیانی سے کبھی خواب میں بھی حضرت عیسیٰ سے ملاقات نہ ہوئی۔ پیچھے نماز پڑھنا تو کجا۔ ساتویں بنا بر روایت ابن عمر (ص۳۶۴ ینابیع) وہ مہدی یمن کے قریہ کرعہ سے خروج کریں گے۔ مرزا قادیانی کا مخرج صرف قادیان پنجاب میں رہا۔ پس معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ محض بے تکا اور بے جوڑ تھا۔ صرف جہلا کو فریب دے سکتا تھا۔ نہ کسی اور کو۔

مبحث دوم عیسیٰ موعود کون ہیں؟

عیسیٰ اور مہدی دو مختلف شخص ہیں

اس آئندہ بیان سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ آنحضرت ﷺ نے جو وعدہ فرمایا ہے اس میں دو شخص علیحدہ علیحدہ موعود ہیں۔ ایک مہدی جو فرزندان فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا سے ہوں گے۔ دوسرے عیسیٰ ناصری جو فرزند مریم ہوں گے۔ ایک ہی شخص مہدی وعیسیٰ دونوں نہ ہوگا۔ جس کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

احادیث متعلقہ نزول عیسیٰ علیہ السلام جن سے مرزائی دعویٰ مسیحیت باطل ہوتا ہے

حدیث اوّل

’’قال انها لن تقوم حتی ترون قبلها عشرة آیات فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ بن مریم‘‘ (صحیح مسلم ج دوم ص۳۹۳)

حدیث دوم

’’قال العاشرة نزول عیسیٰ بن مریم‘‘ (صحیح مسلم ج دوم ص۳۹۳)

حدیث سوم

’’فبینما هو کذالک اذ بعث الله المسیح بن مریم علیہ السلام فینزل عند المنارة الشرقی دمشق بین مهروذتین واضعاً کفیه علی اجنحة ملک‘‘ (صحیح مسلم ج دوم ص۴۰۱)

پہلی حدیث کا مطلب

پہلی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت سے پہلے دس نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ منجملہ ان کے یہ نشانیاں ہیں۔ (۱) دخان (دھواں)، (۲) دجال، (۳) دابۃ، (۴) طلوع آفتاب مغرب سے اور (۵) نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام۔

اس حدیث کی کوئی علامت مرزا قادیانی میں پوری نہیں ہوئی

اس حدیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ موعود عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہیں جو بنی اسرائیل سے ہوں گے نہ مرزا غلام احمد قادیانی جو اپنے آپ کو قوم مغل سے کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کے آنے سے پہلے دجال، دخان اور دابہ کا ظہور ہو چکے گا۔ تیسرے یہ کہ ان کے ظہور سے پہلے آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا۔ مگر مرزا قادیانی کے دعوے سے پہلے ان امور میں سے کوئی امر نہ واقع ہوا۔

حدیث دوم وسوم بھی مرزا قادیانی پر صادق نہیں آسکتی

دوسری حدیث کا مطلب صرف یہ ہے کہ موعود عیسیٰ بن مریم ہیں نہ مرزا غلام احمد ابن کذا۔

تیسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ مبعوث من اللہ جو موعود ہے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہوگا۔ ان کا نزول دمشق میں قریب منارۂ شرقی کے ہوگا۔ ان کے جسم میں دو لباس مصبوغی بورس ہوں گے۔ وہ اپنے ہاتھ دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوں گے۔

مرزا قادیانی کے دعوے کے وقت ان امور میں سے ایک کا بھی ظہور نہ ہوا۔ نہ وہ دمشق کے منارۂ شرقی کے پاس اترے نہ وہ مریم کے بیٹے تھے، نہ ان کے جسم میں لباس رنگین بورس تھا اور نہ ان کے ہاتھ دو فرشتوں کے بازوؤں پر تھے۔

مرزا قادیانی کے مریدوں کو تنبیہ

دیکھئے! یہ وہ باتیں ہیں جو مرزا قادیانی کے دعوے کو بالکل غلط ثابت کرتی ہیں جس میں ذرا بھی سچائی کا نام نہیں۔ مگر نادان ہیں کہ ادھر ہی ٹوٹے پڑتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ عقل خداداد سے کام نہیں لیتے۔ افضل کو چھوڑ کر مفضول اور عالم کو چھوڑ کر جاہل اور شجاع کو چھوڑ کر جبان کی مریدی کرنا کون سے دین میں روا ہوسکتا ہے؟ مرزا قادیانی کے مریدوں کو عقل سے کام لینا چاہئے۔

حدیث چہارم

’’ثم یهبط عیسٰی نبی الله علیہ السلام واصحابه الی الارض فلا یجدون فی الارض موضع شبر الا ملاء ہ ذهمهم ونتنتهم...... الخ!‘‘ (صحیح مسلم ج دوم ص۴۰۱)

پھر عیسیٰ نبی اللہ اتریں گے اور ان کے اصحاب۔ پس زمین میں ایک بالشت جگہ بھی نہ پائیں گے جو دجال والوں کی بدبو سے خالی نہ ہو۔

اس حدیث میں لفظ ’’یہبط‘‘ قابل غور ہے

اس حدیث میں نبی اللہ کا ہبوط لکھا ہوا ہے اور ہبوط لغت عرب میں اوپر سے نیچے اترنے کو کہتے ہیں جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا بلندی کی جانب سے ہوگا اور یہی دعویٰ ہے مسلمانوں کا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آسمان سے ہوگا۔ اس جملہ کو ناظرین ملحوظ رکھیں۔ آئندہ اس کا فائدہ زیادہ معلوم ہوگا۔

حدیث پنجم

’’فبعث الله عیسٰی بن مریم کانه عروة بن مسعود فیطلبه فیهلکه ثم یمکث الناس سبع سنین لیس بین اثنین عدواة‘‘ (صحیح مسلم ج دوم ص۴۰۳)

دجال کے خروج کے بعد خدائے تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا جو ایسے ہوں گے گویا عروہ بن مسعود تو وہ دجال کو تلاش کر کے ہلاک کریں گے۔ پھر تمام لوگ سات برس تک ایسی حالت میں بسر کریں گے کہ کسی دو شخص کے درمیان عداوت نہ ہوگی۔

مرزا قادیانی نہ تو ابن مریم تھے اور نہ قاتل دجال اور نہ ان کی وجہ سے امن وامان قائم ہوا

اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوا کہ موعود عیسیٰ بن مریم ہیں اور مرزائے قادیانی عیسیٰ بن مریم نہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ عیسیٰ بن مریم موعود دجال کے قاتل ہوں گے۔ مگر مرزا قادیانی نے کسی دجال کو قتل نہیں کیا۔ تیسرے یہ کہ اس کے بعد دنیا میں سات برس تک کامل امن ہوگا کہ ایک کو دوسرے سے عداوت ہی نہ رہے گی۔ مگر مرزا قادیانی کے وقت میں تمام دنیا میں عداوت کا تخم اگا ہوا تھا۔

حدیث ششم

جو مرزائی دعویٰ کی مبطل ہے۔ (ینابیع المودۃ ص۳۶۴) ''**منا الذی یصلی عیسیٰ خلفه**'' ہم میں وہ مہدی ہوگا جس کے پیچھے عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھیں گے۔ جس سے صاف معلوم ہوا کہ اوّلاً تو موعود عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ دوسرے ان کی شناخت یہ ہے کہ مہدی موعود کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ ان دونوں باتوں کو مرزا قادیانی سے کچھ تعلق نہیں۔

حدیث ہفتم

''**عن حذیفة یلتفت المهدی وقد نزل عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کانما یقطر من شعره الماء فیقول المهدی له تقدم صل بالناس فیقول انما اقیمت الصلوٰة لک فیصلی خلف رجل من اهل بیتی. اخرجه الطبرانی وابن حبان فی صحیحه من حدیث عقبة بن عامر**'' (ینابیع ص۳۶۳ چاپ بمبئی)

مہدی مڑ کر دیکھیں گے دراں حالیکہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آچکے ہوں گے۔ گویا (بسبب پیری کے ایسا معلوم ہوتا ہوگا) کہ ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے تو مہدی ان سے کہیں گے کہ آگے بڑھ کر نماز جماعت پڑھائیے۔ پس عیسیٰ کہیں گے نماز تو تمہارے ہی لئے قائم کی گئی ہے۔ اس وقت عیسیٰ میرے فرزندوں میں سے ایک فرزند (مہدی موعود) کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

اس حدیث کو طبرانی اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں تخریج کیا ہے۔

(ینابیع المودۃ ص۳۶۳)

اس حدیث نے مرزا کی مہدویت اور مسیحیت دونوں کو باطل کردیا

اوّل تو اس حدیث نے صاف بتادیا کہ مہدی اور عیسیٰ دو شخص علیحدہ علیحدہ ہوں گے نہ ایک۔ دوسرے یہ کہ عیسیٰ وقت نزول بوڑھے ہوں گے۔ تیسرے یہ کہ وہ مہدی موعود کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ ان تمام احادیث نے مرزائے قادیانی کے دونوں دعوؤں کا قلع وقمع کردیا۔ یعنی یہ کہ نہ وہ مسیح موعود یعنی عیسیٰ موعود ہیں اور نہ وہ مہدی موعود ہوسکتے ہیں۔

اتنا پڑھنے کے بعد بھی اگر کوئی شخص نہ مانے اور نہ سمجھے تو اس کی بدقسمتی۔ اس کے سواء اور کیا کہا جاسکتا ہے؟

مرزائیوں کا ایک غلط خیال اور روایت ’’لا مھدی الا عیسٰی بن مریم‘‘ سے ان کا استدلال

بعض راویوں نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ دنیا میں برابر شدت وادبار بڑھتا رہے گا اور لوگوں میں بخل کی زیادتی ہوتی رہے گی اور قیامت اس شخص پر قائم ہوگی جو شرناس ہو’’ولا مھدی الا عیسٰی بن مریم‘‘ اور نہیں ہے مہدی مگر عیسیٰ بن مریم۔ مرزا کے مریدین بلکہ وہ خود بھی اس روایت کو اپنے لئے پیش کرتے تھے کہ از بسکہ اس میں مذکور ہے کہ:’’لا مھدی الا عیسٰی بن مریم‘‘ لٰہذا وہ مہدی بھی ہیں اور عیسیٰ بن مریم بھی۔

روایت مذکور کے غلط اور موضوع ہونے کی چھ دلیلیں

لیکن اس کا جواب یہ ہے:

اوّلا: حاکم نے لکھا ہے کہ میں نے اس روایت کو تعجباً لکھا ہے نہ بغرض احتجاج یعنی یہ روایت صحیح نہیں۔ جس سے کوئی احتجاج کرسکے بلکہ اظہار تعجب کے لئے لکھ دیا ہے کہ لوگ سن رکھیں کہ اس طرح کی مہم روایت بھی ہوا کرتی ہے۔

ثانیاً: بیہقی نے کہا ہے کہ اس کی روایت میں صرف محمد بن خالد متفرد ہے (یعنی اس وجہ سے اس حدیث کا کوئی وزن نہیں)

ثالثاً: حاکم نے لکھ دیا ہے کہ محمد بن خالد مجہول ہے (اس کی ذات ہی قابل اعتبار نہیں)

رابعاً: امام نسائی نے تصریح کردی ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔

خامساً: ابن ماجہ نے لکھ دیا ہے کہ اس روایت کو ابن خالد سے سوائے شافعی کے کسی نے روایت نہیں کیا (جس سے اس کا ضعف ظاہر ہے)

سادساً: اگر یہ حدیث صحیح ہے تو چاہئے کہ قبل بعثت رسول اللہ کچھ نزاع بابت مہدی وعیسیٰ کے رہا ہو۔ جس کا دفعیہ رسول اللہ ﷺ نے کیا کہ ''لامھدی الا عیسیٰ'' اس لئے کہ اس قسم کا جملہ اسی وقت کہا جاتا ہے کہ جب کوئی امر متنازع فیہ ہو لیکن بداہۃً معلوم ہے کہ عرب میں اس وقت کوئی بحث عیسیٰ ومہدی کے متعلق نہ تھی بلکہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ تھی۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث فرمودۂ رسول ﷺ نہیں۔ (ینابیع المودۃ ص۳۶۳و۳۶۴ مطبوعہ بمبئی)

روایت ''لامھدی الّا عیسیٰ'' کو صحیح مان لیا جائے تو بھی مرزا قادیانی کا دعویٰ باطل ہے

مؤلف کہتا ہے: اگر بالفرض یہ حدیث بطریق اہل سنت صحیح بھی ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مہدی کا خروج اس وقت تک نہ ہوگا جب تک عیسیٰ بن مریم کا نزول نہ ہولے۔ نہ یہ کہ عیسیٰ ومہدی دونوں ایک ہی ہیں۔

علاوہ بریں اس میں قید عیسیٰ بن مریم کی ہے اور مرزا قادیانی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہرگز نہ تھے جیسا کہ انہیں خود اس کا اعتراف تھا۔ وہ کہتے تھے عیسیٰ بن مریم سے مراد مثیل عیسیٰ ہے۔ لیکن یہ تاویل صریح مخالف الفاظ حدیث کے ہے۔ جس کو کوئی آنکھوں والا آدمی نہیں مان سکتا۔ مجاز کی طرف صیرورت (ٹھہرنا) اسی وقت جائز ہے جب کہ حقیقت کا صدق ناممکن ہو۔ لیکن معلوم ہے کہ حقیقتاً عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول میں کوئی استحالہ عقلی ونقلی نہیں۔ لہٰذا مجاز ماننا انداز کلام بلیغ کے خلاف ہے۔ بالجملہ یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ حدیث غلط ہے تو اہل نظر اسی سے سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ کہاں تک صحیح ہوگا۔ چلے تھے بیچارے ایک حدیث سے تمسک کرنے وہ بھی موضوع نکلی۔

مبحث سوم عیسیٰ اور مسیح موعود دو علیحدہ شخص ہیں

مسیح موعود یا مسیح دجال

مرزا قادیانی نے اس اعتراض سے بچنے کے لئے کہ وہ عیسیٰ بن مریم کیوں کر ہوسکتے ہیں یہ بھی ایک عنوان قرار دیا تھا کہ اپنے تئیں ’’مسیح موعود‘‘ کہلواتے تھے۔ غالباً ان کے وحی کرنے والے نے یہی بتایا ہوگا کہ وہ اپنے تئیں ’’مسیح موعود‘‘ کہیں۔ لیکن انہیں خود خبر نہ تھی کہ ’’مسیح موعود‘‘ کون ہے؟ شاید اگر معلوم ہوتا تو وہ اس سے احتراز کرتے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ان کا مہدی وعیسیٰ ہونے کا دعویٰ تو بالکل غلط تھا۔ جیسا کہ ہمارے سابق بیان سے معلوم ہوا لیکن ’’مسیح موعود‘‘ ہونے کا دعویٰ شاید درست ہو اور اگر وہ اپنا ’’مسیح‘‘ ہونا قبول کریں تو ہم بھی خوشی سے ماننے کے لئے تیار ہیں۔

احادیث درباب مسیح دجال

ملاحظہ ہوں وہ احادیث جن میں مسیح دجال (مسیح موعود) کا ذکر ان لفظوں میں آیا ہے۔

حدیث اوّل

’’عن ابن عمر ان رسول اللہ ذکر الدجال بین ظهر الی الناس فقال ان اللہ تبارک وتعالیٰ لیس باعور الا ان المسیح الدجال اعور العین الیمنی‘‘ (صحیح مسلم ج دوم ص۳۹۹)

ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے لوگوں کے سامنے دجال کا ذکر کیا تو فرمایا کہ خدائے تبارک وتعالیٰ کانا نہیں ہے لیکن مسیح دجال دہنی آنکھ سے کانا ہے۔

حدیث دوم

’’اذا اراه المومن قال یآایها الناس هٰذا الدجال الذی ذکره رسول اللہ قال فیامره الدجال به فیشج فیقول خذوه فشجوه فیوسع ظهره وبطنه ضرباً قال لیقول اما تؤمن بی قال فیقول انت المسیح الکذاب قال فیؤمر به فینشر بالمنشار‘‘ (صحیح مسلم ج۲ ص۴۰۳)

جس وقت اسے مومن دیکھے گا کہے گا ’’ایھا الناس ‘‘یہی وہ دجال ہے جسے رسول اللہ نے ذکر کیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ پھر دجال حکم دے گا کہ اسے مارا جائے تو اس مومن کی پیٹھ اور پیٹ پر بڑی مار ماری جائے گی۔ پھر وہ کہے گا کہ کیا تو مجھ پر ایمان نہ لائے گا۔ وہ مومن کہے گا تو مسیح کذاب ہے۔ پھر اسے حکم دیا جائے گا کہ آرہ سے چیر دیا جائے۔

حدیث سوم

’’قال یأتی المسیح من قبل المشرق همته المدینة حتی ینزل دبر احد ثم تصرف الملائکة قبل الشام وهنالک یهلک‘‘ (مشکوٰۃ ص۴۷۵ چاپ لکھنؤ)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مسیح موعود مشرق کی طرف سے آئے گا اور اس کی ہمت مدینہ میں داخل ہونے کی ہوگی تو پشت احد پر اترے گا اس وقت ملائکہ اس کا منہ شام کی طرف پھیر دیں گے۔ پس وہیں وہ ہلاک ہوگا۔

حدیث چہارم

’’قال لا یدخل المدینه رعب المسیح الدجال لها یومئذ سبعة ابواب علی کل باب ملکان‘‘ (رواہ البخاری مشکوٰۃ ص۴۷۵)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا مدینہ میں مسیح دجال کے رعب کا اثر نہ پہنچے گا۔ اس زمانے میں مدینہ کے سات دروازے ہوں گے۔ ہر دروازہ پر دو فرشتے ہوں گے۔

حدیث پنجم

’’ان المسیح الدجال اعور عین الیمنی کان عینه عنبة طافیة‘‘

(مشکوٰۃ ص۴۷۲)

مسیح دجال چشم راست سے اعور ہوگا گویا اس کی آنکھ ابھرا ہوا انگور ہوگی۔

احادیث مذکور کی توضیح اور بیان اس امر کا کہ مرزا کس قسم کے مسیح ہوسکتے ہیں

ان تمام روایات میں بتایا گیا ہے کہ جو ’’مسیح موعود‘‘ آنے والا ہے وہ یہی ’’مسیح دجال‘‘ ہے۔ بس مرزا قادیانی اگر یہ مسیح ہونا اپنا قبول کریں تو ممکن ہے۔ کیونکہ ایک حدیث میں ’’المسیح الکذاب‘‘ بھی آیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بنا بر نصوص صریحہ کتاب وسنن

جوکوئی آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اسکے کذب کذاب ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ملاحظہ ہو مبحث پنجم رسالہ ہذا۔

پس ایسا مدعی اس معنی سے مسیح بھی ضرور ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قریب قیامت کی چند چیزیں موعود ہیں۔ ایک مہدی موعود جو نسل فاطمہ زہراؓ سے ہوں گے اور وہ خروج کرکے دنیا کو عدل وداد سے بھر دیں گے۔ دوسرے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام موعود نازل ہوں گے۔ جو مہدی موعود کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ تیسرے دابۃ الارض ہوگا جس کی خبر قرآن میں بھی موجود ہے۔ چوتھے مسیح موعود ہوگا جو ''مسیح کذاب'' بھی کہا جائے گا۔ لیکن مرزا قادیانی حسب بیان سابق ''مہدی موعود'' بھی نہیں ہوسکتے اور نہ ''عیسیٰ بن مریم موعود'' اور نہ دابۃ الارض (جس کا خود بھی ان کو دعویٰ نہ تھا) پس سوائے اس کے کہ وہ ''یہی مسیح'' ہوں جس کی پیشین گوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے اور قادیان کے گاؤں سے نمودار ہوئے۔ کوئی چارہ نہیں۔ واقعی رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی ہرگز غلط نہیں ہوسکتی اور مرزا قادیانی بھی اس کے مقر ہیں۔ پس یہ وہی مسیح (دجال) ہوسکتے ہیں۔ لاغیر!

قیامت سے پہلے جھوٹے مدعیان نبوت کا ظہور بروئے احادیث

نیز مرزا قادیانی کے دعوے پر اور بھی چند حدیثیں روشنی ڈالتی ہیں۔ من جملہ ان کے وہ حدیث بھی ہیں جو مشکوٰۃ شریف (ص۴۶۵) میں مذکور ہے۔

حدیث اوّل

''وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النّبیین لانبی بعدی'' یعنی میری امت میں عن قریب تیس کذاب پیدا ہوں گے ہر ایک اس امر کا مدعی ہوگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

حدیث دوم

''لاتقوم الساعۃ حتی تقتتل فئتان عظیمتان تکون بینھما مقتلۃ عظیمۃ دعواھما واحدۃ وحتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ'' (مشکوٰۃ شریف ج۴ ص۳۱۶)

قیامت قائم نہ ہوگی جب تک دوگروہ بڑے آپس میں سخت جنگ نہ کرلیں اور جب تک تیس جھوٹے دجال نہ مبعوث ہولیں جن میں ہرایک یہ دعوے کرے گا کہ وہ خدا کا رسول ہے۔

یہ حدیثیں مرزا قادیانی کے دعوے کو باطل کرتی ہیں

ان دونوں حدیثوں نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد مدعیان نبوت پیدا ہوں گے جو سب کے سب جھوٹے ہوں گے اور معلوم ہے کہ مرزا قادیانی نے تیرھویں صدی ہجری کے آخر میں دعوائے نبوت کیا۔ لہٰذا ان کا دعویٰ جھوٹا ہونا ان حدیثوں کی رو سے بالکل ضروری ہے۔ ورنہ معاذ اللہ رسول اللہ کی حدیث جھوٹی ہے لیکن یہ جھوٹی نہیں ہوسکتی۔ پس لامحالہ مرزا قادیانی کا دعویٰ جھوٹا ہوگا۔ وھو المطلب!

خلاصہ مبحث سوم

ملخص ان بیانات کا مختصر لفظوں میں یہ ہے: (۱) قیامت سے پہلے بہت سے جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہوں گے۔ (۲) مہدی موعود اولاد فاطمہ سے ہوگا۔ (۳) عیسیٰ موعود صرف ابن مریم ناصری ہیں۔ (۴) مہدی وعیسیٰ دو شخص علیحدہ علیحدہ موعود ہیں۔ (۵) مسیح موعود علاوہ عیسیٰ بن مریم کے ایک شخص اور ہے جسے ''دجال کذاب'' بھی کہتے ہیں۔ (۶) مرزا قادیانی چونکہ ''مہدی موعود'' اور ''عیسیٰ موعود'' نہیں ہوسکتے۔ پس وہ مسیح موعود دجال ہوسکتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بعد رسالت مآب مہدی وعیسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا۔

مبحث چہارم حیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام

مرزائیوں کا ایک دعویٰ خلاف اجماع اسلام

مرزائیوں نے ایک یہ بھی خلاف اجماع اسلام دعویٰ کیا ہے کہ عیسیٰ بن مریم کا انتقال ہوچکا جس پر وہ قرآن کی آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ لہٰذا مرزا قادیانی وہ عیسیٰ نہیں بلکہ شبیہ عیسیٰ ہیں۔

قرآن کریم بتاتا ہے کہ (۱) عیسیٰ نے گہوارہ میں گفتگو کی۔ (۲) وہ بچپنے ہی سے نبی تھے۔ (۳) وہ مردوں کو زندہ کرلیتے تھے۔ (۴) وہ مٹی کا پرندہ بنا کر پھونک مار کر (باذن خداتعالیٰ) زندہ کرتے تھے۔ (۵) وہ مبروص کو ہاتھ سے چھوکر (باذن خدا) شفا دیتے تھے۔

(۶) وہ کور مادرزاد کو باذن خدا بینا کر دیتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر مرزا قادیانی میں کوئی بات ان مذکورہ امور میں سے نہ تھی۔ لہٰذا شبیہ عیسیٰ بھی کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ میں قطعاً جانتا ہوں کہ (۱) وہ بوڑھے ہو کر بھی علم عربی سے جاہل تھے۔ (۲) عبارت غلط لکھتے تھے۔ نحو وصرف کے قواعد ان کو یاد نہ تھے۔ مگر عیسیٰ بن مریم عالم من لدن اللہ تھے۔ وہ وہ تھے جنہوں نے خود فرمایا ''انی عبداللہ اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیاً'' (مریم:۳۱) پس باوجود بے علمی مرزا قادیانی کیوں کر مثیل عیسیٰ ہو سکتے ہیں؟ آخر ان میں کون سا کمال تھا جس سے وہ نبی بن گئے؟

ثبوت حیات حضرت عیسیٰ از قرآن مجید

بالجملہ ہم اس امر کا فیصلہ بھی کئے دیتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اب تک زندہ ہیں۔

اوّلاً: قول خدائے تعالیٰ: ''وان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ'' (النساء:۱۵۰) ہر اہل عیسیٰ پر ان کے مرنے سے پہلے ضرور ایمان لائے گا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ قبل موت عیسیٰ اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے لیکن معلوم ہے کہ یہود جو ان کے مخالف تھے۔ اب تک ایمان نہ لائے تو ضرور ہے کہ کسی وقت خاص میں ان پر ایمان لائیں جب کہ عیسیٰ زندہ ہوں اور یہ وقت نہیں ہو سکتا مگر وہی جس میں ان کی واپسی بیان کی گئی ہے۔

ایک شبہ کا دفعیہ

اگرچہ یہاں یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ ''قبل موتہ'' کی ضمیر واحد محذوف کی طرف راجع ہو جس سے یہ مقصود ہو کہ ہر یہود منکر نبوت عیسیٰ اپنے مرنے سے پہلے انکشاف تام کے وقت اپنے انکار سے شرمندہ ہو اور دل میں اقرار کرے کہ وہ بے شک نبی تھے۔ لیکن چونکہ اس سے قبل خود پروردگار عالم نے فرمایا ہے: ''ماقتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ'' (النساء:۱۵۶) یہودیوں نے ہرگز انہیں قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ: ''ماقتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم'' (نساء:۱۵۶) یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ ایک شخص علاوہ عیسیٰ علیہ السلام کے ان سے مشابہ کر دیا گیا۔ یہودیوں کے سامنے (جسے ان لوگوں نے صلیب دی) تو یقیناً معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو جس وقت یہود قتل کرنا اور صلیب دینا چاہتے تھے۔ خدا نے انہیں صلیب اور نیز

قتل سے بچا کر اٹھالیا اور یہی بڑی دلیل ان کے زندہ آسمان تک مرفوع ہونے کی ہے۔

تفسیر آیت ’’انی متوفیک‘‘

جب یہ آیت دلیل قطعی ان کے زندہ مرفوع ہوجانے کی ہے تو دوسری آیت جس میں فرمایا گیا ’’انّی متوفیک ورافعک الیّ ‘‘(آل عمران:۴۸) کے بھی ایسے معنی لینے لازم ہیں جن سے قرآن کے بیان میں اختلاف نہ ہو اور وہ یہ ہیں کہ ’’متوفیک‘‘ کے معنی یا تو ’’قابضک من الارض ‘‘ کئے ہیں۔یعنی ’’میں تمہیں زمین پر سے اٹھا لینے والا ہوں۔‘‘ یا لفظ ’’توفی‘‘ کے معنی ’’اخذ الشئی وافیا ‘‘یعنی کسی شئے کو پورا پورا لے لینا۔اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوا ’’مع جسم و روح کے تم کو لے کر اپنی طرف اٹھا لینے والا ہوں۔‘‘

اس صورت میں دونوں کلام ایک دوسرے کے مطابق ہوجائیں گے اور اختلاف نہ پیدا ہوگا اور قرآن میں اختلاف وتناقض نہیں ہوسکتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کو تسلیم کر لینے سے بھی مرزا کا مطلب پورا نہیں ہوتا

بالفرض بنا بر دعویٰ قادیانی یہ بھی مان لیا جائے کہ جناب عیسیٰ بن مریم کو بعد موت خدا نے اپنی طرف رفع کر لیا۔تب بھی مطلب مرزا قادیانی کا پورا نہیں ہوسکتا۔اس لئے کہ موعود صرف عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں اور صادق امین جناب خاتم المرسلین ﷺ نے خبر دی ہے کہ وہ خروج مہدی موعود کے وقت ضرور تشریف لائیں گے جو ہرگز غلط نہیں ہوسکتی اور یہ بھی معلوم ہے کہ خدائے تعالیٰ اقدر القادرین ہے چاہے زندہ کو مار ڈالے یا مردے کو جلا دے اور پھر اسے ایک مدت تک دنیا میں قائم رکھے۔پس بہت آسانی سے ممکن ہے کہ اس وقت جناب عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوکر دنیا میں تشریف لائیں۔مگر آنا انہی کا لازم وواجب ہے نہ کسی اور ان کے مثیل ومشابہ کا ورنہ خبر دہی رسول کریم ﷺ کی غلط ٹھہرے گی جو بالکل محال ہے۔

مر کر اسی دنیا میں دوبارہ زندہ ہونے کا ثبوت قرآن مجید سے

باقی یہ جو کہا گیا ہے کہ کوئی شخص مرنے کے بعد زندہ نہیں ہوسکتا بالکل لغو بات ہے اور خلاف نص قرآن ہے۔جو لوگ قرآن پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔انہیں معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

پہلی آیت

’’او کالذی مرّ علی قریة وھی خاویة علی عروشھا قال انّی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا فاماتہ اللہ مأئة عام ثم بعثہ. وقال کم لبثت قال لبثت یوماً او بعض یوم قال بل لبثت مأئة عام فانظر الٰی طعامک وشرابک لم یتسنّہ وانظر الٰی حمارک ولنجعلک اٰیة للناس وانظر الی العظام کیف ننشزھا ثم نکسوھا لحماً فلمّا تبین لہ قال اعلم ان اللہ علٰی کل شئ قدیر‘‘ (بقرہ:۲۶۱)

کیا تم نے اے رسول نہیں دیکھا اس شخص کو جو ایک قریہ پر ہو کر گزرا جو الٹا دیا گیا تھا تو کہا کہ کیوں کر ان اہل قریہ کو خدا زندہ کرے گا۔ پس اللہ نے ان کو موت دی پھر زندہ کیا۔ پوچھا کتنے دنوں (موت کی حالت میں) ٹھہرے۔ کہا ایک دن یا اس کے کسی حصہ کے بقدر (خداتعالیٰ نے) فرمایا بلکہ تم (اس حال میں) ایک سو برس ٹھہرے رہے۔ اب دیکھو اپنے کھانے اور پانی کو کہ (اتنے دن گزرنے پر بھی ہماری قدرت کاملہ سے) نہیں خراب ہوا اور دیکھو اپنے حمار کو (کہ ہم اسے بھی زندہ کرتے ہیں) اور دیکھو ہڈیوں کو کس طرح انہیں ابھارتے اوران پر گوشت کا لباس چڑھاتے ہیں۔ پس جب یہ بات اسے (عزیر کو) ظاہر ہوگئی تو کہا کہ مجھے یقین ہے کہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (زندہ کو مردہ بھی کرسکتا ہے اور مردہ کو زندہ بھی)

یہ آیت صاف وصریح بلاتاویل اس امر پر دلیل ہے کہ ایک شخص (عزیر نبی) کو خداتعالیٰ نے اسی زمین پر مع اس کے گدھے کے مار ڈالا۔ پھر سو (۱۰۰) برس بعد زندہ کیا۔ اسی طرح اس کے گدھے کو بھی زندہ کیا جس پر اس نے کہا کہ مجھے علم ویقین ہے کہ تو ہر بات پر قادر ہے۔

پس اگر عزیر نبی اوران کے گدھے کا سو (۱۰۰) برس بعد زندہ ہو جانا ممکن تھا اور واقع بھی ہوا جیسا کہ نص قرآن اس کا پتہ دے رہی ہے تو عیسیٰ کا زندہ ہوکر بھی آنا ضروری ہے۔ بشرطیکہ وہ مرگئے ہوں۔

دوسری آیت

پھر دوسرے مقام پر پروردگار عالم فرماتا ہے: ’’الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذرالموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم ان اللہ

لذو فضل علی الناس‘‘ (بقرہ۲۴۳)

اے رسول ہمارے کیا تمہیں معلوم نہیں ان لوگوں کا حال جو موت کے خوف سے اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے تو اللہ نے ان سے کہا مر جاؤ۔ پھر ان کو زندہ کیا۔ بالضرور خدائے تعالیٰ آدمیوں پر فضل کرنے والا ہے۔

اس آیت نے بھی بلا تاویل الفاظ میں بتایا کہ اپنی زمین پر خدائے تعالیٰ نے ایک گروہ کو جو ہزاروں ہی تھے مار ڈالا پھر انہیں زندہ کردیا ور جب ہزاروں مردوں کا اسی زمین پر زندہ کرنا ممکن تھا وار ایسا ہی واقع بھی ہوا تو ایک شخص کو زندہ کرنا کب دشوار ہوسکتا ہے؟ یہ ہزاروں آدمی جن کو خدائے تعالیٰ نے اسی زمین پر مارا اور پھر اسی پر زندہ کیا۔ حزقیل نبی کی فوج تھی جس نے لڑائی پر جانے سے بزدلی کی تھی یا کسی اور بادشاہ کی بادشاہان بنی اسرائیل میں سے جیسا کی تفسیر غرائب القرآن ج اوّل میں مفصل مذکور ہے اور اگر کوئی ملحد بالتخصیص نہ مانے تو عقلاً اسے اتنا تو ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ کوئی بڑا گروہ ہزاروں کی تعداد میں ضرور ایسا تھا جسے خدا تعالیٰ نے مار بھی ڈالا اور دوبارہ زندہ بھی کردیا۔ اس بنا پر تمام وہ دعاوی جو مرزائیوں کے اس باب میں ہیں کہ خدائے تعالیٰ ہرگز مردہ کو زندہ دنیا میں نہ لائے گا باطل ہوگئے اور نص قرآن نے ان کے تار تار توڑ ڈالے۔

تیسری آیت

تیسری مثال مردے زندہ ہونے کی اسی قرآن میں موجود ہے:’’واذ قال ابراھیم رب ارنی کیف تحیی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئنّ قلبی قال فخذ اربعة من الطیر فصرھن الیلک ثم اجعل علی کل جبل منھم جزءً اثم ادعھم یاتینک سعیاً واعلم ان اللہ عزیز حکیم‘‘ (بقرہ:۲۶۲)

جس میں نہایت صاف لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ وہ پرندے جنہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مار کر ان کے اجزاء کو پہاڑوں پر متفرق کیا تھا۔ خدا نے انہیں زندہ کرکے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس دوبارہ ان کے بلانے پر پہنچا دیا۔

چوتھی آیت

چوتھی مثال بھی اسی قرآن میں ہے۔ جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرکے

پروردگار عالم فرماتا ہے: ’’وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتٰی باذنی ‘‘(مائدہ:۱۱۰) اور اے عیسیٰ جب کہ تم مادرزاد نابینا کو اور مبروص کو میرے حکم سے شفا دیتے تھے اور جب کہ تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کر کے قبر سے نکالتے تھے۔

پانچویں آیت

ایک اور موقع پر یہی مضمون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی اس طرح مذکور ہے: ’’وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللہ‘‘ (آل عمران:۴۹) اور میں خدا کے حکم دے مادرزاد نابینا کو اور مبروص کو شفا دوں گا اور مردوں کو زندہ کروں گا۔

اب غور کرو کہ اگر اس زمین کے مرے ہوئے آدمیوں کو اسی زمین پر دوبارہ زندہ کرنا ممکن نہ تھا تو کیوں کر ایسی جھوٹی بات خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں داخل کی (معاذ اللہ) لیکن خدائے وحدہٗ لاشریک لہ اصدق الصادقین ہے۔ اس کا کلام کبھی غلط اور جھوٹ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا اور جب کسی ایک وقت میں مردوں کا بھی اٹھنا اور دنیا میں قائم رہنا ممکن ہے اور خدائی قدرت اس سے عاجز نہیں تو دوسرے وقت میں بھی اسی آسانی سے ممکن ہوگا اور ضرور ہوگا۔

علاوہ اس کے بھی بہت سی آیات ہیں جن سے اموات کا زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن میں بنظر اختصار سردست انہی پانچ مقاموں کے بیان پر اکتفاء کرتا ہوں۔

اس بارہ میں مریدان مرزا قادیانی کے غلط دلائل آیات قرآن سے

کسی مرزائی نے (ریویو آف ریلیجنز نمبر۷ ج۱۶) میں زور لگایا ہے اور بتانا چاہا ہے کہ مردے اس دنیا میں زندہ ہوکر نہیں آتے۔ اس پر وہ یہ آیتیں پیش کرتا ہے۔

پہلی دلیل اور اس کا جواب

(آیت اوّل) ’’وحرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون‘‘ (انبیاء:۹۵) جس قریہ کو ہم نے تباہ کردیا وہ پھر کر واپس نہ آئیں گے۔

اس سے یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ جو لوگ اپنی اپنی طبعی موت سے مرے ہیں وہ بھی زندہ نہیں کئے جائیں گے۔ اگر وہ زندہ نہیں ہوسکتے تو آخر جناب (۱) عزیر کیوں کر زندہ

ہو گئے؟ یا وہ (۲) ہزاروں آدمی کیوں کر جی اٹھے؟ جن کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے اور ہم نے اسے اس سے پہلے بیان بھی کر دیا ہے اور (۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیوں کر مردوں کو زندہ کرتے تھے؟ اور جناب (۴) رسالت مآب ﷺ کے زمانہ میں احیاء اموات کے معجزے کیوں کر ظاہر ہوئے۔

پس معلوم ہوا کہ مردہ کا زندہ ہو کر اس دنیا میں آنا نہ تو امکان عقلی کے خلاف ہے اور نہ عادات الٰہیہ کے مخالف۔

دوسری دلیل اور اس کا جواب

(دوسری آیت) ''ثم انکم یوم القیامة تبعثون'' (مؤمنون:۱۶)

پھر تم لوگ قیامت کے دن زندہ کئے جاؤ گے۔

اس آیت میں صرف عام حالت کا بیان ہے یعنی عام طور پر انسان مر کر پھر قیامت ہی میں زندہ ہوگا۔ لیکن اس سے نفی اس امر کی نہیں پیدا ہوئی کہ کوئی آدمی حسب مصلحت بھی زندہ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ آیات سابقہ جنہیں ہم نے اوپر لکھا ہے وہ صریح وصاف ہیں اثبات حیات بعد الموت میں جس میں کسی شبہ کو دخل نہیں۔

خلاصہ یہ کہ ان دونوں آیتوں سے اس امر کا انکار نہیں پیدا ہوتا کہ مردے دوبارہ زندہ ہو سکتے ہیں۔ بلکہ عام حالت کی خبر دہی مقصود ہے۔ لیکن اگر اظہار قدرت یا اظہار نبوت اور بیان آیت کی غرض سے ایسا کیا جائے تو ہرگز اس میں استبعاد نہیں۔ چنانچہ ایسا ہوا بھی ہے اور آئندہ بھی ہوگا۔

مرزائیوں کے چند مغالطے

اب ہم مرزائیوں کے بعض دیگر مغالطوں کو دفع کرنا چاہتے ہیں۔

پہلا مغالطہ اور اس کا جواب

اوّل یہ کلام کہ عیسیٰ علیہ السلام کو کیا خصوصیت ہے کہ وہ تو زندہ ہو کر آئیں اور رسول اللہ ﷺ زندہ نہ ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ خصوصیت اس کو جو ''یوجد فیه ولا یوجد فی غیره'' جب یہ عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے تو سرے سے سوال ہی غلط ہوا۔

دوسرا مغالطہ اوراس کا جواب

دوم مؤلف ’’ریویو آف ریلیجنز) کوشش کرتا ہے کہ اس امر کو دکھلائے کہ: ’’نبی کریم کے جتنے خلفاء ہیں وہ آپ کی ہی امت سے ہوں گے۔‘‘ مگر یہ کوشش تحصیل حاصل ہے۔اس لئے کہ تمام مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے اوراسی پر مریں گے کہ خلفائے رسول خدا ان کی امت کے خلاف سے نہ ہوں گے۔لیکن اس سے قادیانی کو کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔اس لئے کہ وہ عیسیٰ موعود جن کا آنا آخر زمان میں بتایا گیا ہے وہ بحیثیت خلیفۂ رسول کے نہ آئیں گے بلکہ محض تصدیق رسول (وامامکم منکم ...... بخاری) اورتصدیق خلیفۂ رسول کے لئے آئیں گے اوروہ خلیفۂ رسول جس کی تصدیق عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے وہ جناب مہدی...... ہوں گے......

تیسرا مغالطہ ایک حدیث سے استدلال

سوم مؤلف ’’ریویو آف ریلیجنز‘‘ یہ بھی بتانا چاہتا ہے کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا۔‘‘ (ریویو ص۳۸۰)

اس پروہ حدیث پیش کرتا ہے کہ رسول کریم نے فرمایا: ’’**کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم** ‘‘جس کے معنی اپنی جہالت سے وہ یہ بتاتا ہے کہ ’’کیا ہی اچھا حال ہوگا تمہارا اے مسلمانوں جب مسیح بن مریم تم میں نازل ہوں گے یعنی ظاہر ہوں گے اورامام ہوں گے تمہارے تم ہی میں سے۔

اس مغالطہ کا جواب اورحدیث مذکور کا صحیح مفہوم

میں کہتا ہوں واہ حضرت آپ کی عربی دانی کی داد دینی چاہئے۔کیا خوب آپ نے مطلب سمجھا ہے۔اجی حضرت! جب آپ دو جملوں کی عبارت کا مطلب نہیں سمجھ سکتے تو قرآن مجید سے بھلا کیا استدلال کرسکیں گے۔واضح رہے کہ جو معنی آپ نے اس حدیث کے بیان کئے ہیں بالکل غلط اوربے سروپا ہیں۔آپ کو شاید حرف عطف کا خیال نہ رہا جو درمیان دونوں جملوں کے ہے یا ناواقفیت کی وجہ سے معطوف علیہ ومعطوف کا ربط نہ سمجھ سکے۔

دیکھئے! اس مقام پر دو جملے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ ایک: ’’**کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم** ‘‘اوردوسرا: ’’**وامامکم منکم** ‘‘اوردرمیان

میں واؤ عطف داخل کیا ہے جو آپ کے دعوے کو تہ خاک کئے دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف دونوں ایک دوسرے کے مغائر ہیں۔ کیونکہ واؤ عطف ہمیشہ غیریت کو ظاہر کرتا ہے جب کہا جائے گا کہ: ’’جاء زید و عمرو ‘‘تو یہی سمجھا جائے گا کہ زید اور ہے اور عمر اور۔ نہ یہ کہ دونوں ایک ہی شخص ہیں۔ اسی طرح جب کہیں گے: ’’جاء زید و ذهب بكر ‘‘تو دونوں جملے ایک دوسرے مغائر معنی دیں گے۔ یعنی زید آیا اور بکر گیا۔ ہرگز یہ کوئی نہ سمجھے گا کہ دونوں کے معنی ’’زید آیا‘‘ کے ہیں۔

پس اب جملہ ’’کیف انتم اذا نزل ابن مریم و امامکم منکم ‘‘کے یہ معنی ہوں گے کہ ’’تمہارا حال کیا ہوگا جب کہ عیسیٰ بن مریم کا ظہور ونزول ہوگا اور تمہارے امام کا جو تم میں سے ہوگا۔‘‘ یعنی مہدی آخرالزمان کا۔ اس وقت تم کیا کرو گے؟ (آیا ان دونوں کی مخالفت کرو گے یا متابعت؟)

مہدی اور عیسیٰ دو مختلف شخص ہیں

اس حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کو ابن مریم کہہ کیا ور امام مہدی کو منکم کہہ کے خود ہی آنحضرت ﷺ نے جدا کر دیا ہے اور دکھا دیا ہے کہ یہ دونوں دو شخص ہیں۔ وہ تو مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں جو بنی اسرائیل سے ہوں گے اور یہ یعنی مہدی تم میں سے ہوں گے۔ یعنی محمدی ہوں گے۔ آپ نے دونوں کو ایک کر دیا اور واؤ عاطفہ کو جو مغائرت کو ظاہر کرتا تھا چھپا ڈالا۔ لیکن ایسی پردہ پوشی اور ناحق کوشی سے کیا ہو سکتا ہے۔ حق بھی کہیں چھپتا ہے؟

اس حدیث میں الفاظ ’’ابن مریم‘‘ اور ’’منکم‘‘ غور طلب ہیں

علاوہ اس کے لفظ ’’ابن مریم‘‘ اور لفظ ’’منکم‘‘ صاف بتا رہے ہیں کہ وہ عیسیٰ جن کا ظہور ونزول موعود ہے مریم اسرائیلی کے بیٹے ہوں گے۔ نہ قادیان کی کسی مغلانی کے اور وہ امام جن کا ظہور موعود ہے وہ محمدی ہوں گے اور دونوں کا ظہور ساتھ ہی ساتھ ہوگا۔

یہ حدیث مرزا قادیانی کے دعوے کی بنیاد اکھاڑتی ہے

اس تفصیل سے اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ حدیث مذکور بالکل مخالف دعوے قادیانی ہے بلکہ اس کی بنیاد ہی کو اکھاڑنے والی ہے۔ کیونکہ ان کا یہ دعویٰ ہے کہ مہدی و عیسیٰ

بن مریم دونوں ایک ہی ہیں اور یہ حدیث بتاتی ہے کہ دونوں دو ہیں اور از بس کہ خود انہوں نے اس حدیث کو لکھ کر استدلال کیا ہے لہٰذا ضرور ہے کہ وہ اسے تسلیم بھی کرتے ہیں اور حدیث ان کے دعوے کی قاطع ہے۔ پس گویا وہ خود اپنے دعوے کے منکر ہیں۔

اصل امر یہ ہے کہ حق کبھی نہیں چھپ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عموماً ناحق کوشوں کی زبان سے ان کا اظہار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مرزائے قادیانی نے اس حدیث کو لکھ کر بتادیا کہ ان کا دعویٰ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ وہ پیش کرتے ہیں ایسی شئے جو انہیں جھٹلا رہی ہے۔ اگرچہ وہ خود نہیں سمجھتے کہ میں کیا چیز پیش کر رہا ہوں۔

اس حدیث کو ماننے کے بعد قادیانیوں کو چاہئے کہ مرزا قادیانی کے دعوے کا محض غلط ہونا یقین کرلیں اور اپنے ارتداد سے توبہ کر کے پھر اسلام میں داخل ہو جائیں۔ واللہ الہادی!

چوتھا مغالطہ

مؤلف ریویو نے (ص۲۷۹) میں یہ بھی بالیقین دعویٰ کیا ہے کہ مسیح ناصری دوبارہ نازل نہیں ہوں گے۔

اس مغالطہ کا جواب نزول عیسیٰ کی بحث

(اوّل) آپ کے اس یقین کا کیا کہنا! اور آپ کے ایمان کی کیا بات! جناب سرور کائنات تو فرمائیں کہ عیسیٰ ابن مریم کا ضرور نزول ہوگا۔ ایک حدیث میں نہیں بلکہ متعدد احادیث میں ان کے آنے کا ذکر کریں۔ کبھی بلفظ ''نزول'' فرمائیں اور کبھی بلفظ ''ہبوط'' جس کے معنی خاص بلندی سے آنے کے ہیں۔ جیسا کہ (صحیح مسلم ج دوم ص۴۰۱) میں بتصریح مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''**ثم یھبط نبی اللّٰہ عیسیٰ علیہ السلام و اصحابہ**'' یعنی پھر اتریں گے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب جس کے معنی صاف یہی ہیں کہ وہ کسی نہ کسی بلندی سے نیچے آئیں گے اور وہ نہیں ہے مگر آسمان جیسا کہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور کبھی آنحضرت بلفظ ''بعثت'' ارشاد فرمائیں اور تخصیص پر تخصیص کر کے ظاہر کریں کہ وہ مریم ہی کے بیٹے عیسیٰ ہوں گے اور آپ فرمائیں کہ عیسیٰ ناصری ہرگز دوبارہ دنیا میں نہ آئیں گے۔

اس سے بڑھ کر مخالفت رسول اللہ کی کیا ہوسکتی ہے؟ اس پر دعویٰ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔ افسوس! صد افسوس!

مرزائیوں کی دیدہ دلیری

رہا یہ خیال کہ اگرچہ آنحضرت ﷺ نے عیسیٰ ابن مریم کہا ہے مگر مراد اس سے مرزا غلام احمد قادیانی ہی ہیں تو یہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص کہے کہ اس کاغذ پر اگرچہ لفظ ’’اسلام‘‘ لکھا ہے ہم اس کو ’’کفر‘‘ ہی پڑھیں گے اور اگرچہ کہنے والے نے ’’زید‘‘ کہا ہے۔ مگر ہم اس سے ’’بکر‘‘ ہی مراد لیں گے۔ اس دیدہ دلیری اور بے قرینگی کا کوئی علاج نہیں اور اس نادانی کا کیا ٹھکانا ہے۔‘‘

مرزا قادیانی کسی طرح مثیل عیسیٰ نہیں ہوسکتے

کم از کم اگر مرزا قادیانی کو مثیل عیسیٰ ہونے کا دعویٰ ہے تو اوّلاً: وہ اپنے تئیں بے باپ کا پیدا ہوا ثابت کریں جو پہلی صفت جناب عیسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ ثانیاً: وہ بتائیں کہ جس طرح صغرسنی ہی میں ان کو علم وحکمت وکتاب دی گئی تھی یہ بھی بچپن ہی سے عالم وحکیم تھے۔ ثالثاً: جس طرح وہ مردوں کو جلا دیتے تھے۔ یہ بھی کوئی چوہا یا چھچھوندر جلا سکتے تھے۔ رابعاً: جس طرح وہ مٹی کا پرندہ بنا کر (باذن خدا) جاندار کر دیتے تھے یہ بھی کوئی بھنگا بنا سکتے تھے۔ خامساً: جس طرح انہوں نے مبروص اور کور مادرزاد کو اچھا کیا انہوں نے بھی کوئی مریض اچھا کیا۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بات بھی ان سے نہ ظاہر ہوسکی اور کیوں کر ظاہر ہوتی۔ دراں حالیکہ وہ ان تیس مدعیان نبوت سے تھے جن کی پیشین گوئی سرور عالم جناب محمد مصطفیٰ ﷺ نے کی ہے تو بھلا کس منہ سے وہ مثیل عیسیٰ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں؟ اسی کو کہتے ہیں چھوٹا منہ بڑی بات!

مبحث پنجم: ختم نبوت

آنحضرت کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا خدا سے جنگ کرنا ہے

مرزا قادیانی نے جہاں اور غضب ڈھایا وہاں یہ بھی قیامت کر دی کہ اپنے آپ کو بھی نبی کہلوانا چاہا اور عوام الناس کو اس اعتقاد پر راضی بھی کر لیا۔ مگر کیا خود مرزا قادیانی یا ان کے مریدوں کو یہ خبر نہیں کہ رسول اللہ یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ تہامی، عربی، مکی، مدنی کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا اور صرف آپ ﷺ ہی کا دین قیامت تک رہے گا؟ جس پر بے شمار آیات قرآن واحادیث دلالت کرتی ہیں۔ پس باوجود اس کے دعویٰ نبوت کرنا بالکل خدا سے جنگ

کرنا ہے۔اس لئے کہ ختم نبوت کا مسئلہ ضروری اسلام ہی اور جوکوئی کسی ضروری دین کا منکر ہو وہ کافر ہے جس پر امت کا اجماع ہے۔

شارح مواقف کا قول

چنانچہ شارع مواقف نے ایمان وکفر کے مبحث میں لکھا ہے:''**الکفر ھو خلاف الایمان فھو عندنا عدم تصدیق الرسول فی بعض ما علم مجیئہ بہ ضرورۃ**'' کفر نام ہے خلاف ایمان کا اور ہم (اہل سنت) کے نزدیک نہ تصدیق کرنا ہے رسول کی بعض ان چیزوں میں جن کا لانا حضرت کا ضرورۃً معلوم ہو۔'' یعنی جو بات ایسی ہو جس کی بابت یقین ہو اور بداہۃً معلوم ہو چکا ہو کہ رسول نے اسے فرمایا ہے اس کا نہ ماننا کفر ہے۔

امام رازی کا قول

امام رازی نہایۃ العقول میں فرماتے ہیں:''**انکار نبوۃ محمد وانکار کون القرآن معجزاً وانکار ما علم کونہ من دیننا بالضرورۃ کل ذالک کفر**'' محمد کی نبوت کا انکار یا قرآن کے معجز ہونے کا انکار یا اس شئے کا انکار جس کا ضروری دین ہونا معلوم ہو یہ تمام انکار کفر ہیں۔

ختم نبوت کا ثبوت قرآن مجید سے

میں کہتا ہوں: مسئلہ ختم نبوت ایسا مسئلہ ہے جس پر قرآن مجید شاہد ہے جس پر احادیث کثیرہ صحیحہ شاہد ہیں اور اس قدر بدیہی ہے کہ ہر مسلمان اس کو بہ یقین جانتا ہے۔لہٰذا اس کا انکار باعث کفر ہوگا اور معلوم ہے کہ مرزا قادیانی نے اس ختم نبوت کا انکار کیا۔لہٰذا ان پر بھی یہ حکم عائد ہوگا۔رہا ثبوت وہ آگے معلوم ہوگا۔

پہلی آیت

خدائے تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں فرماتا ہے:''**وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراونذیرا ولکن اکثرالناس لا یعلمون**'' (سبا:۲۸)

اے محمد! ہم نے تم کونہیں بھیجا مگر تمام آدمیوں کا بشیر ونذیر بنا کر لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے۔

یہ آیت صاف صاف لفظوں میں اور نہایت بلند آواز سے مرزا قادیانی کے دعویٰ پر فاتحہ پڑھ رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ تمام آدمیوں کے بشیر ونذیر ہیں۔ خواہ وہ آدمی اسی وقت موجود ہوں یا آئندہ کسی زمانے میں پائے جائیں۔ کیونکہ آج سے قیامت تک پائے جانے والے انسان سب پر ''ناس'' کا اطلاق ہوگا۔ کوئی آدمی جو آج موجود ہے یا عہد رسول خدا ﷺ میں تھا یا جو آدمی آئندہ پیدا ہوگا۔ اس خطاب واسم سے خارج نہیں ہوسکتا۔ پس جب تک ''ناس'' کا دنیا میں وجود ہے۔ تب تک حضرت رسول خدا ﷺ ان کے نبی ہیں جس کا صاف مطلب اس کے سواء اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

آنحضرت ﷺ پر نبوت کے ختم ہونے کی وجہ

آپ ﷺ ہی کی نبوت وہ نبوت ہے جو تمام انسانوں پر عام ہے آپ سے پہلے جس قدر نبی گزرے ان کی نبوتیں محدود تھیں کوئی ایک قوم کا رسول تھا، کوئی ایک قریہ کا، کوئی ایک شہر کا، کوئی ایک صوبہ کا۔ مگر آنحضرت ﷺ کو خدائے تعالیٰ نے تمام انسانوں کا رسول ونبی بنا کر بھیجا ہے۔ جس سے کوئی شہر، کوئی قریہ، کوئی ملک، کوئی بر، کوئی بحر مستثنیٰ نہیں۔ جو انسان جہاں بھی ہے اس پر آنحضرت ﷺ کو اپنا رسول ماننا فرض ہے اور آنحضرت ﷺ ہی ہر ایک کے رسول ہیں۔ چونکہ آنحضرت ﷺ سے پہلے انبیاء کی نبوتیں محدود تھیں۔ اس لئے بار بار دوسرے رسولوں اور نبیوں کے بھیجنے کی ضرورت پڑتی تھی۔

اب کہ وہ رسول آ گیا جو تمام دنیا کے انسانوں کا رسول ہے اور شریعت بھی وہ شریعت لایا ہے جو اکمل شرائع ہے اور دین بھی وہ دین لایا ہے جو خیرالادیان ہے اور شخص بھی وہ شخص مبعوث ہوا ہے جو اکمل افراد انسان ہے جس سے مافوق کسی انسان کا ہونا متصور بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اب ہرگز کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ آنحضرت ﷺ تمام ''ناس'' کے نبی نہ ہوتے تا بالضرور کسی ایسے شخص کے بھیجنے کی ضرورت تھی جو باقی انسانوں پر نبوت کر سکے لیکن یہاں یہ مسئلہ بالکل مفروغ عنہ ہو چکا ہے۔

دوسری آیت (آیۂ خاتم النّبیین)

ختم نبوت کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین'' (احزاب:۴۰) محمد تم میں سے کسی باپ

حقیقی نہیں لیکن خدا کا رسول ہے اور خاتم النّبیین ہے۔

لفظ ’’خاتم‘‘ کی تحقیق

یہ لفظ تین طرح سے پڑھا گیا ہے:

(۱) خاتَم (بفتح تائے مثناۃ فوقانیہ) بروزن عالَم، معنی مایختم به الشئی کے ہیں جس طرح عالَم کے معنی ’’مایعلم به الله‘‘ کے ہیں۔ عربی کا یہ عام قائدہ ہے کہ جو لفظ اس وزن پر ہوگا اس کے یہ معنی ہوں گے۔ پس ’’خاتم‘‘ کے معنی یہ ہوئے کہ: ’’وہ چیز جس پر کوئی شئے ختم کردی جائے۔‘‘

اب جب کہ اسے لفظ ’’نبیّین‘‘ کی طرف مضاف کیا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ: ’’وہ شخص جس پر انبیاء ختم کردیئے گئے۔‘‘

(۲) خاتِم (بکسر تاء مثناۃ فوقانیہ) بروزن ضارب یعنی اسم فاعل ’’ختم‘‘ جس کے معنی ’’ختم کرنے والے‘‘ کے ہیں۔ اس بناء پر ’’خاتم النبیین‘‘ کے معنی ہوئے ’’نبیوں کے ختم کرنے والے‘‘ یہی معنی عام طور پر قاریوں اور مفسروں نے اختیار کئے ہیں اور ’’خاتم‘‘ کی تفسیر ’’آخر‘‘ سے کی ہے یعنی سب نبیوں کے آخر میں آنے والا‘‘ البتہ عاصم نے ’’خاتم‘‘ بفتح تاء پڑھا ہے جس کے معنی پہلے بیان کئے گئے۔

(۳) مبرّد نے اس کو خاتَمَ (بصیغۂ ماضی پڑھا ہے اور کہا ہے کہ ’’خاتم‘‘ بمعنی ’’ختم‘‘ ہے۔ اس قرأت میں اور دونوں پہلی قرائتوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ پہلی دوصورتوں میں لفظ النّبیین مضاف الیہ واقع ہوا ہے اور تیسری قرأت میں یہ لفظ مفعول واقع ہوا ہے۔

تحقیق مذکور سے ختم نبوت پر استدلال

بہرصورت اس کا مفاد بھی یہی ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت تمام ہوگئی۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جب اس کا مفاد یہ ہوا اور یہ وعدۂ الٰہی ہے جو ہرگز جھوٹ نہیں ہوسکتا تو پھر جو کوئی اس آیت کے دیکھنے کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ یقیناً کاذب ہوگا۔

لفظ ’’خاتم‘‘ کا ایک اور مفہوم ’’خاتم‘‘ بمعنی مہر

’’خاتم‘‘ جس طرح اسے کہتے ہیں جس پر کوئی شے تمام ہوجائے اسی طرح ’’مہر‘‘

کو بھی کہتے ہیں جو کسی تحریر کے آخر میں لگائی جاتی ہے اور یہ معنی مجازی اس لفظ کے ہیں اور وجہ مناسبت دونوں معنی حقیقی ومجازی میں یہ ہے کہ مہر بھی وہ شئے ہے جو ہمیشہ خاتمۂ کتاب یا اور کسی تحریر پر لگائی جاتی ہے اور اسی پر وہ کتاب یا تحریر تمام ہو جاتی ہے۔

اس معنی کی بناء پر بھی نبوت ختم ہوچکی

پس اگر ’’خاتم‘‘ کے معنی مہر کے ہوں تب بھی یہ مقصود ہوگا کہ آپ دفتر انبیاء کی مہر ہیں جو سب کے آخر میں لائے گئے اور اب انبیاء کے دفتر پر مہر لگ گئی۔ اس کے بعد کوئی دوسرا نبی نہ ہوگا جس طرح کاغذ پر مہر لگا دینے کے بعد کوئی عبادت نہیں لکھی جاتی۔ اسی طرح اس مہر نبیّین کے بعد بھی کوئی نبی نہ ہوگا۔

نیز جس طرح مہر کے بعد والی عبارت جعلی سمجھی جاتی ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ صاحب مہر کے علاوہ کسی اور نے اضافہ کر دی ہے۔ لہٰذا اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس مہر نبیّین کے بعد بھی اگر کوئی شخص دعویٰ نبوت کرے تو اس کا ہرگز اعتبار نہیں ہوسکتا۔

اس کو دوسری طرح یوں سمجھنا چاہئے کہ مصنف کتاب یا خط لکھنے والا جب اپنا مضمون کتاب یا خط تمام کر چکتا ہے تب آخر میں مہر لگا دیتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہاں تک فلاں شخص کی عبارت فلاں شخص کا مضمون ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی تحریر ملے تو جعلی متصور ہوگی۔ کیونکہ اگر اسے کچھ لکھنا ہوتو تو مہر سے پہلے لکھتا۔ لیکن وہ اپنے مضمون پر مہر لگا چکا جس کے معنی یہ ہیں کہ اسے آئندہ اور کچھ لکھنا باقی نہیں۔ پس مابعد والا مضمون جعلی ہوگا۔

اسی طرح خدائے تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک رسول اور نبی مبعوث کئے مگر کسی کو خاتم نہ کہا۔ کیونکہ ابھی اسے اور ایک نبی بھیجنا تھا۔ وہ کون؟ وہ محمد مصطفیٰ ﷺ جب آپ آچکے تب خدا نے آپ کو ’’خاتم النّبیین‘‘ کہا یعنی انبیاء کی مہر یعنی یہ خاتم کتاب نبوت ہے جس کے بعد پھر کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

لفظ خاتم النّبیین کی بابت مرزا قادیانی اور ان کے مریدین کا مغالطہ

مرزا قادیانی اور ان کے مریدوں نے اس بات کے ثابت کرنے میں یہ کوشش کی ہے کہ یہ لفظ ’’خاتم النّبیین‘‘ ’’نبیوں کے ختم کرنے والے‘‘ کے معنی میں نہیں ہے بلکہ ’’نبیوں کی مہر‘‘ کے معنوں میں ہے اور اس کو بڑے ناز وادا اور کرشمہ سے فرمایا ہے کہ اب تک

کسی نے اس کے یہ معنی نہ بیان کئے۔ یہ صرف مرزا قادیانی کی اپج اور ذہانت ہے کہ اس سے وہ نبیوں کی مہر سمجھے۔ لیکن ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ آج سے بارہ سو (۱۲۰۰) برس پیشتر ائمہ نے ’’خاتم‘‘ کے یہی معنی بتائے ہیں۔ یہ کوئی مرزا قادیانی کی اپج نہیں۔ لیکن بایں ہمہ بھی مرزا قادیانی اور ان کے مریدین اس لفظ کی حقیقت سمجھنے سے قاصر رہے یا یہ کہ عام مغالطہ کے لئے ایک دوسرا پہلو نکالا اور وہ یہ کہ: ’’آپ کی مہر سے آگے اور پیچھے انبیا دنیا میں آئے اور آئیں گے۔‘‘ جس سے انہوں نے اپنی نبوت کا خیال بھی اس کے اندر مضمر کر دیا۔ پھر لطیفہ یہ کہ اپنے تئیں ’’خاتم الانبیاء‘‘ بمعنی آخرالانبیاء کہلوانے کی کوشش کی اور اب ان کے مریدین ان کو ’’آخرالانبیاء‘‘ منوانا چاہتے ہیں۔ درآں حالے کہ ان کے لئے یہ لفظ کبھی وضع نہ ہوا۔ لیکن یہی لفظ جب رسول اللہ ﷺ کے لئے خدا نے استعمال کیا تو اس کے معنی ’’آخرالانبیا‘‘ کے نہیں لیتے۔ کس قدر سینہ زوری ہے:

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

اس مغالطہ کا ابطال اور لفظ ’’ختم‘‘ کے تین استعمال

ہم انہیں بتاتے ہیں اور صاف صاف بالجہر کہے دیتے ہیں کہ اس لفظ کے معنی ہرگز گزشتہ اور آئندہ انبیاء پر مہر کر کے بھیجنے والے کے نہیں ہو سکتے اور نہ یہ لفظ اس معنی کا متحمل ہے۔ اس لئے کہ لفظ ’’ختم‘‘ کے تین استعمال ہیں (دیکھو قاموس اللغۃ) ایک ’’ختمه بمعنی طبعه‘‘ یعنی کسی چیز کو چھاپ دیا۔ دوسرا ’’ختمه بلغ آخره‘‘ یعنی کسی شے کے آخر اور خاتمہ تک پہنچ گیا۔ تیسرا ’’ختم علیه‘‘ یعنی کسی چیز پر مہر کر دی۔ پس اب چونکہ یہ لفظ ’’خاتم النّبیین‘‘ ہے بغیر حرف علیٰ کے تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے کہ وہ نبیوں پر مہر لگانے والے تھے۔

خاتم النّبیین اور خاتم علی النّبیین میں فرق ہے

اگر یہ مقصود ہوتا تو خدائے تعالیٰ فرماتا: ’’خاتم علیٰ النبیین‘‘ لیکن ایسا نہیں کہا بلکہ فرمایا ’’خاتم النّبیین‘‘ بغیر علیٰ کے تو اب صرف دو ہی معنی ہو سکتے ہیں یا بمعنی ’’طبعه‘‘ اور یا بمعنی ’’بلغ آخره‘‘ چونکہ مرزا قادیانی اور ان کے مریدین اس لفظ کو بمعنی طبعہ نہیں لیتے۔ کیونکہ وہ ان کے مطلب کے مخالف ہے تو لامحالہ اس کے معنی ’’آخر الشئی‘‘ کے لئے جائیں گے۔ یعنی ’’آخر میں آنے والا نبی‘‘ ورنہ اگر صرف یہ معنی ہوں کہ ’’نبیوں پر

مہر لگا کر بھیجنے والا‘‘ تو لازم تھا کہ:’’**خاتم علی النبیین**‘‘ کہا جاتا۔لیکن ایسا نہیں کہا گیا۔ بلکہ’’خاتم النّبیین‘‘ فرمایا گیا ہے۔پس اب دو حال سے خالی نہیں یا تو اس کے معنی’’**طابع النّبیین**‘‘ کے ہوں گے۔جس کے معنی وہی’’آخری مہر‘‘ کے ہیں جو خاتمہ کتاب یا خط پر چھاپ دی جاتی ہے اور جس کے بعد کوئی تحریر اس کاتب کی نہیں ہوتی اور یا بمعنی’’**آخر النّبیین**‘‘ کے ہیں جس کے معنی یہ ہوں گے کہ ان پر خاتمہ نبوت ہوگیا۔بہرحال دونوں معنوں سے یہی معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا وجود وہ وجود تھا جس کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔خواہ خاتم بمعنی مہر ہو یا’’**ما یختم به الشئی**‘‘ کے معنی میں ہو۔ہر صورت سے مرزا قادیانی کا دعویٰ باطل ہوتا ہے۔

یہ وہ نکتہ ہے جس کو آج تک مرزا قادیانی یا ان کے مریدین نہیں سمجھ سکے اور اگر سمجھے تھے تو عام مغالطہ کے لئے کچھ کا کچھ اس کا مطلب بیان کرتے رہے۔جیسا کہ تشحیذ الاذہان کے اکثر پرچوں میں دیکھا گیا۔

خاتم النّبیین کے متعلق ایک مرزائی کا غلط استدلال آیات قرآن سے

(تشحیذ الاذہان ج۱۲ نمبر۲ ص۱۹ تا۲۱ مؤرخہ فروری ۱۹۱۷ء) میں ایک مرزائی کہتا ہے کہ:

’’اگر لفظ خاتم النّبیین بمعنی آخرالنّبیین ہو تو قرآن کی بہت آیات کو چھوڑنا پڑے گا۔جن میں ایک یہ آیت ہے:’’**اللہ یصطفی من الملائکة رسلاً ومن الناس ان اللہ سمیع بصیر**‘‘ (حج:۷۴)

دوسری آیت:’’**یا بنی آدم اما یأتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون**‘‘ (اعراف:۳۵)

تیسری آیت:’’**وما کنّا معذبین حتی نبعث رسولاً**‘‘ (بنی اسرائیل:۱۵)

چوتھی آیت:’’**اهدنا الصراط المستقیم**‘‘ (فاتحہ:۴)

یہ خلاصہ ہے مافی التشحیذ کا۔

استدلال مذکور کا جواب

جواب: آدمی اپنی ہوس کے پیچھے اندھا ہو جاتا ہے اور عربی کی مثل ہے:’’**حب الشئی یعمی ویصم**‘‘ کسی شئے کی محبت آدمی کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔کجا مسئلہ ختم

نبوت اور کجا یہ آیت؟ لیکن بر سبیل ماشاۃ میں بتاتا ہوں کہ جناب من! ان آیات کو ختم نبوت کا مانع ہونا کہاں سے سمجھا؟

پہلی آیت کی تحقیق

پہلی آیت میں تو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے: ’’اور اللہ منتخب کرتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں میں سے‘‘ جس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ انبیاء کے انتخاب کا کام صرف خدا کا ہے۔ کوئی دوسرا شخص کسی کو نبی نہیں بنا سکتا اور نہ از خود کوئی شخص نبی ہوسکتا ہے۔ اس سے یہ کب معلوم ہوا کہ بعد رسول اللہ کے بھی انبیاء پیدا ہوں گے یا یہ کہ اقلاً مرزا غلام احمد ہی نبی ہوں گے؟ اگر آیت نے بتایا ہے تو صرف اتنا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر محمد خاتم علیہ السلام تک جتنے انبیاء ہوئے وہ خدا کے برگزیدہ تھے اور نیز وہ فرشتے بھی جو رسالت خدا کا کام انجام دیتے ہیں وہ اسی کے برگزیدہ ہیں۔

اس آیت سے ہرگز یہ بات مفہوم نہیں ہوسکتی کہ بعد سرور کائنات ﷺ بھی کوئی نبی ہوگا اور نہ اس میں اس بات کا اشعار ہی ہے۔ اگر مدعی اس معاملہ میں مصر ہے تو اس کا یہ فرض ہے کہ وہ بتائے کہ اس آیت میں وہ کون سا لفظ ہے جس سے معلوم ہوا کہ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی یا کئی انبیاء ہوں گے۔

دوسری آیت کی تحقیق

دوسری آیت میں عام بنی آدم سے خطاب ہے کہ اگر تمہارے پاس خدا کے پیغامبر آئیں تو تمہارا فرض ہے کہ ان کے معاملے میں خدا سے ڈرو اور اپنی اصلاح حال کرو تو تمہیں قیامت کے دن خوف وحزن نہ ہوگا۔ معلوم ہے کہ بنی آدم میں بہت سے رسول آئے۔ آدم سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک انبیاء ورسل کا دور رہا۔ خود آنحضرت ﷺ ہی خدا کے رسول خاتم تھے تو اس سے ہرگز یہ نہیں ثابت ہوسکتا کہ مابعد آنحضرت ﷺ کی حالت بیان کی ہے۔ یعنی آئندہ بہت سے رسل آئیں گے بلکہ اس میں انہی انبیاء کا ذکر ہے جو آنحضرت ﷺ سے پہلے آچکے ہیں۔

اگر بالفرض مابعد رسول خدا کا بیان ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد بہت سے رسل آنے والے ہیں کیونکہ لفظ رسل جمع ہے جو کم از کم تین پر صادق آئے

گا۔ پس لازم ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ سینکڑوں نہیں تو کم از کم تین رسول مبعوث ہوں۔

مگر اس میں دو خرابیاں بہت بڑی لازم آتی ہیں جن کا کوئی جواب نہیں۔ ایک یہ کہ اگر ایسا تھا تو آنحضرت ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں کیوں نہ ارشاد فرمایا کہ میرے بعد بہت سے رسول آنے والے ہیں اور اگر بیان کیا ہے تو کس کتاب میں ہے اور کہاں ہے۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جو تفسیر مروی ہے اس میں یہ ارشاد ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور یہ کہ جھوٹے مدعیان نبوت قریب تیس (۳۰) کے ہوں گے۔ سچا نبی میرے بعد ایک بھی نہ ہوگا۔

پس اگر اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کم از کم تین رسول اور آئیں گے تو پہلی خیانت یہ کی کہ ان کا ذکر نہ کیا اور انہیں مخفی رکھا۔ دوسری خیانت یہ کی کہ برخلاف مفہوم آیت جھوٹ بولا۔ آیت تو کہتی ہے کہ بہت سے رسول ابھی آنے والے ہیں اور آپ ﷺ فرمائیں کہ ہرگز میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ کیسا صریح جھوٹ ہے (معاذ اللہ) لیکن یقیناً معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی جھوٹ نہیں کہا بلکہ آپ کا کلام وحی الٰہی ہے۔ ''ان ھو الا وحی یوحیٰ'' (نجم:۴) پس لامحالہ ماننا پڑے گا کہ ہرگز آیت کا یہ مفہوم نہیں کہ آئندہ رسول آئیں گے بلکہ انہی انبیاء کا ذکر ہے جو گزر چکے۔

تیسری آیت کی تحقیق

تیسری آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے کسی قوم پر عذاب نہیں نازل کیا جب تک اس قوم میں رسول نہ بھیج لیا۔

اس مفہوم سے بھی ہرگز یہ نہیں نکلتا کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی رسول آئے گا بلکہ صرف مقصود یہ ہے کہ جس قوم پر ہم نے عذاب نازل کیا ہے پہلے اس کی ہدایت کے لئے رسول بھیج لیا ہے تاکہ کسی کو عذر کا موقع نہ رہے اور یہ نہ کہہ سکے کہ ہم میں کوئی ہادی تو بھیجا ہی نہیں گیا پھر کیوں ہم معذب کئے جاتے ہیں؟

دوسری بات اس آیت کے متعلق یہ کہنی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی امت امت مرحومہ ہے اور آنحضرت ﷺ کا وجود ذی جود عذاب کا مانع ہے۔ کیونکہ خود پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے: ''وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم'' (انفال:۳۳)

اے محمد جس امت میں تم ہو خدا اس پر عذاب نازل نہ کرے گا۔

پس جب کہ اس آیت نے بتادیا کہ امت محمدیہ عذاب دنیاوی سے محفوظ ہے تو یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اس آیت کا تعلق زمانہ مابعد سے آنحضرت ﷺ کے نہیں۔ کیونکہ آپ کی امت پر عذاب دنیا نازل ہی نہ ہوگا۔ پھر کسی رسول کو اس سے پہلے اور آنحضرت ﷺ کے بعد بھیجنے کی ضرورت کیا رہی؟

غرض خود یہ آیت اس بات کو بتارہی ہے کہ کوئی نبی آنحضرت ﷺ کے بعد نہیں آنے والا ہے۔ مستدل چونکہ مغز آیت تک نہیں پہنچ سکا۔ الٹا مطلب سمجھ کر اس مقام پر اسے پیش کردیا۔

چوتھی آیت کی تحقیق

چوتھی آیت کا مفہوم یہ ہے کہ: ’’خدایا ہم کو راہ راست کی ہدایت کر اور ہمیں صراط مستقیم پر قائم کردے۔‘‘ اگرچہ مستدل کا مطلب یہ ہے کہ امت محمدیہ صراط مستقیم پر نہیں بلکہ وہ انتظار کسی اور ہادی کے جو صراط مستقیم تک پہنچائے گا یہ دعا کررہی ہے کہ خدایا تو کسی اور ہادی کو بھیج جو ہمیں ہدایت کرے۔ مگر یہ خیال عین کفر ہے کیونکہ رسول اللہ کی صراط سے بہتر کسی کی راہ ہوسکتی ہے۔ جس کی طرف ہدایت کی دعا کی جائے؟ پس لامحالہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ: ’’خدایا تو ہمیں محمد مصطفیٰ ﷺ کی راہ پر قائم رکھ اور اس ذریعہ سے منزل مقصود تک پہنچادے۔‘‘ نہ یہ کہ آئندہ کوئی نبی بھیج جو ہمیں ہدایت کرے۔ اگر یہ معنی لئے جائیں گے تو صریح کفر لازم آئے گا۔ کیونکہ اس صورت میں تو یہ دعا کرنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ خدایا محمد کی راہ سیدھی نہیں۔ لہٰذا تو کسی اور رسول کو بھیج کر مجھے سیدھی راہ تک پہنچادے۔

پناہ بخدا ایسا اعتقاد سوائے مرزائیوں کے اور کس کا ہوسکتا ہے؟ کہ مرزا قادیانی کی محبت میں رسول خدا جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی راہ کو کج بتارہے ہیں اور کسی دوسری راہ مستقیم کی تلاش میں ہیں جو مرزا قادیانی وغیرہ کے ذریعہ سے حاصل ہو۔

ختم نبوت کا ثبوت احادیث سے

بالجملہ یہ آیتیں تو وہ تھیں جو خاص قرآن مجید سے پیش کی گئیں جن کا صریح مفاد یہ ہے کہ ہرگز کوئی نبی بعد جناب سرور کائنات محمد ﷺ کے مبعوث نہ ہوگا۔ اب آیئے حدیثوں کو ملاحظہ کیجئے۔

حدیث اوّل

دیکھو (مشکوٰۃ شریف ص۴۶۵ سطر۳) ’’**وسیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انه نبی اللہ وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی**‘‘ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں عن قریب میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے خدا کا۔ حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوئیں

یہ حدیث صریح وصاف ہے انکار نبی بعد محمد مصطفیٰ ﷺ میں جس سے بڑھ کر وضاحت نہیں ہوسکتی۔ اس حدیث نے تین باتیں بتائیں:

ایک یہ کہ آپ نے فرمایا: ’’**کذابون ثلاثون**‘‘ تیس جھوٹے ہوں گے۔

دوسری یہ فرمایا: ’’**کلّھم یزعم انّه نبی اللہ**‘‘ ہر ایک ان میں یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ خدا کا نبی ہے۔‘‘ جس سے معلوم ہوا کہ امت محمدیہ میں جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہوں گے۔ پس چونکہ مرزا قادیانی نے اسی امت محمدیہ میں سے ہوکر نبوت کا دعویٰ کیا۔ لہٰذا وہ بھی منجملہ ’’**کذابون ثلاثون**‘‘ کے ہوئے۔

تیسری اور زیادہ تصریح کردی کہ: ’’**لا نبی بعدی**‘‘ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد جو کوئی بھی مدعی نبوت ہو وہ کاذب ہوگا۔

اس حدیث کے متعلق ایک مرزائی کی اپچ

ایک مرزائی نے (تشحیذ الاذہان نمبر۲ ج۱۲ ص۳۷، بابت ماہ فروری ۱۹۱۷ء) میں لکھا ہے کہ: ’’**کذابون ثلاثون**‘‘ سے وہ لوگ مراد ہیں جو حدیثیں وضع کریں گے۔ یعنی جھوٹی حدیثیں بنانے والے اس سے مراد ہیں۔‘‘

اس عقل مند سے کوئی پوچھے کہ تم نے کبھی کتب احادیث ورجال بھی دیکھی ہیں یا نہیں؟ یقیناً وہ جواب دے گا کہ کبھی نہیں دیکھیں۔ اس لئے کہ اگر وہ دیکھے ہوئے ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ جھوٹی حدیثیں بنانے والے تین سو سے بھی زیادہ ہیں۔ ذرا کتب احادیث موضوعہ اٹھا کر دیکھو تو واضعان احادیث کا حال معلوم ہو یا کم ازکم کتب اسمائے رجال ہی کو ایک

نظر پڑھ جاؤ تو تمہیں معلوم ہو کہ واضعان احادیث تیس (۳۰) ہیں یا ان سے بہت زیادہ۔

علاوہ بریں اسی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ: ’’**کلّھم یزعم انه نبی اللّٰہ**‘‘ ہر ایک ان میں سے دعویٰ نبوت کرے گا۔‘‘ لیکن معلوم ہے کہ واضعان احادیث نے کبھی اپنے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ پھر کیوں کر اور کس طرح سے اس مرزائی کی یہ تاویل قابل سماعت ہوسکتی ہے؟

حدیث دوم

اسی (مشکوٰۃ شریف ص۵۱۱) میں دیکھو: ’’**مثلی ومثل الانبیآء کمثل قصر احسن بنیانه ترک منه موضوع لبنة فطاف بها النظّار یتعجبون من حسن بنیانه الّا موضع تلک اللبنة فکنت انا سددت موضع تلک اللبنة ختم بی النّبیون وختم بی الرسل وفی روایة فانا اللبنة وانا خاتم النّبیین (متفق علیه)**‘‘

یہ حدیث بھی نہایت موٹے موٹے حروف، ظاہر ظاہر الفاظ اور بلند آواز سے کہہ رہی ہے اور صرف کہتی ہی نہیں بلکہ جیسے کسی احمق کو سمجھایا جاتا ہے۔ اسی طرح مثال دے کر بتا رہی ہے کہ اگر تم میرے آخری نبی ہونے کو نہیں سمجھتے تو میں تمہیں ایک موٹی مثال دے کر بتاتا ہوں کہ: ’’میری مثال اور دیگر انبیاء کی ایسی ہے جیسے ایک عمارت عالی شان خوش منظر بنی ہوئی ہو۔ مگر اس میں ایک خشت کی جگہ خالی ہو۔ دیکھنے والے عمارت کا منظر دیکھ کر خوش ہوتے ہوں۔ مگر وہ خالی جگہ دیکھ کر تعجب کرتے ہوں کہ یہ کیا بات ہے تو سمجھو کہ خدا کی بنائی ہوئی عمارت ایسی ناقص نہیں ہوسکتی جسے دیکھ کر کوئی تعجب کرے بلکہ وہ خشت مکمل عمارت نبوت میں ہوں۔ یعنی جب میں مبعوث ہولیا تو عمارت نبوت مکمل ہوگئی۔‘‘

حدیث مذکور کی وضاحت

اس حدیث نے مطلق نبوت کو ایک عمارت سے تشبیہ دے کر بتا دیا کہ اس کی مثال بالکل ایک مکمل عمارت کی سی ہے۔ ہر ایک نبی بجائے ایک خشت کے ہے۔ اب تک نبوت کی عمارت پوری ہوچکی تھی۔ صرف ایک خشت کی کمی تھی۔ وہ میرے مبعوث ہونے سے پوری ہوگئی اور عمارت بھی مکمل ہوکر بے عیب ہوگئی۔ اگر میں نہ آتا تو یہ عمارت نبوت ایسی ہی ناقص رہتی جیسے کوئی عالیشان مکان بنا ہوا اور اس میں ایک خشت کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو۔

ایک مرزائی کی تاویل کا رد

یہاں کچھ اگلی پچھلی نبوت کا ذکر نہیں (جیسا کہ ایک مرزائی نے (تشحیذ الاذہان نمبر۲ ج۱۲ ص۳۶،۳۷، بابت ماہ فروری ۱۹۱۷ء) میں لکھا ہے کہ اس سے مقصود صرف اگلے انبیاء سے تشبیہ دینا ہے) کیونکہ آپ نے مطلق نبوت کو فرمایا ہے کہ اس کی مثال ایک عمارت کی ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ مجھ سے پہلے آنے والے انبیاء کی اور میری مثال ایک عمارت کی ہے اور جو میرے بعد آئیں گے ان سے کچھ بحث نہیں۔ پس جب مطلق نبوت کی یہ مثال ٹھہری تو ثابت ہوگیا کہ یہ عمارت آنحضرتﷺ کے مبعوث ہونے تک صرف ایک ہی خشت (یعنی ایک ہی نبی) کے بقدر نامکمل تھی۔ نہ اس سے زیادہ جو آپ کے آنے سے مکمل ہوگئی اور جب کہ یہ عمارت مکمل ہوگئی اور اس میں ذرا بھی جگہ خالی نہیں تو اس کے بعد کسی دوسرے شخص کا دعویٰ نبوت ہرگز مسموع نہیں ہوسکتا بلکہ وہ اس مدعی نبوت کا قول قطعاً غلط ہے۔ (یہ حدیث متفق علیہ ہے)

حدیث سوم

’’قال فضلت علی الانبیآء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً وطھورا وارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون رواہ مسلم‘‘ (مشکوٰۃ ص۵۱۲ چاپ ہند)

مجھے دیگر انبیاء پر چھ باتوں سے فضیلت دی گئی ہے۔ (۱) مجھے جوامع کلم عطا کئے گئے۔ (۲) میری نصرت رعب سے کی گئی۔ (۳) میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں۔ (۴) میرے لئے زمین کو جائے سجدہ اور مطہر قرار دیا گیا۔ (۵) میں تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ (۶) اور میری ذات پر نبوت ختم ہوگئی۔

کوئی آنکھوں والا اس حدیث کو پڑھے اور بتائے کہ یہاں: ’’ختم بی النّبیون‘‘ سے کیا مقصود ہے؟ کیا یہ مقصود ہے کہ میری مہر سے انبیاء بھیجے جاتے ہیں؟ یا یہ مطلب ہے کہ میری ذات پر انبیاء ختم ہوگئے۔

حدیث مذکور میں لفظ ختم قابل غور ہے

واضح رہے کہ لفظ ’’ختم‘‘ ماضی مجہول ہے جو اسی بات کو بتاتا ہے کہ جتنے انبیاء آنے والے تھے وہ سب آچکے۔ اب کسی نبی کے آنے کی امید نہیں۔ مجھ پر انبیاء کا خاتمہ

ہوگیا۔ اگر یہ لفظ بصیغہ مضارع ہوتا تو محتمل تھا کہ آئندہ کوئی نبی ہوتا۔ لیکن اس خیال کو لفظ ختم (بصیغہ ماضی مجہول) نے اچھی طرح قطع کر دیا۔

مرزا غلام احمد جیسے شخص کی غلامی قابل افسوس ہے

''ایھا الناس'' خدارا خوب سمجھ لو اور دھوکے میں نہ پڑو۔ دنیا جائے امتحان ہے۔ ہر ناعق وفاہق کے پیچھے نہ لگ لیا کرو۔ خوب جانچو کہ یہ شخص اس قابل بھی ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے یا نہیں۔ دیکھو اور خوب دیکھو۔ مرزا قادیانی سے پہلے بھی لوگ مہدویت کا دعویٰ کرتے آئے اور اکثروں نے نبوت کا بھی دعویٰ کیا۔ بہت سے لوگ بھی ان کے پیچھے ہوگئے۔ وہ بھی ایسی ہی باتیں کیا کرتے تھے جیسی مرزا قادیانی کہتے تھے۔ اکثر ان میں سے بہ نسبت مرزا قادیانی کے علم وفضل میں بھی بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن تم انہیں نبی نہیں مانتے۔ پھر کیا وجہ کہ مرزا قادیانی کو باوجود ہزاروں کمزوریوں کے اپنا نبی مانے لیتے ہو؟ کیا تمہاری گردن ایسی ذلیل ہے کہ ہر وہ شخص جو دنیا میں مہمل اور بے سروپا دعوے کرے اور اپنی اطاعت کا جواء اس پر رکھ دے تو وہ اس کو اٹھالے گی۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ انسان کو اپنی عزت کرنی چاہئے وہ اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے۔ اس لئے نہیں ہے کہ ہر کسی کا غلام بن جائے بلکہ لازم ہے کہ اشرف واعلیٰ کی اطاعت کرے جس سے بہتر اہل زمانہ میں سے کوئی نہ ہو۔

دیکھو! میں بتائے دیتا ہوں کہ وہ افضل واعلیٰ جن کی نظیر سطح ہستی پر نہیں مل سکتی وہ صرف محمد ﷺ ہیں۔ ان ہی سے متوسل ہو۔ ان ہی سے متمسک ہو۔ ان ہی کا دامن پکڑو، نجات پاؤ گے۔ یہ احرار امت رسول ہیں۔ یہ ابرار امت رسول ہیں اور ائمہ اہل بیت ہیں اور تم جانتے ہو کہ: ''اھل البیت ادری بما فی البیت''

بھلا تم ہی بتاؤ کہ حر کی غلامی اچھی یا غلام کی؟ بڑا ذلیل ہے۔ بخدا وہ جو کسی غلام کی غلامی قبول کرے۔ آئندہ تمہیں اختیار ہے ہم نے بتا دیا۔ ہمارا کام صرف اتنا ہی تھا۔ اب تمہارا فرض ہے کہ علمائے اسلام کی کتابیں پڑھو جو فضائل ائمہ اہل بیت میں لکھی ہیں۔ تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ لوگ کیسے تھے؟

حدیث چہارم

''قال انی عنداللہ مکتوبٌ خاتم النّبیین'' (مشکوٰۃ ص۵۱۱)

فرمایا آنحضرت ﷺ نے میں خدا کے نزدیک خاتم النّبیین لکھا ہوا ہوں۔ یعنی دفتر علم الٰہی میں مجھے خاتم النّبیین لکھا گیا ہے۔

حدیث پنجم

’’انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمیّ وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبیٌّ‘‘ (مشکوٰۃ ص۳۱۵)

(ترجمہ) میں حاشر ہوں کہ میرے ہی قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

اس حدیث میں لفظ ’’حاشر‘‘ اور لفظ ’’عاقب‘‘ خاص کر قابل غور ہیں

اس حدیث کے دونوں جملے یعنی ’’انا الحاشر‘‘ اور ’’انا العاقب‘‘ ختم نبوت کے باب میں غایت صراحت پر پہنچے ہوئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا حاشر ہونا یعنی آپ ہی کے قدموں تمام ناس کا محشور ہونا بالکل صاف ہے اور بتا رہا ہے کہ اس قدم مبارک کے بعد کسی نبی کا قدم درمیان میں نہ آئے گا۔ پس اس نبی کے قدوم کے بعد اگر ہے تو قیامت ہی ہے۔ نہ کسی اور نبی کی بعثت۔ اگر ان اقدام عالیہ کے بعد کوئی اور قدم بھی درمیان میں ہوتا تو جملہ ’’انا الحاشر‘‘ (یعنی میں ہی وہ نبی ہوں جس کے بعد حشر ہوگا) ہرگز صحیح نہ ہوتا۔

جو لوگ آنحضرت ﷺ کو اس معنی سے خاتم النّبیین نہیں مانتے (یعنی اتباع مرزا قادیانی) ان کا فرض ہے کہ دوبارہ ٹھنڈے دل سے اس جملہ پر غور کریں جو بے انتہاء مختصر اور مفید مطلب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ جملہ ’’انا العاقب‘‘ اور اس کے ساتھ ہی اس کی تفسیر کہ عاقب اسے کہتے ہیں جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے۔ اگر آنحضرت ﷺ کے ختم نبوت کو نہیں بتاتا تو اس سے بہتر کوئی دوسرا لفظ اس مطلب کے واضح کرنے کے لئے مل ہی نہیں سکتا۔ لیکن ہر عاقل باہوش وحواس سمجھ سکتا ہے کہ یہ دونوں جملے نص ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر جس کے کسی دوسرے نص کی ہرگز ضرورت نہیں۔

حدیث ششم

’’قال رسول اللہ ﷺ لعلی رضی اللہ عنہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الّا انہ لا نبی بعدی‘‘ (مشکوٰۃ شریف ص۵۶۳)

اس حدیث نے بھی بتا دیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا اور جب علی رضی اللہ عنہ سا شخص...... وہ نبی نہ ہو سکا تو بتاؤ اور کس میں وہ کمال ہے جو اسے نبی بنا سکے۔

ایک مرزائی کی جدت ’’لا نبی بعدی‘‘ کی غلط تاویل

(تشحیذ الاذہان نمبر۲ ج۱۲ ص۳۲،۳۳، بابت ماہ فروری ۱۹۱۷ء) میں ایک مرزائی نے اپنی لیاقت خداداد کو اظہار کرتے ہوئے یہ افادہ فرمایا ہے کہ جملہ: ’’انہ لا نبی بعدی‘‘ مخصوص بہ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب ہے۔ یعنی ضمیر انہ کا مرجع حضرت علی ہیں۔ گویا یہ مقصود ہے کہ چونکہ شبہ رہتا تھا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی طرح نبی بھی ہیں تو فرمایا: ’’الّا انہ لا نبی بعدی‘‘ وہ میرے بعد نبی نہ ہوں گے۔

اس تاویل کا رد اور لاجواب جواب

اس کا جواب بآسانی یہ دیا جاتا ہے کہ: ’’انـــہ‘‘ کی ضمیر ضمیر شان ہے جس کا مفسر جملہ مابعد ہے۔ یعنی ’’لا نبی بعدی‘‘ نہ یہ کہ مرجع اس کا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوں۔

دلیل اس دعوے کی یہ ہے کہ اگر صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نفی نبوت مقصود ہوتی تو لائے نفی جنس کا استعمال اس موقع پر صحیح نہ ہوتا بلکہ لازم تھا کہ آنحضرت ﷺ اس جملہ کو یوں ادا فرماتے: ’’الّا انہ لیـس نبیاً بعدی‘‘ (یعنی علی رضی اللہ عنہ میرے بعد نبی نہ ہوں گے) لیکن ایسا نہیں فرمایا بلکہ ’’لا نبی بعدی‘‘ کہا۔

بیان مذکور کی توضیح لائے نفی جنس اور لائے مشبہ بہ لیس کا فرق

زبان عربی کے جاننے والے اور ادب میں مہارت رکھنے والے جانتے ہیں کہ جب کسی شخص کی صفت کی نفی مقصود ہو تو وہاں لیس کا استعمال ہوتا ہے یا ’’لا مشبـہ بہ لیس‘‘ کا یا ’’مـا مشبـہ بـہ لیـس‘‘ کا۔ پس جب یہ کہنا ہو کہ ’’زید فاضل نہیں ہے‘‘ تو کہیں گے ’’زید لیس بفاضل‘‘ یا ’’لیس زید فاضلاً‘‘ یا ’’زیـد لا هو فاضلا‘‘ یا ’’لا زید فاضلاً‘‘ یا ’’ما زید فاضلاً‘‘ وغیرہ نہ یہ کہ: ’’انہ لا فاضل‘‘ کہا جائے۔ کیونکہ یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ کسی شخص سے کسی صفت کی نفی کرنے کے لئے جنس کی نفی نہیں کی جاتی۔ لائے نفی جنس جنس کی نفی کرتا ہے۔ لہٰذا وہ ایسے مقام پر ہرگز استعمال نہ کیا جائے گا۔

حدیث مذکور کا صحیح مفہوم اور مرزا اور ان کے مریدوں کی ناواقفیت عربی زبان سے

یہ تحقیقی جواب ہے جس کا جواب الجواب کسی سے ممکن ہی نہیں اور اس صورت میں حدیث کا مطلب بالکل صاف ہوا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنے بعد جنس نبی کی نفی فرمارہے ہیں۔ یعنی کوئی نبی ہی بعد آپ کے نہ ہوگا جس کی ایک فرد علی بن ابی طالب بھی ہیں۔ نہ یہ کہ مخصوص حضرت علی مراد ہوں۔ یہ تو صرف وہی شخص کہے گا جسے زبان عرب پر عبور نہیں اور وہ ادب لسان عربی کو سمجھا ہی نہیں۔ جیسے کہ مریدان مرزا قادیانی کی حالت ہے بلکہ خود مرزا قادیانی کا بھی یہی حال ہے۔ چنانچہ ان کا اعجاز احمدی قصیدہ جو ہر قسم کی لغوی، صرفی، نحوی وغیرہ اغلاط سے مالا مال ہے۔ اس امر کا شاہد حال ہے۔

تاویل مذکور کا دوسرا جواب

دوسرا جواب یہ ہے کہ جملہ ’’لانبی بعدی‘‘ صرف اسی ایک حدیث میں نہیں استعمال ہوا ہے بلکہ اس کے علاوہ اور حدیثوں میں بھی موجود ہے جن میں حضرت علی کا کوئی ذکر نہیں (دیکھو حدیث اوّل جو سابقاً مذکور ہوئی) جس میں آپ نے فرمایا ہے: ’’انا خاتم النّبیین لانبی بعدی‘‘ اور حدیث پنجم جس میں فرمایا گیا ہے: ’’لیس بعدہ نبی‘‘ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ وغیرہ وغیرہ) پس وہ جواب جو مرزائی نے دیا ہے کہ: ’’یہ حدیث مخصوص ہے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے‘‘ بالکل لغو ہے۔ کیونکہ وہاں کوئی خاص مرجع نہیں بلکہ نفی مطلق نبی مقصود ہے۔ جو بحمد اللہ بہت اچھی طرح واضح ہے۔ سمجھو! اور غور کرو۔

مرزائی مذکور کی ایک اور جدت

آپ فرماتے ہیں جائز ہے ’’لانبی‘‘ میں ذات کی نفی نہ ہو بلکہ موصوف کی نفی ہو۔ اس کی چند مثالیں ہیں:

۱...... ’’لافتٰی الّا علی لا سیف الّا ذوالفقار‘‘

۲...... ’’لا صلوٰۃ الّا بفاتحۃ الکتاب‘‘

۳...... ’’لادین لمن لا عھد لہ‘‘

۴...... ’’لاایمان لمن لا امانۃ لہ‘‘

۵...... ’’اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ ‘‘ یہاں ذات کی نفی ہو تو واقعات کے خلاف ہے، کیونکہ اس موجودہ قیصر کے بعد اس کا بیٹا قیصر ہوا۔ اس لئے لا قیصر کے یہ معنی ہوئے کہ پہلے قیصر جیسا قیصر نہ ہوگا۔‘‘

اس جدت کا جواب اور حدیث: ’’لانبی بعدی‘‘ کی مزید تحقیق

اس کا یہ جواب ہے: ’’لافتی الّا علی ‘‘میں نفی جنس عمومی ہی مقصود ہے۔ یعنی نفی ذات فتیٰ اس لئے کہ فی الحقیقۃ ایسا فتیٰ جیسے علی تھے دنیا میں کوئی نہ تھا اور نہ ہوگا۔ یہاں فتیٰ سے جوان آدمی نہیں مقصود ہے بلکہ ’’جوان جوامع صفات فتوۃ وحاوی کمالات ......‘‘ مراد ہے اور یہ بات بالضرور کسی جوان میں سوائے علی کے نہ تھی اور نہ اب ہے۔

نیز’’لاصلٰوۃ الّا بفاتحۃ الکتاب ‘‘میں بھی نفی جنس مراد ہے کیونکہ جس نے سورۃ فاتحہ نماز میں نہ پڑھا۔ اس کی نماز ہی باطل ہے اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت باطلہ کو نماز نہیں کہہ سکتے۔ (اکیلے نمازی کے لئے حکم)

اسی طرح باقی مثالوں میں بھی ہے جیسے: ’’لادین لمن لاعھد لہ ‘‘جو شخص اپنے عہد پر قائم نہیں رہتا وہ دراصل منکر ہے خدا کا اور جو کوئی منکر ہے خدا کا وہ یقیناً بے دین ہے اور کافر ہے اور جیسے ’’لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ‘‘اس حدیث کا حاصل بھی یہی ہے کہ جس شخص نے امانت الٰہیہ میں خیانت کی یعنی اس امانت میں جس کا ذکر خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ’’انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان‘‘ (سبا:۷۲)

ہم نے اپنی امانت آسمان وزمین پر پیش کی انہوں نے اس کے تحمل سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا۔ پھر جب انسان نے یہ امانت اپنے ذمہ لے لی تو اس کا فرض تھا کہ حق امانت کو محفوظ رکھتا۔ لیکن اس نے اس حق کو محفوظ نہ رکھا۔ لہٰذا وہ مؤمن نہیں۔

اور جیسے ’’اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ واذا ھلک قیصر فلا قیصر ‘‘اس میں ذات کسریٰ وقیصر کی نفی ہے۔ رہا مرزا قادیانی کا یہ خیال کہ موجودہ قیصر کے بعد اس کا لڑکا قیصر ہوا۔ لہٰذا نفی ذات نہیں ہوئی محض ان کا وہم ہے کیونکہ حضرت نے صرف اسی موجودہ قیصر کی نفی نہیں کی تھی بلکہ فرمایا کہ جب قیصر ہلاک ہوجائے گا خواہ باپ ہو یا بیٹا

یعنی جب قیاصرہ کا وجود ختم ہوجائے گا پھر کوئی قیصر نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہرگز یہ امر واقعات سے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ قیاصرۂ روم کے فنا ہوجانے کے بعد مسلمانوں کی سلطنت روم میں ہوگئی اور پھر وہاں کوئی اس لقب ونسل کا بادشاہ نہیں ہوا۔

حدیث ہفتم

’’وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعدہ احد‘‘ (صحیح مسلم ج۲ص۲۶۱)

(ترجمہ) میں نبی حاشر ہوں جس کے قدم پر حشر ہوگا اور میں نبی عاقب ہوں جس کے بعد کوئی (نبی) نہ ہوگا۔

ظاہر ہے کہ: ’’لیس بعدہ احدا‘‘ سے مطلق انسان کی نفی مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا فرمانا عقل ونقل کے خلاف ہے۔ پس لامحالہ یہی معنی ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مرزائیو! ازبرائے خدا اب بھی توبہ کرو اگر تم مسلمان ہو اور صحیح مسلم ومشکوٰۃ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر نہیں مانتے اور ان پر ایمان نہیں رکھتے تو پھر کوئی بات ہی نہیں۔

حدیث ہشتم

’’وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی‘‘ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (صحیح مسلم ج۲ص۲۶۱)

اس حدیث میں عدم نبی کی تصریح موجود ہے جس کے بعد کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔

حدیث نہم

’’فقال انا محمد واحمد والمقفی والحاشر ونبی التوبة ونبی الرحمة‘‘ (صحیح مسلم ج۲ص۲۶۱)

اس حدیث میں بھی لفظ حاشر فرمایا جس کے معنی وہی ہیں جو سابقاً مذکور ہوئے یعنی وہ کہ جس کے بعد قیامت آئے اور اس کے اور قیامت کے درمیان کوئی دوسرا فاصل نہ ہو۔

مرزائیوں کا ایک اور وہم

مرزا قادیانی اور نیز مرزائیوں کو یہ وہم ہے (یا دوسروں کو وہم میں ڈالنا چاہتے

ہیں) کہ ان احادیث سے مقصود یہ ہے کہ صاحب شریعت کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا اگر بلا شریعت کوئی نبی مبعوث نہ ہوتو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اس وہم کا دفعیہ ''نبی'' اور ''رسول'' کا فرق

جواب اس کا یہ ہے کہ اسلام میں دو اصطلاحیں ہیں ایک رسول اور ایک نبی۔ رسول اس شخص کو کہتے ہیں جو صاحب شریعت وکتاب ہو اور نبی اس سے عام ہے یعنی جو کوئی خدائے تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا ہو وہ نبی ہے خواہ کوئی مستقل شریعت لایا ہو یا نہ لایا ہو۔ اس صورت میں ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی کے لئے لازم نہیں کہ رسول ہو۔ جیسے جناب شعیب، جناب عزیر، جناب دانیال، جناب یوشع، جناب ہارون علیہم السلام کہ یہ سب حضرات نبی تھے اور رسول نہ تھے۔ حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل علیہم السلام صادق الوعد اور جناب محمد مصطفیٰ ﷺ رسول بھی تھے اور نبی بھی۔ بعض معتزلہ نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول وہ ہے جو صاحب وحی ہو بواسطہ ملک کے اور نبی وہ ہے جو کسی کتاب سے یا الہام یا بینہ سے خبر دے۔ (شرح مقاصد ج۲ ص۱۷۳ مطبوعہ مصر)

اور جب یہ بات معلوم ہوگئی تو غور طلب امر یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے کلام میں جہاں کہیں فرمایا ہے وہ یہی ہے کہ: ''لا نبی بعدی''، ''انا خاتم الانبیاء''، ''لیس بعدی نبی'' وغیرہ جس میں بالتخصیص نبی کے آنے کی نفی ہے۔ لیکن یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد کوئی رسول نہ آئے گا۔

اس کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ نبی ہر وہ شخص ہے جو خدا کا پیغام پہنچائے خواہ وہ صاحب شریعت وکتاب ہو یا نہ ہو۔ پس جب نبی کی نفی ہو جائے گی تو رسول کی نفی بدرجہ اولیٰ ہو جائے گی۔ یعنی جب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی بھی نہ آسکے گا تو رسول جو صاحب شریعت ہوتا ہے کیوں کر آئے گا۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کی شریعت اکمل شرائع ہے جس کے بعد قیامت تک کسی دوسری شریعت کی ہرگز ضرورت نہیں۔ پس کسی قادیانی کا یہ کہنا کہ حضرت نے آئندہ کسی صاحب شریعت کے آنے کی نفی کی ہے نہ مطلق نبی کی کس قدر لغو بات ہے کیونکہ جب حضرت نے اپنے بعد نبی کے آنے کی نفی کی ہے تو صاحب شریعت ہو یا غیر صاحب شریعت دونوں کی نفی از خود ہوگئی۔

یہ بہت بڑا نکتہ ہے جس کو ملحوظ رکھ کر آنحضرت ﷺ نے ''لانبی بعدی'' فرمایا ہے۔ پس اب اچھی طرح واضح ہوگیا کہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد: ''لانبی بعدی'' جس طرح صاحب شریعت نبی کے آنے کو روک رہا ہے، اسی طرح غیر صاحب شریعت کو بھی روک رہا ہے۔ اگر کسی مرزائی کے پاس اس تقریر کا جواب ہو تو پیش کرے ہم سننے کو تیار ہیں۔

مسئلہ ختم نبوت کا اجماعی ہونا اور مرزائیوں کو تنبیہ

مرزائیوں نے جابجا اس بات کو مشہور کر رکھا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت اجماعی نہیں ہے جس کے خلاف رائے قائم کرنا جائز نہ ہو۔ مگر میں انہیں بتاتا ہوں کہ یقیناً یہ مسئلہ اجماعی ہے اور قطعاً اس کے خلاف رائے قائم کرنے والا دشمن اسلام ہے۔ (شرح مقاصد علامہ تفتازانی ج۲ ص۱۹۱)

''وانعقد الاجماع علی انہ مبعوث الی الناس کافۃ بل الی الثقلین لا الی العرب خاصۃ وانہ خاتم النّبیین لا نبی بعدہ'' یعنی اس بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ آنحضرت تمام انسانوں بلکہ تمام جن وانس کی طرف مبعوث تھے نہ خاص عرب کی طرف اور یہ کہ آپ خاتم النّبیین ہیں جن کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

علامہ تفتازانی کی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کا خاتم النّبیین ہونا اجماع امت محمد یہ ہے اور معلوم ہے کہ جو کوئی خرق اجماع کرے وہ جماعت اسلام سے خارج ہے۔ لیکن مرزا قادیانی اور ان کے مریدوں نے خرق اجماع کیا۔ پس اہل اسلام کی جماعت سے ان کا خارج ہونا لازم ہوگیا۔

خلاصہ مباحث

ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ بے شک آنحضرت ﷺ نے ایک مہدی اور ایک عیسیٰ مسیح کے آنے کی پیشین گوئی کی ہے۔ مگر وہ مہدی فاطمی ہوگا یعنی نسل جناب صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہرا بنت جناب محمد مصطفیٰ ﷺ سے اور وہ عیسیٰ، عیسیٰ ابن مریم ہوں گے جو سیدنا عمران اسرائیلی کے نواسے ہیں اور یہ کہ لفظ ہبوط حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حدیث صحیح مسلم میں وارد ہوا ہے جو ان کے آسمان سے آنے کو بتاتا ہے نہ سرزمین قادیان سے۔

نیز بیانات سابقہ سے معلوم ومتیقن ہوگیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ ہاں! یہ ضرور ہوگا کہ جھوٹے نبی بہت سے ہوں گے جن کی تعداد تقریباً تیس

ہوگی نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جناب عیسیٰ ابن مریم کے اس وقت تک زندہ رہنے یا مردہ ہونے سے کوئی فائدہ قادیانی کونہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ اگر وہ فوت بھی ہوگئے ہوں تو حدیث رسول بتاتی ہے کہ وہ ضرور آئیں گے اور دوبارہ زندہ ہوں گے۔ کیونکہ مرنے کے بعد انسان کا دوبارہ زندہ ہونا ہرگز اس دنیا میں عقل ونقل کے خلاف نہیں۔

بلکہ قرآن مجید ایسی کئی نظیریں پیش کرتا ہے کہ ہزاروں آدمی مرنے کے بعد اسی دنیا میں دوبارہ زندہ ہوچکے ہیں۔ پس اگر جناب عیسیٰ فوت بھی ہوچکے ہوں تو از بس کہ آنخضرت نے انہی کے آنے کی پیشین گوئی فرمائی ہے لہٰذا ان کا دوبارہ زندہ ہوکر آنا لازم ہے۔ نیز یہ بھی اچھی طرح واضح ہوگیا کہ مرزائے قادیان مسمی بہ غلام احمد چونکہ نہ وہ ذریت رسول سے تھے اور نہ مریم کے بیٹے۔ اس لئے وہ مہدی موعود وعیسیٰ موعود نہیں ہوسکتے۔ ہاں! اگر وہ اور ان کے مریدین قبول کریں تو مسیح موعود بمعنی مسیح دجال ضرور ہوسکتے ہیں اور اس لئے کہ آنخضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جو کوئی دعویٰ نبوت کرے گا وہ کاذب ہوگا۔

مرزا غلام احمد قادیانی بسبب اس دعویٰ نبوت کے مخبر صادق کی زبان سے کاذب ثابت ہوئے۔ وهو المطلوب!

والحمد لله رب العالمین والصلوٰة علی محمد وآله الطاهرین!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السیف الیمانی علی المسیح القادیانی

حصہ دوم

ولہ الحمد والصلوٰۃ علی محمد وآلہ

سبب تالیف

اس سے قبل کہ فقیر کا رسالہ ''الیسف الیمانی'' طبع ہو میرے محترم ومکرم فاضل مولوی سید محمد عسکری صاحب ابوالفاروق امروہی نے ''اور رسالے یعنی النبوۃ فی القرآن اورالنبوۃ فی خیر الامۃ' جو قادیانیوں کے جمع وتالیف کئے ہوئے ہیں۔ بھیج کر یہ خواہش کی کہ ان کے مضامین پر بھی نوٹس لیا جائے اور مؤلفین کی غلطیوں کو واضح کر دیا جائے تاکہ آئندہ کوئی اشتباہ نہ رہے اور مسئلہ ختم نبوت کے متعلق کسی قسم کی غلط فہمی یا مغالطہ کی گنجائش نہ رہے۔ اگرچہ خیال فقیر میں رسالہ ''السیف الیمانی'' تقریباً تمام ضروری مطالب پر حاوی ہے۔ مگر اپنے دوست کی خواہش کو نظر انداز نہ کر کے چند اور باتیں اضافہ کی جاتی ہیں اور مذکورہ بالا رسالوں پر دو مبحثوں میں علیحدہ علیحدہ ریویو کیا جاتا ہے۔

مبحث اوّل رسالہ ''النبوۃ فی القرآن'' پر ایک نظر

رسالہ ''النبوۃ فی القرآن'' کے مضامین

رسالہ ''النبوۃ فی القرآن'' دو باب پر منقسم ہے۔ پہلے باب میں نبوت کی تعریف اور مسئلہ کتاب وبعثت پر عامیانہ تقریر کی ہے جو اغلاط ومفاسد سے مملو ہے۔ مگر میں اسے بے انتہا غیر ضروری بحث سمجھ کر بالکل نظر انداز کرتا ہوں کیونکہ حرف بحرف رسالہ کا جواب لکھنا مقصود نہیں بلکہ صرف ضروری امور پر بحث کرنی مقصود ہے۔ رہا دوسرا باب اس میں مسئلہ ختم نبوت سے بحث کی گئی ہے۔ چونکہ یہ باب ہمارے اصل رسالہ کے بعض مقاصد سے متعلق ہے۔ لہٰذا اسی حصہ پر نوٹس بھی لیا جائے گا۔

رسالہ مذکور کی فصل اوّل (باب دوم) کا مضمون

اس باب میں آٹھ فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں غرض بعثت انبیاء بیان کی گئی ہے۔ یہ وہی غرض ہے جسے پروردگار عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے: ’’وما خلقت الجن والانس الّا لیعبدون ‘‘(ذاریات:۵۵) میں نے جن وانس کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں اور جیسا کہ فرمایا ہے: ’’ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولاً ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت ‘‘(نحل:۳۸) یعنی رسولوں کو بھیج کر ہم نے یہی بتایا ہے کہ تم لوگ خدا کی عبادت کرو اور طاغوت (شیطان) سے اجتناب کرو۔

فصل اوّل (باب دوم) کی تنقید

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت پر ایک استدلال

مطلب اس فصل کا یہ ہے کہ انبیاء کی بعثت صرف تعلیم عبادۃ اللہ اور تزکیہ نفوس کے لئے ہوتی ہے اور چونکہ یہ غرض ہر وقت موجود ہے۔ لہٰذا ہر وقت و ہر زبان میں ایک رسول یا نبی کا ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی لازم ہے کہ کوئی نبی مبعوث ہو اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی تھے............

شیعوں کے استدلال کو توڑ موڑ کر مرزا قادیانی پر چسپاں کیا جاتا ہے

یہ ہے سوق استدلال شیعوں کا جو وجود ہادی ہر زمان پر ان لوگوں نے پیش کیا ہے۔ آج جب کہ دنیا میں جہل کی تاریکی محیط ہو رہی ہے اور خود غرضیوں کا دامن بے انتہاء وسیع ہوگیا ہے۔ خوف خدا دل سے بالکل نکل گیا ہے۔ آخرت کا کھٹکا ذرا بھی دلوں میں نہیں۔ جلب دنیا کی ہوس کا بھوت پنجے جھاڑ کر سروں پر سوال ہوگیا ہے۔ خفق نعال، خلف تراش نے کانوں کو بہرا کر دیا ہے اور حب دنیا نے آنکھوں پر پردے ڈال دیئے ہیں۔ یہی استدلال ہم سے چھین کر مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی پر چسپاں کیا جا رہا ہے۔

یہ استدلال مرزا قادیانی کے لئے ہرگز مفید نہیں

خصوصاً جب کہ خود حضرت سرور کائنات اشرف موجودات جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ خدا نے ’’خاتم النّبیین‘‘ اور خود آنحضرت ﷺ نے ’’لا نبی

بعدی ‘‘ فرما کر اسے ختم کر فرمادیا۔جیسا کہ سابقاً میرے رسالہ ’’السیف الیمانی‘‘ میں بشرح تمام مذکور ہوا ہے۔لہٰذا مرزا قادیانی نبی نہیں ہو سکتے اور نہ خلیفہ یا امام بن سکتے ہیں۔

قادیانیوں سے دس مطالبے جن کے ثبوت کے بغیر مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت ایک قدم نہیں چل سکتا

اب اگر کوئی شخص اس دلیل سے مرزا قادیانی آنجہانی کی نبوت کو ثابت کرنا چاہے تو اس کا فرض ہونا چاہئے کہ:

اوّلاً: وہ ثابت کرے کہ خواہ مخواہ ہر زمانے میں کسی نبی ہی کی ضرورت ہے۔

ثانیاً: وہ ثابت کرے کہ مرزا قادیانی کے لئے کوئی خاص نص خدا یا نص رسول قرآن مجید یا حدیث صحیح میں موجود ہے جس کی رو سے وہ نبوت کا دعویٰ کرنے کے بعد سچے مانے جاسکتے ہیں۔

ثالثاً: وہ ثابت کرے کہ ان کے پاس کوئی ایسی برہان (آیت یا معجزہ جو چاہو کہو) موجود تھی جس کی رو سے وہ خواہ مخواہ نبی تھے۔

رابعاً: وہ ثابت کرے کہ ختم سلسلہ نبوت والا قول خدا کا (یعنی آیہ خاتم النّبیین) اور اسی طرح ’’لانبی بعدی ‘‘ والا جملہ رسول کا بالکل بے معنی اور غلط ہے۔بلکہ ’’یکون بعدی غلام احمد خلیفة‘‘ کسی نص میں موجود ہے۔

خامساً: وہ ثابت کرے کہ تیرہ سو برس تک کا زمانہ بعد آنحضرت ﷺ کے نبی یا انبیاء سے کیوں خالی رہا؟ جب کہ دلیل صاحب رسالہ ’’النبوت فی القرآن‘‘ کی اس بات کو ثابت کرتی ہے ہر زمانے میں ایک نبی کی ضرورت ہے جو فرض تعلیم وہدایت کو پورا کرتا رہے۔

سادساً: وہ ثابت کرے کہ زمانۂ فترت میں یعنی درمیان جناب عیسیٰ اور جناب سرور کائنات ﷺ کے ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی نبی ضرور موجود تھا اور جب موجود تھا تو ان کے اسمائے گرامی اسے بتانا پڑیں گے۔

سابعاً: وہ ثابت کرے کہ آنحضرت ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ: ’’بعد میرے تقریباً تیس (۳۰) عدد یعنی ڈھائی درجن جھوٹے مدعیان نبوت ہوں گے اور وہ دجال ہوں گے۔ غلط ہے بلکہ ضرور سچے نبی ہوں گے جو دعویٰ نبوت کریں گے۔

ثامناً: وہ ثابت کرے کہ مرزا قادیانی ان تیس جھوٹے مدعیان نبوت میں سے نہ تھے۔ بلکہ بالکل ٹھیٹھ سچے نبی تھے جس کی دلیلیں کذا وکذا ہیں۔

تاسعاً: وہ ثابت کرے کہ اس زمانہ میں جب کہ مرزا قادیانی کے انتقال کو کئی سال (ایک سو چودہ سال ۲۰۲۲ء میں) کا عرصہ ہوچکا۔ کون نبی ہے؟ اور اس کی نبوت کے دلائل کیا ہیں۔

عاشراً: وہ ثابت کرے کہ مرزا قادیانی کے بعد بھی قیامت تک نبی آتے رہیں گے یا نہیں؟ اگر آتے رہیں تو مرزا قادیانی کی نبوت پر ان کے آنے کا کیا اثر پڑے گا؟ اور اگر مرزا قادیانی کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا تو اس کی وجہ کیا ہے؟

مریدان مرزا قادیانی ان مطالبات میں سے کسی کو پورا نہیں کرسکتے

لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ ان دسوں باتوں میں سے مدعیان نبوت مرزا قادیانی آنجہانی ہرگز ایک کو بھی ثابت نہیں کرسکتے اور قیامت تک بھی ثابت نہ کرسکیں گے۔ ’’**قل هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين**‘‘ (بقرہ:۱۰۵) (اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو) ....

فصل دوم کی تنقید

فرائض انبیاء

دوسری فصل میں بھی ’’**كلمة حق اريد بها الباطل**‘‘ سے کام لیا گیا ہے۔ یعنی بات تو سچی ہے مگر جو مطلب اس سے مراد لیا گیا ہے وہ غلط ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں (۱) انبیاء اپنی امتوں کو صحیح علوم بتاتے ہیں۔ (۲) کتاب خدا کا سبق دیتے ہیں۔ (۳) تزکیۂ نفوس کرتے ہیں۔ (۴) راہ عمل نیک پر لگاتے ہیں اور (۵) جہالتوں کی گھنگھور گھٹا کو اپنی تندہائے تربیت وتعلیم سے ہٹادیتے ہیں۔ مگر یہ کہ مرزا قادیانی بھی نبی تھے اور انہی کاموں کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اوّل بحث ہے ’’**ثبت العرش ثم انقش**‘‘ پہلے چھت بنالو تب نقش ونگار کرنا۔ بعثت مرزا قادیانی سے اغراض مذکورہ کے پورے ہونے یا نہ ہونے پر تو اس وقت بحث ہوگی جب کہ اصل بعثت ممکن بھی ہو۔

دلائل ابطال نبوت مرزائے قادیانی

لیکن یہ بات بداہۃً معلوم ہے کہ مرزا قادیانی نبی ہو ہی نہیں سکتے تھے جس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

دلیل اوّل مرزا قادیانی کی بے علمی

اوّل یہ کہ وہ محض کم علم آدمی تھے عربی کے نحو وصرف سے بھی اچھی طرح واقف نہ تھے۔ عربی تحریرات میں بے شمار غلطیاں کیا کرتے تھے۔ ممتاز الافاضل کی کتاب ’’ریویو براعجاز المسیح[1] کو جو لاہور میں چھپ گئی ہے ملاحظہ کرو معلوم ہوجائے گا کہ مرزا قادیانی کس قدر غلط نویس تھے۔ ہمارے مدرسہ کے معمولی طلباء بھی ان سے بہتر نظم ونثر عربی لکھتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے دوسو(۲۰۰) صفحے کی کتاب میں ایک سوننانوے بھدّی غلطیاں اور سرقات کئے ہیں۔

بے علمی کے چند نمونے

دیکھئے میں چند نمونے سردست آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جن سے یہ مطلب بآسانی حل ہوجائے گا۔

پہلا نمونہ فعل متعدی کو لازم سمجھنا

(اعجاز المسیح ص اوّل، خزائن ج۱۸ص۳)’’ولویٰ الیهم کزافرة‘‘

اس عبارت میں آپ نے لویٰ کو لازم استعمال فرمایا ہے۔ بمعنی’’مـــالَ‘‘ حالانکہ یہ سخت غلطی ہے۔ یہ لفظ عربی لغتوں میں متعدی استعمال ہوا ہے۔ دیکھو صاحب مغرب لکھتا ہے: ’’لوی الحبل فتله لیّاً ‘‘یعنی لویٰ کے معنی ہیں رسی کو پھیرنا اور بٹنا اس طرح جو بٹنے کا حق ہے۔ پھر لکھتا ہے:’’لـویٰ عنقه ورأسه فتله وامالہ ‘‘فلاں شخص نے اپنا سر پھرالیا، گردن موڑلی۔ پس جب کہ بحسب لغت لویٰ بمعنی’’امالَ‘‘تو بمعنی مالَ استعمال کرنا کتنی بڑی غلطی ہوگی۔

دوسرا نمونہ لام اور فی کا فرق نہ سمجھنا

(ص۹سطر۱، خزائن ج۱۸ص۱۰،۱۱)’’حتی اتخذ الخفافیش وکراً لجنانهم ‘‘

یہ جملہ بالکل غلط ہے یا تو اسے یوں کہنا چاہئے کہ حتیٰ ’’اتخذ الخفافیش جنانهم وکراً‘‘یا اگر’جنانهم ‘‘کو زبردستی بعد لفظ وکر ہی کے لانا ضرور سمجھا گیا ہے تو یوں کہنا چاہئے۔ حتیٰ

[1] یہ کتاب خود حضرت مولانا سید محمد ہارون قبلہ زنگی پوری الملقب بہ’’ممتاز الافاضل‘‘ مدظلہ نے بہت عرصہ ہوا۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں چھپوا کر شائع کردی تھی۔ مگر آج تک اس لاجواب کتاب کا کوئی جواب نہیں ہوسکا اور نہ ہوسکتا ہے۔(ابوالفاروق امروہی)

’’اتخذ الخفافیش و کرافی جنانهم ‘‘لجنانهم کا لام بالکل بے معنی اور غلط ہے جو کوئی لام اور فی کا فرق نہ سمجھے وہ نبوت کا دعویٰ کرے۔ العجب ثم العجب!

تیسرا نمونہ صحیح اشتقاق سے بے خبری

(ص۹ سطر۸، خزائن ج۱۸ص۱۱)’’فسقوه واکفروه ‘‘تمام عربی داں حتیٰ کہ صرف میر تک کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ جب کسی کو کسی فعل کی نسبت دینی مقصود ہو تو اس فعل کو باب تفعیل میں لے جا کر نسبت دیتے ہیں۔ مثلاً ظلّمه فلاں شخص نے ظلم کی نسبت دی فسقّهٔ فلاں شخص کو فسق کی نسبت دی کفّره، فلاں شخص کو کفر کی نسبت دی۔ ایسے مواقع پر اکفر یعنی باب افعال کا فعل استعمال نہیں کیا جاتا۔ مگر مرزا قادیانی کی ناواقفیت صرف ونحو نے یہاں تک نوبت پہنچادی کہ بجائے کفّروه کے اکفروه استعمال کیا۔ ’’اے وائے بدبختی قومے کہ ہیچومرزا نبی ایشاں باشد۔‘‘

چوتھا نمونہ اعلام پر الف ولام کا استعمال

(ص۱۲سطر۱، خزائن ج۱۸ص۱۴)’’وترکوا الدین غریباً کشهداء الکربلاء ‘‘الکربلاء کا الف لام مرزا قادیانی کی روح پرفتوح کو ہزارہا اپنی مظلومیت پر کوستا رہے گا کہ کیسا بے موقع پھنسایا گیا ہے، کہاں کربلا معرفہ اور کہاں اس پر الف ولام۔ جسے اتنا نہ معلوم ہو کہ اعلام پر الف ولام نہیں آیا کرتا وہ دعویٰ نبوت کرے۔ قادیانی حضرات غور کریں اور جواب دیں۔

پانچواں نمونہ لفظ کا غلط استعمال اور ان ناصبہ کے عمل سے غفلت

(ص۱۳سطر۱۰، خزائن ج۱۸ص۱۵)’’بل یریدون ان یسفکوا قائله ویغتالون ‘‘لفظ سفک بغیر لفظ دم کے استعمال نہیں ہوتا۔ اس موقع پر ’’یسفکون دم قائله ‘‘کہنا صحیح ہے۔ نہ یسفکون قائله۔ یہ بھی مرزا قادیانی کی ناواقفیت اور جہالت کا پورا شاہد ہے۔ دوسری غلطی اسی جملہ میں یہ ہے کہ یغتالون کو عطف کیا ہے ان یسفکوا پر۔ لازم تھا کہ نون یغتالون کو اَن ناصبہ کی وجہ سے حذف کرتے اور یغتالوا کہتے۔ مگر انہیں کیا خبر کہ اَن ناصبہ کے ساتھ نون مضارع حذف ہوجاتا ہے۔

چھٹا نمونہ ضمیر اور مرجع میں مطابقت

(ص۱۵ سطر۱۱، خزائن ج۱۸ ص۱۷) ’’یعقون من الشح علیٰ کل غضارة ولو کان فیه لحم فارة‘‘ فیہ کا مرجع غضارة کو قرار دیا ہے۔ ضمیر مذکر مرجع مؤنث۔ عجب تماشا ہے۔

ساتواں نمونہ صلہ کے استعمال میں غلطی

(ص۲۱ سطر۶، خزائن ج۱۸ ص۲۳) ’’کنتم تنکرون باعجازی‘‘ ب لفظ باعجازی میں بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ انکار بنفسہ متعدی ہوتا ہے۔ اس کے لئے ب کے صلہ کی ضرورت نہیں۔

آٹھواں نمونہ اسمائے بلاد کو بجائے مؤنث کے مذکر استعمال کرنا

(ص۲۴ سطر۱۰، خزائن ج۱۸ ص۲۶) ’’الیٰ لاهور وان هو الّا‘‘ لاہور اسم بلد ہے۔ عربی زبان میں اسمائے بلاد عموماً مؤنث استعمال کئے جاتے ہیں نہ مذکر لہٰذا۔ ان هی کہنا چاہئے نہ ان هو کون بتائے مرزا قادیانی اور ان کے مریدین کو کہ ایسی موٹی موٹی غلطیاں کرنے والا نبی نہیں ہوسکتا۔

نواں نمونہ لفظ ظل اور فی کے معنی میں تمیز نہ ہونا

(ص۲۷، خزائن ج۱۸ ص۲۹) ’’وما انا الّا لربی کفی‘‘ آپ نے بجائے لفظ ظل کے فی استعمال کیا ہے۔ ظل وفی کا فرق بھی آپ کو معلوم نہیں۔ اس پر اعجاز نویسی کا دعویٰ۔ العجب ثم العجب!

دسواں نمونہ لازم اور متعدی کا فرق نہ سمجھنا

(ص۲۸ سطر۲، خزائن ج۱۸ ص۳۰) ’’وما اجیز حزناً من حولی ولا بطنا من جولی‘‘ اجیز کی جگہ اجوز صحیح ہے۔ لازم ومتعدی کا فرق جو ادنیٰ طلبہ بھی جانتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو معلوم نہ تھا۔

بالجملہ مرزا قادیانی کی کتاب (اعجاز المسیح بیک ٹائٹل، خزائن ج۱۸ ص الف) دنیا کے پیش نظر ہے جس میں ان کا دعویٰ ہے کہ: ’’یہ کتاب معجزہ ہے لیکن اس اعجاز کی یہ شان کہ تقریباً دوسو بھدّی غلطیوں اور سرقات کا مجموعہ ہے۔ سردست صرف دس غلطیاں میں نے ریویو

بر کتاب اعجاز المسیح سے نقل کر کے حاضر کی ہیں۔ اگر دیگر اغلاط پر اس کتاب کے مطلع ہونا مقصود ہو تو اصل ریویو کو ملاحظہ فرمایئے جو مطبع فیضی لاہور میں سید مہدی حسین صاحب ترمذی کے اہتمام سے چھپا ہے۔

دلیل دوم مرزا قادیانی کی ناکامیابی امتحان وکالت میں

دوم یہ کہ مرزا قادیانی نے اپنے زمانہ شباب میں انگریزی عدالت کی وکالت کا امتحان دینا چاہا۔ مگر فیل ہوگئے۔ پس جو شخص معمولی دنیاوی عدالت کی وکالت کے امتحان میں کامیاب نہ ہوا، وہ عدالت الٰہیہ کی وکالت اور نبوت کے امتحان میں کیا پاس ہوگا۔

دلیل سوم مرزا قادیانی کی بابت کسی پیشین گوئی کا نہ ہونا

سوم یہ کہ ہر نبی کے واسطے لازم ہے کہ اس سے ماقبل والا نبی اس کا نام ونسب بیان کر جائے۔ اس کی پیشین گوئی کر جائے۔ ماقبل والے نبی کے صحیفہ میں اس کا تذکرہ آچکا ہو تاکہ دنیا کو اس کے قبول کرنے میں کوئی عذر باقی نہ رہے۔ مگر مرزا قادیانی کے متعلق کوئی پیش گوئی صحف سابقہ میں نہیں اور نہ پیغمبر آخرالزمان جناب محمد مصطفیٰ ﷺ (روحی لہ الفدا الیٰ یوم الجزاء) کی احادیث مقدسہ میں کوئی تذکرہ ان کا آیا ہے۔ ہاں! اگر آیا ہے تو اس طرح کہ میرے بعد تیس جھوٹے مدعیان نبوت ہوں گے۔ پس اگر اتنا ہی تذکرہ کافی ہو تو شیطان کو بہت زیادہ نازونخر کا موقع ہے کہ اس کا ذکر قرآن مجید میں مختلف صورتوں سے آیا ہے اور اگر اتنی ہی پیش گوئی اس کی مفاخرت کے لئے کافی سمجھی جائے تو یقین کر لینے کی کافی وجہ موجود ہے کہ مرزا قادیانی انہی مدعیان نبوت میں سے تھے۔ انہی کا تذکرہ احادیث کذابون دجالون میں آیا ہے۔

دلیل چہارم مرزا قادیانی کا صاحب معجزہ نہ ہونا

چہارم یہ کہ ہر نبی کے واسطے کچھ آیات وآثار نبوت ہونے چاہئیں جو بوقت انکار امت ان کے منوانے کا ذریعہ بن سکیں۔ لیکن مرزا قادیانی کے پاس جو آیت آئی (یعنی کتاب اعجاز المسیح جو ان کا معجزہ ہے) وہ غلطیوں کا پشتارہ ہے۔ اگر ایسی ہی کتاب نبوت کے لئے کافی ہے تو میں بہ نسبت مرزا قادیانی کے بہت زیادہ حق دعویٰ نبوت رکھتا ہوں۔ اس لئے کہ میری

علمی قابلیت بفضلہٖ تعالیٰ مرزا قادیانی سے بدرجہا بہتر ہے۔ ان سے بہتر عربی عبارت لکھتا ہوں۔ علوم غربیہ ان سے بہتر جانتا ہوں اور علوم معارف پر ان سے بہت زیادہ مجھے واقفیت ہے۔ یہ بات ازراہ تکبر نہیں بلکہ بطور اظہار واقعہ عرض کرتا ہوں۔

اہل نظر میری تصانیف کا جو مختلف علوم وفنون میں ہیں۔ مرزا قادیانی آنجہانی کی تصنیف سے موازنہ کر سکتے ہیں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ کسی شخص کا معمولی پڑھا لکھا ہونا یا علوم میں کمال پیدا کر لینا اس کے نبی ہونے کے لئے کافی نہیں بلکہ لازم ہے کہ صاحب معجزہ قاہرہ وآیت باہرہ ہو۔

دلیل پنجم مرزا قادیانی کا اپنے ہمعصروں سے افضل نہ ہونا

پنجم نبی کے لئے لازم ہے کہ اپنے اہل زمانہ سے افضل ہو۔ چنانچہ انبیاء اللہ ماموراليہم سے ہمیشہ افضل اور اعلم ہوتے آئے ہیں۔ لیکن مرزا قادیانی سے بہتر صرف ہندوستان میں لاکھوں آدمی موجود تھے اور ہیں۔ پھر کیوں کر مرزا قادیانی ان کے ہوتے ہوئے نبی ہوسکتے ہیں؟ اس لئے کہ عقلاً تفضیل مفضول قبیح ہے۔ خداتعالیٰ کی شان اجل وارفع ہے۔ اس سے کہ اپنی نبوت کے عالموں کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو منتخب کرے۔ بافضل کے ہوتے ہوئے بے فضل کو ترجیح دے۔

جناب والا! یہ نبوت کا منصب ہے جو گھر میں بیٹھ کر گھڑا نہیں جاتا۔ یہ آسمان سے ڈھلا ڈھلایا آتا ہے۔ اس کے لئے انتخاب الٰہی کی ضرورت ہے۔ نہ خود تصنیف کی۔

علیٰ ہذا القیاس! اور بہت سے وجوہ ہیں جن کے لکھنے کے لئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ اس مختصر میں صرف اسی قدر کافی سمجھ کر گزارش کی جاتی ہے کہ اقلاً کسی نبی کے واسطے ان پانچوں باتوں کی ضرورت ہے جب یہ بھی کسی میں موجود نہ ہوں تو وہ کیونکر نبی ہوسکتا ہے؟

دین کے معاملہ میں احتیاط اور صراط مستقیم کی ضرورت

عزیزان من! یہ معاملہ دین ومذہب کا ہے جس کا تعلق براہ راست خدائے حیّ وقیوم وجبار وقہار سے ہے۔ اس میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے جلدی سے ہرناہق وناعق کے پیچھے نہ ہولینا چاہئے۔ بلکہ کمال حزم واحتیاط سے جانچنا لازم ہے کہ یہ مدعی آیا واقعی قابلیت بھی رکھتا ہے یا نہیں۔

میں آپ کو دوستانہ نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے خیال کی پھر دوبارہ تجدید اور اصلاح کیجئے۔ دھوکہ میں نہ پڑیئے۔ یہ دنیا دارالخدع والانخداع ہے۔ یہاں شب وروز یہی کھیل ہوا کرتے ہیں۔ عام فریبی دنیا واہل دنیا کا کام ہے۔ دیکھئے فریب نہ کھایئے اور از سرنو صراط مستقیم کی تلاش کیجئے۔

''قال اللّٰہ تعالٰی. وان ہٰذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرّق بکم عن سبیلہ'' (انعام:۱۵۴)

اور یہی میرا سیدھا راستہ اسی پر چلے جاؤ اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا وہ تم کو جدا جدا کر دیں گے۔

فصل سوم کی تنقید

مؤلف رسالہ ''النبوۃ فی القرآن'' کا استدلال قرآنی اور اس کی غلطی

رسالہ ''النبوۃ فی القرآن'' کی تیسری فصل (باب دوم) میں اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ بعثت انبیاء خدا تعالیٰ کا لاتبدیل قانون ہے اور غیر منقطع سنت جس پر مؤلف رسالہ نے بیس آیتیں بطور دلیل پیش کی ہیں۔ مگر میں ان شاء اللہ! المجید بہت بتاؤں گا کہ ان آیات کو مستدل کے دعویٰ سے بالکل سروکار نہیں۔ وہ محض علیحدہ اس مضمار سے ہیں اور کیونکر نہ ہو۔ دراں حالیکہ خدائے تعالیٰ خود ایک مقام پر قرآن مجید میں فرما چکا ہے:

''ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النّبیین'' (احزاب:۴۰)

آنحضرت اللہ کے رسول اور انبیاء کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں۔

اور یہ بھی فرما چکا کہ:''ولو کان من عند غیر اللّٰہ ولوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً'' (نساء:۸۴)

اگر قرآن مجید سوائے خدا کے کسی اور کے پاس سے آیا ہوتا تو اس میں کثیر اختلافات ہوتے۔

مگر چونکہ یہ الٰہی قانون ہے۔ لہٰذا اس میں وجود اختلاف محال ہے۔ پس کیونکر ممکن ہے کہ ایک مقام پر تو نبوت کے سلسلہ کو منقطع ہوتا ہوا بتاوے اور دوسرے مقام پر کہے کہ یہ سلسلۂ لامتناہی اور غیر منقطع ہے؟ یہ تو کلام ربانی کی شان نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا یہ امر تسلیم کرنا

پڑے گا اور قہراً تسلیم کرنا پڑے گا کہ مؤلف رسالہ ’’النبوۃ فی القرآن‘‘ نے جن آیات کو بقائے سلسلۂ نبوت کے ثبوت میں پیش کیا ہے ان کا مطلب ہی وہ نہیں سمجھے ہیں۔ فقط کھینچ تان کر اپنا مطلب حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

پہلی آیت سے مؤلف کا استدلال

’’اللّٰہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً ومن الناس ان اللّٰہ سمیع بصیر‘‘ (حج:۷۵)

یعنی خدا تعالیٰ فرشتوں میں سے اور آدمیوں میں سے پیغامبر منتخب فرماتا ہے بالضرور خدا سمیع وبصیر ہے۔

استدلال مذکور کا ابطال اور مؤلف کی جہالت فن معانی وبلاغت سے

استدلال یہ ہے کہ لفظ ’’یصطفی‘‘ مضارع ہے اور وہ استمرار فعل پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا لازم ہے کہ انتخاب پیغامبران خدا مستمر رہے۔

جواب: یہ بالکل نئی منطق ہے جس کی خبر آپ سے قبل کسی نہ تھی۔ اس لئے کہ آج سے پہلے دنیا کو صرف اس قدر معلوم تھا کہ جملہ اسمیہ دوام واستمرار پر دلالت کرتا ہے اور فعلیہ حدوث وانقطاع پر۔ لیکن آج آپ نے قضیہ منعکس کر کے جملۂ فعلیہ کو استمرار پر دلالت کرنے والا بتایا ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ خیال آپ کا بالکل غلط ہے۔ ملاحظہ ہو مختصر معانی بحث ’’کون المسند جملۃ‘‘ شارح ذیل شرح ’’اسمیّتھا وفعلیتھا وشرطیّتھا‘‘ میں لکھتے ہیں: ’’وکون تلک الجملۃ اسمیۃ للدوام والثبوت وکونھا فعلیۃ لتجدد والحدوث والدلالۃ علٰی احدالازمنۃ علٰی اخصروجہ‘‘ یعنی جملہ کا اسمیہ ہونا دوام وثبوت کو بتانے کے لئے ہوتا ہے اور اس کا فعلیہ ہونا تجدد اور حدوث کے لئے اور نیز اس لئے کہ ازمنہ ثلاثہ میں سے کسی ایک زمانے کو مختصر طور پر بتادے۔

جملہ فعلیہ حدوث پر اور جملہ اسمیہ استمرار پر دلالت کرتا ہے

اس عبارت نے آپ کو بتادیا ہوگا کہ ہمیشہ جملۂ فعلیہ اس لئے آتا کہ کسی ایک زمانہ کو ازمنہ ثلاثہ میں سے بتائے اور تجدد وحدوث کا پتہ دے نہ کہ استمرار وثبوت کا۔ البتہ یہ صفت جملہ اسمیہ کی ہے۔ پس اسی ایک تقریر سے آپ کا سارا استدلال ختم ہوگیا۔ کیونکہ جملہ

فعلیہ نہ تو استمرار پر دلالت کرتا ہے اور نہ اس سے ہر زمانہ میں بعثت انبیاء کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ نیز واضح رہے کہ ''یصطفی'' فعل مضارع ہے جو اس لئے بنایا گیا ہے کہ زمانۂ حال یا زمانۂ استقبال کو بتائے اور زمانۂ استقبال میں بھی استمرار مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف ایک مرتبہ فعل کا واقع ہو جانا صدق جملۂ فعلیہ کے لئے کافی ہے اور جب ایسا ہے تو اس سے دوام ہرگز پیدا نہیں ہوتا۔

تفسیر آیۂ مذکورہ بحوالہ تفسیر مدارک

علاوہ بریں علامہ نسفی (تفسیر مدارک ص۳۴ ج دوم میں) اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں: ''**وھذا ردٌّ لما انکروہ من ان یکون الرسول من البشر وبیان انّ رسل اللہ علی ضربین ملکٌ وبشرٌ**'' یعنی اس آیت میں ان لوگوں کا رد مقصود ہے جو کہتے ہیں کہ خدا کے رسول انسان نہیں ہو سکتے (صرف ملائکہ پیغامبر ہوا کرتے ہیں) اور اس امر کا بیان مقصود ہے کہ خدا کے پیغامبر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ملک بھی اور بشر بھی۔

مؤلف کے دعویٰ کو اس کی دلیل سے کوئی ربط نہیں

اس بناء پر حاصل آیت صرف اس قدر رہا کہ جو لوگ آنحضرت ﷺ کو صرف اس سبب سے رسول نہ مانتے تھے کہ وہ انسان کی نوع سے ہیں۔ انہیں بتا دیا جائے کہ انسان بھی رسول ہو سکتے ہیں جیسے موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام وغیرہ۔ نہ صرف ملائکہ اور جب ایسا ہے تو مستدل کا دعویٰ اپنی دلیل سے کہاں تک مرتبط رہا۔ اسے اہل فہم ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔

مؤلف کی ایک عام فریب غلطی فعل مضارع کے ترجمہ میں

مستدل کی ایک عام فریب غلطی یہ بھی ہے کہ وہ فعل مضارع کے معنی میں ''کرتا رہتا ہے'' کو ملحوظ رکھتا ہے۔ حالانکہ ہر صرف ونحو کا معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ اس فعل کے معنی ''کرتا ہے'' کے ہوتے ہیں نہ ''کرتا رہتا ہے'' کے۔ پس اس صورت میں ''یصطفٰی'' کے معنی ہوئے۔ ''خدا تعالیٰ منتخب کرتا ہے'' (زمانۂ حال میں) نہ کہ ''منتخب کرتا رہتا ہے'' (علی الاستمرار)

اور جب کبھی ایسے معنی کو بتانا مقصود ہوتا ہے تو متکلم کا فرض ہے کہ وہ فعل مضارع کے ساتھ کوئی ایسا لفظ جداگانہ استعمال کرے جو دوام واستمرار کو بتائے۔ مثلاً ''**لا یزال یضرب**'' (فلاں شخص برابر مارتا رہتا ہے) ''**زید لا ینفک یأکل**'' زید برابر کھاتا رہتا

ہے۔’’عمرو لا یبرح یمشی‘‘(عمرو برابر چلتا رہتا ہے) لیکن اگر صرف ’’یضرب، یأکل اور یمشی‘‘ بولا جائے تو ایک مرتبہ کے سوا دوسری مرتبہ حدوث فعل پر از خود کبھی دلالت نہ کرے گا۔ کیونکہ صدق وجود فعل کے لئے مرّۃ کافی ہے۔

جیسا کہ اہل اصول نے مانا ہے اور اگر فعل مضارع کے معنی استمرار کے ہوں تو دو باتیں اور لازم آئیں گی۔ ایک یہ کہ:’’زیدٌ یضرب عمرواً‘‘ یا’’زید یأکل طعاماً‘‘ کے معنی یہ ہوں گے کہ زید برابر مارا کرتا ہے عمر کو، یا برار کھانا کھاتا رہتا ہے۔ حالانکہ ہرگز دنیا کا کوئی عربی داں اس سے یہ معنی نہیں سمجھتا۔ دوسرے یہ کہ اگر’’یصطفی‘‘ کے معنی استمرار کے ہوں تو لازم ہے کہ ہر زمانہ میں بے شمار انبیاء مبعوث ہوتے رہیں جو بالکل خلاف اجماع اسلام ہے۔

بہرحال یہ استدلال بالکل بے معنی ہے۔ اس لئے کہ استدلال میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ:’’فعل مضارع استمرار پر دلالت کرتا ہے‘‘ حالانکہ یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ جیسا کہ گزارش کیا گیا۔

دوسری آیت سے استدلال

’’ینزل الملائکة بالروح من امرہ علٰی من یشآء‘‘ (نحل:۲)

خدا نازل کرتا ہے ملائکہ کو روح کے ساتھ اپنے حکم سے جس پر چاہتا ہے۔

استدلال: اس آیت میں’’ینزل‘‘ اور’’من یشاء‘‘ کے الفاظ وارد ہیں جو مضارع کے صیغے ہیں اور استمرار فعل پر دلالت کرتے ہیں۔

استدلال مذکور کا جواب

ہم نے اہل عربیت کا قول بتا دیا ہے کہ فعل مضارع خواہ اور کوئی فعل ہو تجدد وحدوث پر دلالت کرتا ہے نہ استمرار وثبوت پر۔ لہٰذا استدلال مذکور از خود ساقط ہے۔

تیسری آیت سے استدلال

’’اللہ اعلم حیث یجعل رسالته‘‘ (انعام:۱۲۴)

خدائے تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کہاں رسالت سپرد کی جائے۔

استدلال: اس آیت میں’’یجعل‘‘ کا لفظ موجود ہے اور بصیغۂ مضارع وارد ہے۔ پس’’حیث یجعل رسالته‘‘ کے واسطے کوئی انقطاع یا حد وانتہاء نہیں۔

ابطال استدلال مذکور

جواب: پہلے بیان کیا گیا ہے کہ مضارع استمرار پر دلالت نہیں کرتا۔ ورنہ ’’زید یضرب عمرواً‘‘ کے معنی یہ ہوں گے کہ زید عمر کو مارتا ہی چلا جاتا ہے یا ’’زید یاکل خبزاً‘‘ کے یہ معنی ہوں گے کہ زید برابر روٹی کھاتا ہی جاتا ہے۔ حالانکہ یہ معنی کبھی نہیں ہوسکتے۔ علاوہ بریں یہ آیت پوری اس طرح پر ہے: ’’واذا جآئتھم اٰیۃ قالوا لن نؤمن حتی نؤتی مثل ما اوتی رسول اللہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ‘‘ جس کے معنی یہ ہیں کہ جب ان لوگوں کے پاس کوئی معجزہ (بذریعہ کسی نبی کے) آتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسے ہی معجزات نہ دیئے جائیں جس طرح دیگر پیغامبران خدا کو دیئے گئے ہیں۔ (حالانکہ) خدا جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کس جگہ قرار دے۔

اس آیت کے بیان سے معلوم ہوا کہ یہاں ان کفار کا جواب دینا مقصود ہے جو کہتے تھے کہ جب تک ہم کو معجزات نہ دیئے جائیں گے اور ہمیں رسالت کا مرتبہ نہ عطاء کیا جائے گا تب تک ہم ایمان نہ لائیں گے۔

صورت جواب یہ ہے کہ رسالت کا منصب خدائے تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ اسی کو خبر ہے کہ کون رسالت کے قابل ہے اور کون ناقابل ہے۔ تم اس کے مصالح کو ہرگز نہیں سمجھ سکتے اور جب کہ مقصود یہ ہے جو مذکور ہوا تو ہرگز آیت مذکورہ کا مفاد یہ نہیں ہوسکتا کہ ہمیشہ پروردگار عالم نئے سے نئے رسول مقرر کیا کرے گا بلکہ صرف مقصود یہ ہے کہ منصب رسالت خداداد منصب ہے۔ نہ انسانی تصنیف بلکہ یہی آیت مرزاقادیانی کے دعویٰ نبوت کو باطل کرتی ہے۔ کیونکہ مرزاقادیانی خود تصنیف نبی تھے۔ حالانکہ آیت بتاتی ہے کہ نبی وہی ہوسکتا ہے جسے خدا نے مقرر کیا ہو اور جس پر کوئی برہان بھی عطاء کی ہو جو مرزاقادیانی کے پاس بالکل نہ تھی۔

چوتھی آیت سے استدلال

’’وربّک یخلق مایشآء ویختار ماکان لھم الخیرۃ‘‘ (قصص:۶۹)

تیرا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔ ان (معترض آدمیوں) کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

استدلال مذکور کا ابطال اور آیت کی صحیح تفسیر

اس آیت میں بھی ان لوگوں کا رد مقصود ہے جو کہتے تھے کہ محمد جو بالکل مفلس اور بے مال وزر آدمی ہیں کیوں نبی بنائے گئے اور ان پر قرآن کیوں نازل ہوا۔ کیوں نہ ولید بن مغیرہ اور ابو مسعود ثقفی پر نازل ہوا جو بڑے لوگ مال دار ہیں جس کی حکایت خداتعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمائی ہے: ’’لولا نزّل ھٰذا القرآن علیٰ رجل من القریتین عظیم‘‘ ملاحظہ ہو تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی (ج۶ص۶۲۴) ’’واعلم ان القوم کانوا یذکرون مشبھۃً اخریٰ ویقولون لولا نزل ھٰذالقرآن علی رجل من القرتین عظیم یعنون الولید بن المغیرۃ وابا مسعود الثقفی فاجاب اللہ تعالیٰ عنہ بقولہ وربک یخلق ما یشاء ویختار والمراد انہ المالک المطلق وھو منزہ عن النفع والضرر فلہ ان یخص من شاء بما شاء لا اعتراض علیہ البتۃ‘‘

جس کا حاصل یہ ہے کہ قوم عرب ایک اور شبہ کا یہی ذکر کرتی تھی اور کہتی تھی کہ یہ قرآن دونوں قریوں (بستیوں) کے کسی بڑے شخص پر کیوں نازل نہ کیا گیا۔ جس سے مقصود ان کے ولید بن مغیرہ اور ابو مسعود ثقفی تھے تو خداتعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ مالک مطلق ہے۔ نفع وضرر سے منزہ وپاک ہے۔ اسے ہی حق ہے کہ جسے چاہے جس بات کے لئے خاص کرے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

خلاصہ بیان ماسبق

بالجملہ اس آیت سے بھی ہرگز یہ ثابت نہیں ہوئی کہ مقصود باری تعالیٰ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ’’الیٰ یوم القیام‘‘ انبیاء کو منتخب کرتا رہے گا جس طرح آنحضرت ﷺ سے پہلے منتخب کرتا رہا ہے۔ اس لئے کہ لفظ ’’یخلق یختار‘‘ اور ’’یشاء‘‘ جو فعل مضارع کے صیغے ہیں۔ استمرار پر ہرگز دلالت نہیں کرتے جیسا کہ سابقاً گزارش کیا گیا۔ بلکہ خیالات قوم عرب کا رد مقصود ہے جو ان حضرت کے مبعوث ہونے کے سبب کو واضح کرتا ہے نہ کسی اور نبی آئندہ کے۔

پانچویں آیت سے استدلال

’’ما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امّھا رسول یتلوا علیھم اٰیٰتنا وما کنّا مھلکی القریٰ الّا واھلھا ظالمون‘‘ (قصص:۶۰)

استدلال قادیانی

شہروں کے باشندوں کا فرزندان ظلمت بن جانا ایک عام سنت اللہ ہے اوران کی نافرمانیوں پر گرفت بھی عام سنت اللہ ہے۔ مگراس گرفت سے قبل کسی رسول کا ان شہروں کی طرف مبعوث ہونا بھی لاتبدیل سنت ہے۔

اس استدلال کا جواب چار وجوہ سے

جواب: اوّلاً شہروں کے باشندوں کا فرزندان ظلمت بن جانا عجیب وغریب استعارہ ہے جواس سے قبل کسی منشی یا شاعر کے ذہن میں نہیں آیا۔ اسی سے آپ کے دیگر مضامین عالیہ کی داددی جاسکتی ہے۔

ثانیاً: ''فرزندان ظلمت بن جانا'' نہ معلوم کس جملہ آیت کا ترجمہ ہے۔ اگر''الا **واھلھا ظالمون**'' کا ترجمہ ہےاورظلمت کوظلم سے مشتق لیا ہے جس سے ظالمون بنا ہےتو اے چشم بدور کس قدر قابلیت مؤلف رسالہ کی برس رہی ہے اور اگرکسی اور لفظ کی برانگیختگی سے یہ ترجمہ پیدا ہوا ہےتو اسے بتانا چاہئے۔

ثالثاً: ''فرزندان ظلمت بن جانا ایک عام سنت اللہ ہے'' اس جملہ کا مقصود اگر یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے یہ سنت جاری فرمائی ہے کہ لوگ کافرومشرک وظالم ہوجایا کریں تو یقیناً یہ بات ایمان ودیانت کے مخالف ہے۔ ہرگز پروردگار عالم خود کسی کو ظالم وکافرنہیں بناتا۔ ورنہ مسئلہ عذاب وثواب وبعثت انبیاء وانزال کتب سب بیکاراورفعل لغو ہوجائیں گے۔ ہاں! اشاعرہ کے مذاق کے بموجب جواس امر کے قائل ہیں کہ خداتعالیٰ ظالم ہے۔ البتہ یہ کلام صحیح ہوسکتا ہےلیکن اس کےتسلیم کرنے کے لئے کوئی باہوش وحواس آدمی تیار نہیں اوراگر کچھ اور مقصود ہےتو اسے واضح کرنا چاہئے۔

رابعاً: یہ جملہ کہ: ''مگراس گرفت سے قبل کسی رسول کا ان شہروں میں مبعوث ہونا بھی لاتبدیل سنت ہے۔'' تسلیم نہیں اس لئے کہ آیت مذکورہ نے صرف اس قدر بتایا ہے کہ: ''تمہارا پروردگار قریے اور آبادیوں کو اسی وقت ہلاک کرتا ہے جب کہ وہ ظالم وسرکش ہوجاتے ہیں اور جب کہ ان میں کوئی رسول مبعوث ہوچکتا ہے۔''

آیت مذکور کا اصل مفہوم

اس مضمون سے ہرگز یہ امر ثابت نہیں ہوا کہ عموماً تمام قریے ظالم ہوجایا کرتے ہیں اور عموماً ہر ہر قریے میں رسول بھی بھیجا جاتا ہے اور عموماً ہر اہل قریہ ہلاک بھی کئے جاتے ہیں۔ بلکہ صرف اس قدر معلوم ہوا کہ سبب عذاب وہلاکت قریہ ان کا ظلم ہے اور ضرور ہے کہ قبل ان میں رسول آچکا ہوتا کہ حجۃ اللہ پوری ہوچکی ہو، اور اعذار قوم منقطع ہوچکے ہوں اور یہ بات اس زمانہ میں ہر وقت ممکن ہے۔ اس لئے کہ خاتم النّبیین علیہ السلام مبعوث ہوچکے۔ جو تمام خلق پر رسول بنا کر بھیجے گئے تھے اور جن کا دین قیامت تک رہے گا اور جن کے بعد کسی رسول کے آنے کی ضرورت نہیں۔ پس اس آیت سے ہر زمانے میں بعثت انبیاء کا ثابت کرنا بالکل بے ربط اور سراسر غلط ہے۔

چھٹی آیت سے استدلال

’’لم یکن ربک مهلک القریٰ بظلم واهلها غافلون‘‘(انعام:۱۳۲)

تیرا پروردگار قریوں کو تباہ وہلاک نہیں کرتا دراں حالے کہ ان کے اہل غافل ہوں۔ یعنی حالت غفلت میں خدائے تعالیٰ کسی اہل قریہ پر عذاب نازل نہیں فرماتا۔

استدلال: شہروں کا مبتلائے ظلمت ہونا قانون مستمرہ ہے اور ان کو ظلمت کے باعث سزایاب ہونا بھی قانون غیر متبدل ہے۔ الخ!

مستدل کی غلط فہمی اور آیت کا صحیح مفہوم

جواب: ظلم سے مراد ظلمت لینا یہ آپ ہی کی استعداد علمی کی بات ہے۔ ہرگز کسی دوسرے عربی داں کو نصیب نہیں۔ علاوہ بریں اس آیت سے یہ سمجھنا کہ ’’ہر اہل قریہ مبتلائے ظلم ہوکر ہلاک ہوتے ہیں اور یہ ان کا لاتبدیل قانون ہے۔‘‘ بالکل غلط ہے۔ ہرگز یہ ترجمہ آیت کا نہیں بلکہ صرف اس قدر مفہوم آیت ہے کہ جو قریہ بھی اپنے ظلم کی وجہ سے ہلاک ومعذب کیا جاتا ہے وہ بحالت غفلت معذب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے پہلے کوئی نہ کوئی رسول ان کے متنبہ کرنے کے لئے ضرور آچکتا ہے تاکہ حجت اللہ غالب رہے۔ پس جب تک کہ آنحضرت ﷺ کی رسالت اس زمانے میں منقطع نہ مانی جائے جس کی وجہ سے کسی دوسرے

نبی کے آنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔تب تک آپ کے بعد کسی نبی کا آنا مسلم نہیں ہوسکتا۔

لیکن یہ امر اہل اسلام کا اجماعی ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام جن وانس کے رسول قیامت تک کے واسطے بنا کر بھیجے گئے تھےاور اگرچہ بظاہر اس وقت زندہ نہیں مگر شریعت وقانون آپ کا ہی زندہ ہے جسے کوئی قوت مٹا نہیں سکتی۔کوئی طاقت باطل نہیں کرسکتی اور جب ایسا ہے تو آپ کے بعد کسی رسول کے آنے کی ہرگز ضرورت ثابت نہ ہوئی۔وھو المقصود!

ساتویں آیت سے استدلال

’’لکل امۃ رسول فاذا جاء رسولھم قضی بینھم بالقسط وھم لا یظلمون‘‘ (یونس:۴۷)

ہر امت کے لئے ایک رسول ہے۔پس جب ان کا رسول آلیتا ہے تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کیا جاتا ہےاوران پر ظلم نہیں کیا جاتا۔

یہ آیت بھی مستدل کے دعویٰ کو سراسر باطل کرتی ہے

جواب(۱) بیشک یہ آیت اپنے مفہوم کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے یعنی ہر امت کے لئے رسول ہوتا ہے۔چنانچہ اس زمانہ میں بھی ہر امت کے رسول جناب سرور کائنات ہیں۔ جوتمام اسود واحمراور کل جن وانس کی طرف الیٰ یوم القیامہ مبعوث فرمائے گئے تھے۔لہٰذا ان کے بعد کسی رسول کی ضرورت نہیں۔

۲...... اگر آیت کا مقصود یہ سمجھا جائے کہ ہر ہر امت کے لئے ہر ہر زمانہ میں ایک رسول مستقل ہونا لازم ہے تو چاہئے کہ آج بھی لاکھوں انبیاء ورسل موجود ہوں۔کیونکہ امتیں آج لاکھوں موجود ہیں۔جن میں بحسب ظاہر آیت ایک ایک رسول کا ہونا لازم ہے۔لیکن ہرگز ایسا نہیں ہے۔

۳...... علاوہ بریں اگر یہی آیت مرزاقادیانی آنجہانی کی نبوت کو ثابت کرتی ہو تو لازم ہے کہ ان کے بعد کے لئے بھی کوئی نبی صاحب وحی تسلیم کیا جائے۔ایک ہی نہیں بلکہ ہزاروں انبیاء لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ حضرات مرزائیین بھی اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔کیونکہ اگر اسے تسلیم کرلیں تو نفع مالی میں جو آج کل اپنے مریدوں سے حاصل کرتے ہیں بہت بڑا خلل پڑے گا جس کا کوئی انسداد نہیں ہوسکتا۔

آٹھویں آیت سے استدلال

’’ما اهلكنا من قرية الّا لها منذرون ذكرى وما كنا ظالمين‘‘ (شعراء:۲۰۹)

(ترجمہ) ہم نے کسی قریہ کو کبھی ہلاک نہیں کیا مگر ہلاکت سے قبل ان کو منذر یا رسول روانہ کیا ہے اور ہم ظالم نہیں ہیں۔

استدلال قادیانی

کیا شہروں کا ہلاک ہونا کسی خاص زمانہ پر رک گیا یا یہ سلسلہ جاری ہے اور لاتبدیل قانون ہے تو کیا شہروں کی ہلاکت سے قبل ان میں کسی مقتدا یا رسول کا آنا ضروری اور لازمی قانون ہے یا نہیں؟ الخ!

استدلال مذکور میں مؤلف کی غلطیاں

جواب: اس استدلال میں کئی غلطیاں ہیں (۱) یہ کہ: ’’ما اهلكنا من قرية‘‘ میں عموم نہیں۔ یعنی ہر قریہ پر عذاب نازل ہونا۔ اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ جو قریہ یا شہر بھی معذب ہوتا ہے خواہ وہ ایک ہو یا دو چار اس میں قبل عذاب رسول بھیجا جاتا ہے لیکن مؤلف رسالہ ’’النبوۃ فی القرآن‘‘ نے اس آیت کے معنی عام لئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قریہ پر ضرور عذاب نازل ہوتا ہے اور وہ ہلاک ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ مطلب آیت کے بالکل خلاف ہے۔

(۲) ہلاکت قریہ سے قبل رسول کا مبعوث ہونا تو مسلم ہے مگر وہ ہو چکا۔ یعنی آنحضرت ﷺ تمام جن وانس اور تمام بلاد وامصار اور تمام اسود واحمر کے لئے منذر ہو کر بھیجے جاچکے۔ جواب بھی رسول ان سب کے ہیں بایں معنی کہ ان کی شریعت زندہ موجود ہے۔ پس اگر بالفرض کسی قریہ کا ہلاک ہونا اس زمانہ میں تسلیم بھی کیا جائے تو اس سے قبل کسی تازہ نبی کے آنے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ رسول العالمین آچکا ہے۔

۳...... بعد آنحضرت ﷺ کے یہ تسلیم کرنا کہ کوئی قریہ ہلاک ومعذب ہوگا ذیل کی دو آیتوں کے بالکل مخالف ہے۔

۱...... ’’وما ارسلناك الّا رحمة للعالمين‘‘ (انبیاء:۱۰۷)

ہم نے تم کو تمام عوالم کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

۲...... ’’وما کان اللّٰہ لیعذبہم وانت فیہم‘‘ (انفال:۳۳)

یعنی جس امت میں اے رسول تم ہو اس پر خدائے تعالیٰ عذاب نازل نہ فرمائے گا۔

اس لئے کہ یہ دونوں آیتیں بتاتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد عذاب کا انزال روک دیا گیا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اور جب ایسا ہے تو آئندہ ہرگز عذاب نازل نہ ہوگا اور جب عذاب نازل نہ ہوگا تو اس سے قبل کسی دوسرے تازہ نبی کے آنے کی بھی ضرورت نہیں۔ ذرا غور سے پڑھو۔ اسی ایک بیان سے قادیانیوں کا دعویٰ نبوت مرزاقادیانی ازسر باطل ہو جاتا ہے۔

نویں آیت سے استدلال

’’اذا اردنآ ان نہلک قریۃً امرنا مترفیہا ففسقوا فیہا فحق علیہا القول فدمّرنٰہا تدمیراً‘‘ (بنی اسرائیل:۱۸)

(ترجمہ) جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی قریہ کو ہلاک کریں تو ہم وہاں نعمت پروردہ لوگوں کو (طاعت کا) حکم دیتے ہیں۔ پھر وہ (ہماری مخالفت کرکے) نافرمانی کرتے ہیں تو ہم ان کو اچھی طرح تباہ کر دیتے ہیں۔

اس آیت کو مستدل کے دعوے سے کوئی تعلق نہیں

جواب: مستدل قادیانی نے اس آیت کو بھی ختم نبوت کا مانع سمجھا ہے۔ حالانکہ ہر دو آنکھوں والا آدمی دیکھ رہا ہے کہ اس آیت کو مسئلہ نبوت یا ختم نبوت سے کچھ تعلق نہیں۔ صرف بیان حال اہل قریہ مقصود ہے اور یہ بتانا ہے کہ کس وقت کسی قریہ پر ہلاکت نازل ہوتی ہے۔ رہا یہ خیال کہ ہر ہلاکت سے قبل کوئی نہ کوئی رسول ہونا چاہئے مسلم ہے۔ لیکن اس امت میں بسبب وجود نبی مصطفیٰ، محمد مجتبیٰ ﷺ کے ہلاکت وعذاب نازل ہی نہ ہوگا اور نہ آیت اس وقت کا بیان ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ اہل اسلام نے بالاجماع تسلیم کرلیا ہے اور قرآن مجید حاکم ہے کہ آپ کا وجود رحمۃ اللعالمین ہے اور خدائے تعالیٰ نے فرمادیا ہے: ’’ماکان اللّٰہ لیعذبہم وانت فیہم‘‘ پھر جب کہ اس امت میں عذاب ہی نازل نہ ہوگا تو اس سے قبل کسی نبی کے مبعوث ہونے کا لزوم کب ہوگا؟ سمجھو اور انصاف کرو۔

اس آیت میں ہلاکت سے مرادعذاب ہے

رہی یہ بات کہ اس آیت میں ہلاکت سے مرادعذاب ہے۔ تفسیر ابوالسعود سے اچھی طرح واضح ہے جو لکھتے ہیں: ’’واذا اردنا ان نهلک قرية بيانٌ للكيفية العذاب بعد البعثة‘‘ یعنی اس آیت میں اس عذاب کی کیفیت کا بیان مقصود ہے جو بعد کسی نبی کی بعثت کے ہوتی ہے۔ (تفسیر ابوالسعود ص۵۶۱ حاشیہ تفسیر کبیر ج پنجم)

دسویں آیت سے استدلال

’’وان من قرية الّا نحن مهلكوها قبل يوم القيامة او معذبوها عذاباً شديداً كان ذالک فی الكتاب مسطوراً‘‘ (بنی اسرائیل:۶۱)

کوئی قریہ کافر نہیں مگر یہ کہ ہم اسے قبل روز قیامت کے ہلاک کریں گے یا اس پر سخت عذاب کریں گے اور یہ بات لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

اس آیت کو بھی مستدل کے دعوے سے کوئی ربط نہیں

جواب: مستدل قادیانی نے اس آیت کو بھی اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے لیکن اہل علم وعقل اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اسے کوئی تعلق بھی ان کے دعوے سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس آیت میں آنحضرتﷺ سے ماقبل کا ذکر ہے۔ اس لئے کہ نزول عذاب یا ہلاکت اس امت مرحومہ میں نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔ پس لامحالہ امم سابقہ کا حال اس میں بیان کیا گیا ہے اور جب امم سابقہ کا تذکرہ ہے تو اس امت میں نبی تازہ کے مبعوث ہونے کی ضرورت اس سے کیوں کر مستنبط ہوئی سمجھو اور اپنے دعویٰ کو واپس لو۔

گیارہویں آیت سے استدلال

’’انّا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون‘‘ (حجر:۹)

ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم اس کے حافظ ہیں۔

اس آیت سے بھی تازہ نبی کی ضرورت نہیں ثابت ہوتی

قادیانی صاحب نے اس آیت کو بھی تازہ نبی کے مبعوث ہونے کی ضرورت پر

پیش کیا ہے مگر اہل عقل ذرا انصاف کریں کہ اس کو تازہ نبی کی بعثت سے کیا تعلق ہے۔ ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ۔ توریت وانجیل کی حفاظت کے لئے ربانیون واحبار تھے تو قرآن کی حفاظت کے لئے علماء امت محمدیہ ہیں اور جب کہ خود پروردگار اس کی حفاظت کی ذمہ داری کرتا ہے تو کسی اور کے توسط کی ضرورت ہی کیا تھی۔ خواہ وہ خود حفاظت کرے یا کسی دوسرے سے حفاظت کرائے۔ رہی بالخصوص نبی کی احتیاج سو اس کے لئے دوسری دلیل کی ضروت ہے صرف اسی قدر کافی نہیں ہوسکتا۔

مرزا قادیانی نہ تو معصوم تھے اور نہ منصوص اور اسی لئے نبی نہ تھے

اسی جملہ سے جناب مرزا قادیانی آنجہانی کا دعویٰ نبوت بھی باطل ہوجاتا ہے۔ کیونکہ جب وہ مدعی نبوت تھے تو انہیں مثل دیگر انبیاء کے معصوم ہونے کی ضرورت تھی اور نیز منصوص من اللہ۔ لیکن معلوم ہے کہ مرزا قادیانی معصوم نہ تھے اور جب معصوم نہ تھے تو نبی نہیں ہوسکتے۔ نبی کے لئے عصمت لازم ہے۔ پھر معلوم ہے کہ ان کی نبوت کی کوئی تنصیص کتاب خدا یا حدیث مصطفیٰ میں نہیں۔ ان کے حالات سے ان کا معمولی دیندار ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ نبی ہونا تو بڑی بات ہے۔

مرزا قادیانی کی طرف لوگوں کے رجوع ہونے کی وجوہات

وکالت عدالت برطانیہ کا امتحان دیا تھا فیل ہوگئے۔ سوچے کہ اس سے بہتر دنیا پیدا کرنے کی صورت کوئی نہیں کہ تجدید مذہب کرو اور نبی بن جاؤ۔ لہٰذا پنجاب کی بھیڑ یا دھان خلقت میں دعویٰ نبوت کر بیٹھے اور سادہ لوحوں نے ان کی آواز پر لبیک بھی کہہ دی۔ کیونکہ ان بیچاروں کو بالکل علم نہ تھا کہ نبی کسے کہتے ہیں اور کیسا ہوا کرتا ہے۔

بارہویں آیت سے استدلال

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو کہتے ہیں: ’’یاقوم اذکروا نعمة اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکاً واٰتاکم ما لم یؤت احداً من العالمین‘‘ (المائدہ:۲۰)

(ترجمہ) اے قوم یاد کرو خدا کی نعمتوں کو جب کہ اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا اور تم کو وہ کچھ دیا جو کسی کو مخلوقات میں سے نہ دیا تھا۔

مستدل قادیانی نے اس آیت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ امت موسویہ میں مملکت اور نبوت دونوں عطاء کی گئی تھیں، لہٰذا امت محمدیہ میں بھی نبوت ومملکت دونوں ملنی چاہئیں۔ پس اگراور کوئی نہ ہوتو اقلاً مرزا قادیانی آنجہانی کو ہی نبی ہونا چاہئے۔

وعدۂ ہائے مندرجہ آیہ مذکورہ کی حقیقت اور ردّ استدلال قادیانی

جواب صحیح اس کا یہ ہے کہ جس قدر وعدہ ہائے الٰہیہ ہیں وہ بالضرور پورے ہوئے اور ہوں گے بشرطیکہ کوئی دوسرا وعدہ اس کا معارض نہ ہو۔ امت محمدیہ سے وعدۂ سلطنت کیا گیا جو پورا ہوا اور ابھی آیہ: ''ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا [۱]'' کے بموجب پورا ہونے والا ہے۔ لیکن وعدۂ نبوت امت مرحومہ کے لئے نہیں کیا گیا بلکہ اس کے برخلاف آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''لانبی بعدی'' اور اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی ''ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین [۲]'' پس اس راہ سے امت محمدیہ میں نبوت موعود نہیں بلکہ منفی ہے۔ ہاں! قائم مقام نبوت کا وعدہ خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں ضرور فرمایا ہے اور ارشاد کیا: ''اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم [۳]'' بعد آنحضرت ﷺ کے اولوالامر مقرر ہوئے جن کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ ''انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون [۴]'' اللہ ورسول کی ولایت کے ساتھ ان لوگوں کو ولایت دینے کا وعدہ کیا گیا جو نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے اور حالت رکوع میں بذل وعطاء کرتے ہیں۔

۱؎ پوری آیت یہ ہے: ''ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین'' یعنی ہمارا ارادہ ہے کہ جو لوگ زمین میں کمزور کردئے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ان کو امام بنائیں اور ان کو (زمین کا) وارث بنائیں۔ (قصص:۴)

۲؎ لیکن (آنحضرت) اللہ تعالیٰ کے رسول ورسب سے آخری نبی ہیں۔ (احزاب:۴۰)

۳؎ اللہ کی اطاعت کر اور رسول کی اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے صاحبان امر ہیں۔ (نساء:۶۲)

۴؎ تمہارا ولی تو اللہ ہی ہے اور اس کا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لائے جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ کو ادا کرتے ہیں درانحالیکہ وہ حالت رکوع میں ہیں۔ (مائدہ:۶۰)

’’انما انت منذر ولکل قوم ھاد ‘‘(اے پیغمبر تم صرف عذاب الٰہی سے ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ایک ایک ہادی ہوتا ہے) (رعد:۸)

خلفائے نبی آخرالزمان بھی۔ رہی نبوت تو نہ اس کا وعدہ تھا اور نہ اس کی ضرورت لٰہذا وہ منفی ہوگئی۔ اب ہرگز کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا۔

تیرہویں آیت سے استدلال

’’اھدناالصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم‘‘

(ترجمہ) اے خدا ہم کو صراط مستقیم کی ہدایت کر صراط ان لوگوں کی جن پر تو نے نعمت نازل کی ہے۔

استدلال قادیانی یہ ہے کہ جن پر نعمت نازل کی گئی ہے وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔ پس یہ دعا کرنے والا اپنے لئے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا درجہ طلب کرتا ہے اور چونکہ یہ طلب بحکم خدائے تعالیٰ ہے۔ لٰہذا ضروری ہوا کہ حصول ان درجات کا ممکن ہو۔ پس نبوت کے درجہ کا حصول بھی امت محمدیہ کے لئے ممکن ہوا۔

استدلال مذکور کی صریح غلطی اور مغالطہ

جواب: یہ استدلال بھی بالکل فریب پر مبنی ہے اور صریح غلطی اس میں موجود ہے۔ اس لئے کہ روزانہ ہر نماز میں امت مرحومہ محمدیہ جو کچھ طلب کر رہی ہے وہ صرف یہ ہے: ’’اھدنا الصراط المستقیم ‘‘اے پروردگار عالم تو ہمیں راہ راست کی ہدایت کر جو ایسے لوگوں کی راہ ہے جن پر تو نے نعمت نازل کی ہے۔ جس کا مطلب صاف صاف یہ ہے کہ ہر شخص اس مذہب اس دین اور اس طریقے کی ہدایت پانے کی دعا کرتا ہے جس پر خدائے تعالیٰ کے منعم علیہم انبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین قائم ہیں۔ یعنی’’ان الدین عنداللہ الاسلام‘‘ (آل عمران:۱۷)

دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ پس اس دعا کا مقصود دین اسلام پر قائم رہنا اور اس کی صحیح منزل تک پہنچنا ہے نہ کہ مرتبہ نبوت، شہادت، صدیقیت اور صلاح کا حاصل کرنا۔ حالانکہ مستدل نے دھوکا دینے کے لئے مرتبہ نبوت کے حاصل ہونے کی دعا اس کلام سے مراد لی ہے جو بالکل غلط ہے۔ صراط انبیاء وصدیقین اور ہے اور خود صدیقیت

ونبوت اور شے ہے۔ ایک کو دوسرے سے بالکل فرق بین ہے۔ صرف وہی شخص اس مقام پر دھوکا کھا سکتا ہے جو نفس پرست، خودغرض ہو یا محض جاہل ہو۔ عبارت عربی کو بالکل نہ سمجھ سکتا ہو۔ ورنہ ذی علم اچھی جانتا ہے کہ اس آیت میں راہ انبیاء وصدیقین کی ہدایت طلب کی گئی ہے۔ نہ مرتبۂ نبوت کا صدیقیت کی۔

چودھویں آیت سے استدلال

’’فلا یظهر علیٰ غیبه احداًالا من ارتضی من رسول‘‘(جن:۲۷،۲۸)

خدائے تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا لیکن اپنے پسندیدہ رسول کو۔

استدلال قادیانی صرف پیشین گوئیوں اور اخبار غیب سے خدائے تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت ہوتا ہے۔ اب اگر اظہار غیب اور پیشین گوئیوں سے کسی کو غلبہ نہ دیا جاوے تو خدا کی ہستی کا مسلمانوں کے پاس کون سا بڑا ثبوت ہے؟ لہٰذا ہر زمانہ میں ایک پیشین گو ہونا چاہئے جو صرف وہی شخص ہوسکتا ہے جو نبی ہو(محصل استدلال)

مستدل کا قصور فہم

جواب: خدائے تعالیٰ کے وجود اور ہستی کے دلائل اس قدر کثیر ہیں جن کا شمار واحصا احاطہ تصرف انسانی سے باہر ہے۔ دلائل انّیہ (یعنی معلول سے علت کا پتہ چلانا) تو کروڑ در کروڑ اطراف عالم میں محسوس ومشاہد ہیں جن سے کوئی عاقل غافل نہیں ہوسکتا۔

ہر ورقے دفتر یست معرفت کردگار

’’سنریهم اٰیٰتنا فی الاٰفاق وفی انفسهم‘‘ (شوریٰ:۵۳)

عنقریب ہم ان لوگوں کو اپنی نشانیاں اطراف عالم میں اور خود ان کے نفسوں میں دکھائیں گے۔

خدائے تعالیٰ کے وجود وہستی کی نشانیاں خود وجود انسانی میں اور نیز اطراف میں بے شمار وبے انتہاء موجود ہیں۔ محض پیش گوئی اور اخبار غیب پر اس کی ہستی کا ثبوت موقوف نہیں۔ جیسا کہ مؤلف رسالہ ’’النبوۃ فی القرآن‘‘ سمجھا ہے۔ یہ تو انتہاء درجہ کی کوتاہی فہم اور نارسائی ادراک ہے۔

پندرہویں آیت سے استدلال

’’ماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشآء‘‘ (آل عمران:۱۷۸)

خدائے تعالیٰ غیب پر تم کو مطلع نہیں کرے گا۔ لیکن اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔

استدلال قادیانی

غیب پر اطلاع کا ہونا ضروری امر ہے کوئی زمانہ اس کی ضرورت سے مستغنی نہیں۔ پس رسول کا آنا بھی دائمی طور پر ضرور ہے۔

استدلال مذکور کا جواب تین وجوہ سے

جواب: اوّلاً: اس آیت سے یا کسی اور ایسی ہی آیت سے اطلاع غیب کو ہر زمانہ میں ضروری سمجھنا اور اس پر استدلال سخت بے عقلی ہے۔ اس لئے کہ کسی آیت قرآنیہ میں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ غیب پر اطلاع ہر وقت میں ضروری ہے بلکہ صرف اس قدر بتایا گیا ہے کہ غیب پر سوائے انبیائے مصطفین کے کسی کو اطلاع نہیں ہوسکتی اور یہ بات ضرورت اطلاع غیب کو ہر زمانہ میں نہیں ثابت کرتی اور جب کہ ہر زمانہ میں اطلاع غیب کی ضرورت نہ ثابت ہوئی تو ہر زمانہ میں کسی نبی کی بعثت کی ضرورت بھی ثابت نہیں ہوسکتی۔

ثانیاً: رسول آخرالزمان تو آچکا اور اس کا دین اب تک موجود ہے جو کبھی منسوخ نہ ہوگا۔ پھر کسی دوسرے نبی کی کیا ضرورت ہے؟

سولہویں آیت سے استدلال

’’یابنی آدم امّا یأتینّکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیتی فمن اتقیٰ واصلح فلا خوف علیھم ولاھم یحزنون‘‘ (اعراف:۳۵)

اے فرزندان آدم جب کبھی تمہارے پاس تمہارے درمیان میں سے رسول آویں ہماری آیت تم کو پڑھ کر سناویں تو پھر جو لوگ تقویٰ اور صلاح سے کام لیں گے ان پر کوئی خوف اور حزن نہ ہوگا۔

استدلال قادیانی

’’امّا یأتینکم‘‘ کا وعدہ قانون مستمر پر دلالت کرتا ہے اور اسی طرح زور وشور سے ایفاء عہد چاہتا ہے جیسا کہ امّا یأتینکم منی ھدیً کا وعدہ حضرت آدم کے بعد اس کی اولاد سے پورا ہوا۔ پس رسولوں کی آمد تا قیامت غیر منقطع ہے۔

اس استدلال کا جواب پہلی آیت کے ضمن میں دیا جا چکا ہے

جواب اس کا بھی وہی ہے جو اس سے پہلے گزرا کہ فعل مضارع کی دلالت استمرار ودوام پر غلط فہمی ہے۔ فعل خود انقطاع زماں پر دلالت کرتا ہے۔ پس جو چیز کہ طبعاً انقطاع پر دلالت کرے اس سے استمرار سمجھنا اگر سخت دھوکا دینا یا غلط فہمی نہیں تو کیا ہے۔

دوسرا جواب اس آیت میں انبیاء کی پیروی کا حکم قیامت تک سلسلۂ نبوت کے جاری رہنے کا ذکر نہیں

دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں خطاب ہے تمام فرزندان آدم سے جو آدم کے بعد سے قیامت تک کی اولاد آدم کو شامل ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ ان میں ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کچھ کم وبیش انبیاء مبعوث ہوئے۔ کوئی صاحب شریعت ہوکر آیا اور کوئی تابع صاحب شریعت مگر امتوں کا یہ حال رہا کہ ہمیشہ ان کی مخالفتیں کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ اکثروں کو مار بھی ڈالا۔ حالانکہ ان کا فرض یہ تھا کہ ان کے معاملہ میں خدا سے تقویٰ کرتے۔ ان کا اتباع کرتے اور ان کی پیروی میں سرگرم رہتے۔ اسی مطلب کو تمام بنی آدم کے تئیں مخاطب کر کے پروردگار عالم فرماتا ہے کہ اے بنی آدم تمہارا فرض یہ تھا کہ اگر تمہارے پاس کوئی رسول خدا کا آتا یا اب آوے جیسے ہمارے حبیب محمد مصطفیٰ (ﷺ) ہے تو اس کی پیروی کرتے۔ اس کے معاملہ میں خدا سے ڈرتے۔ نہ یہ کہ اس کی تکذیب کے لئے کھڑے ہوگئے اور مجنون وساحر کہنے لگے۔

پس چونکہ اس آیت میں تمام بنی نوع انسان (اولاد آدم) کا فرض بتایا ہے۔ لہٰذا لفظ ’’رسل‘‘ بصیغۂ جمع استعمال کیا ہے تا کہ معلوم ہو کہ رسل اللہ کے معاملہ میں خدا سے ڈرنے والے اور اپنی اصلاح کرنے والے ہی (خواہ وہ گزشتہ امتوں والے ہوں یا موجودہ امت

کے لوگ) خوف قیامت سے نجات پانے اور عذاب الٰہی سے نہ مخزون ہونے والے ہیں نہ وہ لوگ جنہوں نے انبیاء اللہ کی مخالفت کی اور ان کو ایذائیں پہنچائیں۔ یہ ہے مطلب اس آیت کا جس میں اس بات کا اشارہ تک نہیں ہے کہ قیامت تک رسول آتے رہیں گے۔

ختم نبوت کے متعلق قرآن وحدیث سے نص صریح

ہاں! اگر مخاطب صرف اس امت مرحومہ محمدیہ کے لوگ ہوتے تو شاید احتمال ہوسکتا تھا کہ ابھی اس آیت کی رو سے انبیاء مبعوث ہوسکتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ کل بنی آدم مخالب ہیں۔

علاوہ بریں جب نصوص صریحہ ''خاتم النّبیین'' اور ''لانبی بعدی'' وغیرہ وغیرہ (جو سابقاً مذکور ہوئے اور آئندہ بھی ان پر بحث ہوگی) موجود ہیں تو ان کے ہوتے ہوئے محض وہم کی بنیاد پر تاویل کسی آیت کی نہیں ہوسکتی اور نہ نص صریح کو چھوڑ کر عقلاً غیرنص پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ ہاں! اگر تیس جھوٹے مدعیان نبوت والی حدیثیں موجود نہ ہوتیں اور یہ تصریح نہ ہوتی کہ: ''لانبی بعدی'' اور یہ کہ آنحضرت ﷺ خاتم النّبیین ہیں تو ممکن تھا کہ کسی نبی کی تجویز کی جاتی۔ پھر بھی جب تک کسی میں پورا معیار نبوت نہ ہوتا وہ ہرگز نبی نہ ہوسکتا۔ اب کہ مرزاقادیانی آنجہانی میں کوئی بھی معیار نبوت نہ تھا۔ اس لئے وہ ہرگز نبی نہیں ہوسکتے۔ جو لوگ ان کو نبی ثابت کرنا چاہتے ہیں ان میں معیارات نبوت کا ہونا ثابت کریں۔

سترہویں آیت سے استدلال

''یلقی الروح من امرہ علٰی من یشآء من عبادہ لینذر یوم التلاق'' (مومن:۱۵)

خداتعالیٰ اپنے حکم سے وحی کو جس بندہ پر اپنے چاہتا ہے نازل کرتا ہے تاکہ وہ قیامت کے دن سے ڈراوے۔

آیہ مذکورہ کا مفہوم

قادیانی نے اس آیت کو بھی اثبات عموم عہدۂ نبوت کے لئے پیش کیا ہے۔ حالانکہ کوئی بھی ربط اس مطلب سے نہیں۔ فقط گنتی پوری کی جارہی ہے تاکہ عوام الناس کالانعام

سمجھیں کہ اس قدر آیات اجماع امت محمدیہ کے برخلاف فلاں شخص نے پیش کی ہیں۔ ورنہ اہل علم وفہم جانتے ہیں کہ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ منصب نبوت وعہدہ رسالت وتفویض وحی کوئی ایسا امر نہیں جس کا مستحق ہر کس وناکس ہر ناہق وناعق ہر شہری وبدوی اور ہر عالم وجاہل ہوسکے۔ بلکہ جب تک پروردگار عالم پسند نہیں فرماتا۔ اس وقت تک کوئی شخص اس قابل نہیں ہوتا کہ اس پر وحی نازل ہو یا یہ کہ وہ رسول بن سکے۔ پس دراصل یہ آیت مرزا قادیانی آنجہانی کے دعویٰ نبوت کو باطل کرتی ہے۔ کیونکہ وہ بلا مشیت ایزدی مدعی نبوت ہوئے تھے۔ دراں حالیکہ ان کے پاس کوئی دلیل اپنی نبوت کے متعلق مختصر نمونہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی بیان کیا گیا ہے۔

شان نزول آیۂ مذکورہ

نیز اس آیت میں ان لوگوں کے اقوال وہفوات کا رد کرنا مقصود ہے جو ولید بن مغیرہ وغیرہ کی نبوت کے خواہشمند تھے تو ان کو بتادیا گیا ہے کہ نبوت کا ملنا انسانی خواہشوں پر مبنی نہیں بلکہ مشیت ربّانی پر اس کی بنا ہے۔ تم لوگ ہزار کسی کی نبوت کے خواہشمند رہو لیکن نبی وہی شخص ہوگا جس کے متعلق مشیت ایزدی نے فیصلہ کرلیا ہو۔ پس اس صورت میں منشاء آیت مؤلف ''النبوۃ فی القرآن'' کے بالکل بے مخالف ہے۔ فافہم!

اٹھارہویں آیت سے استدلال

''ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الّا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون'' (سجدہ:۳۰)

جولوگ اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارا پروردگار خدا ہے پھر وہ اس قول پر مستقیم ومستقل ہیں تو ان پر فرشتے یہ بشات لے کر نازل ہوتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ محزون ہو اور اس جنت کی بشارت لو جس کا وعدہ تم سے کیا گیا تھا۔

استدلال مذکور کا پہلا جواب محض نزول ملائکہ کسی پر اس کی نبوت کی دلیل نہیں

قادیانی مستدل کا خیال ہے کہ فرشتہ کا نزول کسی پر اس کی نبوت کی دلیل ہے۔ لیکن اسے معلوم نہیں کہ خدا کے فرشتے رحمت یا عذاب لے کر برابر نازل ہوتے ہی رہتے ہیں۔ مثلاً

کوئی فرشتہ باران کا ہے جو قطرات باران کے ساتھ ساتھ آیا کرتا ہے۔ کوئی فرشتہ غلّات پر معیّن ہے جوان کی نگرانی کے لئے آتا ہے، کچھ فرشتے کراماً کاتبین ہیں جو عام بندگان خدا کے اعمال نیک وبد کو لکھتے رہتے اور آسمان سے آتے اور وہاں جاتے رہتے ہیں۔ کچھ ایسے فرشتے ہیں جو حفاظت عباد خدا پر مقرر ہیں جن میں بعض دن کے فرشتے ہیں اور بعض رات کے جوان عباد خدا پر نازل ہوتے رہتے ہیں۔ پس محض نزول فرشتہ کسی پر اس کی نبوت کی دلیل نہیں ہوسکتا۔

استدلال مذکور کا دوسرا جواب اور آیت کا مفہوم

علاوہ بریں اس آیت کا مطلب ہرگز وہ نہیں ہے جو آپ سمجھے ہیں بلکہ اہل ایمان کا حال بوقت موت ووقت دخول قبر ووقت حشر ونشر بیان کرنا مقصود ہے اور یہ بتانا ہے کہ جولوگ زبانی توحید خدا کے قائل ہیں اور دل سے بھی اس پر قائم ہیں۔ ان کی موت کے وقت خدا کے فرشتے آکر ان سے کہتے ہیں کہ اے ایمان والو تم کچھ خوف نہ کرو اور دنیا کے چھوٹنے پر محزون نہ ہو بلکہ جنت کی بشارت لو کہ اس ایمان کی بدولت تم کو باغ رضوان ملتا ہے۔ اگرچہ دنیا چھوٹتی ہے جس کا بالکل غم نہ ہونا چاہئے۔

حوالہ تفسیر مدارک التنزیل

ملاحظہ ہو تفسیر مدارک التنزیل نسفی ''تتنزل علیهم الملائکة عندالموت'' یعنی نزول ملائکہ سے مراد یہاں نزول عندالموت ہے۔ جو مؤمنین کے پاس آتے ہیں۔ پھر آگے چل کر لکھتے ہیں: ''وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون فی الدنیا وقال محمد بن علی الترمذی تتنزل علیهم ملائکة الرحمان عند مفارقة الارواح عن الابدان ان لا تخافوا سلب الایمان والا تحزنوا علیٰ ما کان من العصیان وابشروا بدخول الجنان التی کنتم توعدون فی سالف الازمان'' (ج دوم ص۱۸۶ تفسیر مدارک)

بعض وہ فرشتے جو مومنین کی موت کے وقت ان پر نازل ہوتے ہیں۔ ان سے کہتے ہیں کہ اس جنت کے ملنے پر خوش ہو جس کا وعدہ دنیا میں تم سے کیا گیا تھا۔ محمد بن علی ترمذی نے کہا ہے (مطلب اس کا یہ ہے) کہ ایمان والوں پر خدا تعالیٰ کے فرشتگان رحمت نازل ہوتے ہیں۔ اس وقت جب کہ روحیں ان کی بدنوں سے مفارقت کرنے لگتی ہیں اور کہتے

ہیں کہ ایمان کے مسلوب ہونے پر نہ ڈر اور نہ اپنی گزشتہ معصیتوں پر محزون ہو اور جنت کی خوشخبری سنو جس کا وعدہ تم سے گزشتہ زمانوں میں کیا گیا تھا۔

حوالہ تفسیر کبیر

اسی کے قریب قریب تفسیر ابوالسعود اور تفسیر کبیر فخر الدین رازی میں بھی ہے۔ صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں: ''**ثم قال تتنزل علیهم الملائکة قیل عندالموت وقیل فی مواقف ثلاثة عندالموت وفی القبر وعند البعث الی القیامة**'' یعنی بعض مفسرین کی رائے ہے کہ نزول ملائکہ سے مراد صرف نزول عندالموت ہے اور دیگر مفسرین کی تفسیر کے بموجب یہ ہے کہ وہ فرشتے تین موقعوں پر اہل ایمان کے پاس نازل ہوتے ہیں۔ ایک موت کے وقت۔ دوسرے قبر میں۔ تیسرے میدان قیامت کی طرف مبعوث ہونے کے وقت۔ (تفسیر کبیر ج ہفتم ص۳۷۰)

خلاصہ بیانات سابق

بہرحال ان تمام بیانات سے یہی معلوم ہوا کہ اس آیۂ شریفہ میں خدائے تعالیٰ کو صرف اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ اہل ایمان کا مرتبہ ہمارے نزدیک اتنا ہے کہ ان کے مرتے وقت یا موت وقبر وقیامت کے ہرسہ مواقع پر ہم اپنے فرشتوں کو بھیج کر انہیں تشفی وتسکین دیتے ہیں کہ ترک دنیا پر محزون نہ ہو یا یہ کہ اپنے گناہوں کا غم نہ کھاؤ اور عذاب خدا سے نہ ڈرو (کیونکہ تم مومن ہو) اور جنت کی خوشخبری لو جس کا وعدہ تم سے دنیا میں کیا گیا تھا۔

مرزائی قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہیں اور تفسیر بالرائے پر وعید شدید

جب ایسا ہے تو بھلا اس آیت کو مؤلف ''النبوۃ فی القرآن'' کی خودرائی اور خیال خام سے کیا تعلق ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی تفسیر بالرائے کے مقابلہ میں تفاسیر علمائے سابقین اور احادیث کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ پھر جو کچھ اپنے جی میں آتا ہے۔ وہی مطلب قرآن کا بتانے لگتے ہیں۔ آنحضرت کا یہ ارشاد کہ: ''**من فسّر القرآن برائه فقد کفر**'' جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے اور قیاس سے کی وہ کافر ہے اور یہ کہ: ''**من فسّر القرآن برأیه فلیتبوأ مقعده من النار**'' جو کوئی تفسیر قرآن کی اپنی رائے سے

کرے اسے چاہئے کہ اپنی نشست گاہ جہنم میں بنائے۔ بالکل نظرانداز کردیا گیا ہے۔ جس کے دل میں جو خیال پیدا ہوتا ہے۔ فوراً اس کے متعلق وہ کوئی آیت تلاش کرنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض الفاظ وتراکیب کو اپنا مؤید دیکھ کر اپنے مطلب کے قالب میں اسے ڈھال لیتا ہے اور پھر نہایت اطمینان سے کہنے لگتا ہے کہ بس یہی مطلب قرآن کا ہے۔ حالانکہ اگر تفاسیر واحادیث کو دیکھا جائے تو وہ آیت اس کے مطلب کے بالکل مخالف نکلتی ہے۔

مگر ان باتوں سے کیا کام اسے تو صرف اپنا خیال پورا کرنا ہے۔ عام اس سے کہ خدا کی مرضی کے موافق ہو یا مخالف۔ اسی طرح مؤلف رسالہ ''النبوۃ فی القرآن'' نے قرآن مجید کو اپنی رائے اور خیال پر ڈھالا ہے۔ تفسیر قدمائے علماء اور احادث نبویہ سے بالکل چشم پوشی کرلی ہے۔ جیسا کہ آپ کو میری تنقیدوں سے معلوم ہوا ہوگا اور آئندہ بھی معلوم ہوگا۔

انیسویں آیت سے استدلال

''اذا بتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمّھن قال انّی جاعلک للنّاس اماماً قال ومن ذرتی قال لا ینال عھدی الظالمین'' (بقرہ:۱۱۹)

یعنی جب حضرت ابراہیم کو اس کے رب نے چند امور شریعت میں آزمایا تو حضرت ابراہیم ان میں کامیاب ثابت ہوئے۔ اﷲتعالیٰ نے فرمایا میں تجھے آدمیوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ حضرت ابراہیم نے عرض کی اور میری اولاد میں سے بھی (امام بنائے گا) فرمایا خدا نے میرا عہد ظالموں کو نہ پہنچے گا۔

قادیانی مستدل کی غلطی اور آیت کا صحیح مفہوم

قادیانی مستدل کا خیال ہے کہ اس آیت سے بھی الیٰ یوم القیامۃ نبوت کا مستمر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مگر اس خیال کی غلطی یہیں سے معلوم ہوتی ہے کہ جناب ابراہیم کے سوال میں صرف اس قدر درج ہے کہ آیا میری نبوت میں سے کسی کو امام بنائے گا تو جواب میں پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا کہ میرا عہد ظالموں کو نہ ملے گا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ غیر ظالم ہوں گے یعنی معصوم من العصیان انہیں عہدۂ نبوت دیا جاسکے گا۔

چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوچکا۔ کیونکہ تمام بنی اسرائیل کے انبیاء ذریت ابراہیم علیہ السلام سے تھے۔ قیامت تک اس عہدہ کا کھچنا ہرگز اس آیت سے ثابت نہیں ہوتا۔ مطلق ذریت میں

سے انبیاء کے مبعوث کئے جانے کا سوال تھا سو پورا ہو چکا۔ اب رہا قیامت تک انبیاء کا ہونا اس کے ثبوت کے واسطے کسی دوسری دلیل کی ضرورت ہے جو اس آیت سے علیحدہ ہونی چاہئے۔

بیسویں آیت سے استدلال

’’یا اھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم علٰی فترۃ من الرسل ان تقولوا ما جآء نا من بشیر ولا نذیر‘‘ (المائدہ:۲۳)

اے اہل الکتاب تمہارے پاس ہمارا رسول (محمد) دیگر رسولوں کی عدم موجودگی کے زمانے میں آیا تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس تو کوئی بشیر ونذیر نہیں آیا پس (دیکھو کہ) تمہارے پاس بشیر ونذیر (محمد) آ گیا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قادیانی مستدل قیاس دوڑاتا ہے کہ جب صرف چھ سو برس کے فترۃ کے زمانے نے ایک نبی کی بعثت کی ضرورت محسوس کرائی جس پر خدائے تعالیٰ نے جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو برسالت مبعوث کیا تو چودہ صدی گزرنے پر کیوں نہ یہ ضرورت محسوس ہوگی۔ لہٰذا اس زمانے میں بھی رسول ہونا لازم ہے۔

یہ استدلال محض ایک غلط قیاس ہے اور آنحضرت ﷺ کے خاتم النّبیین ہونے کی وجوہ

جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے امر وفعل میں انسانی قیاسات کو کچھ بھی دخل نہیں ہے۔ وہ خود فرماتا ہے: ’’اھم یقسمون رحمۃ ربک ‘‘ کیا یہ آدمی تیرے پروردگار کی رحمت کو تقسیم کریں گے؟ یعنی بعثت رسول وارسال وحی کام خدا کا ہے جو اس کی مرضی ومشیت پر موقوف ہے۔ نہ انسانی خیال ومشیت پر۔ پھر اس مقام پر آدمی کا قیاس کیا کام دے سکتا ہے۔ اب رہا بعثت انبیاء زمانہ مابعد میں تو ازبسکہ ایسا رسول اس امت کے لئے بھیجا جا چکا ہے جو اشرف الانبیاء اور خاتم المرسلین ہے۔ اس لئے کسی دوسرے نبی یا رسول کی بعثت کی ضرورت نہیں۔ ہاں! اگر خدائے تعالیٰ نے ختم نبوت کا وعدہ نہ کرلیا ہوتا اور تاقیام قیامت جناب خاتم المرسلین کے خلفائے برحق کے ذریعہ سے انجام کار رسالت وہدایت کا انتظام نہ کر چکا ہوتا تو البتہ ممکن تھا کہ کوئی نبی یا رسول آنحضرت ﷺ کے بعد مبعوث ہو۔ لیکن جب کہ

آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت مطلقہ کے ختم کا وعدہ ہوچکا ہے تو پھر محض قیاس سے نبوت کا ثبوت نہ ہوسکے گا جب تک کوئی نص مخالف اس سابق کے جو اس سے اقویٰ ہو نہ ملے۔ لیکن معلوم ہے کہ خاتم النّبیین اور ’’لانبی بعدی ‘‘ کی نص کے مخالف کوئی نص صفحہ ہستی پر موجود نہیں۔ پس کسی نبی جدید کی بعثت کا ثبوت بھی آئندہ ممکن نہیں۔

فصل چہارم کی تنقید

رسالہ ’’النبوۃ فی القرآن‘‘ کی چوتھی فصل کا خلاصہ مضمون

رسالہ ’’النبوۃ فی القرآن‘‘ کی چوتھی فصل میں بتادیا گیا ہے کہ سلسلۂ نبوت کو منقطع ماننا کوئی نیا عقیدہ نہیں۔ بلکہ ہر زمانہ میں کچھ لوگ ایسے گزرے جو کہتے تھے کہ اب کوئی دوسرا نبی نہ آئے گا۔ مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد چند لوگوں نے کہا کہ اب کوئی نبی نہ آئے گا۔ چنانچہ ان کے قول کو قرآن مجید میں نقل کیا گیا ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:

’’حتی اذا هلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولاً‘‘ (مومن:۳۷)

یعنی اے یہود جب یوسف نے قضا کی تو تم لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ اب ہرگز کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ حالانکہ یہ اعتقاد غلط ہے اس لئے کہ بعد جناب یوسف کے بھی انبیاء مبعوث ہوئے۔

مضمون مذکور کا جواب اور منکر ختم نبوت کا خارج از اسلام ہونا

جواب اس کا یہ ہے کہ بے شک یہ عقیدہ اس وقت تک غلط تھا جب تک سلسلہ نبوت کو خود پروردگار عالم نے منقطع نہیں کیا تھا اور برابر انبیاء ورسل کو امم سابقہ میں بھیجتا تھا لیکن جس وقت سے اس نے خود فرمادیا کہ: ’’ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین‘‘ (احزاب:۴۰)

اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’لانبی بعدی ‘‘ اس کے بعد سے یہ اعتقاد بالکل صحیح اور عین ایمان ہوگیا اور اس کا منکر خارج از اسلام ہے۔ کیونکہ مسئلہ ختم نبوت ضروریات اسلام سے ہے اور معلوم ہے کہ منکر ضرور دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے جیسا کہ شرح مواقف، شرح مقاصد اور نہایۃ العقول امام رازی میں مفصلاً مذکور ہے۔

فصل پنجم کی تنقید

رسالۂ مذکورہ کی پانچویں فصل کا خلاصہ مضمون

رسالہ ’’النبوۃ فی القرآن‘‘ کی پانچویں فصل میں بتایا گیا ہے کہ آیہ خاتم النّبیین اور آیہ: ’’اکملت لکم‘‘ نفس نبوت کے دوام کو منقطع نہیں کرتا۔ اس لئے کہ کسی شریعت کی تکمیل اس بات کو مستلزم نہیں کہ تبلیغی انبیاء کی بعثت بھی منقطع ہو جائے جس طرح جناب موسیٰ کی شریعت مکملہ کے بعد بھی اس کی تبلیغ واشاعت کے لئے انبیاء مبعوث ہوتے رہے۔ نیز خاتم النّبیین میں الف لام تخصیص کا ہے یعنی خاص قسم کے انبیاء کو آپ نے ختم کر دیا ہے یعنی صاحبان شریعت وکتاب جدید کو نہ عام انبیاء مبلغین کو بھی۔

مضمون مذکور کا جواب اور آیہ ’’الیوم اکملت لکم‘‘ کی شان نزول

جواب اس کا یہ ہے کہ آیۂ خاتم النّبیین کے معانی ومطالب کی پوری تحقیق تو اس کتاب کے پہلے حصہ میں مسئلہ ختم نبوت کی بحث میں ہو چکی ہے۔ رہی ’’الیوم اکملت لکم دینکم‘‘ والی آیت، سو اس کا موضوع یہ نہیں ہے جو بیان کیا جاتا ہے کہ بلکہ دراصل اس کا مقصود ومعنون ہی اور ہے۔ شان نزول اس کی بیخ نبوت سے مستحکم کرنے والی اور اصل خلافت کو قائم کرنے والی ہے۔ شاید آپ کو اس کے متعلق کچھ زیادہ معلوم نہیں۔

’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا‘‘ (مائدہ:۵)

یعنی آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر کامل کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند کر لیا۔

فصل ششم کی تنقید

رسالہ النبوۃ فی القرآن کی چھٹی فصل کا مضمون

رسالہ ’’النبوۃ فی القرآن‘‘ کی فصل سادس میں طول تقریر کے ساتھ صرف اس مطلب کو بیان کیا ہے کہ نبوت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) نبوت تامہ (۲) دوسری ناقصہ۔ نبوت

تامہ وہ ہے جو شریعت کے ساتھ ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام اور جناب سرور کائنات خاتم النّبیین ﷺ کی نبوت اور ناقصہ وہ ہے جو کتاب وشریعت کے ساتھ نہ ہو بلکہ اوّل کی تابع ہو جیسے نبوت عیسویہ اور دیگر انبیاء بھی اسی ذیل میں ہیں۔ اسی طرح مرزا غلام احمد آنجہانی کی نبوت ناقصہ تھی۔ وہ صاحب کتاب وشریعت جدیدہ نہ تھے مگر نبی تھے۔

اس مضمون سے مرزا قادیانی کی نبوت پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوسکتی

لیکن اس تقریر میں محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ کوئی دلیل مرزا قادیانی کی نبوت پر پیش نہیں کی گئی ہے اور میں سابقاً کہہ چکا ہوں کہ مرزا قادیانی ہرگز نبوت الٰہیہ کے قابل نہ تھے۔ نبوت تو کیا کسی معمولی منصب الٰہی کو بھی نہ پاسکتے تھے۔ اس لئے اس امر کے متعلق مزید تحریر کی ضرورت نہیں۔

فصل ہفتم کی تنقید

ساتویں فصل کے استدلال کا خلاصہ

اس فصل میں مؤلف رسالہ نے یہ بیان کیا ہے کہ متبع سیدنا حضرت محمد خاتم المرسلین بھی نبی یا رسول ہوسکتا ہے جس پر اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ: ’’**یا قوم اذکروا نعمة اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیآء وجعلکم ملوکا واٰتاکم مالم یؤت احداً من العالمین**‘‘ (مائدہ:۲۰)

جس کا حاصل یہ ہے کہ اے قوم خدا کی نعمت کو یاد کرو کہ تم میں انبیاء بنائے اور تم میں بادشاہ بنائے اور تمہیں وہ کچھ دیا جو تمام خلائق میں سے کسی کو (پہلے) نہ دیا تھا۔ پس جب کہ امت موسیٰ علیہ السلام میں انبیاء وملوک بنائے گئے اور ملک ونبوت خدا کی نعمت ٹھہرا تو امت محمدیہ میں بھی انبیاء وملوک کا ہونا ضروری ہے تاکہ یہ امت بھی ان دونوں نعمتوں سے محروم نہ رہے۔ انتہیٰ ملخصہ!

استدلال مذکور کا ابطال چار وجوہ سے

جواب اس کا یہ ہے کہ اوّلاً یہ دعویٰ محض قیاس ہے اور قیاس ہر مقام پر مفید یقین نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً: مسئلہ نبوت چونکہ اصول دین میں سے ہے اس لئے اس کی دلیل یقینی ہونی چاہئے اور قیاس محض ظنی ہے۔ لہٰذا مقام استدلال میں تسلیم نہیں ہوسکتی۔

ثالثاً: جب کسی موقع پر نص صریح موجود ہو اس کے مقابلہ میں کوئی قیاسی اور ظنی دلیل کام نہیں دے سکتی۔ ختم نبوت پر ’’خاتم النّبیین‘‘ اور ’’لانبی بعدی‘‘ اور ایسی ہی متعدد نصوص صریحہ دلالت کرنے والی موجود ہیں۔ جیسا کہ سابقاً اس رسالہ کے حصہ اوّل میں مفصلاً مذکور ہوچکا ہے۔ صحیح مسلم ومشکوٰۃ وغیرہ کتب احادیث سے مسئلہ ختمیت کی توضیح کافی طور پر کردی گئی ہے۔ نیز اسی حصہ میں حدیث تفسیر درمنثور اور دیگر دلائل قویہ قاہرہ سے اثبات ختمیت ایسا کردیا گیا ہے جس سے بالاتر کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا یہ دلیل ظنی بے کار ہے۔

رابعاً: ہرگز ایسا نہیں ہے کہ خدائے تعالیٰ نے امت محمدیہ کو نعمت نبوت وسلطنت سے محروم کیا ہو بلکہ یہ دونوں نعمتیں بطور کافی اس امت کو مرحمت فرمائیں۔ جس سے بالاتر تصور میں نہیں آسکتیں۔

فصل ہشتم کی تنقید

آٹھویں فصل کے مضمون کا خلاصہ

اس فصل میں مؤلف رسالہ نے بتایا ہے کہ نبوت کا عہدہ لوگوں کی قرارداد سے نہیں ملتا۔ بلکہ لازم ہے کہ خدائے تعالیٰ جسے نبی بنا کر اس پر وحی نازل کرے وہ نبی ہوسکتا ہے دراں حالیکہ وہ خود بھی اپنی نبوت کا اقرار کرے۔ اس کے بعد مرزا قادیانی کے متعلق لکھا ہے کہ ان کو خدا نے نبی بنائی اور ان پر وحی نازل کی۔

اس کا جواب اور ثبوت اس امر کا کہ مرزا قادیانی صفات کمالات نبوت سے بالکل محروم تھے

اوّل: ہم نے پہلے مفصلاً جس قدر لکھ دیا ہے اس سے بخوبی واضح ہوچکا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا خیال وہم وجنون کے دائرے سے آگے نہیں ہے۔ مرزا قادیانی کو وہی شخص نبی مان سکتا ہے جو محض جاہل یا متجاہل ہو یا پہلے ہی سے عقائد باطلہ کی تاریکی نے اس کے دل ودماغ کو بالکل تاریک کردیا ہو۔ ورنہ ایک انسان عاقل جانتا ہے کہ:

۱...... منصب نبوت کوئی آسان منصب نہیں جو ہر کس وناکس کو مل سکے بلکہ اس کے لئے شخص کامل النفس درکار ہے۔

۲...... منصب نبوت کا ثبوت بغیر معجزات کے نہیں ہوسکتا جو مرزا قادیانی میں مفقود تھے۔

۳...... منصب نبوت کا ثبوت محض زبانی دعوے سے نہیں ہوسکتا۔ لیکن اس کے لئے ضرورت ہے کہ اس سے قبل والا کوئی رسول اس کی خبر دے جائے اور اس کی تشخیص ایسی کر جائے جس کے بعد امتوں کو شبہ نہ رہ سکے۔

۴...... منصب نبوت معصوم کو ملتا ہے اور مرزا قادیانی معصوم نہ تھے۔

۵...... منصب نبوت عالم کو ملتا ہے نہ اسے جو الفاظ وتراکیب میں صریح غلطیاں کرتا رہا ہو اور آخر عمر تک اپنی تحریر وتقریر کو صحیح نہ بنا سکا ہو۔

چونکہ مرزا قادیانی محض اپنی زبان سے مدعی نبوت تھے۔ نیز ان میں ایسے نقائص بداہۃً موجود تھے جو ہرگز کسی نبی میں نہ ہونے چاہئیں۔ لہٰذا مرزا قادیانی کی نبوت کا خیال وسوسہ شیطانیہ اور وہم مریض مالیخولیا سے زیادہ باوقعت نہیں ہوسکتا اور اگر مرزا قادیانی نبی ہوں تو یقیناً اور بہت سے آدمیوں کو بھی نبی ہونا چاہئے جو آج ان سے افضل موجود ہوں یا یہ کہ جو سابق میں مدعیان نبوت گزرے (اور بہ سبب ان کی کمزوریوں کے دنیا نے ان کی نبوت کو دعویٰ دروغ سمجھا۔ سب نبی ہوجائیں۔ حالانکہ ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا) واللہ الہادی!

مبحث دوم رسالہ النبوۃ فی خیر الامۃ اور ختم نبوت

۱...... مؤلف رسالہ کی تعلّی اور بلند پردازی کا خاتمہ

مؤلف رسالہ ''النبوۃ فی خیر الامۃ کا ایک جاہلانہ مغالطہ

مؤلف رسالہ مذکورہ نے تسلیم کیا ہے کہ ''خاتم النّبیین'' میں لفظ ''خاتم'' بفتح تا ہے۔ جس کے معنی مہر کے ہیں۔ پس خاتم النّبیین کے معنی یہ ہوئے کہ آنحضرت ﷺ نبیوں کی مہر تھے پھر چونکہ یہ تسلیم اسے اس امر کے تسلیم کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی تھے۔ اس لئے کہ (۱) مہر ہمیشہ خاتمہ شئے پر لگائی جاتی ہے اور وہ مہر اس شئے کو ختم کردیتی ہے (۲) کسی دوسرے کے حذف وزیادت سے اور خلط والتباس سے مطمئن کردیتی

ہے۔(۳) تصدیق کردیتی ہے کہ اس امر کی کہ جس کی وہ مہر ہے اسی کے صنع وعمل سے ماقبل والی شئے ہے کسی غیر کو اس میں دخل نہیں ہے۔

اور جب ایسا ہے تو از خود یہ بات تسلیم ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ خاتم النّبیین کا خطاب خود پروردگار عالم نے آنحضرت ﷺ کو دیا ہے جو ہرگز خلاف واقع نہیں ہوسکتا اور اس کی مخالفت کرنے والا یقیناً کافر بلکہ مرتد فطری ہے جس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوسکتی تو مؤلف رسالہ نے ایک بہت بڑی تقریر بے جوڑ، بے ربط اور مخبوط اس امر کے بیان کے لئے ادا کی ہے جس سے وہ ثابت کرے کہ دنیا میں سینکڑوں چیزوں پر مہریں لگائی جاتی ہیں مگر کوئی مہر اس لئے نہیں لگائی جاتی جو اس شئے کے خاتمہ کو بتاتی ہو۔ بلکہ صرف تصدیق کے لئے ہوتی ہے۔

قدرت خداوندی کا ایک عجیب نظارہ

لیکن عجیب شان قدرت الٰہیہ کی ہے کہ جو شخص بالکل کسی امر کے انکار پر تلا ہوا ہے اسی کی زبان سے اس کا اقرار کرا دیتا ہے۔ چنانچہ مؤلف رسالہ نے جو تقریر لب لباب تمام فضول تقریروں کی لکھی ہے وہ خود اس کے دعوے کو اسی کے منہ سے باطل کرتی ہے اور ثابت کردیتی ہے کہ خاتم النّبیین بے شک آخر النّبیین کے معنی میں ہے اور مہر بے شک جہاں پر کسی شئے کے خاتمہ کو ثابت کرتی ہے وہاں غرض تصدیق کو بھی واضح کرتی ہے۔

رسالہ ’’النبوۃ فی خیر الامۃ‘‘ کی ایک خاص عبارت متعلقہ ختم نبوت

ملاحظہ ہو(ص۸۱) رسالہ ’’النبوۃ فی خیر الامۃ‘‘: ’’الحق کے معاندین کو یہ خبر تو تھی نہیں کہ مہر کسی چیز پر کس غرض کے لئے لگائی جاتی ہے۔ آیا تصدیق کے واسطے یا خاتمہ کے لئے۔ افسوس کہ انہیں یہ بھی علم نہیں کہ ہر شئے کے اخیر پر مہر کیوں لگائی جاتی ہے؟ اس لئے ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ اخیر پر مہر لگانے سے کیا مراد ہوتی ہے۔ سو واضح ہو کہ کسی دستاویز یا مکتوب کے آخر پر کاتب یا مقر یا گواہوں کی مہر اس لئے لگائی جاتی ہے کہ تا وہ تمام تحریر یا مہر شدہ شئے کی قبولیت وتسلیم کی دلیل ہو کہ جو کچھ مہر لگانے سے پہلے پہلے اوپر لکھا گیا ہے وہ سب ان مہر کنندگان کو مسلم ہے۔ اب بعد ثبت مہر یا دستخط اگر کوئی سطر یا مضمون بڑھا دیا جائے گا تو وہ بغیر دوبارہ مہر لگانے کے قابل قبول نہ ہوگا۔

یہ عبارت مؤلف رسالہ کے اصل دعوے کو باطل کرتے ہے

اس تمام عبارت کو غور سے پڑھ جایئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جس امر کا انکار مؤلف رسالہ کرنا چاہتا ہے اسی کا صاف لفظوں میں اقرار کر رہا ہے اور متنبہ نہیں ہوتا۔ جس پر اوّل صفحۂ کتاب میں ایک ہزار کا انعام بھی تجویز کرتا ہے اور عامۃ الناس بھی دھوکے میں آتے ہیں۔

اس بیان کی توضیح وتشریح اور عبارت مذکور کی فقرات شکنی

اب میں تحریر مذکور کے تار و پود کو الگ الگ کر کے دکھاتا ہوں تاکہ حق واضح ہو جائے اور کسی کو آئندہ دھوکا نہ ہو۔

قولہ: ’’اس لئے ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ اخیر پر مہر لگانے سے کیا مراد ہوتی ہے۔‘‘ (النبوۃ فی خیر الامۃ ص۸۱)

اقول: اس تحریر سے اتنا ضرور تسلیم ہوا کہ مہر اخیر پر لگائی جاتی ہے۔ اگرچہ کبھی اس کے خلاف بھی ہو لیکن دراصل خاتم کی وضع اسی لئے ہے کہ ’’یختم بہ الشیٔ‘‘ تمام کردی جائے اس پر کوئی چیز۔

قولہ: ’’سو واضح ہو کہ کسی دستاویز یا مکتوب کے اخیر پر کاتب یا مقر یا گواہوں کی مہر اس لئے لگائی جاتی ہے کہ وہ تمام تحریر یا مہر شدہ شے کی قبولیت وتسلیم کی دلیل ہو کہ جو کچھ مہر لگانے سے پہلے اوپر لکھا گیا ہے وہ سب ان مہر کنندگان کو مسلم ہے۔‘‘ (حوالہ مذکورہ)

اقول: یہ تمام تحریر ناظرین کے سامنے موجود ہے جو بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ آخر میں کسی شیٔ کے مہر صرف اس لئے لگائی جاتی ہے کہ اس سے اوپر کی تمام چیزیں مہر کنندگان کو مسلم ہیں۔ لیکن اگر مہر کے بعد بھی کوئی شے زائد دکھائی دے تو وہ بالکل مشکوک ومشتبہ رہے گی۔ جب تک دوبارہ اس کی تصدیق کسی دوسری مہر سے نہ ہو۔ پس اس مہر نے جہاں تصدیق کی وہاں یہ بھی بتادیا کہ مہر کنندگان کی غرض مہر سے پہلے اوپر تمام ہو چکی ہے۔ اب اس سے زائد کوئی شیٔ ان کے پاس یا ان کے ذہن میں نہیں۔ اسی مطلب کو وہ ان لفظوں میں ادا کرتے ہیں۔

قولہ: ’’اب بعد ثبت مہر یا دستخط اگر کوئی سطر یا مضمون بڑھایا جائے گا تو وہ بغیر دوبارہ مہر لگانے کے قابل قبول نہ ہوگا۔‘‘ (حوالہ مذکورہ)

اقول: اس تحریر نے اقرار کرادیا کہ کوئی سطر یا مضمون جو بڑھایا جائے گا تو وہ بغیر

کسی دوبارہ مہر لگانے کے قابل قبول نہ ہوگا۔ جس کا صاف مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ مقصود کاتب ومنشی کا اس مہر سے پہلے پہلے تمام ہو چکا ہے۔ اب اگر کوئی تحریر بعد مہر کے ملے گی وہ کاتب اوّل کی تحریر نہ سمجھی جائے گی۔ لہٰذا مہر کا مقصود تصدیق بھی ہے۔ مگر اسی کے ساتھ مضمون اوّل کا ختم ہونا بھی ظاہر کرنا مراد ہے جس میں کسی شبہ کو دخل نہیں ہوسکتا۔

یہی وہ قدرت کے زبردست ہاتھوں کی کارروائی ہے کہ خود مخالف حق کی زبان سے حق کا اقرار کرادیا اور منکر خاتمیت کو منوا ہی چھوڑا۔

مؤلف کے دعوے کا ابطال اسی کی دلیل سے اور انعام موعودہ یک ہزار کا مطالبہ

یہی وہ تقریر خاتمیت کی تھی جس پر بڑا ناز تھا اور جس کے جواب کے لئے ایک ہزار کا انعام تجویز کیا گیا تھا۔ اب تو مصنف رسالہ کو چاہئے کہ وہ رقم موعودہ حاضر کرے۔ ہم نے خود کاتب کی زبان قلم سے اور اسی کی دلیل سے اس کے دعوے کا رد ظاہر کردیا۔ **والحمد ﷲ علٰی ذالک!**

بیان سابق کے تین نتائج جو مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کو باطل کرنے کے لئے کافی ہیں

تحریر سابق سے اس قدر یقیناً واضح ہوگیا:

(الف) کہ جناب سرور کائنات ضرورۃ خاتم النّبیین ہیں کیونکہ خدائے تعالیٰ نے ان کو اس خطاب سے قرآن مجید میں بلفظ ’’**ولکن رسول اللہ وخاتم النّبیین**‘‘ یاد فرمایا ہے۔

(ب) خاتم کو بکسر تائے فوقانیہ پڑھا جائے (جس کے معنی تمام کردینے والے ہیں) یا بفتح تائے فوقانیہ خاتَم پڑھا جائے جس کے معنی مہر کے ہیں۔ بہرصورت اس کا محصل اتنا ہی ہوسکے گا کہ آپ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد ہرگز کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

(ج) درصورت لفظ خاتَم کے بمعنی مہر ہونے کے اس قدر یقیناً ہر عاقل کو معلوم ہوجائے گا کہ آپ سے پہلے جس قدر انبیاء آئے وہ سچے رسول ونبی تھے۔ لیکن آپ کے بعد مدعیان نبوت کے پاس کوئی ثبوت اپنے دعویٰ کا نہیں۔ اس لئے کہ اس مہر مقدس کے بعد کوئی دوسری مہر نازل نہیں ہوئی۔ جو بعد والے مدعیان نبوت کے دعوے کو مصدق بناتی۔

یہ تمام نتائج وہی ہیں جو مؤلف رسالہ ’’النبوۃ فی خیرالامۃ‘‘ کی عبارت سے پیدا ہوئے ہیں۔ کاتب الحروف نے صرف توضیح کردی ہے کہ کوئی اضافہ اپنے طرف سے نہیں کیا۔

۲......مؤلف موصوف کے ایک اور وہم کا ازالہ

مؤلف رسالہ کا ایک اور استدلال آیۂ خاتم النّبیین

مؤلف رسالہ ’’النبوۃ فی خیرالامۃ‘‘ نے آیہ: ’’**ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین**‘‘ کے متعلق بہت کچھ خاک اڑائی ہے جس میں الفاظ بے شمار ہیں۔ مگر معانی بہت قلیل نظر آتے ہیں۔

مؤلف رسالہ یہ دکھانا چاہتا ہے کہ آیہ: ’’**ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین**‘‘ میں لکن استدراک کے لئے ہے اور ضرور ہے کہ یہ جواب ہو کسی سوال کا اور وہ سوال صرف یہی ہے کہ جب پروردگار عالم نے یہ فرمایا کہ: ’’**ما کان محمد ابا احد من رجالکم**‘‘ محمد تمہارے مردوں میں کسی کا باپ نہیں تو مقتضا اس کا یہ ہے کہ حضرت کی ابوت بالکل منقطع ہو جائے اور جب ایسا ہوگا تو ’’**ازواجہ امّہٰتہم**‘‘ صحیح نہ رہے گا۔ یعنی جب آنحضرت کسی کے باپ ہی نہ رہے تو ان کی ازواج لوگوں کی مائیں کیوں کر ہوں گی؟ اس کا جواب خدائے تعالیٰ نے دیا کہ: ’’**ولٰکن اللہ وخاتم النبیین**‘‘ یعنی وہ خدا کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ ابوت جسمانیہ کی نفی حضرت سے کردی ہے لیکن ابوت روحانیہ آپ کی باقی ہے۔ کیونکہ آپ رسول خدا ہیں اور جو کوئی رسول خدا ہے وہ اپنی امت کا روحانی باپ ہے اور اس کا سلسلۂ نسل نبوت ختم نہیں ہوا ہے بلکہ وہ خاتم النّبیین ہے اور اس کی نسل نبوتی سے انبیاء پیدا ہوں گے جو اسی کی مہر وتصدیق سے دنیا میں بھیجے جائیں گے۔

استدلال مذکور کا جواب اور لفظ ختم کے دو استعمال بحوالۂ کتب لغات

یہ خلاصہ ہے تمام دس پندرہ ورق کی تحریر طولانی کا جو نہایت عمدہ اور ستھرے لفظوں میں ادا کی گئی ہے۔ لیکن مختصر و بہترین جواب اس کا یہ ہے ختم الشئ کے دو معنی ہیں۔ ایک ’’**ختم الشئ وضع علیہ الخاتم**‘‘ یعنی جس شے پر مہر لگائی جاتی ہے اس کی طرف نسبت دے کر کہتے ہیں ’’**ختم الشئ**‘‘ یعنی فلاں چیز پر مہر لگادی۔

(دیکھو کتاب المغرب فی ترتیب المغرب مطبوعہ مصر ج اوّل ص ۱۴۹)

دوسرے معنی ہیں ’’ختم الشئ ختما بلغ اٰخرہ ‘‘یعنی جس چیز کو کوئی تمام کردیتا ہے اس کے آخر تک پہنچ جاتا ہے تو کہتے ہیں:’’ختم الشئ ‘‘یعنی فلاں شخص نے فلاں چیز کا خاتمہ کردیا۔ (دیکھو قاموس حصہ۱ص۷۸)

پس از روئے لغت خاتم النّبیین میں دونوں احتمال موجود ہیں۔ چونکہ فاعل بفتح عین کا وزن’’مایفعل بہ الشئ ‘‘کے لئے آتا ہے جیسے’’عالم ما یعلم بہ اللہ ‘‘کو کہتے ہیں یعنی جس سے خدا کا علم اوراس کی معرفت حاصل ہو۔ وہ عالم ہے(اسی وجہ سے اس جہان کو عالم کہتے ہیں کہ اس کے ملاحظہ سے معرفت خدائے تعالیٰ حاصل ہوتی ہے)اور جیسے قالب یعنی’’ما یقلب بہ الشئ ‘‘یعنی خاتم اسے کہتے ہیں جس پر یا جس سے کوئی شئے ختم کردی جائے۔

اب چاہو ختم بمعنی مہر لگانے کے لو یا بمعنی تمام کردینے کے دونوں صورتوں میں خاتم بفتح خا صحیح رہے گا۔ پس بحسب ظاہر لفظ’’خاتم النبیین ‘‘میں دونوں احتمال موجود ہیں۔ اوّلاً یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ:’’خاتم النبیین ‘‘آپ اس لحاظ سے کئے گئے کہ آپ ہی کی ذات اقدس وہ ذات ہے جس پر انبیاء ختم ہوتے ہیں اور ثانیاً یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ کو خاتم النّبیین اس کا لحاظ سے کہا گیا ہے کہ آپ مہر ہیں انبیاء کی۔

ان معنوں سے قادیانیوں کے دعوے کو کوئی مدد نہیں مل سکتی اور نہ مرزا قادیانی کی نبوت ثابت ہوسکتی ہے

دوسرے معنی سے اس وجہ سے فائدہ نہیں پہنچ سکتا کہ مؤلف رسالہ نے مان لیا ہے کہ مہر ہمیشہ آخر شئے پر لگائی جاتی ہے اور وہ تصدیق کرتی ہے اس امر کی کہ اس سے پہلے پہلے جو کچھ لکھا گیا ہے وہ مسلّم ہے اوراس کے بعد کا مضمون مشکوک جب تک کوئی دوسری مہر اس کی تصدیق نہ کرے۔

پس اس لحاظ سے جب آنحضرتﷺ کو خاتم النّبیین کہا جائے گا تو یہی معنی ہوں گے کہ آپ انبیاء کی مہر ہیں یعنی آپ سے پہلے پہلے جتنے انبیاء آئے وہ تصدیق شدہ اور سچے تھے۔ باقی آئندہ جو کوئی دعویٰ نبوت کرے گا اس کی نبوت مشکوک رہے گی جب تک دوسری مہر اس کی تصدیق نہ کرے۔ لیکن معلوم ہے کہ آنحضرتﷺ کے بعد کوئی ایسا رسول نہیں آیا جو مہر مصدق ہو۔ لہٰذا ہر مدعی نبوت جو آپﷺ کے بعد ظاہر ہوگا اس کی نبوت نبوت مکذوبہ سمجھی جائے گی۔

ایک لاجواب مضمون جو خود لفظ خاتم النّبیین سے پیدا ہوتا ہے

علاوہ بریں خود لفظ خاتم النّبیین سے ایک ایسا لاجواب مطلب پیدا ہوتا ہے جو اوّل سے آخر تک رسالہ ’’النبوۃ فی القرآن‘‘ اور رسالہ ’’النبوۃ فی خیر الامۃ‘‘ کی تقاریر لاطائل کو محو و باطل کر دیتا ہے۔

وہ یہ کہ آنحضرت کو اگر خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تو یہی فرمایا ہے کہ: ’’ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین‘‘ یعنی آپ کی ذات اقدس پر مہر کا اطلاق کیا ہے اور خود وجود مقدس ومزکےٰ کو مہر قرار دیا ہے۔ نہ مہر کرنے والا۔ جیسا کہ صاحب رسالہ ’’النبوۃ فی خیر الامۃ‘‘ کا خیال ہے کہ آپ انبیائے آئندہ کے اوپر مہر لگا کر بھیجنے والے ہیں۔ آئندہ جو نبی آئے گا وہ آپ کی مہر سے آئے گا۔ یہ بات تو اس وقت ہوتی جب کہ ’’خاتم‘‘ بکسر تاء ہوتا۔ یعنی بسبب اسم فاعل ہونے کے مہر کرنے والے کے معنی دیتا۔ لیکن جب کہ اسے ’’خاتم‘‘ بفتح تاء پڑھا گیا ہے جس پر بڑا زور مؤلف ’’النبوۃ فی خیر الامۃ‘‘ نے بھی دیا ہے اور ہم بھی اسے مانتے ہیں تو ہرگز اس کے معنی مہر کرنے والے کے نہیں ہو سکتے اور جب ایسا نہیں ہے تو مؤلف رسالہ کا یہ خیال کہ آپ اس لحاظ سے خاتم النّبیین ہیں کہ آئندہ آنے والے انبیاء پر مہر لگا کر بھیجنے والے ہیں غلط ٹھہرا اور جب کہ آنحضرت ﷺ مہر لگانے والے نہ ہوئے بلکہ بجائے خود مہر ہیں۔ انبیاء کے لئے تو صرف وہی ایک معنی محفوظ رہتے ہیں کہ دفتر نبوت تمام ہوا، اور اس پر مہر لگ گئی کیونکہ وہ رسول آ گیا جو مہر ہے انبیاء کی۔

اسی مطلب کے متعلق ایک لطیف اور لاجواب بحث

مؤلف رسالہ ’’النبوۃ فی خیر الامۃ‘‘ نے تسلیم کیا ہے کہ مہر عموماً تصدیق کے لئے ہوتی ہے (دیکھو اس کی سابق منقولہ عبارت) لیجئے ہم بھی اسے مانتے ہیں۔ مگر یہی کلام مؤلف رسالہ کے دعویٰ کو باطل کرتا ہے۔ کیونکہ وہ خود اپنے معاندین کو مخاطب کر کے کہتا ہے: ’’افسوس کہ انہیں یہ بھی علم نہیں کہ ہر شئے کے اخیر پر کیوں مہر لگائی جاتی ہے۔ اس لئے ہم یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ اخیر پر مہر لگانے سے کیا مراد ہوتی ہے۔ سو واضح ہو کہ کسی دستاویز یا مکتوب کے آخر پر کاتب یا مقر یا گواہوں کی مہر اس لئے لگائی جاتی ہے تاکہ وہ تمام تحریر یا مہر شدہ شئے کی قبولیت وتسلیم کی دلیل ہو کہ جو کچھ مہر لگانے سے پہلے پہلے اوپر لکھا گیا ہے وہ سب ان مہر کنندگان کو مسلم ہے۔‘‘ (رسالہ مذکورہ ص۸۱)

اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ مہر ہر شے کے آخر میں ہوا کرتی ہے اور یہ کہ وہ اپنے سے پہلے پہلے مضمون وتحریر کی قبولیت کو ثابت کرتی ہے۔

پس جب کہ وہ خاتم النّبیین میں لفظ ''خاتم'' کو بمعنی مہر لیتا ہے اور اب اس کے معنی اسی کے تسلیم واعتراف بموجب یہ ہوئے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس اپنے سے ماقبل انبیاء کی مصدق ہے۔ اس لئے کہ مہر صرف اپنے سے پہلے مضمون کی تصدیق کرتی ہے۔

مؤلف کے دعوے کو خود اسی کا قول باطل کرتا ہے

اس کا لازمی نتیجہ اور بالکل بیّن خلاصہ یہ ہوا کہ اس لفظ کو آئندہ سے کوئی تعلق نہیں اور ہرگز اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آپ اس لحاظ سے خاتم الانبیاء ہیں کہ آگے آنے والے نبیوں کی تصدیق کر کے بھیجتے ہیں۔ کیونکہ تصدیق ہمیشہ ماقبل کی ہوا کرتی ہے نہ مابعد کی۔ یہ ہے وہ لاجواب جواب جو خود مؤلف رسالہ ''النبوۃ فی خیر الامۃ'' نے بتایا ہے۔ نہیں نہیں بلکہ ازبسکہ یہی امر حق تھا اس لئے قہراً اس کی زبان قلم پر جاری ہوگیا اور روح القدس نے ہاتھ پکڑ کر لکھوا دیا۔ اب وہ چاہے خود سمجھے یا نہ سمجھے۔

ہر نبی اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے مگر اس سے مرزا قادیانی کی نبوت ثابت نہیں ہوتی

صاحب تفسیر مدارک نے لکھا ہے: ''وکل رسول ابو امّتہ'' ہر رسول اپنی امت کا باپ ہے۔ (ص ج دوم ۱۲۵)

نیز صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں: ''فانّ رسول اللہ کالاب للامۃ'' آنحضرت ﷺ اپنی امت کے لئے مثل باپ کے تھے (تفسیر کبیر ج ششم ص۷۸۶) وغیرہ وغیرہ اور جب کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی تمام امت کے اولیاء، اصفیاء، خلفاء، علماء، صلحاء، اتقیاء وغیرہم کی ابوت حاصل ہے تو ازسرنو کسی دوسری ابوت ونبوت کے حادث کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

ہاں! اگر آپ کو ابوت روحانیہ تمام امت کی اور ابوت جسمانیہ تمام سادات بنی فاطمہ کی حاصل نہ ہوتی تو (معاذ اللہ) اس عیب لاولدی کے چھپانے کے لئے کسی نہ کسی طرح مان لیا جاتا کہ زید، عمر بکر یا مرزا غلام احمد قادیانی ہی آپ کے فرزند روحانی ہیں۔ لیکن جب کہ اٹھارہ کروڑ اولاد جسمانی وروحانی آپ کی آج دنیا میں موجود ہے تو ہرگز کسی کو تازہ فرزند بنانے کی حاجت

نہیں۔خصوصاً جب کہ وہ ایسا ناخلف ہو کہ اس کی کتاب اور اس کی احادیث کی تکذیب کرتا ہو۔

۳…… ختم نبوت کے متعلق قطعی فیصلہ

خاتم النّبیین کے متعلق خود آنحضرتﷺ کا فیصلہ

ان تمام باتوں کے علاوہ (جن میں سے ہر ایک بات مدعی نبوت جدیدہ اور اس کے حامیوں کی لایعنی تقاریر کو باطل کرتی ہے) سب سے پہلا اور سب سے آخری اور قطعی فیصلہ لفظ ’’خاتم النّبیین‘‘ کے متعلق وہی ہے جو خود حضرت خاتم النّبیینﷺ نے فرمادیا ہے۔جس کے ہوتے ہوئے تمام خیالی تصرفات اور وہ بھی تاویلات عامۃ الناس اور مریدان قادیانی کے ہرگز قابل شنوائی نہیں۔اس لئے کہ نہایت کمزوری ایمان سے اس شخص کی جو باوجود دعوے ایمان واسلام آنحضرتﷺ کے ارشاد کو نہ مانے اور اپنی طرف سے کلام الٰہی کی تاویل کرے۔

ایک حدیث جس میں خاتم النّبیین کے معنی کی تفسیر کی گئی ہے

کیا تمام قادیانیوں اور خود مرزائے قادیانی کے دعوے نبوت کے قطع کرنے کے لئے یہ حدیث کافی نہیں۔ جسے محدث جلیل علامہ جلال الدین سیوطی نے (تفسیر درمنثور ج پنجم ص۲۰۴) میں نقل کیا ہے:’’ **اخرج ابن مردویہ عن ثوبان ؓ قال قال رسول اللہﷺ انّہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انّہ نبیٌّ وانا خاتم النّبیین لانبیّ بعدی** ‘‘

(ترجمہ) ابن مردویہ سے ثوبان سے روایت کی ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا۔ عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے کہ ہر ایک ان میں سے دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔حالانکہ میں خاتم النّبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

یہ حدیث قادیانیوں کے تمام دلائل کو قطع کرتی ہے

اس حدیث کا آخری جملہ کہ:’’ **انا خاتم النّبیین لانبی بعدی** ‘‘ قادیانیوں کے تمام مباحث کو ایک دم قطع کردیتا ہے کیونکہ آپ نے لفظ خاتم فرما کر خود اس کی تفسیر بھی فرمادیا کہ آئندہ کسی کو گنجائش کلام باقی نہ رہے۔فرمایا کہ میں خاتم النّبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔پس بعد خاتم النّبیین کہنے کے’’ **لانبی بعدی** ‘‘ بلافاصلہ ارشاد فرمانا بالکل

صریح ہے۔اس مطلب میں کہ آپ نے خود اس لفظ ’’خاتم النّبیین‘‘ کی تفسیر ایسے لفظوں میں فرمادی ہے جس کے بعد کسی دوسرے کا کلام قابل سماعت نہیں ہوسکتا۔

یہی حدیث آنحضرت کی ایک پیشین گوئی بھی ہے

حقیقتاً آنحضرت ﷺ کو اس زمانہ ناہنجار اور اس کے دعویٰ فاسد کی پوری اطلاع حاصل تھی اور بتعلیم الٰہی جانتے تھے کہ آئندہ ایک گروہ ایسا پیدا ہوگا جو خدا کے کلام کی بے جا اور بے جوڑ تاویلیں کرے گا اور میرے خطاب خاتم النّبیین کے عجیب وغریب معنی بنائے گا۔ لہٰذا قبل از وقوع واقعہ تنبیھاً للانام فرمادیا کہ ہرگز خاتم النّبیین کے معنوں میں نہ الجھنا اور کسی کی بے جا تاویل کو نہ سننا۔ یادرکھو کہ اس لفظ کے صرف یہی معنی ہیں: ’’لا نبی بعدی‘‘ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

نص صریح کے مقابلہ میں قادیانیوں کی وہمی تاویلات حجت نہیں ہوسکتیں

پس جب آنحضرت ﷺ کی تفسیر اس شدومد سے خود صفحات دنیا پر موجود ہے تو بھلا کیونکر کوئی دیندار آدمی حدیث رسول ﷺ کے ہوتے ہوئے کسی قادیانی کی فریب دہ تقریر کے جال میں پھنسے گا۔ ہرگز یہ کام کسی متدین کا نہیں۔ آئندہ ناظرین کو اختیار ہے۔ اپنے رسول کے ارشاد صریح کو مانیں یا مرزائیوں کی ساختہ تاویل مخالف تنزیل کو۔

تنبیہ

مرزا قادیانی اور ان کے مریدوں کی طرف سے اکثر رسالے اس معنی میں نکلتے ہیں کہ ان کو نبی ثابت کریں جن کے مضامین تقریباً ایک ہی ہوتے ہیں۔ صرف الفاظ وتراکیب کا فرق ہوتا ہے۔ لہٰذا ناظرین محض ظاہری عام فریبی پر فریفتہ ہوکر راہ مستقیم اور دین حق سے برگشتہ نہ ہوجائیں بلکہ انہیں لازم ہے کہ اس رسالہ کو اچھی طرح پڑھیں اور کامل غور سے ملاحظہ کریں جس کے بعد ان شاءاللہ کبھی وہم بھی دل میں نہ گزرے گا کہ مرزا قادیانی نبی ہوسکتے ہیں۔ واللہ ھو الموفق للصواب والھادی الی الطریق المستقیم فی کل باب!

الملتمس الداعی

سید محمد ہارون زنگی پوری غفرلہ ولوالدیہ ۱۰/رمضان ۱۳۳۶ھ

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

مرزا مسیح دجال کا سربستہ راز

دجالیت کا واقعہ پرسوز گداز

جناب ملک نظیر احسن بہاری

بشنوید ای مومنان کلکتہ کز قادیان
رخنہ در دین محمد مصطفےٰ خواہد شدن

ہر کہ نامش مستحقِ لعنت و نفریں است	چون محمدؐ زینتِ صلِ علیٰ خواہد شدن
نسبتِ (مرزا) غلامی خوش نیامد بارسول	میرزا اینک غلام بیوفا خواہد شدن
عیسیٔ مریم شد و ہم موسیٔ عمران شد	مبتلائے مرض مالیخولیا خواہد شدن
قصۂ دیرینۂ ظلم یزیدِ پُر جفا	حالیا تازہ ز دستِ میرزا خواہد شدن
نصرتِ دین محمدؐ را جب آمد بر سر	کیست آن کس؟ ہمچو شور حق نما خواہد شدن

مرزا مسیح دجال کا بستہ سرطان

۱۳۲۶

تاریخ کا تجربہ ہے دلچسپ بے باک عیاں ہے سال ہجری

دجالیت کا واقعہ پرسوز گداز

دونا کرلو عدد کو اس کے اور دجل کا دل بڑھا کے لیجئے

مصنفہٗ

عالیجناب علامۂ زمن حکیم مولوی ملک نظیر احسن صاحب بہاری سابق مرید باختصاص مرزا صاحب بحمد تعالیٰ الحال تائب مصنف "مسیح کاذب" وغیرہ رسائل در ردِ مسیح کذاب پنجاب مقامی خانقاہ رحمانیہ مونگیر

شاگرد رشید شاعر شیریں زبان سرکوب میرزائے قادیان
حضرت اوستادی مولٰنا شور عظیم آبادی سلمہ اللہ الہادی

سرمہ مفت نظر ہوں مری قیمت یہ ہے کہ رہے چشم خریدار پہ احسان اتنا

مطبع ?? پولیس نمبر ۱۱ ہیرسن روڈ کلکتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظم مرزا قادیانی سلطان القلم مندرجہ (ص۶) نصرت یزدانی

جس کو ملک منظور ایک مرید مرزا قادیانی نے ۱۳۳۱ھ میں کلیمی پریس کلکتہ سے شائع کیا ہے۔ اس پر حضرت استاذی مولانا شور عظیم آبادی کا پھڑکتا ہوا خمسہ واقعات مرزا پر مصرعہ دلچسپ ہدیہ ناظرین ہے۔ مرزا کے مصرعوں پر خط امتیازی پڑا ہے۔ ان مصرعوں کو الہامی سمجھئے تو بجا ہے:

دل لگا کر تم ذرا انجام آتھم کو پڑھو ۔۔۔ میرزا کی گالیوں کو سو سے زاید پھر گنو
قول ہے کچھ، فعل ہے کچھ، پالیسی ان کی سنو ۔۔۔ گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھا دو انکسار

اپنا[1] روپیہ مانگنے پر جو کرے سب وشتم ۔۔۔ کچھ نہ بولے غیر کی سختی پہ وہ مارے نہ دم
میرزا قادیانی یہ کیسا جھوٹ کرتے ہیں رقم ۔۔۔ چپ رہو تم دیکھ کر ان کے رسالوں میں ستم
دم نہ مارو گر وہ ماریں، اور کردیں حال زار

مار[2] نے ہم کیوں لگے؟ اور کیوں کریں گے حال زار ۔۔۔ مفت کی تہمت نہ دو شرماؤ اپنے دل میں یار
اپنے منہ سے کہتے ہو ایسا سمجھ پر تیری مار ۔۔۔ کون[3] سلطان القلم ایسا لکھے گا دلفگار
شرم کی یہ بات ہے، ہم کیا جتائیں بار بار

۱؎ سراج المنیر و براہین احمدیہ کا روپیہ پیشگی لیا ہوا۔ جب مطابق وعدہ کتاب نہ ملی تو واپس مانگنے پر مرزا قادیانی نے کوئی خباثت طبیعت اپنی اٹھا نہ رکھی۔ دیکھو عصائے موسیٰ اور چودھویں صدی کا مسیح رسالہ۔

۲؎ وہ رے مرزا سلطان القلم ''گروہ ماریں'' آپ ہی کی زبان سے زیبا ہے۔

۳؎ مفتوح پڑھنا، مضمون پڑھئے گا تو مضمون مذموم ہوجائے گا۔ اس کے پانچوں مصرعے مرزا قادیانی کے پچھلے مصرعہ کی تشریح میں حضرت استاذی شہنشاہ قلم کی اصلاح ہے۔

غیرت حق میرزا جی کے ہوئی جب سدّ راہ
خود بقول میرزا جو تھا شریر و پر گناہ
مفتری، صادق کے آگے ہوگیا مر کر تباہ
ہوتا ہے آخر اس جہاں میں روسیا[1]

جلد تر ہوتا ہے برہم ، افتراء کا کاروبار

میرزا صاحب کے رگ ریشے سے واقف تھے یہی
ڈاکٹر عبدالحکیم اور مولوی امرتسری
تنگ آ کر ان کے حملوں سے یہی کہتے بنی
تم نہ گھبراؤ اگر وہ گالیاں دیں ہر گھڑی

چھوڑ دو ان کو کہ چھپوائیں وہ ایسے اشتہار

[1] خود مرزا قادیانی کے قول کے موافق ''مفتری ہوتا ہے آخر روسیا'' ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ میں اجزائے منہضمہ وغیر منہضمہ قے میں نکال کر آخر روسیا ہلاک ہوئے اور حکیم نورالدین نے پردہ داری کر کے لاش کسی کو دیکھنے نہ دی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

خلاصہ ترجمہ آیت شریف

یعنی اے محمد آج ہم نے تمہارا دین کمال کو پہنچا دیا اور تم پر اپنی نعمتیں بھی پوری کردیں، اور پسند کرلیا تمہارا دین اسلام۔

میرے اسلامی بزرگو، بھائیو اور عزیزو! اس ارشاد قرآنی پر جو مردود بارگاہ الٰہی تھا وہ ایمان نہ لاسکا بلکہ اس نے اپنی شیطنت سے مسلمانوں کی متفقہ جماعت میں تفرقہ انداز ہوکر دنیا کے چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر، مردار، جہنمی بنایا۔ یہ نئی قسم کا مہدی اور مسیح بنا کر کسی ایک آریہ، ہندو، کرستان یا یہود کو تو مسلمان بنانے سے مجبور رہا۔

مگر ۴۰ کروڑ مسلمانوں کو کافر البتہ بنادیا۔ واہ رے مرزا: ’’ایں کار از تو آید و مرزا چنیں کندہ‘‘ مثل تم پر پوری صادق آئی...... ہاتھی اپنی ہی فوج کو ہلاک کرے۔

مسلمانو! دین اسلام کوئی نیا دین نہیں ہے جو اس کے سمجھنے میں اس زمانے کے لوگوں کو کوئی تردد حائل ہو۔ تیرہ سو برس سے زاید کا زمانہ گزرا کہ حضرت سرور کائنات مفخر موجدات ﷺ پر جب یہ آیت تکمیل اسلام اور اتمام نعماء دینی کی بشارت قرآنی نازل ہوئی تو نبض شناسان وحی قرآنی جلیل القدر صحابہ کرام ؓ نے تاڑ لیا کہ شان آیت کریمہ کی یہی ہے کہ اب وصال ذات بابرکات کا زمانہ قریب آ گیا۔ کیونکہ جس کام کے لئے آپ مبعوث من اللہ ہوئے تھے۔ اس کی تکمیل کی سند اور اتمام نعمت کی حجت ختم ہوگئی۔ چنانچہ بعد حجۃ الوداع کے ایسا ہی ہوا بھی، کہ آنحضرت ﷺ عالم آخرت کو تشریف فرما ہوگئے۔ وترکت فیکم الثقلین الخ! فرما گئے۔

صاحبو! یہ حدیث اس قدر متواتر اور صحیح مشہور ہے کہ ہر فرقہ اہل اسلام، سنی، شیعہ، معتزلہ، مقلد اور اہل حدیث سب نے اس کی صحت میں آمنا وصدقنا کہا۔ جن دو چیزوں کو آنحضرت ﷺ نے ہم لوگوں کے لئے چھوڑا (۱) تو قرآن کریم ہے اور (۲) اہل بیت اطہار۔ یہ متفقہ مسئلہ جمہور اسلام کا ہے۔ قرآن کریم کو تو مرزا اے مردود علیہ ما یستحقہ

نے کاٹ چھانٹ کر آیت خاتم النّبیین کا صاف انکار ہی کر دیا جس میں اس کی نبوت کا ذبہ کی مداخلت کا رستہ بند ہو جائے۔ اس پر طرہ یہ کہ ’’یأتی من بعدی اسمہ احمد‘‘ کی آیت اپنی ذات انجس الانجاسات پر ڈھال لی اور کور باطنوں کا نبی بن گیا۔

اب باقی رہی اہل بیت اطہار ؓ تو مرزا کی نبوت کے سامنے صحابہ اور اہل بیت کی حقیقت ہی کیا رہ گئی۔ ان سے کہیں بڑھ کر وہ اپنے کو شمار کرتا ہے اور اپنے قصیدہ اعجازیہ میں لکھتا ہے:

وشتان ما بینی وبین حسینکم ۔۔۔ فاما حسینکم فاذکرو دشت کربلا

غرض کہ مرزائے مردود نے خاک بدہان ناپاکش ایسے ایسے کلام نحیف سے اہل بیت کی دھجیاں اڑائیں۔

مسلمانو! خدا کے لئے جواب دو یہ کام مسلمان کا کام ہے؟ یا خارجیوں ملحد وزندیق کا؟ مجھے تعجب ہے کہ بایں ہمہ لوگ ناواقفانہ ان کو ابھی تک مسلمان جان کر ان سے ملتے جلتے ہیں۔ یہ خبر نہیں کہ جب شفیع محشر کا سامنا ہوگا اور آپ ایسے مسلمانوں سے یہ پوچھیں گے کہ تم میرے حسین کے دشمنوں سے دوستی کرو اور مجھ سے شفاعت کی امید رکھو۔ اس وقت کیا جواب آپ سے ہو سکے گا۔ شرم ہزار شرم!

صاحبو! اس وقت سے لے کر اس چودہویں صدی تک جمیع افراد اسلام کا قبلہ ایک رسول آخرالزمان خاتم سروران ﷺ ایک، دین اسلام ایک، کتاب ایک، مگر آخری زمانہ میں جو فتنہ کا زمانہ ہے، ایک مکار، غدار، مفتری، دوکاندار، جوفروش گندم نما، کذاب، دجال، پنجاب کے قریہ قادیان سے قرن شیطان بن کر نکلا اور اپنا نام مرزا غلام احمد، حنفیوں کو دھوکا دینے کے لئے پہلے مقلد، پھر مولوی محمد حسین بٹالوی کو فریب دینے کے لئے غیر مقلد، بعدہٗ مجدد، اس کے بعد مہدی موعود، پھر مسیح کا مثیل۔ اس پر بھی بس نہ کر کے خود مسیح ابن مریم اور ہندوؤں کو پھانسنے کے لئے کرشی اوتار کا روپ لایا اور مرنے کے قریب پہنچ کر تو (نعوذ باللہ من ذالک) اپنے کو ’’یأتی من بعدی اسمہ احمد‘‘ کا مصداق ٹھہرایا۔ (خاک در دہانش وہزارہٗ لعنت مصنفہ مرزا بر روح ودانش)

مسلمانو! خاص کر کلکتہ کے بزرگوارو! سب سے پہلے آپ لوگ اس ناچیز سے واقف ہو جائیے۔ میں حلفاً قسم شرعی کھا کر کہتا ہوں کہ میں زمانہ دراز تک مرزا قادیانی کے

فریب کا نیک نیتی سے دلدادہ رہا ہوں اور میں ان کا قدیم مزاج شناس ہوں۔ مرزا قادیانی کے تمام راز باطنی کا میں محرم راز ہوں اور قادیان کی خوب ہوا کھائے ہوئے ہوں۔ ذرا ذرا حال ان کا میرے سینہ بے کینہ میں بھرا ہے۔

کلکتہ میں ابھی تو دو چار چھوکرے، نئے نوکر، خرگوش پکڑنے والے سے زیادہ شمار میں نہیں آسکتے۔ ہاں! چند بھاڑے کے ٹٹو، ڈیپو چلانے کوٹھیکہ پر آئے ہیں۔ وہ ہفتہ میں ایک اشتہار چھوٹا چھپوا کر صاحبزادہ محمود کو اپنی ڈائری کارگزاری کی بھیجتے ہیں اور ماہانہ لیتے ہیں۔

الغرض جب مرزا نے حد سے گزر کر نبوت کے دروازہ کو کھٹکھٹانا شروع کیا تو سب سے پہلے منشی الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹینٹ لاہور، ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ، حکیم مولوی مظہر حسین صاحب لودھیانہ، سید عباس علی صاحب رئیس، صوبہ دار میجر سید امیر شاہ صاحب بست سالہ وغیرہم سینکڑوں اہل علم اور واقف کار صحبت دیدہ اشخاص اور اس کے بعد یہ راقم بھی مرزا کے دام تزویر سے علیحدہ ہوکر مرزا قادیانی کو ملحد و مرتد اسلام سمجھ کر ان کے مذہب جدیدہ پر لعنت بھیج کر (**الحمد للہ علیٰ احسانہ**) ان کے فریب سے نجات پائی۔

یہ وہ لوگ ہیں کہ مرزا کی ابتدائی حالت ناداری میں ہزاروں ہزار ماہوار حضرت جی کے صرف کے لئے خرچ کرتے رہے۔ مگر جب مرزا قادیانی بھکنے لگے تو پہلے سب لوگوں نے مل کر خوب سمجھایا۔ مگر دکانداری چل نکلی تھی۔ حکیم نورالدین اور چند جاہل حاشیہ نشینوں نے اپنی دلالی کی رقموں میں سدّ باب خیال کر کے مرزا کو سبز باغ دکھایا کہ مرزا قادیانی اس وقت پچیس تیس ہزار کی منی آرڈر براہین اور سراج المنیر کی آچکی ہے۔ اگر یہ لوگ آپ سے منحرف ہوگئے تو بلا سے میں دل وجال سے اس کو ایسا ہی چلاتا رہوں گا۔ بس ڈٹے رہے بقول شیخ سعدی: ''بدوزد طمع دیدہ ہوشمند''

مرزا نے نہ سمجھا اور آخر میں مسیحیت ونبوت کو روغن قازمین بگھار ہی ڈالا اور ہم لوگ کی نصیحت کو بقول:

مرزا اگر خدا طلبی ترک آزکن

پر کان نہ دھرا اور جو کچھ ذلت اور دنیا کی لعنت اٹھانی تھی برداشت کرلی اور صاف کہہ دیا کہ **الدنیا زور ولا یحصل الا بالزور!**

صاحبو! میں خدا کو گواہ کر کے اپنے دین اور ایمان کی شرعی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کا مختصر کچا چٹھا یہ ہے۔ میری صداقت میرے لفظوں سے آپ کو دل میں اکساتی ہوگی۔ بس اگر دل میں ذرہ برابر بھی ایمان کی روشنی ہو تو میری قسم شرعی پر ایمان لا کر صاف، بلا کسی تردد کے یقین کر لیجئے کہ: ''مرزا غلام احمد دین اور دنیا میں جھوٹا، مکار، غدار، افتراء کار، خائن، ملحد، مشرک، کافر، زندیق ہے۔ اس پر بارہا علماء دین کا عام فتویٰ ہو چکا ہے۔

آج میری نظر سے ایک اشتہار منجانب انجمن احمدیہ کلکتہ واٹر لو اسٹریٹ نمبر۱/۱۹ اتفاقاً گزرا جس کا نام برعکس نہند نام زنگی کافور۔ مسلمانوں کی ترقی کا راز ہے۔ مگر درحقیقت وہ بے دینی والحاد کا فریبانہ انداز ہے۔ اشتہار مذکور کی سطر۴ میں لکھا کہ: ''اب یہ مسئلہ نہایت آسان ہوگیا کہ ہر قوم ایک ہی مرکز کا دائرہ بننے سے ترقی پذیر ہوسکتی ہے۔''

اب مشتہر صاحب بولیں کہ مرزا قادیانی کو بھی قوم میں داخل رکھا یا خارج القوم بنایا۔ اگر قوم میں داخل تھے تو آیت شریف مندرجۂ عنوان ہذا سے منحرف ہوکر کیوں محمدی مرکز اسلام سے نکل کر الحاد کے گڑھے میں جا گرے اور جھوٹی نبوت اور مسیحیت کے دعویدار بنے۔ ''لعنة الله علی الکاذبین'' اگر سچے ہو تو بولو۔ مرزائیو آمین! اور مرزا قادیانی کرشن اوتار کی جے، بم بم بم بھولا۔ گرو جی کا بھنڈا کھولا۔

صاحبو! کوئی ضعیف الاسلام مسلمان کسی مذہب ومسلک کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ پر (نعوذ باللہ) تکمیل دین اسلام کی آیت نہ اتری یا اسلام ناقص رہ گیا تھا اور آیت موصوفہ (عیاذاً باللہ) کلام لغو وحشو ہے۔ پھر کیا مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت قادیان میں بھاڑ جھونکنے کو آئی تھی؟ بات یہ ہے کہ مرزائیوں کا حافظہ جھوٹ بولتے بولتے بالکل جاتا رہا۔ قرآن مجید کی مشہور آیت بھی ان کو یاد نہیں رہتی یا یاد ہے تو اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے کہ اس سے کون سا مسئلہ حل ہوتا ہے۔

مشتہر صاحب! مجھے آپ کے اشتہار کو دیکھ کر تعجب ہوا کہ جو شخص مرزا قادیانی کے اقوال کا دلدادہ ہو وہ کیونکر مرزا کے خلاف بات بنانے میں گستاخانہ جرأت کر سکتا ہے۔ ''العجب ثم العجب بین الجمادی والرجب'' آپ تو تمام دنیا کو اسلام کی ترقی کا راز بتاتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے گرو مرزا قادیانی خود اقرار کر چکے ہیں کہ: ''اس پر اتفاق

ہوگیا ہے کہ (۱) مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا میں پھیل جائے گا اور (۲) ملل باطلہ ہلاک ہوجائیں گے اور راست بازی ترقی کرے گی۔‘‘

پھر جو آپ ترقی کا راز الاپتے ہیں چہ معنی دارد یہ مثل تو ٹھیک ہوگی کہ من چیزے دیگرمی سرایم وطنبورہ من چیزے دیگر۔

بہ بین تفاوت رہ از کجا ست تابکجا

لیجئے! ان کا دوسرا اقرار بھی کان لگا کر سنئے: ’’ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ‘‘(جس کی تفسیر خود سلطان القلم یہ فرماتے ہیں)

’’یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملۂ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا پر تشریف لاویں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطاع میں پھیل جائے گا۔‘‘ (براہین احمدیہ ص۴۹۹ حاشیہ، خزائن ج۱ص۵۹۳)

بولو! کرشن پنتھیو! اب بھی کوئی گنجائش تاویل کی اس میں ہے؟

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے جادو وہ جو سر پر چڑھ کے بولے

’’دوسری علامت یہ ہے کہ ادیان باطلہ مثلاً دین یہود ونصاریٰ وہنود نیست ونابود ہوجائیں گے۔‘‘

یہ سب مرزا قادیانی ہی کے الفاظ ہیں۔ میں قصداً ان اقوال واقرار کا حوالہ ہرگز نہ دوں گا۔ پہلے آپ لوگ ان کی تصدیق یا تکذیب میں (جو آپ کو اچھا لگے) رطب اللسان ہولیں۔ تب ہم بھی آپ کو تابدرخانہ بایدرسانید کا سبق یاد دلائیں گے۔ ابھی صرف اس قدر جتا دیتا ہوں کہ یہ سب والنٹری کانفیشن یعنی مرزا قادیانی کا بطیّب خاطر دلی اقرار انہیں کے مایۂ ناز تصانیف میں ہے اور جوہر سلطان القلمی دکھایا ہے۔ اگر آپ کو کچھ بھی جرأت ہو تو اس کی تکذیب دکھایئے۔ اس وقت آپ کی آنکھوں کے لئے چشمہ ہدایت مفت نذر کیا جائے گا۔

کیا کہئے بیچارے حکیم نورالدین خلیفہ قادیان نہ رہے کورچشمی کے ساتھ عینک اتار کر دنیا سے گزر گئے۔ ورنہ اس وقت ان کو یہ چشمۂ الٰہی ضرور کام دیتا۔ افسوس وہ بیچارے باوجود اس کے کہ مرزا قادیانی جیسے مستجاب الدعوات مسیح اور مہدی کے رفیق اعظم اور برادر

مکرم، ندیم ہمدم، جن کی تیس ہزار دعائیں ایرے غیرے کے حق میں تو مقبول ہوچکیں، مگر خدا جانے وہ بیچارے کس نحس اعظم ستارہ کی نظر تربیع کے اثر سے ان کے حق میں مرزا قادیانی کی دعا مردود رہ گئی اور ''کان من الکافرین'' دنیا سے اٹھ گئے۔

مرزائیو! میں آپ کی خاطر سے مسیح کیا بلکہ مسیح کے باوا آدم ہی مان لوں تو کیا آپ خوش ہوجائیں گے؟ کچھ آپ لوگ کے منصب کی ترقی بھی ہوجائے گی۔ صاحبزادہ محمود کے یہاں سے بھلا بصلہ انعام کچھ منی آرڈر آجائے تو یاروں کو بھی یاد رکھئے گا؟ خیر یہ تو مذاقیہ فقرہ چاشنی دار تھا جس سے آپ کے منہ میں پانی آ گیا ہوگا بقول نسیم:

جام اس نے دیا کہا پیا لے دل اس کا بھرا تھام جام کیا لے

خیر جو بات کام کی ہے وہ آپ سے پوچھتا ہوں اس کا جواب دیجئے اور سمجھ کر دیجئے کہ مرزا قادیانی مسیح بن کر جس کام کے لئے آئے تھے اس کو کچھ کر کے بھی دکھایا؟ یا جیسا کہ کلکتہ میں مشہور ہے کہ واٹرلو اسٹریٹ میں کوئی صاحب بے ملک کے نواب برائے نام نواب، ایک خاصہ کمرہ دومنزلہ مفت کی آمدنی پر کرایہ لے رکھا ہے۔ جس کو کلکتہ کی اصطلاح میں گپ خانہ یا اڈا کہتے ہیں اور بمبئی میں قہوہ خانہ بولتے ہیں۔ تفریح کے وقت شام کو یاران جلسہ آتے ہیں اور مفت کی چائے بسکٹ اڑاتے ہیں۔ کیوں نہ ہو مرزائیو! یہ طریقہ مشنریانہ اچھا نکالا اور پرکانے کے لئے دانہ گھانس بھی چھینٹ دیا گیا ہے۔ سیکرٹری صاحب کو تو دام دام بل پیش کرنے پر محمودی فنڈ سے وصول ہوجاتا ہے۔ دو چار جاہل دلال بھی لنگی باندھے سر پر پنجابی پگڑ حاضر دربار نواب ہوجاتے ہیں اور گپ شپ میں روز روز کی خیالی ڈائری کا مسودہ تیار ہوکر صاحبزادہ کے یہاں پہنچتا رہتا ہے۔ خیر اس کو تو وہ جانیں اور اس کے نمک خوار ملازم۔ غرض اسی طرح کے مرزا قادیانی بھی مسیح تو بننے کو بنے مگر کام ندارد۔ یا مظہر العجائب مسیح مع دفتر نبوت غائب!

میرے پیارو! ذرا سوچ کر اپنے یاروں سے مشورہ لے کر جواب دو کہ مرزا قادیانی نے (چشمہ معرفت کے ص۸۳، خزائن ج۲۳ ص۹۱) میں: ''ھو الذی ارسل رسولہ الخ'' کی تفسیر کرتے ہوئے ہندی کی چندی کی ہے کہ: ''اس کو (یعنی مسیح کو) ہر ایک قسم کے دین پر غالب کردے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطاء کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف

ہو۔ اس لئے اس آیت کی نسبت سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ یہ عالمگیر غلبہ اسلام موعود کے وقت ظہور میں آئے گا۔''

مرزائیو! اب سوال بہت ہی آسان ہوگیا۔ ذرا سمجھ کر جواب دو۔ کیا مرزا قادیانی کے زمانہ میں وہ عالمگیر غلبہ اسلام (جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی نہیں ہوا) دنیا پر ہوگیا؟ کیا سارا یورپ مسلمان ہوگیا؟ کیا چین اور جاپان وبرہما وغیرہ کے لاماؤں کا جھنڈا مرزا قادیانی نے گرا کر مسلمان کرلیا؟ کیا موسوی قوم یہود اور زردشتی پارسیوں کا دین مرزا قادیانی نے ہلاک کر کے کلمۂ توحید مصطفوی پڑھادیا۔ شرم ہزار شرم، کروڑ در کروڑ شرم!

اچھا اس کو بھی چھوڑو۔ خود مرزا قادیانی کے وطن مالوف ہندوستان کی مختلف قومیں مسلمان ہوگئیں؟ اجی اس کو بھی جانے دو خود مرزا قادیانی کی چھوٹی سی بستی قادیان (جو تخت گاہ رسالت ہے) جس کی مردم شماری سرکاری رپورٹ سے ستائیس سو کے قریب ہے۔ خود اسی بستی کے ہندو دھرم، سکھ، آریہ، چوہڑے، چمار وغیرہ کوئی ایک مسلمان قوم بن گئی؟ افسوس ہزار افسوس! آپ کی بے غیرتی سلامت۔

اس پر بھی ان سوالوں کا جواب کوئی مرزائی عزیز نفی میں بھی دینے کو کھڑا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ بصورت قضیہ منعکسہ دنیا کے قریب چالیس کروڑ مسلمانوں کو مرزا قادیانی نے اپنے نہ ماننے سے کافر، البتہ بنا گئے۔ جس کی فرد قرارداد جرم بغاوت ان پر عالم برزخ میں قائم ہوکر حوالات میں سجین کے بمصداق آیت: ''ذق انک انت العزیز الکریم'' مزہ چکھ رہے ہیں:

پاداش عمل بصورت مار در گور نجس بہ پیچ وتاب است

بھیا! خفا نہ ہوجانا، کہاں گئے مولوی عبدالرحیم؟ اسی منہ پر مناظرہ کا چیلنج کلکتہ کے علماء اور مشایخوں کو؟ جو منہ میں آیا بل دیا۔ اجی آپ ایسوں کے لئے کسی علمائے کرام کی ضرورت ہی کیا ہے۔ منشی حاجی لعل خان صاحب شیر کلکتہ مرد میدان کافی ہیں۔ ہاں! پہلے علماء دیوبند سے تو نپٹ لو۔ اپنے صاحبزادہ محمود کو مطابق تحریر اخبار الفضل قادیان مؤرخہ ۱۰ر ستمبر پیش کرو۔ اس کے بعد آپ کی مرمت قرار واقعی اسی کلکتہ کے بڑے میدان میں شیر بنگال حاجی لعل خان صاحب سے کرادی جائے گی۔ بشرطیکہ صاحبزادہ موصوف ومولوی سرور شاہ

بھی حاضر ہوں اور دستخطی خط ان کا رجسٹری شدہ منظوری کا بعد فیصلہ علماء دیوبند یہاں بھی آجائے۔ اس وقت کلکتہ میں بھی لدھیانہ کی طرح قلعی کھل جائے گی۔

وہاں تو تین ہی سو پر پانی پڑا۔ مگر یہاں تین ہزار کی تھیلی لائے گا۔ اگر سچے ہو تو صاحبزادہ سے اس رقم کی منظوری دستخطی بذریعہ رجسٹری بھیجو اور جلد بھیجو۔ ورنہ تمہارا فرار تو برقرار ہے۔ اپنی جھوٹی شیخی کلکتہ کے نوگرفتار لونڈوں کو سناؤ جن کے والدین نے ان کو عاق کردیا۔ بھلا آپ بیچارے کس کھیت کی مولی ہیں جو مناظرہ کا چیلنج دیتے ہیں۔ بیچارے مرزا قادیانی اور حکیم الامت اسی تمنا میں چل بسے، ذلیل ہوئے، روسیا ہوئے۔ جو الزامات ان پر ان کی اقراری ڈگریوں سے جناب مولانا ابواحمد رحمانی نے فیصلہ آسمانی سے پبلک پر ثابت کردکھائے۔ ان کے کسی الزام کا بھی جواب بھی ان سے یا کسی سے ہوسکا؟ ہرگز نہیں۔ اگر چھپا ہو تو دکھاؤ اور چھپا ہو تو نکالو یہ ہے فیصلہ آسمانی۔

مشتہر صاحب! ہم سے بگوش ہوش سنئے کہ سواء چند ہزار نوخیز ملحدین جہلا اور جدید مسیحیان مرزا کے دنیا بھر کے چالیس کروڑ مسلمانوں کا مرکز اصلی تو وہی رسول عربی، مکی مدنی، ہاشمی مطلبی ﷺ ہے جس مرکز کے ہم لوگ بلافرق مذہب وملت ومسلک کے بحمداللہ تعالیٰ محیط دائرہ ہیں۔ اس دائرہ اسلامی سے کوئی فریق اسلام چاہے سنی ہو یا شیعہ، حنفی ہو یا شافعی مقلد ہو یا غیرمقلد محدث ہا یا صوفی الحمدللہ کہ باہر نہیں۔ اگر مرزا قادیانی بھی اسی مرکز اصلی کے دائرہ میں تھے تو کیوں تفرقہ ڈال کر دائرہ سے نکل بھاگے اور ’’**واعتصموا بحبل اللہ جمیعا**‘‘ کی مضبوط رسی کو صحرائی مجنون اونٹوں کی طرح دانتوں سے کاٹ کر خارستان الحاد کے ستیاناسی کانٹوں میں کیوں جاالجھے اور یہ دیوانہ وار ادھرادھر بلبلاتے پھرے اور دنیا کے چالیس کروڑ مسلمانوں کو اپنے نہ ماننے سے مردار، جہنمی، کافر بلبلا کر نجاست اور لعنت کی جھاگ اپنے منہ سے نکالتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی امہات طیبات یعنی دادیاں اور نانیاں کو (نقل کفر کفر نباشد) زناکار ٹھہراکر، حرام کار بناکر فحش گالیاں کمینوں کی طرح دین (خاک در دہن ناپاکش) بس آپ کا اشتہار جھوٹے مسیح قادیان کا راز البتہ ہوسکتا ہے یا مکر شیطانی کا سوز وساز کہئے تو بجا ہے۔

اس کے بعد سطرے سے ۱۱تک میں ساربان کی تلاش میں رہ کر آخر میں مرزا قادیانی پر ہاتھ پڑا۔ ان بیچارے اندھوں کو جب دکھائی دیتا ہے تو شکر قند آنکھیں تو ہیں نہیں، ٹٹول ٹٹول

کراپنے ذہن میں اندھادھند جب ہاتھ آیا تو شکر قند، اسی بھلے آدمی مرزاشکر قند کو اب ساربان بھی بنالیا۔ حالانکہ مرزا قادیانی مغل تھے۔ خاندانی اولاد چنگیز خانی (جیسا کہ خود اپنی تصنیف میں ظاہر کر چکے ہیں) خیریت ہوئی کہ ان کے مرنے کے پیچھے ایسا کیا گیا۔ ورنہ مرزا مغل تھے۔ اپنے نام کے ان کی زندگی میں ایسا کرتے تو وہ خون کا پرنالہ بہادیتے۔

صاحبو! ان کو اگر کچھ بھی بصیرت ہوتی تو ساربان کی جگہ علماء مصلحان قوم کو بموجب حدیث نبوی ﷺ ''العلماء فی امتی کانبیاء فی قوم بنی اسرائیل'' کا چمکتا ہوا۔ قومی مرکز اسلام کا نشان ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں جابجا دکھائی دیتے۔ مرزاجی نے بھی تو کھول کر اپنی تصنیف میں بھول کر لکھ دیا ہے کہ نبوت ختم ہوگئی۔ اسی حدیث کے موافق علماء امت محمدیہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح قیامت تک رشد وہدایت کرتے رہیں گے۔ پھر مشتہر صاحب ناحق ساربان کی تلاش میں بیل کے مارے ببول کے کانٹوں میں الجھ رہے ہیں۔ خدا کے کرم سے اکثر علمائے فضل رحمانی مثل حضرت مولانا ابواحمد رحمانی وغیرہم آپ کا دامن مقصود دین اسلام کے ابدار موتیوں سے بھرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ طلب صادق بہم پہنچایئے:

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے ہزارہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

ناظرین! غور سے ملاحظہ کریں۔ اخیر میں مشتہر نے جان کی تان یہ سنائی کہ ترقی کا راز نہ صرف ہم مسلمانوں کے لئے بلکہ دنیا بھر کی قوموں کے لئے یہ بتایا ہے کہ مرزائے (دودرم) کو مسلمان تو نبی، مسیح موعود اور مہدی مسعود، مان کر اور ہندو برادران ان کو کرشن جان کر اور کرستان حضرت عیسیٰ پہچان کر سر تسلیم خم کریں تو خیر ہے نجات اور مکتی ہوگی۔ ورنہ خدائی عذاب اور نرک کے مستحق۔

کیوں مرزائیو! یہی نا تمہارا راز ترقی ہے؟ یہ بھی عجیب بات ہے کہ دعویٰ تو تمام دنیا بھر کی قوموں کا مگر راز بتایا گیا۔ صرف ہم مسلمانوں کرستانوں اور ہندوؤں کو، غالباً دروغ گو کے حافظہ نے غلطی کی۔ اس لئے چینی وپارسی وجاپانی کو مرزا قادیانی کے ماننے سے آزادی مل گئی۔ چلو چھٹی بھی مل گئی۔

اسی اشتہار میں آگے چل کر واٹرلو کے الہامی کارخانہ (عیاذاً باﷲ) آیت: ''انک لعلیٰ خلق عظیم'' کو بھی بڑی جرأت کر کے سونے میں تانبا ملا کر مرزا قادیانی پر ڈھالا گیا ہے اور خلق عظیم سے اشارہ کیا ہے:

ہر کہ نامش مستحق لعنت ونفرین شد وائے اینک زینت صل علیٰ خواہد شدن
نسبت فخر غلامی خوش نیامد با رسول میرزاؔ اینک غلام بے وفا خواہد شدن

آگے بڑھ کر مرزا قادیانی میں کوٹ کوٹ کر پیشروی کا مادہ بھی بھرا ہے اور علم کے زیور سے بناؤ سنگار کر کے عروسانہ انداز پر بھی لایا ہے اور قوت وعزت (دجالانہ میں) فوق العادات کمال بھی دکھایا ہے اور سب کے پیچھے اس کے کمال فرمان برداری خدائے عزوجل کے نشان کا دم گزہ بھی لگایا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ مایستحقہ کو اس زمانہ کا نبی رسول، مسیح مہدی، مجدد اور ساتھ اس کے کرشن اوتار مان کر تسلیم کرو اور نعوذ باللہ منہا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کو معزول اور معطل یا کم سے کم، قانون تمادی کے اثر سے مؤثر سمجھ۔ کیوں مشتہر صاحب! یہی آپ کا مطلب ہے نا؟

خیر اور کسی کو تو میں قابل خطاب میں نہیں سمجھتا۔ آپ کی جماعت میں سے صرف مولوی عبدالماجد اور مولوی علی احمد ومولوی عبدالمجید صاحبان بہاری ومولوی سید سرور شاہ ومولوی احسن صاحب امروہی کو میں خوب جانتا ہوں۔ ان میں بعض حضرات اہل علم بھی ہیں اور بعض سمجھدار بھی۔ انہیں صاحبوں کو منتخب کر کے ان کی خدمت میں بہی خواہانہ التماس کرتا ہوں کہ بعد مرزا قادیانی اور حکیم نورالدین کے میرے دانستہ اب یہی لوگ قادیانی جماعت کے باقی رہ گئے ہیں جن کو علمی تذکرہ سے دلچسپی ہوگی۔ ہاں! مولوی عبدالماجد کے صاحبزادہ بھی ہیں مگر چونکہ وہ دماغی ہرج کی سبب سے بالکل معذور ہیں۔ اس لئے ان کو مستثنیٰ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ خدا کے لئے ذرا تخلیہ میں ان امور پر رورعایت کو الگ کر کے دل میں راست بازی سے لحہ بھر کے لئے غور کریں اور خدائے قادر وتوانا کی توفیق کے طلبگار رہوں:

ایں نمی گویم کہ درفکر زیان وشود باش اے زغفلت پنجر در ہر چہ باشی زود باش

ناظرین باتمکین! آپ لوگ کچھ سمجھے بھی کہ کس کی نسبت مشتہر نے یہ فضائل رسالت ونبوت کے پوٹ کھولے ہیں؟ جناب! اسی مرزا غلام احمد قادیانی کی نسبت جس نے تقریباً پانچ سو (۵۰۰) سے بھی زیادہ فحش گالیاں اپنی تصانیف نورالقرآن، ازالۃ الوہام، ضمیمہ انجام آتھم وغیرہ متعدد کتابوں میں مرزا قادیانی نے بشان حضرت سیدنا عیسیٰ ابن مریم روح اللہ وحضرت سیدنا امام امام حسین ؓ واکابر علماء کرام اہل اسلام ہر ملت ومذہب کے اپنی زبان نجس سے نکال کر اسلام سے مرتد ہوگیا۔

مسلمانان ہند کا روپیہ پیشگی قیمت براہین احمدیہ وسراج المنیر (سو دوسو نہیں) بلکہ پورے پچیس ہزار وصول کر کے ہضم اور وعدہ کے مطابق کتاب ندارد۔ مرزا قادیانی بھی مر گئے، گل بھی گئے۔ بارہ برس تک طعمہ مور ومار بھی ہوگئے۔ مگر روپے سب ہضم بڑا کمال مرزا قادیانی کا البتہ یہ تھا کہ جب لوگوں کی طرف سے اپنے اپنے روپیوں کا تقاضا شروع ہوا تو مرزا قادیانی لگے نئی نئی گالیاں تصنیف کرنے۔ (دیکھو اعلان الحق، عصاء موسیٰ، چودہویں صدی کا مسیح) قطعہ حسب حال مرزا قادیانی ازفکر جدید حضرت استاذی شور عظیم آبادی دلچسپی سے خالی نہیں۔

ظلم برحق چوں ز حد بگزشت غیرت حق فزود ومرگش برد
درکنارش گرفت ہاویہ سان قبرش از چار طرف تنگ افشرد
لقمۂ چرب شد گلو گیرش زاں کہ بسیار مال مردم خورد

مشتہر صاحب یہ ہے البتہ کمال فرمانبرداری مرزا قادیانی اور خلف زعیم کہ بیچاری محمدی بیگم، سگی، بہو کی قریبی بہن، کمسن لڑکی اس پر مرزا قادیانی کبیر السن کی شہوانی فریفتگی۔ ۱۶ر برس تک خیالی وصال کے امیدوار بنے رہے کوئی سلسلہ جنبانی الہامی ودرمیانی اٹھا نہ رکھی۔ جب مرزا قادیانی کو معلوم ہوا کہ محل اولیٰ کی بی. بی صاحبہ نے مصلحتاً اوران کے غیرت مند سعید صاحبزادوں نے مرزا قادیانی کی دلی تمنا میں روڑے اٹکائے تو جھٹ مرزا قادیانی بی. بی صاحبہ کو طلاق اور بیٹوں کو عاق کا اعلان چھپوا کر بھیج دیا۔ صاحبو! یہ ہے مرزائی اقبال کا جامہ جس کو مشتہر نے اپنے اشتہار ترقی کے راز میں پہنایا ہے۔ انجمن واٹرلو اسٹریٹ طلاق اور عاق کے واقعہ کو اگر جرأت ہو تو جھٹلائے۔ یہی تمہارا معیار صداقت ہے۔ ورنہ ہفتہ میں ایک اشتہار جو کچھ تمہارے جی میں آئے بطور ڈائری کارگزاری کے چھپوا کر قادیان بھیج دیا کرو تمہارا وظیفہ ماہانہ ملا کرے گا۔ اطمینان رکھو۔

بعدۂ اخیر میں مشتہر نے بقول کسے ''اگرچہ گندہ مگر ایجاد بندہ'' ایک شعر بھی لکھ مارا۔ کمال تو یہ ہے کہ خود پیر وملحد، اس پر ہمدردی عامہ کا دعویٰ:

من از ہمدردیت تو خود ہم غور کن بارے خرد ہم بہر ایں روز است
اے دانا وہشیارے، ہم کی خوب کہی۔ مشتہر صاحب شعر کا جواب شعر ہونا چاہئے

اس لئے جوابی شعر نو فارسی ہے۔ علاوہ اس کے اردو خوان کے لئے ایک قطعہ اردو کا حسب حال مرزا قادیانی یعنی ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کی لعنتی موت کو فوٹو بھی یادگار استاذی شور عظیم آبادی نذر ہے۔ یہ تاریخی قطعہ ہے۔ پہلے اور دوسرے مصرعہ سے لعنتی موت کی تاریخ نکلتی ہے جیسا کہ خود مرزا قادیانی نے بمقابلہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے آخری فیصلہ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے (وہ خط دستخطی مرزا ہنوز محفوظ ہے) فرماتے ہیں کہ: ''یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میں اندر میعاد معینہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے لعنتی موت سے مروں۔'' (اشتہار تبصرہ مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۹۱، مؤرخہ ۸ر نومبر ۱۹۰۷ء)

اور بمقابلہ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ: ''اگر میں کذاب اور مفتری ہوں تو میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہوجاؤں گا۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۷۸)

صاحبو! بقول مرزا قادیانی ہوا ایسا ہی کہ بفحوائے ارشاد قرآنی: ''**ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین**'' کہ مرزا قادیانی کی شہ رگ ۲۶ر مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں ہیضہ میں مبتلاء کر کے اسی لعنتی موت سے کاٹی گئی جس سے اپنے الہام میں بڑی ڈھٹائی سے انکار کرتے تھے اور جھوٹی شیخی بگھارتے تھے کہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میں اندر میعاد مقررہ عبدالحکیم خان کے لعنتی موت سے مروں۔ (قطعہ تاریخ موت مرزا):

ثناء اللہ زندہ اور سلامت رہ گئے، بارے	مرے آخر کو مرزا ہی، الٰہی مار کے مارے
اعداد ۱۹۰۸ء دجال بڑھا کر پہلے مصرعہ میں	۱۹۰۸ء بلا کم و کاست
نہ کام آئی مسیحیت پڑیں پھٹکاریں مرنے پر	گرے تب منہ کے بل پنجاب کے مرزائیاں سارے
بڑھا دجال اور شامل ہوا ہے پہلے مصرعہ میں	کہا خم ٹھونک کر مرزا نہ ہر مردے وہر کارے
عجائب ہوگئی تاریخ مرگ لعنتی اے شور	عجب کیا میرزائی دم بخود ہوں شرم کے مارے

لہٰذا یہ خاکسار اخوت اسلامی اور مطابق فرمان مصطفوی ﷺ ''**الدین نصح**'' کے کلکتہ اور بنگال کے سب برادران اسلام کو آگاہ کرتا ہے کہ جو میرزائی ڈیپو خانہ واٹرلو اسٹریٹ نمبر ۱ر۹ میں مشنریوں کی طرح قائم ہوا ہے اور چند پنجابی دلال اس کے ٹھیکہ دار ہوکر

آئے ہیں اور دام تزویر پھیلا کر چائے پانی کا دانہ بھی الو پھانسنے کو چھینٹ دیا ہے۔ ہفتہ وار ایک چھوٹا اشتہار یعنی اپنی کارگزاری کی ڈائری چھپوا کر قادیان بھیجتے رہتے ہیں جس سے ان کے ماہوار وظیفہ ملنے کا ذریعہ سمجھا ہے اور مرزا قادیانی کے جھوٹے اوصاف اور فریب آمیز کہانیاں ظاہر کر کے سیدھے سادے بندگان خدا کو دھوکا دیتے اور مرزائی دام میں پھنساتے ہیں۔ مسلمانو! آگاہ ہو جاؤ جو واقعہ ہے آپ کے گوش گزار کر دیا۔ آئندہ ماننے نہ ماننے کا آپ کو اختیار رہے۔ حدیث شریف کے موافق نصیحت نبویہ سنا دی۔ ’’ہر کہ شک آرد کافر گردد‘‘

میں بھی اگر مرزا جی کو جھوٹ الزام دوں تو وہی کفر مجھ پر بھی عائد ہو جائے گا۔ میں جمیع برادران اسلام کو خبردار کرتا ہوں کہ ان کی صحبت میں نہ جایئے۔ ان کے فریب میں نہ آیئے ان کے پیچھے نماز نہ پڑھئے اور نہ ان کے جنازہ میں شریک ہوں۔ یہ میرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ خود مرزا قادیانی کے قول کے موافق جو بمقابلہ ڈپٹی آتھم صاحب کے مرزا نے خدائی فیصلہ کرایا ہے کہ: ’’درمیان ہمارے اور آتھم صاحب کے جو فریق جھوٹ پر ہو وہ پانچ ستمبر ۱۸۹۴ء تک ضرور ہلاک ہو جائے گا۔ آسمان ٹل جائے مگر یہ فیصلہ نہ ٹلے گا۔‘‘

صاحبو! اس کا نتیجہ حسب قول مرزا ماننا پڑے گا کہ مرزائی مذہب جھوٹ پر تھا اور آتھم بمقابلہ مرزا کے سچا رہا۔ اس لئے خدا نے اس کو ۵؍ستمبر تک ہلاک نہ کیا۔ بلکہ الٹا اثر مباہلہ کا مرزا ہی پر پڑا کہ ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا لعنتی موت سے ہلاک کیا گیا اور دنیا پر خدا نے آفتاب نیمروز کی طرح دکھا دیا کہ مرزا جھوٹا تھا، اس لئے اسی کو ہلاک کر کے اپنے بندوں پر احسان رکھا۔ (فالحمد ﷲ علیٰ ذالک)

اب مجھے یہ کہنے میں کچھ بھی تردد نہیں کہ قدیم عیسائیان جن میں آتھم بھی تھے۔ اس مرزا غلام احمد مسیح کاذب سے نسبتاً اچھے ہیں جبھی تو اللہ تعالیٰ نے مرزا کے مباہلہ میں اس کو ۵؍ستمبر ۱۸۹۴ء تک ہاویہ میں نہ گرایا اور زندہ سلامت رہ کر ۶؍ستمبر کو تمام پنجاب و ہندوستان میں مرزا کو ذلیل و رسواء کر کے وہ گت بنائی اور ایسا ناچ نچایا کہ چھٹی کا دودھ بھی اگل دیا اور ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو جہاں ٹھکانا تھا وہاں پہنچ گئے اور اب جج اکبر کا یہ شعر پڑھتے ہیں اور کف افسوس ملتے ہیں:

پڑھو العلم کو الّا قلیلاً بعد اوتیتم — جو کچھ گڑبڑ کیا تو کھاؤ گے اک روز جوتی تم

خاتمۃ الکتاب

جن صاحبوں کو عام ازیں کہ برادران اسلام ہوں یا وطنی ہندو ونصرانی برادران اورخاص کرمرزائیان واٹرلواسٹریٹ کی خدمت میں متکلف ہوں کہ امورات مندرجہ کتاب ہذا میں تحقیق اور تصدیق اور رفع شکوک منظور خاطر ہوتو براہ راست حضرت مولانا قدوۃ العلماء وزبدۃ الفضلاء الحاج المولوی السیدشاہ محمد علی صاحب قادری خلیفہ اعظم حضرت مولاناشاہ فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہ العزیز سے مقام مونگیرخانقاہ رحمانیہ رسل ورسائل کریں اورزیادہ تشفی کے طالب ہوں تو خودمونگیرتشریف لاکرفقیرخانہ کوسرفرازیں اور ہروقت کتب خانہ خانقاہ جودینی اوردرسیات وغیرہ سے معمور ہے شائقین کے لئے وقف ہے۔مرزا قادیانی کی تمام تصانیف نہایت عمدہ اسلوب سے رکھی ہوئی ہیں جوجوالزامات مرزا قادیانی پر ہیں خوداپنی نظرسے انہیں کی تصانیف میں دیکھ جایئے۔اردوزبان ہے۔اگرچہ پنجابی لہجہ مرزا قادیانی کاہے۔مگرفہم مطالب میں کچھ دشواری نہیں ہےاوران کے ہررسالوں کے شامل ان کی ردبھی اسی طرح منتظم رکھی گئی ہیں۔قابل اطمینان نہایت مہمان نوازی کے ساتھ رفع شکوک کردیئے جائیں گے۔یہاں فقیرانہ ٹھاٹھ ہے نہ محافظ نہ دربان۔ساری جگہ برائے مہمان واخوان وقف ہے:

کیا لطف جو غیرپردہ کھولے ۔۔۔ جادو وہ سر پر چڑھ کے بولے

میں نے اخوت اسلامی کافرض اتارکرمحشرکے بازپرس سے اپنے کوسبکدوش کیا۔ اب آپ لوگ اپنا فرض بھی اداکرتے جائیں اورمرزائیوں کوملحدومرتدسمجھ کران کے قریب بھی نہ آئیں اورمرزاکوبے دین ملحد،مرتدجان کراس کی جھوٹی نبوت کودورہی سے سلام کیجئے اوراس پرہزارہالعنت خودمرزاجی کی تصنیف کردہ بھیجئے۔وما علینا الا البلاغ المبین بجاہ سید المرسلین وخاتم النّبیین ﷺ واصحابہ وازواجہ وجمیع انبیاء واولیاء امتہ اجمعین!

المشتہر:(حکیم مولوی) ملک نظیراحسن ساکن پتوانہ من محلات بہارشریف مقیم مونگیر خانقاہ رحمانیہ۔سابق مریدمرزا قادیانی حالاً بحمدہٗ تعالیٰ تائب،شاگردرشیدشاعرخوش بیان مولانا استاذی شورعظیم آبادی سلمہ اللہ الآبادی مارچ ۱۹۱۹ء

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان

اور

مرزائے قادیان

انجمن سیف الاسلام کوچہ رحمان دہلی

1218
تحفظ ختم نبوت
۸۷۵

هو المعین

سلسلہ تبلیغ نمبر ۲ اور ۵ اور ۶

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عصمت کا بیان

مع ضمیمہ

مسائل رمضان

منجانب انجمن سیف الاسلام کوچہ رحمان

مسجد ایک برج والی دہلی

(در مطبع صبحی برقی پریس دہلی طبع شد)

ٹریکٹ ہذا مفت ہے جو صاحب منگانا چاہیں محصول ڈاک روانہ فرما کر دفتر انجمن سے منگا لیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

انبیاء کرام علیہم السلام کی شان مرزا غلام احمد قادیانی کی نظر میں......(ٹریکٹ نمبر۱۴)			۱۴۱
مرزا محمود تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہے	۱۴۱	مرزا غلام احمد العیاذ باللہ رسول اللہ ﷺ سے افضل ہے	۱۴۲
مرزائی معجزات	۱۴۲	رسول اللہ ﷺ کا معجزہ مرزا قادیانی کے معجزہ سے کمزور تھا	۱۴۳
رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم نہ سمجھا اور مرزا نے سمجھ لیا	۱۴۳	مرزا قادیانی قرآن کریم آسمان سے لائے تھے	۱۴۴
مرزا قادیانی قرآن کریم کی غلطیاں نکالنے آئے تھے	۱۴۵	رسول اللہ ﷺ پر فضیلت کا دعویٰ	۱۴۵
رسول اللہ ﷺ کی نہایت زبردست توہین	۱۴۵	تمام انبیاء علیہم السلام کی برابری کا دعویٰ	۱۴۶
تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین	۱۴۷	قادیانی اور لاہوری مرزائی	۱۴۷
لاہوری اور قادیانی مرزائی	۱۵۰	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین	۱۵۰
مرزا قادیانی کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نہایت شرمناک الزامات	۱۵۰	لاہوری اور قادیانی مرزائی	۱۵۱
حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مرزا قادیانی کا نہایت ناپاک حملہ......(ٹریکٹ نمبر۱۵)			۱۵۲
قادیانی اور لاہوری مرزائی	۱۵۳	مرزائے قادیان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کھلی توہین	۱۵۷
دوبارہ آمد	۱۵۷	مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہیجڑا بتایا ہے	۱۵۸

مرزا غلام احمد کی نظر عنایت حضرت یونس علیہ السلام پر	۱۵۸	مرزا غلام احمد کی تہمت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر	۱۵۹
مرزائے قادیان کا گستاخانہ روّیہ.....(ٹریکٹ نمبر۱۶)			۱۶۳
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین	۱۶۳	حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی توہین	۱۶۵
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین	۱۶۷	قرآن کریم کی توہین	۱۶۷
رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی توہین	۱۶۸	علمائے اسلام کی توہین	۱۶۹
اپنے مخالفین کی نسبت	۱۶۹	مرزا قادیانی کو جو نہ مانے اس کی نسبت	۱۶۹
شکریہ			۱۷۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ ونصلی علٰی رسوله الکریم

انبیاء کرام علیہم السلام کی شان مرزا غلام احمد قادیانی کی نظر میں

(ٹریکٹ نمبر۱۴)

ناظرین کرام! مرزا غلام احمد قادیانی جن کی مہدویت اور مسیحیت کا آئے دن پروپیگنڈا کیا جاتا ہے اور ان کی مسیحیت منوانے کے لئے طرح طرح کے داؤ پیچ کھیلے جاتے ہیں۔ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ کو مرزائی مبلغین مرزا قادیانی کا وہ لٹریچر دکھلا کر دھوکہ دیتے ہیں جس میں مرزا قادیانی سطحی طور سے اسلام اور بانیٔ اسلام کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں اور وہ لٹریچر عمداً پیش نہیں کرتے جس میں خاندان رسالت پر شرمناک حملے کئے گئے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کے ناموس پر نہایت بدترین الزامات عائد کئے گئے ہیں اور جس میں العیاذ باللہ خاکم بدہن آقائے کائنات فخر موجودات سرور عالم احمد مجتبیٰ محمد المصطفیٰ ﷺ فداہ آبائنا وامّہاتنا کو ذہنی استعداد اور قابلیت میں مرزا غلام احمد قادیانی سے ناقص اور کمتر قرار دیا ہے۔ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کی توہین اور تنقیص میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا ہے اور صحابہ کرام اولیاء عظام وعلماء اسلام کے متعلق اس قدر دریدہ دہنی سے کام لیا جس سے چیل کوّے بھی پناہ مانگتے ہیں۔ انتہائی ناانصافی ہوگی اگر ہم اس نتیجہ کے بیان پر ہی اکتفاء کر لیں اور مرزائی لٹریچر کی اصل عبارات نہ پیش کریں۔ اس لئے ہم مرزائی لٹریچر کی اصل عبارات پیش کر کے مسلمانوں سے انصاف کے خواہاں ہیں کہ وہ اصل عبارات پڑھ کر مرزا غلام احمد اور مرزائی امت کے متعلق خود فیصلہ کر لیں۔ سنئے اور غور سے سنئے:

مرزا محمود تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہے

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب (تریاق القلوب ص۴۲، خزائن ج۱۵ ص۲۱۹) پر اپنے بیٹے محمود (خلیفہ قادیان) کے متعلق اپنا ایک الہامی شعر لکھتے ہیں جو یہ ہے:

اے فخر رسول قرب تو معلوم شد   دیر آمدۂ زراہ دور آمدۂ

(ترجمہ) اے سارے رسولوں کے فخر تیرا قب مجھے معلوم ہوا (اسی لئے) تو دیر میں آیا ہے۔ کیونکہ دور راستہ سے آیا ہے۔

اس شعر میں مرزا قادیانی اپنے بیٹے کو فخر رسل بتاتے ہیں اور ظاہر ہے جو فخر رسل ہوگا وہ تمام رسولوں سے افضل ہوگا۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ مرزا قادیانی کا بیٹا تمام رسولوں سے (جس میں رسول اللہ ﷺ بھی داخل ہیں) افضل ہے۔ خاکش بدہن!

مرزا غلام احمد العیاذ باللہ رسول اللہ ﷺ سے افضل ہے

مرزا قادیانی کو الہام ہوا: ''آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا (مرزا کا) تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔'' (حقیقت الوحی ص۸۹، خزائن ج۲۲ ص۹۲)

تخت سے مراد کوئی ظاہری تخت تو ہے نہیں بلکہ مراد رفعت منزلت اور فضیلت ہے۔ پس صاف مطلب اس الہام کا یہی ہوسکتا ہے کہ مرزا قادیانی رسول اللہ ﷺ سے افضل ہے۔

مرزائی معجزات

رسول اللہ ﷺ کے معجزات کا شمار مرزا قادیانی کے معجزات سے کم ہے۔ مرزا قادیانی (تحفہ گولڑویہ ص۴۰، خزائن ج۱۷ ص۱۵۳) پر لکھتے ہیں: ''مثلاً کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی ﷺ سے ظہور میں آئے۔''

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات کی تعداد تین ہزار ہے۔

اب مرزا قادیانی کی اپنے متعلق سنئے کیا کہتا ہے: ''اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں۔ جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔''

(تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸، خزائن ج۲۲ ص۵۰۳)

اور پھر کمال یہ کہ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶، خزائن ج۲۱ ص۷۲) پر مرزا قادیانی اپنے معجزات کی تعداد دس لاکھ بتاتے ہیں۔ پس ان حوالہ جات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے معجزات رسول اللہ ﷺ کے معجزات سے بدرجہا زائد ہیں۔ یہاں بھی مرزا قادیانی اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ سے افضل قرار دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا معجزہ مرزا قادیانی کے معجزہ سے کمزور تھا

مرزا قادیانی (اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ص۱۸۳) پر لکھتے ہیں کہ:

لہ خسف القمر المنیر وان لی غسا القمران المشرقان اتنکر

(ترجمہ) اس (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے (یعنی مرزا کے لئے) چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا۔‘‘

عربی شعر اور اردو ترجمہ ہر دو مرزا قادیانی کے ہی ہیں۔

مرزا قادیانی اپنا اور رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کر کے اپنا نشان چاند اور سورج دونوں کا گہن ہونا بتلاتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا نشان محض چاند گہن ہونا۔ پھر اردو ترجمہ میں رسول اللہ ﷺ کے لئے لفظ ’’اس کے‘‘ استعمال کیا ہے جس کا استعمال اردو محاورہ میں کم درجہ شخص کے لئے ہوا کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم نہ سمجھا اور مرزا نے سمجھ لیا

مرزا غلام احمد (ازالہ اوہام ص۶۹۱، خزائن ج۳ ص۴۷۳) پر لکھتے ہیں: ’’اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے۔ اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔‘‘

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ پر ابن مریم اور دجال اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض اور دجال کے گدھے کی حقیقت منکشف نہ ہوئی اور مرزا قادیانی پر منکشف ہوگئی۔

ناظرین! قرآن کریم میں ابن مریم، یاجوج ماجوج، دابۃ الارض کا نہایت صاف طور سے بیان موجود ہے اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قرآن کریم سمجھنے والا اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ قرآن کریم آپ پر نازل ہوا اور پھر محض یہ ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے وعدہ بھی فرمایا کہ قرآن کریم کا آپ کو یاد کرا دینا اور اس کی تشریح اور معانی کی تفصیل سمجھا دینا بھی ہمارا ذمہ ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:’’ان علینا جمعه و قرآنه‘‘

(ترجمہ) بے شک قرآن کریم کا آپ کے سینہ میں جمع کر دینا پڑھوا لینا ہمارے ذمہ ہے جب ہم اس کو پڑھا کریں آپ اس کے تابع ہو جایا کیجئے پھر اس کی تشریح اور مطالب کا خوب بیان کر دینا ہمارے ذمہ ہے۔

اسی طرح دجال کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمانا:’’مامن نبی الا قد انذر امته...... الخ!‘‘

(ترجمہ) کہ کوئی نبی ایسا نہیں جس نے اپنی امت کو دجال کے شر اور فتنہ سے نہ ڈرایا ہو۔ فتنہ دجال کی اہمیت کو بتلاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس حقیقت کا بھی پتہ لگتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو عموماً اور سرور کائنات رسول اللہ ﷺ کو خصوصاً دجال کی حقیقت اور ماہیت سے کامل واقفیت وحی خداوندی کے ذریعہ سے ہو چکی تھی۔ کیونکہ کسی چیز کی اہمیت اسی وقت معلوم ہوسکتی ہے جب کہ اس کی حقیقت معلوم ہو جائے۔

پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ میں تم کو اس کی ایسی علامت اور نشانی بتلاتا ہوں کہ جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتلائی۔ یہ فرمان بھی اسی بات کو چاہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دجال کی حقیقت اس قدر صاف اور واضح طور پر معلوم تھی کہ مرزا قادیانی کے فرشتہ ٹیچی ٹیچی اور خیراتی کو اس کے پاسنگ بھی معلوم نہ تھا۔

الغرض مرزا قادیانی کا صاف مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کریم نہ سمجھے کیونکہ جن چیزوں کا قرآن کریم میں تذکرہ موجود ہے۔ جب ۲۳ سالہ وحی نے ان کی حقیقت نہ بتلائی تو رسول اللہ ﷺ قرآن کریم بھی نہ سمجھے اور مرزا قادیانی سمجھ گئے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ!

مرزا قادیانی قرآن کریم آسمان سے لائے تھے

مرزا قادیانی کے جہاں اور بہت سے دعاوی تھے وہاں ایک یہ دعویٰ بھی تھا کہ قرآن کریم زمین سے اٹھ گیا تھا۔ میں (مرزا) آسمان سے لایا ہوں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ’’ہاں! یہ سچ ہے کہ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔ انہی معنوں سے کہا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن آسمان پر اٹھایا جائے گا پھر انہیں حدیثوں میں لکھا

ہے کہ پھر دوبارہ قرآن کو زمین پر لانے والا ایک مرد فارسی الاصل ہوگا۔‘‘

(ازالہ اوہام حاشیہ ص۷۲۷، خزائن ج۳ ص۴۹۲،۴۹۳)

مرزا قادیانی قرآن کریم کی غلطیاں نکالنے آئے تھے

مرزا قادیانی ایک شخص کا کشف اپنے متعلق لکھتے ہیں: ’’اس بزرگ نے ایک دفعہ جس بات کو عرصہ تیس سال کا گزرا ہوگا مجھ کو کہا کہ عیسیٰ (مرزا) اب جوان ہوگیا ہے اور لدھیانہ میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا اور قرآن کی رو سے فیصلہ کرے گا۔‘‘

(ازالہ ص۷۰۸، خزائن ج۳ ص۴۸۲)

بھلا جو شخص آسمان سے قرآن کریم کو لائے اور قرآن کریم میں غلطیاں نکالنے کا دعویٰ کرے اگر وہ یہ بھی کہہ بیٹھے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم نہ سمجھا بلکہ میں نے سمجھا تو کون سی بڑی بات ہے۔

اب مرزائی صاحبان ایمان سے بتلائیں کہ کیا اب بھی وہ یہ ہی چلاّئیں گے کہ مرزا قادیانی عاشق رسول اللہ ﷺ تھے۔

رسول اللہ ﷺ پر فضیلت کا دعویٰ

مرزا قادیانی (نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷) پر لکھتے ہیں:

آنچہ داد است ہر نبی را جام   داد آں جام را مرا بتمام

(ترجمہ) ہر نبی کو خدا تعالیٰ نے جو معرفت کا علیحدہ علیحدہ پیالہ دیا ہے وہ معرفت کا پیالہ مجھے (اکیلے مرزا کو) کامل طور سے دیا۔

مطلب صاف ہے کہ میں (مرزا) رسول اللہ ﷺ سے بھی افضل ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کی نہایت زبردست توہین

مرزا غلام احمد قادیانی کرشن کے لئے خلیفہ قادیان لکھتے ہیں کہ: ’’حضرت مسیح موعود (مرزا) کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا۔ اس زمانہ میں تمدنی ترقی زیادہ ہوئی ہے اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود (مرزا) کو آنحضرت ﷺ پر حاصل ہے۔ نبی

کریم ﷺ کی ذہنی استعدادوں کا پورا ظہور بوجہ تمدن کے نقص کے نہ ہوا اور نہ قابلیت تھی۔‘‘

(قادیانی ریویو بابت ماہ جون ۱۹۲۹ء)

چلئے: پدر اگر نتواند پسر تمام کند۔

ناظرین! اس وقت ہماری اپیل صرف اور صرف مسلمانوں سے ہے جو اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی امت کہتے ہیں کہ کیا تمہاری غیرت اور حمیت اس کو گوارا کرنے کے لئے تیار ہے کہ ایک کرشن بچہ رسول اللہ ﷺ کو ناقص العقل اور ناقابل کہے اور تم خاموش بیٹھے ہوئے سنتے رہو۔ کیا اسی برتے پر رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے امیدار رہو۔ کیا انہیں باتوں سے خیرالامم بننے کے لئے تیار ہو۔ کیا رسول اللہ ﷺ کی اس قدر وقعت اور عظمت تمہارے قلوب میں ہے۔ کیا انہیں افعال سے رسول اللہ ﷺ کی خوشی حاصل کرنے کی فکر میں ہو۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آخر تمہاری اسلامی غیرت اور حمیت کس کام آئے گی۔ آخر وہ کون سا دن آئے گا جس میں تم اپنی ایمانی قوتوں کو ظاہر کرو گے اور وہ کون سی ساعت ہوگی جس میں تم اپنی عزت قربان کرنے کے لئے تیار ہوگے۔ یاد رکھو اور اچھی طرح یاد رکھو کہ عزت وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی عزت اور عظمت پر قربان ہو ورنہ وہ عزت جو رسول اللہ ﷺ کی علی الاعلان توہین گوارا کرنے پر ٹس سے مس نہ ہو وہ عزت ہزار ذلت سے بدتر ہے۔

مسلمانوں اگر سینے میں دل ہے اور دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے تو اٹھو اور فتنہ قادیان کو پاش پاش کر کے ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلا دو اور رسول اللہ ﷺ کی عزت اور ناموس کی حفاظت کے لئے تاجدار مدینہ ﷺ کی غلامی کا سچا اور پکا ثبوت پیش کرو۔ شہنشاہ کونین فخر دارین آقائے کائنات سید الاوّلین والآخرین کے وفادار غلام بن کر دکھلاؤ اور مرزائیت کا قلع قمع کر دو۔ کیونکہ:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں   یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

ہمارا مقصد اس سے کسی کو اشتعال دلانا نہیں بلکہ مقصد اپنے مذہب کی حفاظت ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کی برابری کا دعویٰ

مرزاغلام احمد لکھتے ہیں:

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے　　من بعرفان نہ کمترم ز کسے

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷، ۴۷۸، درثمین ص۱۷۲)

(ترجمہ) اگرچہ بہت سے نبی ہوئے ہیں لیکن میں (مرزا) کسی نبی سے معرفت الٰہی میں کم نہیں۔

اور سنئے:

آں یقینے کہ بود عیسیٰ را　　برکلامے کہ شد برو القاء

(ترجمہ) جو یقین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کلام پر تھا کہ جو ان پر نازل ہوا۔

وآں یقین کلیم برتورات　　ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین

اور وہ یقین جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات پر تھا اور وہ یقین کہ جو رسول اللہ ﷺ کو تھا۔

کم نیز زاں ہم بروئے یقین　　ہر کہ گوید دروغ ہست و لعین

(نزول المسیح ص۹۹، ۱۰۰، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷، درثمین ص۱۷۲)

میں (مرزا) ان سب سے یقیناً کم نہیں اور جو (مجھے) کم کہتا ہے وہ جھوٹا اور لعین ہے۔

مذکورہ بالا ہر دو حوالوں میں مرزا غلام احمد نے کس زور وشور سے تمام انبیاء علیہم السلام کی برابری کا دعویٰ کیا ہے اور پھر کمال یہ کہ اس خرافات کے بعد بھی عاشق رسول اللہ ہونے کا دعویٰ ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک!

تمام انبیاء علیہم السلام کی توہین

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

زندہ شد ہر نبی بآمدنم　　ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

(نزول المسیح ص۱۰۰، خزائن ج۱۸ ص۴۷۸، درثمین ص۱۷۳)

ترجمہ: ہر نبی میرے (مرزا کے) آنے سے زندہ ہوگیا اور تمام رسول میرے کپڑوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

قادیانی اور لاہوری مرزائی

ان مرزائی کفریات کے جواب میں بعض بزرگوں کے چند اشعار اور کلام پیش

کر کے مرزائے قادیان کو انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین سے بری ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں وہ اشعار یہ ہیں۔ حضرت بہاء الحق صاحب ملتانی کا یہ شعر پیش کیا جاتا ہے کہ:

۱......

جملہ نبی طفیل منم انبیاء شدند موسیٰ وخضر ویونس از پس رواں ماست

(ترجمہ) تمام نبی میرے طفیل سے نبی ہوئے موسیٰ خضر اور یونس علیہم السلام ہمارے پیچھے چلنے والوں میں سے ہیں۔

مولانا روم فرماتے ہیں:

۲......

اللہ اللہ گو کہ اللہ میشوی حق بگویم ثم باللہ میشوی

(ترجمہ) تو اللہ اللہ کہہ اللہ ہو جائے گا۔ میں سچ کہتا ہوں تو اللہ ہو جائے گا۔

۳...... ’’اولیاء رانوح کشتی باں شناس‘‘

(ترجمہ) اولیاء اللہ کو نوح علیہ السلام کی طرح کشتی کا محافظ سمجھ۔

۴...... ’’اولیاء اطفال حق اندائے پسر‘‘

(ترجمہ) اے عزیز اولیاء اللہ خدائے تعالیٰ کے اطفال ہیں۔

اور اسی قسم کے بعض اور اشعار بھی پیش کیا کرتے ہیں۔

جواب الجواب

یہ ہے کہ اس قسم کے تمام اشعار کے متعلق سب سے پہلے تم اپنے بڑے میاں مرزا قادیانی کا فتویٰ سن لو اور خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ۔ مرزا قادیانی سے اس قسم کے اقوال صوفیاء کے متعلق سوال ہوا اور پھر مرزا قادیانی نے جو جواب دیا۔ ہم بعینہ اس کو نقل کئے دیتے ہیں۔

’’سوال: پھر صوفیوں کو کیا غلطی لگی۔

جواب: ان (صوفیاء) کو حوالہ بخدا کرو معلوم نہیں انہوں نے کیا سمجھا اور کہاں سے سمجھا۔ **تلک امة قد خلت لها ما کسبت** بعض وقت لوگوں کو دھوکہ لگتا ہے کہ وہ ابتدائی حالت کو انتہائی سمجھ لیتے ہیں۔ کیا معلوم ہے کہ انہوں نے ابتداء میں یہ کہا ہو۔ پھر آخر

میں چھوڑ دیا ہو یا کسی اور ہی نے ان کی باتوں میں التباس کر دیا ہو اور اپنے خیالات ملا دیئے ہوں۔ اس طرح پر توتوریت وانجیل میں تحریف ہوگئی۔ گزشتہ مشائخ کا اس میں نام بھی نہ لینا چاہئے۔ ان کا تو ذکر خیر چاہئے انسان کو لازم ہے جس غلطی پر خدا اسے مطلع کر دے خود اس میں نہ پڑے۔'' (اخبار الحکم نمبر۴۰ ج۵ ص۲ کالم۲، مؤرخہ ۳۱/اکتوبر ۱۹۰۱ء، ملفوظات ج۲ ص۳۶۹)

علاوہ ازیں کہاں مولانا روم اور حضرت شیخ بہاء الحق ملتانی اور کہاں مرزائی قادیانی، کہاں اللہ اللہ اور کہاں ٹیں ٹیں۔

چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا

اور کیا ان بزرگوں میں سے کسی نے بہشتی مقبرہ کے لئے مرزا قادیانی کی طرح بھیک مانگی تھی۔ کیا مسیح ابن مریم بننے کے لئے منارہ کے لئے چندہ جمع کیا تھا کیا اپنے نہ ماننے والوں کو حرام زادہ اور ولد الحرام کہا تھا اور کیا کسی محمدی بیگم کے فراق میں عمر بھر پاپڑ بیلے تھے۔ کیا وہ بھی مرزا قادیانی کی طرح جے سنگھ بہادر، برہمن اوتار اور کرشن گوپال بنے تھے۔ کیا انہوں نے مرزا قادیانی کی طرح اپنی مسیحیت اور مہدویت کا ڈھنڈورا پیٹا تھا اور کیا کسی بزرگ نے کوئی ایسا لنگر خانہ جاری کیا تھا کہ ان کے مرید اس لنگر خانہ کی روٹیاں کھا کر ان کی مسیحیت اور کرشن ہونے کا نہایت بلند آہنگی کے ساتھ صور پھونکتے پھریں۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ذرا خود ہی اپنے ضمیر سے انصاف کا مطالبہ کرلو کہ وہ کیا فیصلہ دیتا ہے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ مرزائی تو کہاں مرزا قادیانی میں بھی اتنی استعداد اور قابلیت نہ تھی کہ وہ صوفیائے کرام کے کلام کو سمجھتے جس کے ثابت کرنے کے لئے ہم الحمدللہ! ہر وقت تیار ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بعض اولیاء اللہ سے بے خودی کی حالت میں بعض الفاظ اگر اس قسم کے نکل گئے ہوں تو کچھ مستبعد نہیں۔ کیونکہ ان کو اس حالت میں خود اپنا ہی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں اور پھر ان کی بعض اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں جن کے معانی کوئی کامل ہی سمجھ سکتا ہے نہ کہ ہر ایک ایرا غیرا نتھو خیرا۔

اس قسم کے عقیدے خیراتی یا ٹیچی ٹیچی کی باتوں سے حل نہیں ہوا کرتے۔ مرزا قادیانی کی صوفی بننے کے لئے طبیعت تو بہت للچائی لیکن چونکہ اس کوچہ سے ناواقف تھے، منہ

کے بل دھم سے گر پڑے اور پھر سنبھل نہ سکے۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود گمراہی میں اسفل السافلین تک پہنچے اور مریدین کو بھی وہیں پہنچا کر دم لیا۔

لاہوری اور قادیانی مرزائی

خوب سمجھ لیں کہ نبی کا ہر قول چونکہ امت کے لئے شمع ہدایت ہوتا ہے۔ اس لئے ان سے اس قسم کا کوئی فقرہ صادر نہیں ہوتا جس سے امت کے گمراہ ہونے کا اندیشہ ہو۔ اسی طرح مجدد شریعت کا خادم ہوتا ہے وہ شریعت کو بدعات سے پاک وصاف کیا کرتا ہے نہ کہ مرزاقادیانی کی طرح ترمیم اور تنسیخ کرتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

مرزاغلام احمد قادیانی (دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰) پر لکھتے ہیں:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور سنئے (ازالہ اوہام ص۱۵۸، خزائن ج۳ ص۱۸۰) پر لکھتے ہیں:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجا است تابنہد پابمنبرم

(ترجمہ) میں ہی ہوں جو بشارتوں کے موافق آیا ہوں عیسیٰ کی کیا مجال کہ میرے منبر پر قدم رکھے۔ ہر دو شعر توہین عیسیٰ علیہ السلام میں صاف ہیں۔ اس لئے تشریح کی حاجت نہیں۔

مرزاقادیانی کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نہایت شرمناک الزامات

’’مرزاغلام احمد قادیانی (دافع البلاء ص آخری حاشیہ، خزائن ج۱۸ ص۲۲۰) میں لکھتے ہیں: ’’لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ (یحییٰ علیہ السلام) شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اس وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔‘‘

اس حوالہ میں مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شرابی، حرام کی کمائی استعمال کرنے والا رنڈیوں اور کسبی عورتوں سے میل جول رکھنے والا صاف طور سے قرآن کریم کے حوالہ سے کہا ہے۔

اور سنئیے۔ مرزا قادیانی (کشتی نوح ص۶۶، خزائن ج۱۹ ص۷۱ حاشیہ) پر لکھتے ہیں: ''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔''

ناظرین! خوب یاد رکھیں کہ: ''عیسیٰ علیہ السلام اور شراب''

لاہوری اور قادیانی مرزائی

جواب دیا کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے یہ سب کچھ الزاماً لکھا ہے۔

جواب الجواب

یہ ہے کہ الزامی جواب کے لئے بائبل کا حوالہ ہونا چاہئے نہ کہ قرآن کریم کا۔ علاوہ ازیں ہر دو حوالوں میں مرزا قادیانی کا خطاب صرف عیسائیوں سے نہیں بلکہ پہلے حوالہ میں مسلمان اور عیسائی دونوں سے ہے۔ پس قرآن کریم کا حوالہ پیش کرنا صرف اور صرف اسی لئے ہوسکتا ہے کہ مرزا قادیانی قرآن کریم کے حوالہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شرابی وغیرہ ہونا ثابت کرتے ہیں۔ دوسرے حوالہ میں مخاطب صرف مسلمان ہیں۔ اس لئے وہ بھی کسی طرح الزام نہیں ہوسکتا۔

دوسرا جواب

مرزائی یہ دیا کرتے ہیں کہ چوں کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کی دلیل قرآن کریم سے پیش کی تھی۔ اس لئے مرزا قادیانی نے قرآن کریم سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام العیاذ باللہ شرابی وغیرہ تھے۔

جواب الجواب

اوّل تو وہی پہلا جواب ہے کہ مخاطب دونوں عبارتوں کے مسلمان بھی ہیں۔ دوسرا

یہ کہ مرزا قادیانی نے قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے بالکل غلط کی جس کے لئے کوئی آیت قرآن کریم میں نہیں۔ پھر اگر عیسائی ایک غلط بات قرآن کریم سے نکالیں تو یہ کون سی مجددیت ہے کہ مرزا قادیانی بھی ان کے مقابلہ میں قرآن کریم سے غلط مطلب نکالیں۔ اس لئے یہ تمام تاویلات بالکل غلط ہیں اور مرزا قادیانی کا مطلب بجز توہین عیسیٰ علیہ السلام کے اور کچھ نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر مرزا قادیانی کا نہایت ناپاک حملہ

(ٹریکٹ نمبر۱۵)

مرزا غلام احمد (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱) پر لکھتے ہیں: ’’آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زناکاری کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔‘‘

اور سنئے۔ مرزا قادیانی (ضمیمہ انجام آتھم ص۵ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹) میں لکھتے ہیں: ’’ہاں! آپ (یسوع مسیح) کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے مگر میرے (مرزا کے) نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔‘‘

اور سنئے۔ مرزائے قادیان (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۶، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰) پر لکھتے ہیں: ’’عیسائیوں نے آپ (یسوع مسیح) کے بہت سے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔‘‘

ناظرین! مرزا قادیانی کا کمال دیکھا کس صفائی سے معجزات عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا ہے۔

اور سنئے۔ مرزا قادیانی (ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱ حاشیہ) میں لکھتے

ہیں: ’’ممکن ہے کہ آپ (یسوع مسیح) نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور بیماری کا علاج کیا ہو۔ مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانے میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔‘‘

اور سنئے۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱ حاشیہ) ’’آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے ہاتھ میں سواء مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ پھر افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں۔‘‘

قادیانی اور لاہوری مرزائی

ان مرزائی کفریات پر بجائے شرمندہ ہونے کے طرح طرح کی تاویلات کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ پہلی تاویل جو تمام مرزائیوں کو از بر یاد ہے کہ مرزا قادیانی نے یسوع کو گالیاں دی ہیں نہ کہ مسیح اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام یسوع نہیں اور نہ خدائے تعالیٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر دی ہے۔

جواب یہ ہے کہ یسوع اور مسیح اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تینوں ایک ہی مقدس شخصیت کے نام ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی خود اقرار کرتے ہیں۔ غور سے سنو: ’’دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔‘‘ (توضیح مرام ص۳، خزائن ج۳ ص۵۲)

اور سنئے۔ مرزا قادیانی (کشتی نوح ص۶۱، خزائن ج۱۹ ص۶۶) پر لکھتے ہیں: ’’کیا آسمان کے نیچے کوئی ایسا کفارہ اور ایسا فدیہ ہے جو تم سے گناہ ترک کراسکے کیا مریم کا بیٹا (۱) عیسیٰ ایسا ہے کہ اس کا مصنوعی خون گناہ سے چھڑائے گا۔ اے عیسائیو! ایسا جھوٹ مت بولو جس سے زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ (۲) یسوع خود اپنی نجات کے لئے یقین کا محتاج تھا اور اس لئے یقین کیا اور نجات پائی۔ افسوس ہے ان عیسائی پر جو یہ کہہ کر مخلوق کو دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم نے (۳) مسیح کے خون سے نجات پائی ہے۔‘‘

مرزائیو دیکھا تمہارے کرشن (مرزا قادیانی) تینوں نام کس صفائی سے ایک ہی شخص کے بتلاتے ہیں۔

اور سنئے۔ مرزا قادیانی (چشمہ مسیحی حاشیہ ص۶۷، خزائن ج۲۰ ص۳۸۱،۳۸۲) پر لکھتے

ہیں: ’’اوّل یہ کہ ان (مسلمانوں) کو یہ اعتقاد رکھنا پڑتا ہے کہ جیسا ایک بندہ خدا کا عیسیٰ نام جس کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں تیس برس تک موسیٰ رسول اللہ کی پیروی کر کے خدا کا مقرب بنا اور مرتبہ نبوت پایا۔‘‘

مرزائیو! مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو عبرانی زبان میں یسوع کہتے ہیں۔

اور سنئے مرزا قادیانی (ضرورت الامام ص۱۶،۱۷، خزائن ج۱۳ص۴۸۷) پر لکھتے ہیں: ’’حضرت مسیح سے شیطان نے اپنے قدیم طریقے وسوسہ اندازی کے طرز پر شرارت سے ایک درخواست کی تھی۔ سو ان کی پاک طبیعت نے فی الفور اس کو رد کیا اور قبول نہ کیا۔ اس میں ان کی کوئی کسر شان نہیں۔ کیا بادشاہوں کے حضور میں کبھی بدمعاش کلام نہیں کرتے۔ سو ایسا ہی روحانی طور سے شیطان نے یسوع کے دل میں اپنا کلام ڈالا۔ یسوع نے اس شیطانی الہام کو قبول نہ کیا بلکہ رد کیا۔ سو یہ تو قابل تعریف بات ہوئی۔‘‘

اور سنئے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’اس وقت ہم (مرزا قادیانی) یہ عاجزانہ التماس کسی مذہبی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک کامل انسان کی حفظ عزت کے لئے پیش کرتے ہیں اور یسوع کی طرف سے رسول کی طرح ہو کر جس طرح کشفی عالم میں اس کی زبان سے سنا حضور قیصر ہند میں پہنچا دیتے ہیں۔‘‘ (تحفہ قیصریہ ص۲۲، خزائن ج۱۲ص۲۷۴)

اور ملاحظہ ہو۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ’’کیونکہ میری (مرزا کی) طبیعت یسوع میں مستغرق ہے اور یسوع کی مجھ میں۔‘‘ (تحفہ قیصریہ ص۲۳، خزائن ج۱۲ص۲۷۵)

مرزائیو! ان حوالوں کو خوب غور سے پڑھ کر ذرا خدا سے ڈر کر فیصلہ کرو کہ مرزا قادیانی نے یسوع، مسیح، عیسیٰ تینوں نام ایک ہی مقدس ذات یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قرار دیئے ہیں۔ حوالہ جات تو بہت ہیں لیکن سمجھنے والے کے لئے ایک ہی کافی ہے۔ ہم نے تو چھ حوالہ جات درج کر دیئے ہیں اور ضدی اور ہٹ دھرم کے لئے دفتر بھی ناکافی۔

اب یسوع کا ذکر بھی قرآن شریف میں دیکھو۔

مرزائے قادیان (چشمہ معرفت ص۲۱۸، خزائن ج۲۳ ص۲۲۷) میں لکھتے ہیں کہ: ’’اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے یسوع کی پیدائش کی مثال بیان کرنے کے وقت آدم کو ہی پیش کیا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے: ’’ان مثل عیسیٰ عنداللہ کمثل آدم خلقہ من تراب

ثم قال له كن فيكون ‘‘یعنی عیسیٰ کی مثال خدا تعالیٰ کے نزدیک آدم کی ہے کیونکہ خدا نے آدم کو مٹی سے بنا کر پھر کہا کہ زندہ ہو جا پس وہ زندہ ہو گیا۔’’

اس عبارت سے نہایت واضح طور سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یسوع کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ دوسرے یہ کہ یسوع اور عیسیٰ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں۔ اس لئے یہ مرزائی تاویل بالکل غلط ہے۔

دوسرا جواب

مرزائی یہ جواب دیتے ہیں کہ چوں کہ عیسائیوں نے رسول اللہ ﷺ کی توہین کی اس لئے مرزا قادیانی نے عیسائیوں کو جواب دینے کے لئے بائبل سے اس طرح کی باتیں لکھیں۔

جواب الجواب

یہ ہے کہ اوّل تو مرزا قادیانی نے ان کفریات کو لکھتے ہوئے کہیں بائبل کا حوالہ نہیں دیا۔ دوسرے یہ کہ کون سی نبوت اور مجددیت کی شان ہے کہ اگر عیسائی رسول اللہ ﷺ کی توہین کریں تو مرزا قادیانی ایک معصوم نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔

تیسرے یہ کہ عیسائیوں نے رسول اللہ ﷺ کی جس قدر توہین کی ہے، اس کی تمام ذمہ داری مرزا قادیانی پر ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے اپنی زبان کی چھری ایسی بے تکی چلائی اور خدا کے مقبولوں اور رسولوں کی توہین کی ابتداء کی جس سے عیسائی وغیرہ اقوام نے مشتعل ہو کر رسول اللہ ﷺ کی توہین شروع کر دی اور مرزا قادیانی کی یہ ساری کارروائی محض اس لئے تھی کہ کسی طرح اپنے آپ کو مشہور کر کے مسیحیت کا دعویٰ کر دیں۔ چنانچہ مطلب حاصل ہو گیا اور مرزا قادیانی مسیح اور مہدی بن بیٹھے۔ اس لئے یہ مرزائی جواب بھی بے حد لغو اور ناقابل توجہ ہے۔

مرزائی جھوٹ بولنے سے ذرا بھی نہیں شرماتے۔ کیونکہ مرزائی تو کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین اس لئے کی کہ پادریوں نے رسول اللہ ﷺ کی توہین کی اور مرزا قادیانی یہ کہیں کہ میں نے گورنمنٹ انگلشیہ کی خدمت ادا کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔

چنانچہ (تریاق القلوب ضمیمہ نمبر۳ ص ب، خزائن ج۱۵ ص۴۹۰) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’اور میں (مرزا) اس بات کا بھی اقراری ہوں کہ جب کہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہوگئی اور حد اعتدال سے بڑھ گئی اور بالخصوص پرچہ نور افشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں اور ان مؤلفین نے ہمارے نبی ﷺ کی نسبت نعوذ باللہ! ایسے الفاظ استعمال کئے کہ یہ شخص ڈاکو تھا چور تھا...... تو مجھے (مرزا کو) ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندازہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دل میں جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے۔ ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو۔ تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے تا سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بدامنی پیدا نہ ہو۔ تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی۔ چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی۔ کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش والے آدمی موجود ہیں، ان کے غیظ وغضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریقہ کافی ہوگا۔ کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ نہیں رہتا۔ سو میری یہ پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی۔

اور سنئے: ’’سو مجھ سے (مرزا سے) پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا۔‘‘

(تریاق القلوب ضمیمہ نمبر۳ ص ج، خزائن ج۱۵ ص۴۹۱)

مرزائیو! سنتے ہو تمہارے بڑے میاں کرشن (مرزا قادیانی) کیا فرماتے ہیں ذرا مذکورہ بالا عبارات دیکھو مرزا قادیانی کیا صاف اقرار کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین میں نے اس لئے نہیں کہ عیسائیوں نے رسول اللہ ﷺ کی توہین کی ہے۔ بلکہ اس لئے کہ ملک میں بدامنی پیدا نہ ہو۔ یہ ہے مرزا قادیانی کو رسول اللہ ﷺ سے محبت کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین سے تو مرزا قادیانی کی رگ حمیت جوش میں نہ آئے اور ملک کی بدامنی کے

اندیشے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کریں اور رسول اللہ ﷺ کی توہین سے جن مسلمانوں کو غصہ آجائے ان کو مرزا قادیانی وحشی مسلمان اور وحشیانہ جوش رکھنے والے آدمی بتلائیں۔

الغرض روزروشن کی طرح ثابت ہوا کہ مرزائی تاویلیں بالکل غلط ہیں۔

مرزائے قادیان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کھلی توہین

(اخبار بدرج ۶ نمبر۱۹ص ۵، ملفوظات ج۹ص ۲۴۳، مؤرخہ ۹؍مئی ۱۹۰۷ء) مرزا قادیانی کے کلمات طیبات کے ذیل میں لکھتا ہے کہ مرزا قادیانی نے فرمایا:

دوبارہ آمد

’’ایک دفعہ حضرت مسیح زمین پر آئے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہوگئے۔ دوبارہ آکر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ ان کے آنے کی خواہش مند ہیں۔‘‘

اور سنئے مرزا قادیانی اپنی کتاب (دافع البلاص ۱۵، خزائن ج۱۸ص ۲۳۵) پر لکھتے ہیں:

’’جو شخص (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کشمیر سری نگر محلہ خانیار میں مدفون ہے، اس کو ناحق آسمان پر بٹھایا گیا کس قدر ظلم ہے۔ خدا تو بپابندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے لیکن ایسے شخص (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لاسکتا۔ جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کردیا ہے۔‘‘

ناظرین! پہلے حوالہ میں مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا نتیجہ دنیا میں کئی کروڑ مشرک ہونا بتایا ہے۔ حالاں کہ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں مخلوق کی ہدایت اور اصلاح کے لئے تشریف لاتے ہیں نہ کہ شرک پھیلانے کے لئے۔ بھلا اس سے بڑھ کر کسی نبی کی اور کیا توہین ہوسکتی ہے کہ اس کو شرک پھیلانے والا بتلایا جائے۔ پھر کمال یہ کہ مرزا قادیانی کا یہ قول قرآن کریم کے بھی بالکل مخالف ہے کیونکہ قرآن کریم میں صاف موجود ہے کہ جب قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوگا کہ کیا تم نے اپنی امت کو یہ کہا تھا کہ مجھ کو اور میری والدہ کو خدا کے علاوہ معبود قرار دو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواباً عرض کریں گے کہ اے پروردگار تیری ذات پاک ہے بھلا میں اس طرح کب کہہ سکتا تھا۔ میں نے تو ان کو وہی کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا اور وہ یہ کہ فقط

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو کہ میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ مرزا قادیانی کے الہام کرنے والے نے یہ نہ بتلایا کہ وہ قرآن کریم کی مخالفت کر رہے ہیں اور پھر دعویٰ یہ کہ قرآن کریم کو میں نے ہی سمجھا ہے اور کسی نے نہ سمجھا اور دوسرے حوالہ میں تو مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صاف طور سے فتنہ پرداز اور فتنہ پھیلانے والا کہا ہے۔ اب ہر شخص اندازہ لگائے کہ مرزا قادیانی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہاں تک محبت یا عداوت تھی۔

مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہیجڑا بتایا ہے

سنئے: مرزا قادیانی اپنی کتاب (مکتوبات احمدیہ ج۳ ص۲۸، مکتوبات احمد ج۱ ص۱۹۲ جدید ایڈیشن) پر لکھتے ہیں: ’’کیا تمہیں خبر نہیں کہ مردمی اور رجولیت انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے۔ ہیجڑا ہونا کوئی اچھی صفت نہیں ہے جیسے بہرہ اور گونگا ہونا کسی خوبی میں داخل نہیں۔ ہاں! یہ اعتراض بہت بڑا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردانہ صفت کی اعلیٰ ترین صفت سے بے نصیب محض ہونے کے باعث ازواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے۔‘‘

ناظرین! ذرا ملاحظہ کریں کہ کس جرأت سے مرزا نے عیسیٰ علیہ السلام کو ہیجڑا اور ناکارہ کہا ہے۔ (نعوذ باللہ)

مرزا غلام احمد کی نظر عنایت حضرت یونس علیہ السلام پر

حضرت یونس علیہ السلام منصوص انبیاء علیہم السلام سے ہیں۔ قرآن کریم حضرت یونس علیہ السلام کی نبوت اور رسالت کو صاف طور سے بیان کر رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ: ’’**وان یونس لمن المرسلین**‘‘ بے شک حضرت یونس علیہ السلام خدا تعالیٰ کے رسولوں میں سے ہیں۔

اب مرزا قادیانی کے سنئے۔ مرزا قادیانی (انجام آتھم ص۲۲۵، خزائن ج۱۱ ص۲۲۵) پر لکھتے ہیں: ’’چوں یونس استقلال را از بدفہمی خود ترک کرد۔‘‘

(ترجمہ) جب یونس علیہ السلام نے اپنی بدفہمی سے استقلال کو چھوڑ دیا۔

مرزائیو! کیا حضرت یونس علیہ السلام کو بدفہم کہنا ان کی توہین ہے یا نہیں۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسی نبی کو بدفہم کہنا یقیناً اس کی نہایت زبردست توہین ہے ہم تو آج تک یہی سمجھتے تھے کہ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو محض اس لئے مغلظات اور فواحش سنائی ہیں کہ

مرزا قادیانی ان کو اپنا مقابل سمجھتے تھے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کا دعویٰ تھا کہ میں مسیح موعود ہوں اور مخالفین مرزا قادیانی کہتے تھے کہ نہیں مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مسیح موعود ہونا مرزا قادیانی کی من گھڑت مسیحیت پر ایک ضرب کاری تھی۔ اس لئے مجبور ہوکر مرزا قادیانی گالیاں دینے پر اتر آئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جذبہ رقابت میں خوب گالیاں سنائیں اور اپنا نامۂ اعمال اچھی طرح سیاہ کیا لیکن دوسرے انبیاء علیہم السلام خصوصاً رسول اکرم سردار دو عالم فخر الاوّلین والآخرین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ’’فداہ بآبائنا وامھاتنا‘‘ اور حضرت یونس علیہ السلام نے مرزا قادیانی کا کیا بگاڑا تھا جو ان کی توہین میں بھی کمال کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی فطرت کو انبیاء علیہم السلام سے خاص عداوت تھی۔ مثل مشہور جبل گردد جبلی نگردد۔ اسی لئے مرزا قادیانی کو کسی نبی علیہ السلام کی توہین میں کچھ پس وپیش نہ ہوتی تھی۔ بلکہ جو کچھ چاہتے تھے نہایت بیباکانہ طور سے کہہ دیا کرتے تھے۔ جب کوئی شخص سعادت ازلی سے محروم ہو جاتا ہے تو اس کی یہی حالت ہوا کرتی ہے:

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنۂ پاکان زند

مرزا غلام احمد کی تہمت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر

مرزا قادیانی اپنی کتاب (کشتی نوح ص۱۶، خزائن ج۱۹ ص۱۸) پر لکھتے ہیں: ’’اور مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے مگر میں (مرزا) کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔‘‘

مرزا قادیانی نے اپنی اس عبارت میں حضرت مریم صدیقہ پر کیا کیا تہمتیں لگائی ہیں۔ اوّل یہ کہ نکاح سے پہلے ان کو ناجائز حمل رہ گیا تھا۔ دوسرے یہ کہ حمل کی حالت میں ان کا نکاح کرنا توریت کی تعلیم کے خلاف تھا جس کے معنی یہ ہوئے کہ بالفرض نکاح کے بعد بھی

جو اولاد پیدا ہوئی۔ وہ ناجائز نکاح سے پیدا ہوئی تھی۔ تیسرے یہ کہ حضرت مریم صدیقہ نے اللہ تعالیٰ سے کنواری رہنے کا عہد کیا تھا اس کو توڑ ڈالا۔ چوتھے یہ کہ توریت کی تعلیم کے خلاف تعدد ازواج کی بنیاد ڈالی۔ ان الزامات کے علاوہ مرزا قادیانی نے اور بھی نہایت گندے الزامات لگائے ہیں۔

سنئے: مرزا قادیانی اپنی کتاب ''ایام الصلح'' میں تمام افغانی قوم کا بنی اسرائیلی ہونا ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ (ایام الصلح ص۶۷، خزائن ج۱۴ ص۳۰۱ حاشیہ) پر لکھتے ہیں: ''اکنوں ایں امراز اجلی بدیہیات گردیدہ کہ ایں طائفہ افاغنہ کہ امروز سریر کابل از وجود ایشاں روکش بہترین مملکتہائے عالم است البتہ از بنی اسرائیل می باشند۔''

(ترجمہ) اب یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوچکی ہے کہ یہ افغانی قوم کہ جن کے وجود سے آج کل سلطنت کابل تمام دنیا کی سلطنتوں سے بہترین سلطنت ہے یقیناً بنی اسرائیل سے ہیں۔

اور سنئے: مرزا قادیانی اسی صفحہ کے حاشیہ میں اس مضمون کو اور صاف کر کے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ''ظاہراً ہیچ گونہ ریب وشبہت دریں امر نیست کہ افاغنہ بجملتہم اعنی یوسف زئی وداؤد زئی ولودی، وشروانی، واورک زئی وسدوزئی وبارک زئی وغیرہم اصلاً وحقیقۃً البتہ از بنی اسرائیل وقیس مرایں اقوام را مورث اعلیٰ مسلم میباشد۔''

(ایام الصلح حاشیہ ص۶۳، خزائن ج۱۴ ص۲۹۷)

(ترجمہ) بظاہر اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ تمام افغانی قوم یعنی یوسف زئی، داؤد زئی، لودی، شروانی، اورکزئی، سدوزئی، بارک زئی۔ اصل اور نسب میں یقیناً بنی اسرائیل سے ہیں اور قیس خصوصاً ان تمام افغانی قوموں کا مورث اعلیٰ اور جد امجد مسلم اور ثابت شدہ ہے۔

ناظرین! ان دونوں حوالوں سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ مرزا غلام احمد کے نزدیک تمام افغانی قوم بنی اسرائیل سے ہے۔ اب ذرا مرزا قادیانی کی بے باکی دیکھئے۔ مرزا قادیانی افغانی قوم کے بنی اسرائیل ہونے پر بہت سے من گھڑت دلائل اور قرائن پیش کرتے ہوئے پانچواں قرینہ رسم ورواج پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ (ایام الصلح ص ۶۵، خزائن ج۱۴ ص۳۰۰ حاشیہ) میں لکھتے ہیں: ’’قرینہ پنجم رسوم وعادات است بایں معنی کہ افاغنہ مثل یہود فرقے میاں نسبت ونکاح نکردہ دختر آں از ملاقات ومخالطت بامنسوب مضائقت نگیرند۔ مثالاً اختلاط مریم صدیقہ بامنسوب خودش یوسف وبمعیت وے خارج بیت گردش نمودن شہادۂ حقہ برایں رسم است دور بعضے از قبائل خوانین جبال مخالفت دختراں یا منسوبان بہ نحوے جاری وساری است کہ غالب اوقات رادخترے قبل از اجرائے مراسم نکاح آبستنی شدہ وعادۃً محلاً مارو شمار قوم نگردیدہ اغماض واعراض ازاں میشود چہ ایں مردم از تاسی بہ یہود ونسبت رادر رنگ نکاح داشتہ تعین کابین ہم درآں می کنند۔‘‘

(ترجمہ) پانچواں قرینہ (افغانی قوم کی) رسمیں اور عادتیں ہیں جو یہودیت سے بہت ملتی جلتی ہیں۔ مثلاً افغانی قوم یہود کی طرح ناطہ اور نکاح میں کوئی فرق نہیں کرتی۔ افغانی قوم کی لڑکیاں اپنے منسوب سے بلاتکلف میل ملاپ رکھتی ہیں۔ مثلاً حضرت مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ نکاح سے پہلے باہر پھرتے رہنا اس رسم پر پختہ شہادت ہے اور بعض بڑے بڑے پہاڑی سرداروں کے خاندانوں میں لڑکیاں اپنے منسوب کے ساتھ اس طرح میل وجول رکھتی ہیں کہ اکثر اوقات لڑکی نکاح سے پہلے حاملہ ہوجاتی ہے اور عادۃ قوم میں اس کو خلاف شرم وحیا نہ جانتے ہوئے اس سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ افغان یہود کے ساتھ میل رکھنے کی وجہ سے ناطہ کو نکاح کے رنگ میں سمجھ کر مہر کی تعیین بھی اسی میں کرتے ہیں۔

برادران اسلام ذرا غور کا مقام ہے کہ پہلے دو حوالوں میں مرزا قادیانی نے تمام افغانی قوم کا بنی اسرائیل ہونا ثابت کیا ہے اور تیسرے حوالہ میں ان کی رسوم وعادات یہ بیان کی ہیں کہ وہ یہود کی طرح نکاح اور ناطہ میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ ان کی لڑکیاں اپنے منسوب کے ساتھ بلاتکلف میل جول رکھتی ہیں۔ پھر مثال میں حضرت مریم صدیقہ کو پیش کرتے ہیں کہ وہ اپنے منسوب یوسف کے ساتھ بلاتکلف پھرا کرتی تھیں۔ اس کے بعد مرزا قادیانی کا یہ لکھنا کہ بعض پہاڑی سرداروں کی لڑکیاں اپنے منسوب کے ساتھ اس طرح میل جول رکھتی ہیں کہ وہ نکاح سے پہلے ہی حاملہ ہوجاتی ہیں۔ حضرت مریم صدیقہ پر نہایت شرمناک الزام ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی کے کلام سے صاف یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان کا منشاء اس کلام سے فقط اور صرف یہی ہے کہ حضرت مریم صدیقہ کو نکاح سے پہلے یوسف نجار سے حمل رہ گیا تھا۔

العیاذ باللہ! اسی لئے مسٹر محمد علی امیر جماعت مرزائیہ لاہور اور خواجہ کمال الدین اور دیگر اراکین جماعت مرزائیہ لاہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے نہیں مانتے بلکہ خود مرزا قادیانی نے بعض جگہ یوسف نجار کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ لکھا ہے۔

چنانچہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل حاشیہ ص۳۰۳، خزائن ج۳ ص۲۵۴، ۲۵۵)

ناظرین! پہلی تمام عبارتوں اور اس عبارت کو ملا کر پڑھئے آپ خود معلوم کر لیں گے کہ مرزا کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ حضرت مریم صدیقہ کو یوسف سے نکاح سے پہلے ناجائز حمل رہ گیا تھا۔ اگر اب بھی کچھ شبہ ہو تو اور صاف حوالہ ملاحظہ ہو۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ''بزرگوں نے بہت اصرار کر کے بسرعت تمام مریم کا اس (یوسف نجار) سے نکاح کرادیا اور مریم کو ہیکل (عبادت گاہ) سے رخصت کرادیا تاکہ خدا کے مقدس گھر پر نکتہ چینیاں نہ ہوں۔ کچھ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ہی وہ لڑکا پیدا ہو گیا جس کا نام یسوع رکھا گیا۔''

(ملفوظات مرزا مندرجہ اخبار الحکم قادیان مؤرخہ ۲۴؍جولائی ۱۹۰۲ء)

بتلایئے اس سے بڑھ کر اور مرزا قادیانی کیا لکھتے۔

ان تمام عبارتوں کو جمع کر کے دیکھا جائے تو بجز اس کے اور کوئی مطلب نہیں ہوسکتا کہ حضرت مریم کو ناجائز یعنی بغیر نکاح کے یوسف سے حمل ٹھہرا اور جو حمل بغیر نکاح کے ہو وہ...... کا ہوتا ہے اور جو بچہ اس سے پیدا ہوا سے...... کا بچہ کہتے ہیں اور حسب تحریر مرزا اس حمل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پس مرزا قادیانی کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام...... ہوئے۔ نعوذ باللہ! نقل کفر کفر نباشد۔

ناظرین! ہم خدا کو حاضر وناظر جان کر کہتے ہیں کہ اس مضمون کو لکھتے ہوئے ہمارا دل کانپتا ہے اور لکھنا تو کہاں محض اس قسم کے خیالات کا دل میں پیدا ہونا ہی گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں۔ لیکن نقل کفر کفر نباشد ہم نقل کرنے پر مجبور ہیں۔ کیونکہ بہت سے ہمارے ناواقف بھائی اور انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ مرزا غلام احمد کی حقیقت سے بالکل ناآشنا ہونے کی وجہ سے مرزائیوں کے خیالات فاسدہ اور عقائد باطلہ کے شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے یہ چند حوالے

توہین انبیاء کے متعلق مرزائی کتابوں اور لٹریچر سے اس ٹریکٹ میں درج کئے جاتے ہیں تا کہ ہر ایک شخص اپنی متاع دین کو ان غارت گران ایمان سے محفوظ رکھ سکے اور یہ چند باتیں متلاشیان حق کے لئے مشعل ہدایت کا کام دیں۔

مرزائے قادیان کا گستاخانہ روّیہ

(ٹریکٹ نمبر۱۶)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی ہیں۔ آپ کی فضیلت کا بیان بہت سی احادیث میں موجود ہے رسول اللہ ﷺ کو آپ سے نہایت زیادہ محبت تھی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھ کو تکلیف پہنچائی اور ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام جنتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت روایات ہیں جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی منقبت میں ہیں۔ اب ذرا رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو سامنے رکھ کر مرزا قادیانی کی بھی سنو۔

مرزا قادیانی (تحفہ گولڑویہ ص۱۹، خزائن ج۱۷ص ۱۱۸) پر لکھتے ہیں: ’’اسی فاطمی تعلق کی طرف اس کشف میں اشارہ ہے جو آج سے تیس برس پہلے براہین احمدیہ میں شائع کیا گیا۔ جس میں دیکھا تھا کہ حضرات پنجتن سید الکونین حسنین فاطمۃ الزہرا اور علی رضی اللہ عنہم عین بیداری میں آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کمال محبت اور مادرانہ عطوفت کے رنگ میں اس خاکسار (مرزا) کا سر اپنی ران پر رکھ لیا اور عالم خاموشی میں ایک غمگین صورت بنا کر بیٹھے رہے۔‘‘

قارئین! ذرا مذکورہ بالا الفاظ کو پڑھ کر دیکھئے کہ اس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جگر گوشہ رسول اللہ ﷺ کی مرزا قادیانی نے کس قدر زبردست توہین کی ہے۔ مسلمانو! ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اگر ایک شخص کسی سے یوں کہے کہ میں نے خواب میں ’’تیری جوان لڑکی کی ران پر اپنا سر رکھا ہوا دیکھا ہے‘‘ تو ایمان سے بتلاؤ کہ اس کو کس قدر غصہ آئے گا اور کیا وہ ان الفاظ کو نہایت خاموشی سے سن لے گا۔ ہر گز نہیں۔

پس کیا رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عصمت اور عزت کا تمہیں اس قدر بھی لحاظ نہیں جتنا اپنی لڑکیوں کی عزت اور عصمت کا پاس ہے۔ حالانکہ ہماری ماں بہنوں اور لڑکیوں کی عصمت اور عزت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جوتی پر بھی قربان کرنے کے قابل نہیں۔ ذرا مرزا کی مذبوحی حرکات دیکھو کہ کس طرح اہل بیت رسالت کی عزت اور حرمت پر دست درازی کرتا ہے اور پھر عاشق رسول اللہ ﷺ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے مرزا غلام احمد کے اس قسم کے الفاظ نہایت صبر آزما ہیں۔

مرزائی جواب

مرزا قادیانی نے تو مادر مہربان کی طرح لکھا ہے۔

جواب الجواب

’’لاحول ولا قوۃ الا باللہ‘‘ کیا مرزائی چالیس سال کے ہونے کے بعد بھی اپنی ماں کی گود میں کھیلتے ہیں اور کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مرزا قادیانی کی والدہ تھیں اور کیا کوئی مرزائی یہ گوارا کرسکتا ہے کہ مرزا قادیانی کی بیٹی کے متعلق اگر یہ الفاظ کہے جائیں کہ میں نے کشف اور بیداری کی حالت میں مادر مہربان کی طرح مرزا قادیانی کی بیٹی کی ران پر اپنا سر رکھا ہوا دیکھا۔ ہمیں یقین ہے کہ مرزائی اس کی اجازت نہ دیں گے۔ پس رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی اس کی زیادہ مستحق ہیں کہ ان کی شان میں اس قسم کے الفاظ استعمال کر کے مرزا قادیانی اپنا نامۂ اعمال سیاہ نہ کرتے۔

خلاصہ یہ کہ مرزا قادیانی نے رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور اہل بیت رسالت کی خوب پیٹ بھر کر توہین کی اور گالیاں دی ہیں۔

اب ذرا انبیاء علیہم السلام کی توہین کرنے والوں کے متعلق مرزا قادیانی کا فیصلہ ملاحظہ۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے۔‘‘

(ضمیمہ چشمہ معرفت ص۱۸، خزائن ج۲۳ ص۳۹۰)

اور سنئے: ’’کسی نبی کی اشارہ سے بھی تحقیر کرنا سخت معصیت ہے اور موجب نزول غضب الٰہی۔‘‘ (ایضاً ص۱۸)

اب نتیجہ صاف ہے کہ: ’’مرزا قادیانی نے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی اور جو کسی نبی کی توہین کرے وہ کافر۔‘‘ تو مرزا قادیانی کیا ہوئے۔ خود سوچ لو۔

حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی توہین

مرزا قادیانی اپنی کتاب (نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷) پر لکھتے ہیں:

کربلائیست سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم

(ترجمہ) میں (مرزا) ہر وقت کربلا کی سیر کرتا ہوں اور سو حسین میری (مرزا کی) جیب میں ہیں۔

یعنی حضرت حسین جیسی سینکڑوں مصیبتیں مجھ پر پڑتی ہیں تو حسین جیسے سینکڑوں میری جیب (گریبان) میں ہیں۔ نعوذ باللہ!

مرزائیو! مرزا قادیانی کے جھوٹے سچے ہونے کا یہیں سے اندازہ لگاؤ کہ مرزا قادیانی تو مزے سے گرمی کے موسم میں خس کی ٹٹوں میں آرام کریں بغیر مشک وعنبر کے منہ سے نوالہ اترنا ایسا دشوار ہو جیسے مرزا قادیانی کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا مگر پھر بھی کہیں کہ سو حسین میری جیب میں ہیں۔ یہ سفید جھوٹ نہیں تو کیا ہے۔

اور سنئے۔ مرزا قادیانی اپنے (اعجاز احمدی ص۵۲، خزائن ج۱۹ ص۱۶۴) میں لکھتے ہیں: ’’اور انہوں (مخالفین مرزا) نے کہا کہ اس شخص (مرزا) نے امام حسن اور حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا میں (مرزا) کہتا ہوں کہ ہاں اور میرا خدا عنقریب ظاہر کر دے گا تو اس کو (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) تمام دنیا سے زیادہ پرہیزگار سمجھتا ہے اور یہ تو بتلاؤ کہ اس (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) سے تمہیں دینی فائدہ کیا پہنچا۔ اے مبالغہ کرنے والے۔‘‘

عبارت مذکورہ بالا میں مرزا قادیانی دو باتیں کہتے ہیں ایک تو یہ کہ مرزا قادیانی حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں۔ دوسری یہ کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مسلمانوں کو کوئی دینی فائدہ نہیں پہنچا۔

مرزائیو! فائدہ نہ پہنچنے کا اگر یہ مطلب ہے کہ جس طرح مرزا قادیانی مسیح موعود بھی بنے اور مہدی بھی اور کرشن گوپال بھی بنے اور جے سنگھ بہادر بھی۔ کالے پتھر بھی بنے اور

اللہ میاں کا گھر بھی اور خدا بھی بنے اور خدا کا بیٹا بھی اور پھر اللہ میاں کی بیوی بھی بن گئے اور حضرت حسین ؓ نے کسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس لئے وہ مرتبہ میں مرزا قادیانی سے کم رہے تو بالکل صحیح ہے۔ لیکن یہ کمال مرزا قادیانی اور ان کی امت کو ہی مبارک رہے۔ حضرت حسین ؓ کے لئے تو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کہ حضرت حسن اور حسین ؓ میرے صاحبزادے ہیں اور میرے نواسے ہیں۔ اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ۔ (ترمذی شریف)

اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو ان سے صلح کرے گا میں بھی ان سے صلح کروں گا اور جو ان سے لڑائی کرے گا میں بھی ان سے لڑائی کروں گا۔ اتنا بڑا کمال ہے کہ مرزا قادیانی جیسے کروڑوں کو بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔

اور سنئے: ''اور مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر وقت خدا کی تائید مل رہی ہے۔ مگر حسین تم دشت کربلا کو یاد کرلو اب تک تم روتے ہو۔ پس سوچ لو۔'' (اعجاز احمدی ص۶۹، خزائن ج۱۹ ص۱۸۱)

اور سنئے: ''اور خدا کی قسم اسے (حضرت حسین کو) مجھ سے کچھ زیادت نہیں اور میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں۔ پس تم دیکھو لو اور میں (مرزا) خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔'' (اعجاز احمدی ص۸۱، خزائن ج۱۹ ص۱۹۳)

ان سب باتوں کو سننے کے بعد اور سنئے مرزا قادیانی (ازالہ اوہام ص۱۷۶، خزائن ج۳ ص۱۸۵) پر لکھتے ہیں:

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم　　　گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(ترجمہ) خداتعالیٰ کے بعد رسول اللہ ﷺ کے عشق میں مست ہوں۔ اگر یہ کفر ہے تو میں بڑا کافر ہوں۔

مسلمانو! مرزا قادیانی کی چالاکی دیکھو۔ ناواقفوں کو پھانسنے کے لئے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کا عاشق بھی بتلاتے ہیں۔ لیکن حالت یہ ہے کہ اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی عصمت پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے باز نہیں رہتے۔ اب اس کے بعد مرزا قادیانی کے جھوٹے

ہونے میں کس کو شبہ رہ سکتا ہے۔ بھلا جو رسول اللہ ﷺ کا عاشق ہو وہ آپ کے جگر گوشوں کی اس طرح کب توہین کر سکتا ہے۔ خصوصاً جب کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات موجود ہوں۔ الغرض مرزا قادیانی کا عشق رسول اللہ ﷺ کا دعویٰ کرنا بھی ایک محض ڈھکوسلا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے ساتھی ستاروں کی طرح ہیں تم جس کی بھی اقتداء کرو گے ہدایت حاصل کرلو گے۔ (ابن ماجہ)

اور فرمایا کہ میرے اصحاب کے بارے میں خدا سے ڈرنا اور ان کی شان میں کچھ گستاخی نہ کرنا۔ کیونکہ جو ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض اور دشمنی رکھے گا وہ مجھ سے دشمنی رکھنے کی وجہ سے ان کے ساتھ بھی دشمنی رکھے گا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے فضائل ہیں۔

اب ذرا مرزا قادیانی کی سنئے: مرزا قادیانی (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۲۰، خزائن ج۲۱ ص۲۸۵) پر لکھتے ہیں: ''بعض نادان صحابی جن کو درایت سے کچھ حصہ نہ تھا وہ بھی اس عقیدے سے بے خبر تھے کہ کل انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔''

اور سنئے: ''جو شخص قرآن پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہئے کہ ابوہریرہ کے قول کو ردی کے متاع کی طرح پھینک دے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۲۳۵، خزائن ج۲۱ ص۴۱۰)

برادران اسلام رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پڑھ کر ذرا مرزا قادیانی کی عبارات بھی دیکھئے کہ کس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کی توہین کر رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں کہ جس صحابی کی اقتداء کرو گے تم ہدایت حاصل کرلو گے اور مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ بعض صحابی نادان تھے اور ان کو بعض عقیدوں کی بھی خبر نہ تھی۔ مرزا قادیانی کا صاف مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بالکل غلط ہے (نعوذ باللہ) ذرا مرزا قادیانی کی عبارت پڑھ کر خود فیصلہ کرو کہ کیا صحابہ کرام کی مرزا قادیانی نے توہین کی ہے یا نہیں۔

قرآن کریم کی توہین

مرزا قادیانی (ایام الصلح ص۷۳، خزائن ج۱۴ ص۳۰۸ حاشیہ) پر لکھتے ہیں: ''غرض از ایں نشان آنکہ قرآن کریم کلام خدا و سخنان دہان من است۔''

(ترجمہ) اس نشان سے یہ غرض ہے کہ قرآن کریم خدا کا کلام اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔

ناظرین! قرآن کریم کی اس سے زیادہ اور کیا توہین ہوسکتی ہے کہ مرزا قادیانی قرآن کریم کو خداتعالیٰ کا کلام کہتے ہوئے اپنے منہ کی باتیں قرار دیتے ہیں اور مرزا قادیانی قرآن کریم کا وہی مرتبہ قرار دیتے ہیں جو اپنی خرافات کا۔(لاحول ولا قوۃ الّا باللہ)

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی توہین

مرزا قادیانی (اعجاز احمدی ص۵۶، ۵۷، ۶۹، خزائن ج۱۹ص ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۸۱) پر لکھتے ہیں: ’’اور خداتعالیٰ کی وحی کے بعد نقل کی کیا حقیقت ہے۔ پس ہم (مرزا) خداتعالیٰ کی وحی کے بعد کس حدیث کو مان لیں اور حدیثیں تو ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں اور ہر ایک گروہ اپنی حدیثوں سے خوش ہورہا ہے۔ہم نے اس سے لیا کہ وہ حی وقیوم وحدہ لاشریک ہے اور تم لوگ مردوں سے روایت کرتے ہو ہم نے دیکھ لیا اور تم اپنے راویوں کا ذکر کرتے ہو اور کیا قصے دیکھنے کے مقابل پر کچھ چیز ہیں۔‘‘

مرزا قادیانی کا مطلب صاف ہے کہ میری وحی کے مقابلہ پر حدیث رسول اللہ ﷺ کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ میری وحی براہ راست خداتعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور حدیث رسول اللہ ﷺ مردہ راویوں کے ذریعہ پہنچی ہے اور حدیث کا مرتبہ مرزا قادیانی کی وحی کے مقابلہ میں قصوں جیسا ہے۔ الغرض رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کا مرتبہ مرزا قادیانی کے نزدیک قصوں کہانیوں کا سا ہے۔

اور سنئے۔ مرزا قادیانی (اعجاز احمدی ص۳۰، ۳۱، خزائن ج۱۹ص۱۴۰) پر لکھتے ہیں: ’’اور ہم (مرزا) اس کے جواب میں خداتعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کرتے ہیں کہ میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔‘‘

نتیجہ صاف ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کا کوئی فرمان قرآن کریم کے تو مطابق ہو

لیکن مرزا قادیانی کی وحی کے مطابق نہ ہو تو مرزا قادیانی اس کو ردی کی طرح پھینکتے ہیں۔ اس سے مرزا قادیانی کے نزدیک جو عزت اور وقعت رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی ہے وہ بخوبی واضح ہوگئی ہے اور ثابت ہوگیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دل میں نہ خدا تعالیٰ ہی کی کوئی وقعت ہے نہ انبیاء کرام کی ہاں۔ فقط ظاہری طور سے عشق رسول اللہ ﷺ کا دعویٰ ہے تاکہ مریدین پھنسے رہیں اور ناواقف لوگ مرزائی حرکات سے ناواقف رہیں۔

علمائے اسلام کی توہین

مرزا قادیانی اپنی کتاب (انجام آتھم ص۲۱، خزائن ج۱۱ ص ایضاً) پر لکھتے ہیں: ’’اے بدذات فرقہ مولویاں جو پیالہ بے ایمانی کا تم نے پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔‘‘

مولوی سعد اللہ صاحب لدھیانوی ایک بزرگ تھے بچپن میں اسلام قبول کیا اور پھر علم حاصل کر کے خدمت دین میں مصروف ہوئے۔ ان کے متعلق مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’مجھ کو تو نے اپنی خباثت سے تکلیف دی۔ اے رنڈی کے بچے اگر تو ذلت سے نہ مرا تو میں (مرزا) جھوٹا ہوں۔‘‘ (انجام آتھم ص۲۸۲، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

اپنے مخالفین کی نسبت

مرزا قادیانی (نجم الہدیٰ ص۱۰، خزائن ج۱۴ ص۵۳) پر لکھتے ہیں: ’’میرے مخالف جنگل کے سؤر ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں۔‘‘

مرزا قادیانی کو جو نہ مانے اس کی نسبت

مرزا قادیانی اپنی کتاب (آئینہ کمالات ص۵۴۸، خزائن ج۵ ص ایضاً) پر لکھتے ہیں: ’’مجھے (مرزا کو) سب مسلمان مانتے ہیں اور میری دعوت (مسیحیت) کو قبول کرتے ہیں مگر حرامی نہیں مانتے۔‘‘

اس کے علاوہ اور بہت خرافات ہے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

بالآخر ہم تمام مسلمان بھائیوں سے خصوصاً التماس کرتے ہیں کہ وہ اس ٹریکٹ کو

غور سے پڑھ کر مرزائی حقیقت سے خبردار ہو کر اس دشمن اسلام جماعت کو کس طرح اور کس قسم کی کوئی امداد نہ دیں اور نہ اس کے کسی جلسہ اور اجتماع میں شرکت کریں۔ کیونکہ یہ جماعت مختلف طریقوں سے دھوکہ دے کر اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرنا چاہتی ہے۔ کبھی رسول اللہ ﷺ کے ذکر خیر کے بیان کا اشتہار دے کر مسلمانوں کو مانوس کرنا چاہتی ہے اور کبھی اپنے آپ کو مبلغ اسلام ظاہر کر کے مسلمانوں کی جیب اور ایمان پر ڈاکہ ڈالتی ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی عزت اور حرمت کا پاس کرتے ہوئے مرزائی جماعت سے کوئی تعلق نہ رکھیں اور اس جماعت کو مٹانے اور ناواقفین کو اس کے مکر سے بچانے میں انتہائی کوشش کر کے فلاح دارین حاصل فرماویں۔

شکریہ

۲۳/نومبر کو قادیانیوں نے دو اشتہار زنانہ اور مردانہ جلسہ کے شائع کئے تھے جس میں مسلمانوں اور مسلم خواتین کو دعوت دی تھی کہ وہ ان جلسوں میں شریک ہو کر رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر سنیں۔ انجمن سیف الاسلام نے جو کہ عرصہ سے مرزائیت کی دھجیاں اڑانے میں مصروف ہے۔ اس نے فوراً مرزائی چالاکی معلوم کر لی کہ مرزائی اس بہانہ سے مسلمانوں کو اپنے سے مانوس کرنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ انجمن نے مرزائی عقائد کا ایک مختصر سا خاکہ اشتہار کی صورت میں شائع کر دیا۔ جس میں مسلمانوں اور مسلم خواتین کو مرزائی جلسوں میں شرکت سے منع کیا گیا۔ الحمدللہ! اشتہار کا بہت اچھا اثر ہوا اور مرزائی ہر دو جلسہ ناکام رہے جس کے لئے ہم مسلمانان دہلی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ وہ اسی طرح آئندہ بھی اپنی اسلامی غیرت اور حمیت کا ثبوت دیں گے اور حفاظت اسلام کے لئے جان و مال بلکہ عزت تک قربان کرنے سے دریغ نہ فرمائیں گے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اہل اسلام کی فریاد

مرسلہ حکیم نورالدین پر مولوی محمد حسن فیضی
ساکن بھیں علاقہ چکوال کی تقریر

حضرت مولانا محمد حسن فیضی بھیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحریر معنون بہ ’’اہل اسلام کی فریاد‘‘ مرسلہ حکیم نورالدین صاحب پر مولوی محمد حسن فیضی ساکن بھیں علاقہ چکوال کی تقریر

(یہ مضمون مندرجہ بالاعنوان کے ساتھ سراج الاخبار (جہلم) میں تین اقساط میں شائع ہوا۔ پہلی قسط ۲۵/ستمبر، دوسری ۲/اکتوبر اور تیسری قسط ۲۳/اکتوبر ۱۸۹۳ء کے شماروں میں شائع ہوئیں۔

مندرجہ عنوان مطبوعہ ریاض ہند قادیان مرسلہ حکیم نورالدین بھیروی واقعہ ۲۵/مارچ ۱۸۹۳ء کو بھیں میں پہنچی۔

تحریر مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ: ’’یورپ کا فلسفہ جو ممالک اسلام میں پھیلا ہے اس نے اسلام میں اضطراب ڈال دیا ہے اور ہزاروں نوتعلیم یافتہ اس پاک مذہب کو خیرباد کہہ بیٹھے ہیں۔ بہرحال علم (فلسفہ) مذہب کا تعاقب کر رہا ہے اور مذہب آگے بھاگا چلا جاتا ہے۔ کوئی ہے کہ اس کے وجوہ اعجاز کو پبلک کے سامنے رکھے، کوئی ہے کہ کسی قسم کی کوئی پیش گوئی شائع کرے تاکہ اس کے پورا ہونے سے اسلام کو سہارا ہو۔ اگر کوئی اس درد کا دوا جانتا ہو تو آئے ہماری دوا کرے (کوئی پیش گوئی شائع کرے یا قرآن کے کسی حصہ کی ایسی تفسیر لکھے جس میں قرآن کے اعجاز دکھلاوے) ورنہ یہ اقرار شائع کرے کہ جب مرزاغلام احمد قادیانی مسیح موعود ایسا کر دکھلائیں تو مسیحی ہو جائیں۔ یہ جواب بھیرہ ضلع شاہ پور میں پہنچے۔ جن لوگوں نے کوئی جواب نہ لکھا تو ہم قیامت میں ان کے دامن گیر ہوں گے۔‘‘

اس تحریر کے شائع کرنے والے حکیم نورالدین وفضل الدین صاحبان وغیرہما ہیں۔

اس تحریر کے پہنچنے پر مجھے فقرہ ’’جن لوگوں نے کوئی جواب نہ لکھا ہم ان کے دامن گیر ہوں گے۔‘‘ کے دیکھنے سے تو ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عرض حال کروں۔ الّا جب یہ سوچا جاتا تھا کہ اس تحریر کے مخاطب تو وہ حضرات ہیں جن کے نفس نفیس پبلک کی جائے پناہ ہیں۔ وہ جن کے قلوب چشمہ ’’والذین اوتوا العلم درجات‘‘ (المجادلہ:۱۱/۵۸) (اور جنہیں علم دیا

گیا اللہ ان کے درجے بلند فرمائے گا) سے جرعہ نوش ہیں تو مجھے اس زمرہ میں شامل ہونا اور اس کے جواب میں ریمارک (Remark) کرنا اپنی حد سے بڑھ کر قدم رکھنا دکھائی دیتا تھا۔ گو واہب العطایا کے عمیم فیض سے بعید نہیں کہ مجھ کو ہی ان کے میں سے بنادے۔ **اللھم اجعلنی منھم۔** آمین!

اب واقعہ ۸/اپریل ۱۸۹۳ء کو یہی تحریر مرسلہ مولوی نور اللہ شاہ صاحب سیالکوٹی مع ایک نوازش نامہ مشتمل برفرمائش تحریر جواب مجھے پہنچی اور بعض احباب کے خطوط نے مجھے اور بھی تائید کی تو بمقتضائے ''**الامر فوق الادب**'' یہ چند سطریں گزارش خدمات عالیہ احباب وخواہان ''**ابدھم اللہ تعالیٰ فی عصمتہ**'' ہیں۔

اور نیز پبلک کے حقوق کی رعایت کے لئے ان سطور کو سراج الاخبار جہلم میں شائع کیا جاتا ہے۔

خدمت میں دادخواہان کے گزارش ہے کہ میں اس امر میں آپ سے لفظی اور معنوی اتفاق رکھتا ہوں کہ اسلام کی اب وہ حالت ہے کہ اس کے درمان کے لئے کوئی حاذق حکیم ہو جو اس کی بیماری کی تشخیص کرے اور پھر مناسب دوائی دے۔ آپ کا یہ ارشاد کہ: ''علم مذہب کا تعاقب کر رہا ہے اور مذہب بھاگا چلا جاتا ہے۔'' راست ہے مگر ہر ایک مذہب، اسلام کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ ہر ایک مذہب میں ضرور ہی مافوق العقل باتیں ہوتی ہیں۔ اگر مذہب مافوق العقل نہ ہوتا تو تمام دنیا ایک مذہب کی ہوتی۔ نبیوں کی تبلیغ اور کتب الٰہیہ کا نزول کاہے کو ہوتا۔ پیشواء اور پس رو سے دنیا پاک ہوتی۔ مافوق العقل میں جو عقل ہے اس سے مراد عقل انسانی نوعی ہے۔

اس بات کی کوشش میں کہ مذہب کو عقل کے مطابق کیا جائے اور جو امور مذہبیہ عقل کے فوق دیکھے جاتے ہیں ان کو عقل کے احاطہ میں دیا جائے۔ سرسید احمد خان صاحب بہادر نے بڑی سعی کی، قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔ آیات بینات کی ایسی مستہجن تشریح فرمائی کہ مہبط وحی کے خیال شریف میں بھی نہ آئی تھی۔ اپنے ارادہ کے پورا کرنے کے لئے قرآن کے مافوق العقل مسائل سے معجزات، جن، ملائک اور بعض دیگر مسائل کو تو مفسرین کی غلط تفسیر کا نتیجہ قرار دیا اور ان کو یہودیوں کا مقلد بنایا۔ جن نصوص قاطعہ سے یہ مافوق العقل مسائل کھلے

طور سے ثابت ہوتے تھے۔ ان کو ایسا محرّف فی المعانی بنایا کہ اس کو ’’تاویل‘‘ بھی نہیں کہا جاسکتا اور طرفہ یہ کہ آپ ’’تاویل‘‘ کو بھی کفر خیال کرتے ہیں۔ بایں ہمہ وہ خدائے واحد، بعث، نشر، رسل، ثواب، عقاب، روزہ، حج اور ان کے ان جزئیات مسائل کو جو مافوق العقل ہیں۔ مانے بیٹھے ہیں۔

یورپ کے فلسفہ کی تقلید تو کرلی مگر قرآن کی مافوق العقل باتوں سے انکار نہ کرسکے تو پھر اس سے بجز اس کے کہ انہوں نے مسلمانوں کی ایک بھاری جماعت کو قرآن کریم کے اکثر حصہ کا منکر بنایا۔ کون سا فائدہ اٹھایا۔

یورپ کے فلاسفہ نے جو علمی تحقیقات سے نتائج نکالے ہیں۔ افسوس ہے کہ سید صاحب نے قرآن کو ان کے مطابق کرنا چاہا اور ان تحقیقات کو قرآن کریم کی ربانی تحقیقات سے زیادہ تر عزیز اور موثوق بہا خیال فرما کر قرآن کی صحت ان کی تطبیق پر موقوف رکھ دی۔ حیف کہ وہ اپنے اس ارادہ کو پورا نہ کرسکے۔

اور باتوں سے قطع نظر صرف خدائے جل جلالہ کو اس کی صفات کاملہ (جن کو کتب الہامیہ نے بیان فرمایا ہے اور سید صاحب بھی ان کو مانتے ہیں) یورپ کے فلسفہ کے قوانین سے ثابت کردیں تو ہمارا ذمہ۔

یورپ کے فلاسفوں نے اپنے فلسفہ سے خدائے جل وعلاہ کو ایک انسانی پیدا کردہ خیال ثابت کیا ہے اور اگر کسی ایک آدھ نے مذہبی تقلید سے کچھ مانا بھی ہے تو وہ بھی علۃ العلل، جو نہ جانتا ہے نہ سنتا ہے۔ ان تمام صفات قدسیہ سے عاری ہے جو سید صاحب نے عوام مسلمانوں کی تقلید سے تجویز کی ہوئی ہیں۔ پس کیا سید صاحب نے جو تجھے تجویز مذہب کو علم سے بچانے کی گھڑی تھی وہ اس میں کامیاب ہوئے!!! حاشا وکلا!

اب مرزا قادیانی نے اگر مذہب کو علم سے بچانے کا بیڑا اٹھایا ہے تو فائدہ کی بات ہے۔ الّا آج سے پہلے ایک دراز مدت گزر چکی ہے کہ مرزا قادیانی نے گوناگوں دعاوی کرنے شروع کئے ہیں اور تجدید اسلام پاک کا منصف اپنے لئے تجویز کیا ہے۔ اس مدت میں مرزا قادیانی سے جو تحریرات شائع ہوئی ہیں وہ دو قسم کی ہیں:

ایک تو وہ ہیں جو مخالفان اسلام کی تردید میں مرزا قادیانی نے شائع فرمائی ہیں۔

ان کی نسبت تو میں سچے دل سے یہ اقرار کرتا ہوں کہ وہ اسلام کی ہمدردی اور اس کی امداد میں بیش بہا خدمات ہیں۔ ہر زمانہ میں ان تحریرات سے خلق خدا کی بہبودی متصور ہے۔[1]

اور دوسری وہ تحریرات ہیں جن کو مرزا قادیانی نے مسلمان بھائیوں کے جمہوری عقیدہ کے برخلاف شائع کیا ہے۔ ان میں متعدد دعاوی ہیں۔ وہ تحریرات بڑے وثوق سے اس امر کی شہادت دے رہی ہیں کہ مرزا قادیانی کو وہ لیاقت علمی اور مادہ نہیں ہے جو ان کے دعاوی کے لئے کافی ہو۔ مرزا قادیانی کی معلومات ان کے لئے مجدد ہونے کی سفارش نہیں کرتیں۔ ان کو فلسفۂ حال اور ماضی اور قرآن کے معمولی ترجمہ سے بھی تہی دستی ہے تو وہ کس طرح قرآن کی ایک تفسیر لکھیں گے جو قرآن کے اعجاز بیان کرے گی۔

اب میں نمونہ کے طور پر ان کی کتاب ازالۃ الاوہام سے چند مقامات پبلک کے سامنے رکھتا ہوں، جن سے واضح ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی کہاں تک فلسفہ اور اسلام سے ناواقف ہیں۔

[1] ہمیں افسوس ہے کہ مرزا قادیانی کی اس صنف کی کوئی تحریر ہماری نظر سے نہیں گزری۔ یعنی ایسی تحریر جو صرف اور صرف مخالفان اسلام کی تردید میں ہو اور اس میں خلاف عقائد اسلامی کوئی بات نہ ہو۔ شاید مولانا حسن فیضی مرزا قادیانی کی ابتدائی شہرت کے سبب ایسے حسن ظن کا اظہار کر گئے۔ علماء و محققین نے مرزا غلام قادیانی کی زندگی کے تین ادوار بیان کئے ہیں: اوّل یہ کہ حنفی گھرانے میں پیدا ہوا، دوسرا غیر مقلدیت اختیار کی اور پھر آریہ و عیسائی پنڈتوں کے مقابل ہوئے۔ تیسرا یہ کہ غیر مقلد علماء کی سرپرستی میں براہین احمدیہ تحریر کی اور مختلف دعوے کئے جن میں مجدد، مسیح، موعود، نبوت وغیرہ شامل ہیں۔ تیسرے دور کی ابتدا براہین احمدیہ کے سال تالیف ۱۸۸۰ء سے ۱۹۰۸ء تک محیط ہے۔ اس دوران مرزا قادیانی نے متعدد کتب و رسائل و اشتہار تحریر کئے اور علماء حق کو چیلنج کئے۔ لیکن ہر بار راہ فرار اختیار کی۔ مرزا قادیانی کی دستیاب تحریروں میں سے کوئی ایک تحریر بھی ایسی نہیں جو مخالفان اسلام کی تردید پر ہی مشتمل ہو اور اس میں اسلامی عقائد و نظریات کے خلاف کوئی بات نہ ہو یا ان تحریروں میں مرزا قادیانی کے متعدد دعاوی نہ ہوں اور جن پر ایمان لانا جمیع عوام و خواص اہل اسلام پر لازم نہ قرار دیا گیا ہو۔ مختصر یہ کہ براہین احمدیہ سے لے کر مرزا قادیانی کی تمام تحریریں مختلف پیرایوں میں اسلامی عقائد کے برخلاف ہیں۔ لہٰذا کوئی ایک ایسی تصنیف یا تحریر مرزا قادیانی کی پیش نہیں کی جاسکتی جس میں واقعتاً اسلام کی ہمدردی و امداد اور بیش بہا خدمت ہو یا ہر زمانہ میں اس سے خلق خدا کی بہبودی متصور ہو بلکہ مرزا قادیانی کی تمام تحریریں گمراہ کن ہیں اور خلق خدا کے لئے اشد ترین نقصان کا سبب ہیں۔ (ثاقب قادری)

(ازالۃ الاوہام کا پہلا مقام ص۴۷ تا ۴۹ حصہ اوّل، خزائن ج۳ ص۱۲۷) میں اہل اسلام کے اس عقیدہ پر کہ مسیح علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور وہاں سے زمین پر اتریں گے۔ اس عبارت سے اعتراض کرتے ہیں: ''ازاں جملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ جو لوگ آسمانوں کے وجود کے قائل ہیں وہ البتہ ان کی حرکت کے بھی قائل ہیں اور حرکت بھی دولابی خیال کرتے ہیں۔ اب اگر فرض کیا جائے کہ حضرت مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں تو ظاہر ہے کہ ہر وقت اوپر کی سمت میں ہی نہیں رہ سکتے بلکہ کبھی اوپر کی طرف ہوں گے اور کبھی زمین کے نیچے آجائیں گے۔ اس صورت میں اس بات پر وثوق بھی نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ ضرور اوپر ہی کی طرف سے اتریں گے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ زمین کے نیچے سے ہی نکل آویں کیوں کہ درحقیقت ان کا ٹھکانہ تو کسی جگہ نہ ہوا۔ اگر صبح آسمان کے اوپر ہوئے تو شام کو زمین کے نیچے۔ پس ایسی مصیبت ان کے لئے روا رکھنا کس درجہ کی بے ادبی میں داخل ہے۔'' انتہیٰ بلفظہٖ!

تاڑنے والے تاڑ جائیں گے کہ مرزا قادیانی کو فلسفۂ حال اور ماضی سے کچھ بھی مس نہیں ہے اور ثابت ہے کہ جس شخص کو فلسفہ کے اصولوں سے اس حد تک ناواقفی ہو وہ فلسفہ کے حملہ جات سے اسلام کو کس طرح نجات دے سکتا ہے۔ ریاضی ومبادی جو آج کل سرکاری مدارس ہیں۔ نوآموز لڑکوں کو سکھائے جاتے ہیں۔ ان پر بھی سرسری نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ مرزا قادیانی کا پہلا ہی فقرہ ''جو لوگ آسمانوں کے وجود کے قائل ہیں، وہ البتہ ان کی حرکت کے بھی قائل ہیں۔'' کہاں تک ان کی سادگی کی شہادت دیتا ہے۔ مرزا قادیانی کو معلوم ہو کہ جو لوگ آسمانوں کے وجود کے قائل ہیں وہ بتامہم ان کی حرکت کے قائل نہیں بلکہ یہ لوگ تین فرقہ ہیں۔

پہلا فرقہ اکثر مسلمانوں کا جو آسمان اور زمین دونوں کو ہی ساکن مانتے ہیں اور دن رات کی تبدیلی سیاروں کی حرکت پر موقوف جانتے ہیں۔ قرآن کریم کی آیت: ''کل فی فلک یسبحون'' (یٰسین:۳۶/۴۰، الانبیاء:۲۱/۳۳) (ہر ایک ان میں سے آسمان میں تیرتا ہے) انہیں صاحبوں کی تصدیق میں ہے۔ کاش جامیؒ کی مثنوی یوسف زلیخا کے یہ چند ابیات بھی مرزا قادیانی کی نظر فیض اثر سے نہیں گزرے:

در رقص ازرق طلیسا ہان سد وائے نور برعالم فشاناں
ہمہ دور شبانہ روزی گرفتہ بمقصد راہ پہ روزی گرفتہ
ولے بیک چو گوئے از جنبش خاص بچوگان ارادت گشتہ رقاص

دوسرا فرقہ اکثر یونانیوں کا جو زمین اور سیارگان کو مان کر رات دن کی تبدیلی آسمان کی دولابی حرکت پر موقوف جانتے ہیں۔ان کی مراد زمین کی سکون سے حرکت مستدیرہ کی نفی ہے۔حرکت مستقیمہ کو بعض وقت میں جائز مانتے ہیں۔ سیّارگان کی سکون سے حرکت بالذات اور حرکت بالواسطہ فی الثبوت کی نفی مراد ہے۔واسطہ فی العروض کی حرکت سیاروں میں مانتے ہیں۔

تیسرا فرقہ یونانیوں اور اکثر انگریزوں کا ہے جو آسمان کے سکون اور زمین کی مستدیرہ حرکت کے قائل ہیں۔

یہ ہرسہ مذہب جو بازار کے لونڈوں اور شرک کے قلیوں کو بھی معلوم ہیں۔افسوس کہ مجدد اسلام کو معلوم نہیں ہوئے۔مجدد وقت کی مراد اگر فرقہ منظور فیہا سے بعضیہ کی ہے تو یہ فقرہ ان کے اس نتیجہ کو مانع ہوگا جو انہوں نے آسمان کی حرکت سے نکالا ہے۔یعنی مسیح کا ڈانواڈول، زیروزبر ہونا اور سخت مشقت میں مبتلاء ہونا اور اس امر کا جائز ہونا کہ وہ زمین کے نیچے سے ہی نکل پڑیں۔

ناظرین! آپ ہی سوچیں اور مرزا قادیانی کے اس فقرہ سے ان کی معلومات کا ذخیرہ جانچیں۔اگر ان تمام گندگیوں اور مفاسدوں کو نظرانداز کیا جائے جو مرزا قادیانی نے نتیجہ مسطورہ میں بھرے ہیں تو صرف اسی قدر جواب مرزا قادیانی کو بہرہ گونگا بنادے گا کہ حضرت جو لوگ مسیح کو آسمان پر مانتے ہیں وہ آسمان کی حرکت کے قائل نہیں ہے۔پھر ان کے مسلمات سے مسیح کو وہ تکلیف جو آپ نے حرکت فلکیہ سے تجویز فرمائی ہے۔ہرگز نہیں ہوتی۔ ہاں! اگر یہ تکلیف تجویز فرماتے کہ مسیح کو آسمان پر ماننے سے یہ ماننا پڑے گا کہ وہ ہر وقت دھوپ میں کڑھتے ہوں گے تو البتہ قابل تحسین ہوتی۔

پھر مرزا قادیانی کا یہ سوچنا کہ آسمان کی حرکت مستدیرہ سے لازم ہے کہ مسیح علیہ السلام اگر صبح آسمان کے اوپر ہوتے ہوں گے تو شام کو زمین کے نیچے آجاتے ہوں گے...... ان کی جہالت پر مزید ثبوت ہے۔کیوں مرزا قادیانی نے علم ہیئت کے سیکھنے والے سے دریافت نہیں فرمالیا کہ آسمان ہر طرف سے زمین کے اوپر ہی ہے۔آسمان کی حرکت مستدیرہ سے آسمانی چیزیں زمین کے نیچے نہیں آجاتیں۔مرزا قادیانی نے شام کو آفتاب غروب ہوتا دیکھا ہوگا اور مجددی عقل سے گانٹھ لیا ہوگا کہ اب آفتاب زمین کے نیچے دب گیا ہے۔حالانکہ وہ اس

وقت بھی گومرزا قادیانی کی نظر سے غائب ہے۔مگر زمین کے اوپر ہی اہل زمین پر نور برسا رہا ہے۔زمین کردی شکل ہے اس لئے آفتاب بعض جگہ ظاہر اور بعض جگہ غائب نظر آتا ہے۔ زمین ہر جانب سے ایسی ہی آسمان کے نیچے ہے جیسے آپ کی قادیان۔توبہ۔دمشق۔

پھر آسمان کی حرکت سے مسیح زمین کے نیچے سے کیسا نکلے گا۔ سنئے حضرت جس کو آپ نیچے کہتے ہیں وہ تو زمین کے عمق میں محدد کی ہر طرف سے مساوی المسافت ایک نقطہ ہے۔اس کی ہر جانب فوق ہی فوق ہے۔کاش وہ ذی خبرت اصحاب جو آپ کو مجددی کا جبہ پہنانا چاہتے ہیں اور حضرت مسیح کی چوکی پر بٹھانا سوچ رہے ہیں۔ پہلے آپ کو کچھ نہیں سکھا لیتے تاکہ ایسی مستہجن شنیعہ غلطیوں سے آپ زحمت نہ اٹھایا کریں۔

پھر مرزا قادیانی کا تجویز فرمانا کہ آسمان کی حرکت سے مسیح کو نہایت تکلیف ہوتی ہوگی۔ کیوں کہ کبھی وہ آسمان کے اوپر آگئے اور کبھی الٹے ہوکر زمین کے نیچے دھرے گئے۔ مرزا قادیانی کی بے علمی کی بڑی زور سے سفارش کرتا ہے۔

مرزا قادیانی قبلہ! آپ اپنے نوتعلیم یافتہ حواریوں سے دریافت فرمائیں کہ تم لوگ جو زمین کی حرکت مستدیرہ کے قائل ہوکر زمین کے اوپر رہتے ہو تو کیوں تم زمین کے الٹا ہونے سے الٹے ہوکر زمین کے نیچے آسمان کی سطح (جس کو مرزا قادیانی نے زمین کے نیچے خیال کیا ہوا ہے) پر نہیں گر پڑتے۔ کیوں تمہاری عمارتیں الٹی ہوکر نہیں گرتیں۔ کیوں دریا اور سمندر الٹے ہوکر آسمان کی زیریں سطح پر نہیں پڑتے۔امید ہے کہ یہ لوگ آپ کی تسلی کردیں گے۔

کتاب ازالۃ الاوہام کا دوسرا مقام انجیل متی باب۴ میں جو مسیح کے مکرر نزول کی علامتوں سے ایک یہ بھی علامت لکھی ہے کہ ستارے آسمان سے گر جائیں گے۔اس کے ظاہری معنی کے غیر مراد ہونے کے لئے عبارت مندرجہ ذیل (ازالۃ الاوہام ص۵۲،۵۳، خزائن ج۳ص۱۲۹) پر تسطیر فرماتے ہیں: ’’سچ تو یہ ہے کہ اگر آسمان کا ایک بھی ستارہ زمین پر گرے تو تمام دنیا کے ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے کیوں کہ کوئی ستارہ عرض طول میں زمین کے معمورہ سے کم نہیں ہے۔ایک ستارہ گر کر زمین کی تمام آبادی کو دبا سکتا ہے۔‘‘ الخ!

مجھے اس امر سے سروکار نہیں ہے کہ فقرہ: ’’ستارے آسمان سے گر جائیں گے‘‘ جو انجیل متی باب۲۴۔۲۹ آیت میں شاید لکھا ہے: ’’سے کیا مراد ہے اور وہی مراد کیوں نہ ہو جو حضرت مجدد صاحب نے لکھی ہے‘‘ یا کہ یہ فقرہ الہامی نہ ہو۔الغرض جو کچھ ہو بات تو اس میں

ہے۔ جب ماڈرن سائنس (علوم جدیدہ) کے فاضل آپ کے حواریین میں سے کئی ایک اصحاب ہیں بلکہ آپ نے پیسہ اخبار لاہور مطبوعہ ۱۰/اپریل ۱۸۹۳ء میں جو ایک تحریر اپنی اس پیش گوئی کی تائید میں شائع کرائی ہے جو آپ نے پنڈت لیکھ رام کی نسبت پچھلے دنوں شائع فرمائی تھی۔ اس تحریر میں آپ نے بڑے فخر سے اس امر کا اظہار فرمایا تھا کہ ہمارے مستفیدین (مریدوں) میں سے بہت سے اصحاب تو وہی ہیں جو علوم جدیدہ کی روشنی سے رنگین ہیں تو پھر حیف کا مقام ہے کہ آپ اس قدر بدیہہ غلطیوں کے مصدر ہوتے ہیں اور پہلے اپنی تحریرات صاحبان مذکورین کو دکھلا نہیں لیتے۔ زمین اور ستارہ دونوں کردی شکل کے ہیں۔ پس ستارہ اگر زمین سے ہزار حصہ بڑا کیوں نہ ہو۔ زمین پر گرنے سے زمین کو بتمامہ کیا بلکہ اس کا عشر عشیر بھی نہ دبا سکے گا۔ کرہ اگر کرہ سے ملاقات کرے تو صرف ایک نقطہ پر ملاقات ہوتی ہے۔ زمین اگر کرۂ غیر حقیقی ہے تاہم ستارہ کے کرۂ حقیقی ہونے سے زمین کا بہت ہی تھوڑا حصہ دبا سکے گا بلکہ اگر ستارہ بھی کرۂ حقیقی ہوتا تب بھی زمین کو نہیں دبا سکتا تھا۔ پس مرزا قادیانی سے امید ہے کہ وہ ضرور ہی اس کلام کا محل حسن مجھ کو بتلائیں گے، ورنہ قیامت میں ضرور ہی جواب دہ ہوں گے۔

ازالۃ الاوہام کے یہ دو مقام میں نے صرف اس لئے پیش نظر احباب سخن فہم کے کئے ہیں کہ ان دو مقاموں کو میں اپنے فہم قاصر میں فلسفۂ حال اور ماضی کے رو سے بدیہہ دھوکہ دہ خیال کرتا ہوں۔ مرزا قادیانی کو ان ہر دو مقاموں کا محمل حسن بیان فرمانا بنظر انصاف پسندی واجب ہے۔

اب کچھ نمونہ ان مقامات کا دکھلانا چاہتا ہوں جو میرے فہم قاصر میں مرزا قادیانی کے حق میں واثق شہادت دیتے ہیں کہ وہ علوم اسلامیہ میں اور عبارات عربیہ کے معانی سمجھنے میں نہایت قاصر ہیں یا ضد سے مخلوق خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔

کتاب (ازالۃ الاوہام ص۱۲۸ تا ۱۳۴) میں مندرجہ ذیل عبارت پر غور فرمائیے۔ عبارت یہ ہے: ’’ہمارے علماء نے جو ظاہری طور پر اس سورۃ الزلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئے گا اور وہ ایسا زلزلہ ہوگا کہ تمام زمین اس سے زیروزبر ہو جائے گی اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں۔ وہ سب باہر آجائیں گی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا؟ تب اس روز زمین باتیں کرے گی اور اپنا حال بتائے گی۔ یہ سراسر غلط تفسیر ہے کہ جو قرآن شریف کے سیاق وسباق سے مخالف ہے۔ اگر

قرآن شریف کے اس مقام پر بنظر غور تدبر کرو تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں یعنی سورۃ البینہ اور سورۃ الزلزال سورۃ القدر کے متعلق ہیں اور آخری زمانہ تک اس کا کل حال بتلا رہی ہیں۔ ماسواء اس کے ہر ایک عقل سلیم سوچ سکتی ہے کہ ایسے بڑے زلزلے کے وقت میں کہ جب ساری زمین تہ وبالا ہو جائے گی۔ ایسے کافر کہاں زندہ رہیں گے جو زمین سے اس کے حالات استفسار کریں گے۔ کیا ممکن ہے کہ زمین تو ساری زیروزبر ہو جائے۔ یہاں تک کہ اوپر کا طبقہ اندر اور اندر کا باہر تو پھر لوگ زندہ بچ رہیں۔'' انتہیٰ بعنوانہ!

ناظرین کے لئے پہلے زبدۃ المفسرین قاضی بیضاوی کی تفسیر سے اس سورت کا ترجمہ لکھا جاتا ہے:''اذا زلزلت الارض زلزالها (اضطرابها المقدر لها عند النفخة الاولٰی او الثانية او الممكن لها او اللائق بها فی الحكمة وقرئ بالفتح وهو اسم الحركة وليس فی الابنية فعلال الا فی المضاعف) واخرجت الارض اثقالها (ما فی جوفها من الدفائن او الاموات جمع ثقل وهو متاع البيت) وقال الانسان مالها (لما يبهرهم من الامر الفظيع وقيل المراد به ''الانسان'' الكافر فانّ المؤمن يعلم مالها) يومئذ تحدث اخبارها (تحدث الخلق بلسان الحال ''اخبارها'' مالأجله زلزالها واخراجها وقيل ينطقها اللّٰه سبحانه وتعالٰی فتخبر بما عمل عليها''

(تفسیر بیضاوی الجزء الخامس ص۳۳۰ مطبوعہ داراحیاء التراب العربیۃ لبنان)

(ترجمہ) جب حرکت دی جائے گی زمین اپنی اس حرکت سے جو اس کو نفخہ اولیٰ اور ثانیہ کے وقت مقدر ہے یا اس حرکت سے جو اس کے لئے ممکن ہے یا لائق ہے۔ حکمۃ الٰہیہ میں۔ بعض قاریوں نے زلزالھا کو زا معجمہ کی فتح سے پڑھا ہے جو حرکت (جنبش) کا نام ہے۔

اور نکالے گی زمین اپنے بوجھوں کو، یعنی ان چیزوں کو جو اس کے شکم میں ہیں خزانوں اور مردوں سے اور کہے گا آدمی (یعنی ہر ایک آدمی مسلمان ہو یا کافر) کیا حالت ہے اس زمین کی۔ اس لئے کہے گا کہ اس کو زمین کی یہ انوکھی حالت حیران کردے گی اور کہا گیا ہے کہ لفظ ''انسان'' (جو قال الانسان مالها میں ہے) سے مراد بالتخصیص کافر ہے۔ اس لئے کہ مومن کو سوال کی حاجت نہیں ہوگی۔ کیوں کہ وہ اس حرکت کے سبب کو جانتا ہوگا۔

اس دن بیان کرے گی زمین اپنے حالات کو یعنی حال کی زبان سے لوگوں پر اپنی حالت

ظاہر کردے گی جس کے لئے اس کو یہ زلزلہ ہوا اور اس نے اپنے بوجھوں کو نکالا اور کسی نے کہا ہے کہ زمین کو قادر حقیقی باتیں کرائے گا۔ پس وہ ان کرداروں سے خبر دے گی جو اس پر کئے گئے ہیں۔

اور مفتی الثقلین امام المفسرین مدارک التنزیل میں سورۃ مذکورہ کا ترجمہ عبارت ذیل سے فرماتے ہیں: ’’**اذا زلزلت الارض زلزالها (ای حرکت زلزالها الشدید الذی لیس بعده زلزلة) واخرجت الارض اثقالها (کنوزها وموتاها) وقال الانسان مالها (زلزلت هذه الزلزلة الشدیدة ولفظت ما فی بطنها وذالک عندالنفخة الثانیة حین تزلزل وتلفظ موتاها احیاء فیقولون ذالک لما یبهرهم من الامر الفظیع کما یقولون من بعثنا من مرقدنا وقیل هذا قول الکافر لأنه کان لا یؤمن بالبعث فاما المؤمن فیقول هٰذا ما وعدالرحمن وصدق المرسلون. یومئذ تحدث اخبارها (قیل ینطقها الله وتخبربما عمل علیها من خیروشر وفی الحدیث: تشهد علی کل واحد بما عمل علی ظهرها**‘‘

(ترجمہ) جب ہلائی جائے گی زمین وہ سخت ہلانا کہ اس کے پیچھے دوسرا ہلانا نہیں ہے اور زمین خزائن اور مردوں کو نکالے گی اور آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہے کہ ایسا سخت زلزلہ لائی اور اپنے پیٹ کی چیزوں کو باہر نکال ڈالا اور یہ حال دوسرے نفخہ کے وقت ہوگا۔ جب زمین جنبش میں آ کر مردوں کو زندگانی کی حالت میں باہر پھینکے گی۔ پس وہ مردے جو زندہ کئے گئے ہوں گے۔ کہیں گے اس پچھلی بات کو (یعنی **مالها** کو) اس لئے کہیں گے کہ ان کو زمین کی یہ انوکھی حالت حیران کردے گی۔ جیسا کہ کہیں گے: ’’**من بعثنا من مرقدنا**‘‘ (یٰسین:۵۲/۳۶) (ہمیں اپنی خواب گاہوں سے کس نے جگایا) اور کسی نے کہا ہے کہ لفظ ’’انسان‘‘ (جو **وقال الانسان مالها** میں ہے) سے مراد ’’کافر‘‘ ہے۔ اس لئے کہ مومن بعث ونشر کے ساتھ ایمان رکھتا ہے۔ بہرحال مؤمن یہ کہے گا: ’’**هٰذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون**‘‘ (یٰسین:۵۲/۳۶) (یہ وہ ہے کہ جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا اور رسولوں نے تصدیق کی تھی) اس دن زمین اپنی خبروں کو بیان کرے گی۔ کسی نے کہا ہے خداوند جل مجدہ زمین کو بلاوے گا اور وہ ان اعمال سے خبر دے گی جو اس پر کئے گئے ہیں اور حدیث شریف میں ہے زمین ہر ایک شخص پر اس کے اعمال کی نسبت شہادت دے گی۔

عزیزو! میں حنفیہ کرام کی معتبر تفسیر مدارک التنزیل اور شافعیہ عظام کی معتمد علیہ تفسیر بیضاوی سے سورۃ الزلزال کی تفسیر معہ ترجمہ آپ کے ہدیہ کے لئے لکھ چکا ہوں اور میں ان دونوں تفسیروں کو باقی تفاسیر سے مختارنامہ مصدقہ عدالت العالیہ (انصاف اور تجربہ دلوا کر مرزا قادیانی پر ایک مدلل استغاثہ اس بناء پر پیش کراتا ہوں کہ حضرت مجدد الوقت مسیح قادیانی نے ان حضرات پر ناکردہ گناہ کا الزام لگایا اور ان کے ارواح واجبۃ التوقیر پر داغ لگا کر اس کا ازالہ فرمایا۔ آپ بنظر غور دیکھیں اور مجدد صاحب کی افترا سازی اور دھوکہ بازی کو جانچیں تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو کہ اس مقام پر کئی وجوہ سے ''عیسوی'' چالاکی ہے۔

اوّل: مرزا قادیانی کی اس عبارت سے جو میں اوپر بقید صفحہ نقل کر آیا ہوں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفسروں نے یہ قرار دیا ہے کہ زمین کی وہ حرکت جس پر ''مالھا'' کا سوال ہوگا۔ حشر نشر سے پہلے ہوگی۔ یعنی زمین سے پوچھنے والے کافر لوگ ہوں گے جو اس حرکت سے پہلے زمین پر بستے ہوں گے اور اس حرکت کے وقت بھی زمین پر پہلی ہی زندگانی سے زندہ ہوں گے اور زمین سے یہ سوال کریں گے۔

عزیزو! آپ ازالۃ الاوہام کے ان صفحات کو جن کو نشان زد کر آیا ہوں۔ سامنے رکھ کر تھوڑی دیر کے لئے غور فرماؤ اور پھر جو کچھ ذہن نشین ہو بتاؤ۔ کیا یہی ہے جو میں نے اوّل کے نمبر میں درج کیا ہے یا نہیں ہے۔ اگر یہی ہے تو پھر ان دونوں مفسروں کی اس کلام پر نظر ڈالیں جس کو میں آپ کا ہدیہ کر آیا ہوں۔ پھر یہ فرمائیں کہ کیا یہ ''مالھا'' کا قول کس وقت کے لوگ زمین کو کہیں گے۔ کیا یہ کہنے والے کافر ہوں گے جو زلزلہ سے پہلے اور زلزلہ کے وقت زمین میں آباد ہوں گے۔ جیسا کہ مجدد صاحب مفسروں کے ذمہ لگا رہے ہیں یا یہ وہ لوگ ہوں گے جو زمین کے پیٹ سے نفخۂ ثانیہ کے وقت زندہ ہو کر باہر آجائیں گے اور بعد میں زمین کی اس حرکت ماضیہ اور باقیہ کو دیکھ کر ''مالھا'' کا سوال کریں گے۔

عزیزو! کیا قاضی بیضاوی کا یہ قول: ''**واخرجت الارض اثقالھا (ما فی جوفھا من الدفائن او الاموات) وقال الانسان مالھا (مایبھرھم من الامر الفظیع وقیل المراد بالانسان الکافر فان المؤمن یعلم مالھا) یومئذ تحدث اخبارھا (تحدث الخلق بلسان الحال اخبارھا مالاجلہ زلزالھا واخراجھا وقیل ینطقھا اللہ فتخبر بما عمل علیھا)**''

جس کا یہ معنی ہے کہ زمین اپنی حرکت سے مردوں اور خزانوں کو نکالے گی اور انسان پوچھے گا یعنی وہ جو اس حرکت سے زندہ ہوئے ہیں۔ پوچھیں گے کہ یہ کیا کر رہی ہے کہ ہمیں زندہ کر کے باہر پھینکتی ہے اور زمین حال یا مقال سے ان کے اعمال پر شہادت دی گی۔

اور کیا مدارک کا یہ فقرہ: ’’**وذالک عند النفخة الثانية حين تزلزل وتلفظ موتاها احياء فيقولون ذالک**‘‘ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ انسان کا سوال دوسرے نفخہ کے وقت ہوگا اور جب زمین حرکت کرے گی اور اموات مدفونہ کو باہر پھینک دے گی۔ درحالیکہ وہ پھینکتے وقت زندہ ہوں گے۔ پس یہ زندہ ہونے والے جو اس حرکت سے بعد زندہ ہوئے ہیں۔ یہ سوال کریں گے۔

مجدد صاحب کی اس عبارت کو ’’ماسواء اس کے ہر ایک عقل سلیم سوچ سکتی ہے کہ ایسے بڑے زلزلہ کے وقت کہ جب ساری زمین تہ و بالا ہو جائے گی ایسے کافر کہاں زندہ رہیں گے۔ زمین سے اس کے حالات استفسار کریں گے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ زمین تو ساری زیروزبر ہو جائے۔ یہاں تک کہ اوپر کا طبقہ اندر اور اندر کا طبقہ باہر تو پھر لوگ زندہ بچ رہیں۔‘‘ افتراء بازی اور فاضل مفسروں پر جھوٹی تہمت ثابت نہیں کرتا!!

بھلا مفسر بے چارے تو صریحاً یہ لکھیں کہ یہ استفسار وہ لوگ کریں گے جو زمین کی حرکت کے بعد زندہ ہوں گے اور حیران ہو کر اپنی عود الحیات کا استفسار کریں گے اور مجدد الوقت مسیح قادیانی ان بیچاروں پر تہمت لگائیں کہ انہوں نے اپنی تفاسیر میں یہ سوال ان کافروں کا ہونا لکھا ہے جو وقت حرکت کے زمین پر پہلے سے آباد ہوں گے اور حرکت سے نہ مریں گے۔ بلکہ پوچھتے رہیں گے۔ اگر دنیا کے کسی گوشہ میں انصاف ہے اور وہ کسی مرد میں ہے تو بتائیے کہ اس چالاک نے اپنی پیچیدہ تحریر میں مسلمانوں کے اولوالعزم مفسروں پر کیسا صریح بہتان باندھا اور ثابت کرنا چاہا کہ قرآن کریم کی اب تک ٹھیک تفسیر نہیں ہوئی اور اب تک کسی مفسر نے قرآن کو نہیں سمجھا اور اپنے خیال میں گانٹھا کہ جب لوگ مفسروں پر بدظن ہو جائیں گے اور ان کی تفاسیر کو غلط اور بیہودہ خیال کریں گے تو اسلام کا وہ نقشہ جو ان کے دل میں کھنچا ہوا ہے۔ نابود ہو جائے گا اور میری عیسویت، مجددیت، مہدویت، ولایت ایک معنی سے نبی ہونا، خدا کا بیٹا ہونا جو اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ لوگوں کے دلوں میں جم جائے گا۔

شاید کسی کے دل میں یہ وہم ہو کہ مفسرین کی اصلی تفسیر کو چھپا کر اپنی طرف سے اس تفسیر (جو مرزا قادیانی نے گھڑ کر مفسروں کے ذمہ لگائی اور اوپر نقل کی گئی ہے) کو ان کے ذمہ لگانے میں مسیح قادیانی کو کون سا فائدہ نظر آیا تو اس کے جواب میں عرض کیا جاتا ہے کہ اصلی تفسیر پر مسیح کا یہ ارشاد: ''ہر ایک عقل سلیم سوچ سکتی ہے کہ ایسے بڑے زلزلہ کے وقت کہ جب ساری زمین تہ و بالا ہو جائے گی ایسے کافر کہاں زندہ رہیں گے جو زمین سے اس کے حالات استفسار کریں گے۔'' اپنا زہریلا اثر نہیں ڈال سکتا تھا کیوں کہ اصلی تفسیر کا تو یہ منشا ہے کہ یہ زلزلہ تمام زندوں کے فنا کے بعد ہوگا اور اس زلزلہ کے وقت تو کوئی چیز زندہ نہیں ہوگی بلکہ اس زلزلہ کے سبب سے تمام چیزیں زندہ ہوں گی اور مسبب ہمیشہ سبب سے مابعد ہوتا ہے تو یہ کہنا کہ: ''کافر کہاں زندہ رہیں گے۔'' اصلی تفسیر پر بے معنی تھا۔ اس لئے حضرت مسیح قادیانی نے اپنی طرف سے ایک غلط تفسیر ایجاد فرمائی اور وہ تمام مفسروں کے ذمہ لگا کر عقل سلیم سے اس کی غلطی کی شہادت دلوائی۔

الغرض! آپ نے فاضل مفسروں پر نہایت ہی مہربانی سے ان کی ارواح کو بے بہا تحفہ ارسال فرمایا۔ ''اذکروا موتاکم بالخیر'' (اپنے مردوں کی اچھائیاں یاد کرو) پر خوب ہی عمل کر دکھلایا۔

دوم: اسی عبارت مسطورہ بالا سے بالتصریح پایا جاتا ہے کہ مفسروں نے ''زلزال'' کی تفسیر تمام زمین کے زیروزبر اور تہ و بالا اور اوپر کا طبق اندر اور اندر کا باہر ہو جانے سے فرمائی ہے۔

عزیزو! اب دوسری دفعہ ازالۃ الاوہام کے انہیں صفحات میں اسی عبارت کو تھوڑی سی نظر سے دیکھو۔ یہی الفاظ وہاں لکھے ہیں جو میں نے اوپر لکھ دیئے ہیں۔ پس دل میں سوچیں کہ مفسروں نے ''زلزال'' کا یہ معنی لکھا ہے یا نہیں۔ اس سوچ کے پیچھے بیضاوی اور مدارک کی ان عبارات کا مطالعہ فرمائیں جو صدر میں تحریر ہو چکی ہیں۔ بیضاوی نے ''زلزال'' کو فقط ''اضطراب'' سے اور مدارک نے ''حرکت شدیدہ'' سے تفسیر فرمایا۔ پھر انصاف سے فرمائیں کہ ''اضطراب'' یا ''حرکت شدیدہ'' کا یہی معنی ہے کہ زمین زیروزبر اور تہ و بالا اور اوپر کا طبقہ نیچے اور نیچے کا اوپر ہو جائے۔ حرکت شدیدہ یا زلزلۂ شدیدہ جس مقام پر بولا جاتا ہے۔ کیا وہاں یہی معنی مراد ہوتا ہے کہ زمین کے اجزا اور طبقات تہ و بالا ہو جائیں؟ بخدا کوئی

ہے کہ مجھے سمجھاوے کہ مرزا قادیانی نے ’’حرکت شدیدہ‘‘ اور ’’زلزلۂ شدیدہ‘‘ یا ’’اضطراب‘‘ (جو مفسروں نے ’’زلزال‘‘ کی تفسیر میں لکھے ہیں) کو زمین کے تہ وبالا اور زیروزبر ہوجانے کے سانچے میں کیوں ڈھالا اور کس سند سے؟

میں حیران ہوں کئی ایک احباب لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی بڑے فلاسفر ہیں، منطقی ہیں، بڑے انشاء پرداز ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر مرزا قادیانی فلاسفر ہیں تو وہ زمین کی حرکت یا زلزلۂ شدیدہ سے گھبرا کر کیوں اس کو زیروزبر اور تہ وبالا سے تفسیر فرما کر عقل سلیم کے آگے پیٹتے ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ فلاسفران یونان اور یورپ نے تو زمین کی حرکت شدیدہ اور زلزلہ شدیدہ کو مان کر اس کو آگ کے بھڑک اٹھنے کا سبب بتلایا ہے۔ (ہدایۃ الحکمۃ) کی شرح میں فاضل علامہ حسین بن معین الدین لکھتے ہیں: ’’**واذا غلظ البخار بحیث لا ینفذ فی مجاری الارض ...... اجتمع طالباً للخروج ولم یمکنہ النفوذ فزلزلت الارض وکذا الریح والدخان وربما قویت المادۃ علی شق الارض فیحدث صوت ہائل وقد یخرج نار لشدۃ الحرکۃ**‘‘

(میبذی شرح ہدایۃ الحکمۃ ص۱۰۱ مطبوعہ نول کشور ۱۸۸۰ء)

(ترجمہ) جب بخار اس طرح پر غلیظ ہوجاتا ہے کہ وہ زمین کے مساموں (سوراخوں) میں نفوذ نہیں کرسکتا۔ پس زمین کو زلزلہ آتا ہے اور ایسا ہی ہے۔ ہوا اور دھواں اور بہت وقت یہی مادہ (بخار، ہوا، دھواں) زمین کے پھاڑنے پر قابو پالیتا ہے۔ پس ایک آوازہ ہولناک زمین سے نکلتا ہے اور گاہے زمین کی حرکت شدیدہ کے باعث آگ نکل پڑتی ہے۔

یہاں ایک فلاسفر زمین وہ واقعات بیان کررہا ہے جو آج سے پہلے کئی دفعہ ظہور پاچکے ہیں اور اس جگہ بھی فلاسفر زمین کی حرکت شدیدہ سے اس کی آتش فشانی بیان کررہا ہے جو بارہا ظہور پاچکی ہے۔ پس اگر ’’حرکت شدیدہ‘‘ کے وہی معنی ہیں جو مسیح قادیانی نے نکالے ہیں اور پھر ان معنی کو مسیحی عقل سلیم کے رو سے یہ لازم ہے کہ کوئی انسان نہیں بچ سکتا۔ پس اب عقل سلیم ہی بتائے کہ بموجب قول فلاسفران اور شہادت حس کے جب کئی دفعہ زمین کو ’’حرکت شدیدہ‘‘ ہورہی ہے اور یہاں تک کہ آگ بھی بھڑک نکلی تو اب تک کیوں دنیا زندہ ہے اور اگر ’’حرکت شدیدہ‘‘ کو ہلاک لازم نہیں ہے تو پھر مسیح قادیانی نے ’’حرکت شدیدہ‘‘ یا اضطراب‘‘ سے جو مفسرین نے ’’زلزال‘‘ کی تفسیر میں لکھا ہے کیوں یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ایسی حرکت کے

وقت بھلا کافر کہاں زندہ رہیں گے۔ شاید کسی کو یہ وہم ہو کہ مسیح قادیانی نے حرکت شدیدہ کے عوض زمین کا زیروزبر و تہ بالا، طبقات الارض کا اوپر سے نیچے، نیچے سے اوپر ہونا کیوں مفسرین کے ذمہ لگایا تو اس کے جواب میں گزارش ہے کہ ’’حرکت شدیدہ‘‘ جو مفسرین نے ’’زلزال‘‘ کی تفسیر میں لکھی ہے اس پر تو تھوڑی عقل والا بھی تسلیم کر سکتا ہے کیوں کہ ہمیشہ زلزلے محسوس ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی خفیف اور گاہے شدید۔ اب مسیح نے جب چاہا کہ مفسروں کے ذمہ ایسا اتہام لگایا جائے جو ظاہر نظر میں عقل اس کو جھوٹی بات سمجھے تو بمقتضائے ارادہ زیروزبر وغیرہ کا معنی مفسروں کے ذمہ جڑ کر اس کے ساتھ یہ الحاق کیا کہ ایسے وقت میں کافر زندہ زمین پاش پاش شدہ پر ہوں گے اور زمین سے استفسار کریں گے اور زمین سے استفسار کریں گے۔

اب عقل سلیم سے دادخواہی کر کے مفسروں کے حق میں جھوٹ کہنے اور نافہمی کا فیصلہ صادر کرایا۔ آئندہ امید رکھتے ہیں کہ تمام مفسرین قرآن کے حق میں دنیا بدظن ہو کر مفسر قادیانی کی پیروی کرے گی۔ ’’کبرت کلمۃ تخرج من افواھم، ان یقولون الّا کذبا‘‘ (الکہف:۵) یہ بات جو ان کے منہ سے سوچے سمجھے بغیر نکلتی ہے، انتہائی قبیح ہے وہ محض جھوٹ بول رہے ہیں۔

جب مرزا قادیانی نے تفسیر مذکور کو غلطی کا انعام دیا تو سورۂ مذکور کو اپنی رائے سے بعبارت ذیل تفسیر فرماتے ہیں: ’’بلکہ اس جگہ زمین سے مراد زمین کے رہنے والے ہیں اور یہ عام محاورہ قرآن شریف کا ہے۔ الخ‘‘ (ازالہ ص۱۳۲،۱۳۵،۱۳۶، خزائن ج۳ ص۱۶۷،۱۶۸)

مرزا قادیانی اپنی تفسیر میں ’’ارض‘‘ کے لفظ کو ’’انسان‘‘ سے مراد رکھتے ہیں اور ’’زلزلہ‘‘ کو قویٰ انسانیہ کی حرکت سے تفسیر فرماتے ہیں۔ اب سوچنا چاہئے کہ مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے لفظ ’’ارض‘‘ کو اپنے حقیقی معنی ’’زمین‘‘ سے تفسیر فرمایا اور ’’زلزلہ‘‘ کو اس کے اصلی معنی زمین کی حرکت سے تعبیر بنایا اور سورۂ زلزال میں جہاں کہیں لفظ ارض یا اس کی ضمیر ہے مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اس کو ’’زمین‘‘ حقیقی معنی سے مراد رکھتے ہیں۔ فقرہ: ’’یومئذ تحدّث اخبارھا‘‘ کا معنی بنا بر تفسیر مفسرین رحمۃ اللہ علیہم کے یہ ہوا۔ ’’اس دن بیان کرے گی زمین اپنی اخبار کو یعنی ان حالات کو جو اس پر گزرے ہیں برخلاف اس کے مرزا قادیانی ارض کو انسان سے تعبیر کرتا ہے اور زلزلہ قوائے کا ہلنا جانتے ہیں۔‘‘

اور فقرہ: ’’یومئذ تحدث اخبارھا‘‘ کا یہ معنی فرماتے ہیں: ’’اور اس دن

بتائے گا انسان اپنے حالات کو یعنی جب قویٰ انسانیہ میں حرکت پیدا ہوگی اور ہر ایک شخص اپنے اپنے خیالات میں تحقیق کرنے لگے گا۔‘‘ (دیکھو ازالہ ص مذکورہ)

بھائیو! اب سوچنا چاہئے کہ مفسرین کی تفسیر کیوں غلط ہے اور مرزا قادیانی کی تفسیر کیوں صحیح ہے۔

عزیزو! یہ تو جان چکے ہو کہ جو وجہ غلطی کی مرزا قادیانی نے بیان فرمائی تھی وہ تو مفسروں کے ذمہ نہیں لگتی تھی۔ وہ وجہ تو خاص اسی جھوٹی تفسیر سے مربوط تھی جو مرزا قادیانی نے اپنی طرف سے گھڑ کر مفسروں کے ذمہ جڑ دی تھی۔

اب کوئی دوسری وجہ جانچنی چاہئے۔

دوستو! میں جب یہ الہامی سچا فقرہ حدیث نبوی کا پڑھتا ہوں: ’’اوتیت جوامع الکلم ومثلہ معہ‘‘ یعنی دیا گیا ہوں میں قرآن جو تمام علوم کا جامع ہے اور مثل قرآن کی اس کے ساتھ یعنی حدیث۔

تو مجھے سوجھتی ہے کہ حدیث نبوی ان دونوں تفسیروں میں سے کون سی تفسیر کی تصدیق کرتی ہے۔

پیارو! ترمذی نے کتاب التفسیر (ج ثانی ص۱۹۰) پر حدیث مندرجہ ذیل نکالی ہے:

’’حدثنا سوید ابن نصر قال اخبرنا عبداللّٰہ ابن المبارک قال اخبرنا سعید بن ابی ایوب عن یحییٰ بن ابی سلیمان عن سعید المقبری عن ابی ہریرة قال قرأ رسول اللّٰہ ﷺ ہذہ الایة ’’یومئذ تحدث اخبارہا‘‘ قال اتدرون ما اخبارہا؟ قالوا اللّٰہ ورسولہ اعلم قال فان اخبارہا ان تشہد علی کل عبد او امة بما عمل علی ظہرہا، تقول عمل یوم کذا کذا وکذا فہذہ اخبارہا. (ہذا حدیث حسن صحیح غریب)‘‘

(ترجمہ) ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے پڑھا آیہ: ’’یومئذ تحدث اخبارہا‘‘ کو اور فرمایا کہ کیا تم پہچانتے ہو کہ زمین کی خبریں کیا ہیں؟ صحابہ نے کہا: خدا اور رسول بہت جاننے والے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: زمین کی خبریں یہ ہیں کہ شہادت دے گی زمین ہر ایک مرد اور عورت پر اس کے کام کی نسبت اور کہے گی کہ فلاں دن فلاں کام اس شخص نے میرے

پیٹھ پر کیا تھا۔ پس یہ اس کی خبریں ہیں۔

مخلصو! اسلام کے دردمندو! سوچو، سوچو اور پھر سوچو!!!

کیا ہمارے ہادی مرشد نبی کریم ﷺ کی تفسیر اس کی امت کے علماء کو راست باز نہیں ٹھہراتی۔ کیا یہ وہی تفسیر نہیں ہے جس کے ماننے اور صحیح خیال کرنے میں علماء پر مرزا قادیانی نے جو چاہا دل کا بخار نکالا۔ مجدد امت کے دردمندو! ہوا خواہو! خوامخواہ اتنا تو سوچو کہ قرآن کریم کی صحیح اصلی تفسیر جس کو صحیح حدیث صحاح ستہ کی تشریح کر رہی ہے اور علمائے امت معصومہ اس کی راستی پر متفق ہوں۔ تمہارا ''مجدد''، ''مسیح'' اس کو کیوں غلط کہتا ہے؟ کیوں فاضلان اسلام پر ناکردہ جرم کا الزام لگایا جاتا ہے۔ کوئی ہے کہ سچ اور جھوٹ کو الگ کردے۔ بخدا کوئی مجھے سمجھاوے کہ یہ حدیث اور آیت کی اصلی صحیح اجماعی تفسیر کیوں غلط ہے اور مرزا قادیانی کی بعید از عبارت، دور از عقل، انصاف سے بیگانی تفسیر کیوں صحیح ہے۔

مرزاجی کا وہ دستخطی پرچہ جو ۲۰/جولائی ۱۸۹۱ء کو انہوں نے اپنے عقیدہ کے بیان میں بمقام لدھیانہ بجواب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لکھا تھا اور وہی پرچہ رسالہ الحق نمبر ۱ کے ص ۷ پر بلفظہٖ مندرج ہے۔ حدیث کی نسبت مرزاجی کا عقیدہ بعبارت ذیل بیان کرتا ہے:
''وہ حدیث قولی یا فعلی قرآن کریم کی کسی صریح اور بین آیت سے مخالف تو نہیں۔ اگر مخالف نہیں ہوگی تو ہم بسروچشم اس کو قبول کریں گے۔''

کوئی بتائے کہ حدیث مذکور قرآن کریم کے موافق اس کی تفسیر واقع ہوئی ہے۔ مرزا قادیانی کیوں مانتے، کیوں اس کو غلط تفسیر قرار دیتے ہیں۔

(نوٹ) راقم آثم نے اس تحریر سے محض یہی ارادہ رکھا ہے کہ مرزا قادیانی یا حکیم صاحب مجھے ان شبہات کا کافی جواب دے کر مشکور فرمائیں گے اور میری غرض ضد یا محض مجادلہ کی نہیں ہے۔ میں ان مولویوں میں سے نہیں ہوں جو کسی راست امر کو عامہ خلائق کے دباؤ سے دبا لیتے ہیں اور نہ میں مرزا قادیانی کا ایسا ذاتی مخالف ہوں کوئی ہو جو مجھے سمجھاوے۔ میں راستی اور حق پر جان دینے والا ہوں۔ تحریر مذکور میں اگر کلمۂ اہانت کا ہو تو مجھے معاف کیا جائے۔ ''والعذر عند کرام الناس مسموع''

راقم: محمد حسن فیضی، ساکن بھیں علاقہ چکوال ضلع جہلم

(سراج الاخبار ۲۵/ستمبر ۱۸۹۳ء)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

فتنہ دجال

حضرت مولانا حکیم محمد اسحاق سندیلوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ العلی العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین. اما بعد!

خاتم النّبیین، رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اپنی امت کو ہر اس فتنہ سے آگاہ فرمادیا ہے جس کا سامنا کرنا اس امت کے لئے مقدر ہو چکا ہے اور جو قیامت تک اسے پیش آنے والا ہے۔ ان فتنوں میں عظیم ترین فتنہ ''فتنہ دجال'' ہے۔ جس کی پیشین گوئی حدیث شریف میں بہت وضاحت کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اس کا زمانہ قیامت کے اس قدر قریب ہوگا کہ اسے قیامت کی ایک علامت قرار دیا گیا ہے۔ یہ اس قدر شدید اور خطرناک ہوگا کہ ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے آگاہ فرمایا ہے اور اس کی ہلاکت آفرینی وشدت سے ڈرایا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''ما بعث نبی الّا انذر امتہ الاعورا لکذاب الا انہ اعور وان ربکم لیس باعور وان بین عینیہ مکتوب کافر'' (بخاری کتاب الفتنہ)

کوئی نبی ایسے مبعوث نہیں ہوئے جنہوں نے کانے کذاب (دجال) سے اپنی امت کو نہ ڈرایا ہو۔ یاد رکھو کہ وہ کانا ہے اور بے شک تمہارا رب اعور نہیں ہے (یعنی ہر عیب سے پاک ہے) اور اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں ''کافر'' لکھا ہوا ہوگا۔

احادیث کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال مذکور ایک شخص معیّن ہوگا۔ کسی قوم یا جماعت کو اس پیشین گوئی کا مصداق ٹھہرانا صحیح نہیں ہے، اس شخص کا نام کیا ہوگا؟ اس کی وضاحت حدیث میں نہیں ملتی۔ نام کا اخفاء اور شباہت کی وضاحت عین حکمت ہے۔ اگر نام مذکور ہوتا تو عین ممکن بلکہ اغلب تھا کہ فریب دہی کے لئے اپنا نام تبدیل کر لیتا ''دجال'' اس کا اسم صفت ہے نہ کہ علم۔ دجال کے معنی ہیں بڑا فریب کار، چونکہ دھوکہ بازی اور فریب دہی میں اسے اعلیٰ ترین درجہ حاصل ہوگا۔ اس لئے اس کا نام ''دجال'' رکھ دیا گیا ہے۔

اس کی شباہت کے علاوہ اس کے بعض دوسرے مخصوص اوصاف کو بھی احادیث میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے کہ کسی معمولی سمجھ دار آدمی کے سامنے بھی اس پرفریب شخصیت کی حقیقت پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور اس کے خروج کے وقت حدیث کی روشنی میں جو شخص بھی اس

کے مکروہ چہرے پر نظر کرے گا اس کے حالات سے واقف ہوگا۔ وہ بے اختیار مخبر صادق ﷺ کے بیان کی تصدیق کرے گا اور خوب جان لے گا کہ یہ وہی خطرناک و بدباطن شخصیت ہے جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے عرصہ ہوا خبر دی تھی۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص یہود میں سے ہوگا اور اس سے عجیب وغریب خوارق عادت باتیں ظاہر ہوں گی، مثلاً مردے کو ایک اشارے میں زندہ کردے گا، زمین میں اگر کہیں سونا، چاندی ہوگا تو محض اس کے حکم سے خودبخود اس کے ساتھ ہوجائے گا۔ اس کے حکم سے جانوروں کے تھنوں میں دودھ خشک ہوجائے گا اور اگر یہ چاہے گا تو پھر دودھ دینے لگیں گے۔

اس قسم کے بہت سے خوارق عادات اور حیرت انگیز افعال اس سے صادر ہوں گے، انہیں کی بنیاد پر یہ شخص خدا کا دعویٰ کرے گا اور لوگوں کو اپنی بندگی و پرستش کرنے کے عام دعوت دے گا۔

اس تفصیل سے اندازہ کرلیجئے کہ یہ فتنہ کس قدر شدید ہوگا۔ لیکن ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ بعض لوگ اس فتنہ کے بارے میں شک وشبہ کا شکار ہوگئے ہیں اور طرح طرح کی رکیک تاویلات کرکے احادیث صحیحہ صریحہ کو ایسے معنی پہنانے کی کوشش کرتے ہیں جو ظاہر کے بالکل خلاف ہیں۔

ان میں بعض لوگ تو وہ ہیں جو خوارق عادات کے لفظ ہی سے گھبراتے ہیں اور فلسفہ کے کابوس نے ان کا دماغ ماؤف کردیا ہے۔ ایک مسلمان جو اللہ تعالیٰ کی لاانتہاء قدرت پر ایمان رکھتا ہے خوارق عادات کا کیسے انکار کرسکتا ہے؟ خصوصاً جب کہ ’’عادت‘‘ کا کوئی مکمل قانون بھی موجود نہ ہو اور کسی ایسی دلیل و برہان کا بھی حوالہ نہ دیا جاسکے جس سے ایسے اٹل اور کلی قوانین طبعیہ کا علم ہوسکے جس کا شکست ہونا عقلاً محال ہو یا جس سے ان قوانین کا استقراء کامل ہوسکے۔

دوسری جماعت ان لوگوں کی ہے جو خوارق عادت کے امکان کو تسلیم کرتے ہیں لیکن ان کا ذوق تحقیق اصل راہ بھول کر انہیں ان راستوں پر لے جاتا ہے جو منزل مقصود کی مخالف سمت کو جاتے ہیں۔ نفس کا تقاضا ہوتا ہے کہ کوئی جدید تحقیق پیش کرکے عوام سے خراج

تحسین وصول کیا جائے۔ تحقیق کے جو اصل میدان ہیں ان کی سنگلاخی پھر حقیقی محققین کی پیش روی ان کی طرف رخ کرنے کی ہمت نہیں پیدا ہونے دیتی۔ مجبوراً یہ لوگ گلستان کو چھوڑ کر اس قسم کے خارزاروں کا رخ کرتے ہیں اور کانٹوں کو رنگین کر کے پھول ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں مبتلاء ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ بعض حضرات نے انگریزی دور میں برطانیہ کو دجال بنانے کی کوشش کی اور بعض نے کیمونسٹوں کے چہرے پر کافر لکھ کر انہیں دجال کا مصداق بنایا۔

مجھے ان لوگوں پر ترس آتا ہے، یہ اپنی دماغی قوتوں کا خاصا حصہ ضائع کرنے کے بعد جس نتیجے پر پہنچتے ہیں وہ احادیث کو دیکھنے پر ہباء منثورا بن جاتا ہے اور ان کی ساری محنت رائیگاں ہو جاتی ہے۔ ان کی تحقیق محض ہوائی قلعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا کوئی یقینی کیا ظنی ثبوت بھی نہیں ہوتا اور اگر بالفرض احتمال کے درجہ میں اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا کوئی ماحاصل اور فائدہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔

علیٰ ہذا دابۃ الارض اور یاجوج وماجوج کے متعلق بھی اس قسم کے حضرات کی تحقیق ایسی ہی لطیف ہیں۔ بطور لطیفہ عرض ہے کہ ایک بزرگ نے دابۃ الارض سے مراد ایک ایسا عالی دماغ انسان لیا ہے جو علوم دینیہ میں مہارت کے ساتھ اعلیٰ درجہ کا سائنٹسٹ اور علوم جدیدہ کا فاضل بھی ہوگا اور دین حق کی نصرت واشاعت کے لئے ساری دنیا کا دورہ کرے گا۔ یہ محقق اتنا لکھنا بھول گئے کہ یہ ’’دابۃ الارض‘‘ خیالستان کا باشندہ ہوگا اور قرآنی دابۃ الارض سے اسے کوئی نسبت نہیں ہوگی۔

اگر یہ اصول ملحوظ رکھا جائے کہ نشانی اور علامت کو بالکل واضح اور روشن ہونا چاہئے تو اس قسم کی فضول دماغ سوزی سے آدمی محفوظ رہ سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ علامت دوسری شے کے علم کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اگر وہ خود ہی مبہم ہو یا اسے معلوم کرنے کے لئے بہت زیادہ کدوکاوش کی ضرورت پیش آئے تو وہ دوسری شئے کے علم کا ذریعہ کیسے بن سکتی ہے۔

دجال، دابۃ الارض، یاجوج وماجوج کو اللہ تعالیٰ نے قیامت کی علامات اور اس کی نشانی قرار دیا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ان الفاظ واسماء کے مصداق بالکل واضح اور روشن ہوں گے۔ لیکن یہ اسی وقت ہوگا جب کہ ان کا ظہور ہوگا، اس وقت ان کی حقیقت اور

ان کے مصداق اس قدر واضح اور ظاہر ہوں گے کہ ایک معمولی فہم کا مسلمان بھی بہت آسانی کے ساتھ سمجھ سکے گا کہ یہ وہی ہیں جن کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی تھی۔

وقت سے پہلے ان پر اپنی دماغی قوتیں صرف کرنا حدود اسراف وتبذیر میں داخل ہے بلکہ ان کا ابہام اور باوجود جستجوئے بسیار ان کی حقیقتوں کا مستور رہنا خود اس بات کی دلیل ہے کہ ہم نے ان کے جو مصداق اپنی خیال آرائی سے قرار دیئے ہیں واقع کے مطابق نہیں ہیں، ورنہ وہ بالکل بے حجاب ہوکر قطعی اور یقینی طور پر سامنے آجاتے۔

ایک تیسرا گروہ اور بھی ہے جو نبی کریم ﷺ سے غداری کر کے آنحضور ﷺ کے ایک باغی غلام کو نبی ثابت کرنے کے لئے زمین ہموار کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے دجال کے حقیقی مصداق کو نگاہوں سے اوجھل کر کے اس لفظ کو بالکل بے محل چسپاں کرنا چاہتا ہے اور اس سے شخص معین کے بجائے بعض قوموں کو مراد لیتا ہے، ان لوگوں کو سواء اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عقل وہدایت کی نعمتوں سے نوازیں۔ یہ بے چارے اس کھلی ہوئی غلط بیانی اور دروغ بافی پر مجبور ہیں۔ اس لئے کہ نبوت کے ایک مدعی کاذب پر ایمان باقی رکھنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لینا لازم ہے۔

قاعدہ ہے کہ انسان جب ایک جھوٹا دعویٰ کرتا ہے تو اسے نبھانے کے لئے اسے دس جھوٹ اور بولنا پڑتے ہیں۔ باوجود اس خیال آرائی کے یہ معمہ لاینحل ہی رہتا ہے کہ اگر بالفرض دجال کا مصداق شخص معیّن نہیں ہے بلکہ کوئی قوم ہے جو موجود ہوچکی ہے یا مسیح علیہ السلام کا معاذ اللہ انتقال ہوچکا ہے تو اس سے قادیان کے خودساختہ نبی کی نبوت کس طرح ثابت ہوسکتی ہے؟ جب یہ سوال سامنے آئے گا کہ مرزا قادیانی اپنے دعویٰ میں صادق تھے یا کاذب تو فطرتاً مرزا قادیانی کی شخصیت زیر بحث آئے گی اور دیکھنے والا یہ دیکھے گا کہ وہ منصب نبوت کے اہل بھی ہیں یا نہیں؟ اور یہی وہ دکھتی ہوئی رگ ہے جسے بچانے کے لئے قادیانی حضرات دجال، حیات مسیح وغیرہ کی دوراز کار بحثیں چھیڑتے ہیں تاکہ اصل مسئلہ ان بحثوں کے انبار میں گم ہوجائے۔

دجال اور فتنۂ دجال

احادیث سے روشن ہے کہ دجال کا ظہور قیامت کے قریب ہوگا لیکن ''فتنۂ دجال''

کے ظہور کے لئے قرب قیامت کا زمانہ متعیّن نہیں ہے، اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی ایک نفیس تحقیق علم عظیم کا دروازہ کھول دیتی ہے۔

موصوف ازالۃ الخفاء میں ایک سوال قائم کرتے ہیں کہ حدیث نبوی ﷺ خروج دجال کا زمانہ فتح قسطنطنیہ کے چالیس سال بعد متعیّن کرتی ہے، حالانکہ فتح قسطنطنیہ کو صدیاں گزر چکی ہیں اور ہنوز دجال کا نشان کہیں نظر نہیں آتا؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے شاہ صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں عرفاً جب کسی چیز کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جائیں تو کہا جاتا ہے کہ خود وہ شئے ظاہر ہوگئی۔ مثلاً جب درخت انبہ میں کھر آنا شروع ہو جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ آم کی فصل آ گئی۔ اس عرف کی روشنی میں حدیث کا مفہوم یہ واضح ہوتا ہے کہ فتح قسطنطنیہ کے چالیس سال بعد دجال کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے۔ بالفاظ دیگر ''فتنۂ دجال'' کی ابتداء ہو جائے گی۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے اور مشاہدات شاہد ہیں کہ یہ فتنہ ظاہر ہو چکا ہے۔

راقم السطور کو حضرت شاہ صاحبؒ کی اس تحقیق سے جو روشنی ملی اس میں اس نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور اس منزلہ پر پہنچا کہ فتنہ دجال کی ابتداء خود نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہی ہو چکی تھی۔

اس نکتہ کی شرح یہ ہے کہ ضلال وگمراہی کی تاریکی ہادیٔ اعظم ﷺ سے پہلے بھی پھیلی ہوئی تھی جسے دور کرنے کے لئے مختلف اوقات میں انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے۔ خاتم النّبیین رحمۃ للعالمین ﷺ کی تشریف آوری کے بعد بھی ضلال سارے عالم سے نیست ونابود تو نہیں ہوگیا۔ البتہ آفتاب ہدایت کے طلوع کے بعد اللہ تعالیٰ کا راستہ بالکل روشن ہوگیا اور قیامت تک روشن رہے گا۔ بہتوں نے اس راستہ کو اختیار کیا اور منزل مقصود تک پہنچے۔ قیامت تک خوش نصیبوں کا گروہ اس پر گامزن رہے گا۔ لیکن بدنصیبوں کے وجود سے بھی قیامت تک دنیا خالی نہیں رہے گی۔ بڑی تعداد ایسے افراد کی ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے راستہ کو چھوڑ کر شیطان کی راہوں پر چلتے رہیں گے۔

خلاصہ یہ کہ ضلال وگمراہی دنیا میں بعثت ختم المرسلین ﷺ سے پہلے بھی موجود تھی

اور آنحضرتﷺ کی بعثت کے بعد بھی موجود رہی اور قیامت تک موجود رہے گی۔ لیکن باوجودیکہ دونوں گمراہیاں، گمراہی ہونے میں یکساں ہیں۔ مگر ایک محقق کی نگاہ دقیقہ رس دونوں ہی زمانہ کے فرق کے علاوہ نوعیت کا فرق بھی محسوس کرتی ہے۔

بعثت خاتم النّبیینﷺ ایسے دور میں ہوئی جو ضلال قدیم اور ضلال جدید کا سنگم تھا۔ ضلال قدیم رخصت ہورہا تھا اور ضلال جدید اس کی جگہ لے رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ختم المرسلین نے دونوں قسم کی گمراہیوں کا علاج بتایا ہے اور دونوں زہروں کا تریاق مہیا فرمایا ہے۔

ضلال قدیم وجدید میں فرق کیا ہے؟ اسی چیز کی توضیح خاص طور پر مقصود ہے۔ ہدایت وضلال کی تاریخ پر ایک نظر ڈالئے تو یہ حقیقت نمایاں ہوجائے گی کہ بعثت نبویﷺ سے پہلے ضلال وگمراہی میں ایک آمیزش اور سادگی پائی جاتی ہے۔ بخلاف اس کے آفتاب ہدایت طلوع ہونے کے بعد اس دجل وفریب، تلبیس وتزویر کا عنصر بہت زیادہ داخل ہوگیا ہے۔

یوں تو نقاب فریب وضلال کے لئے لازم ہے، خواہ ضلال قدیم ہو یا جدید، لیکن زمانہ قدیم میں یہ نقاب کی صنعت اور میک اپ کرنے کا فن اس قدر ترقی یافتہ نہ تھا کہ ضلال کا مکروہ چہرہ معمولی فہم والوں کی نظروں سے ہی مخفی ہوسکتا۔ اس زمانہ میں فریب خوردہ یا تو بہت احمق ہوتے تھے یا دیدہ دانستہ فریب کھانے والے ضدی اور ہٹ دھرم۔ بخلاف اس کے ضلال جدید کی نقاب فریب اس قدر دبیز اور حقیقت پوش ہے کہ بسا اوقات اچھے اچھے صاحبان بصیرت کی نظر بھی اسے پار کرنے سے قاصر رہتی ہے۔

اسی ضلال جدید کا دوسرا نام ''فتنۂ دجال'' ہے۔ جو نبی کریمﷺ کی حیات طیبہ ہی کے آخری زمانہ میں شروع ہوچکا تھا اور ''دجال اکبر'' کی خبر کے ساتھ آنحضورﷺ نے اس فتنۂ دجال کی اطلاع بھی دے دی تھی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے: ''وانہ سیکون فی امتی ثلاثون کذابون کلہم یزعم انہ نبی وانا خاتم النّبیین لا نبی بعدی''

(ترمذی کتاب الفتن)

اور بے شک میری امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک مدعی نبوت ہوگا۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ میں خاتم النّبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

دوسری روایت میں صراحت کے ساتھ ان مدعیان نبوت کو ’’دجال‘‘ کا لقب دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے: ’’**لاتقوم الساعة حتی یبعث کذابون دجالون قریب**[۱] **من ثلاثین کلهم یزعم انه رسول اللّٰہ**‘‘ (ایضاً)

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب کذاب ودجال پیدا نہ ہو جائیں جن میں سے ہر ایک رسالت کا دعوے دار ہوگا۔

ان دجالوں میں سے دو تو خود نبی کریم ﷺ کے زمانہ ہی میں سامنے آ چکے تھے، ان میں سے ایک مسیلمہ کذاب تھا اور دوسرا اسود عنسی، دونوں کے خلاف صحابہ کرامؓ نے جہاد کیا اور دونوں کو فنا فی السقر کر کے ان کی قوت وشوکت کو پارہ پارہ کر دیا۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ فتنۂ دجال آنحضور ﷺ کے سامنے ہی شروع ہو چکا تھا۔ فتح قسطنطنیہ کے چالیس سال بعد خروج دجال کی جو خبر دی گئی ہے۔ اس سے یہی فتنۂ دجال مراد ہے نہ کہ دجال اکبر کا خروج، جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا ہے لیکن راقم الحروف کے نزدیک ممدوح کی تحقیق میں اتنی ترمیم کی ضرورت ہے کہ غالباً فتح قسطنطنیہ والی روایت میں اس فتنہ سے مراد بھی اس کی شدت وقوت میں اضافہ اور اس کو وضوح وظہور ہے ورنہ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں یہ فتنہ تو خیر القرون ہی میں شروع ہو چکا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی مشہور دعاؤں میں: ’’**واعوذبک من فتنة المسیح الدجال**‘‘ بھی ہے۔ حالاں کہ آپ کو عمر شریف کے آخر میں معلوم ہو چکا تھا کہ دجال اکبر قیامت کے قریب خروج کرے گا اور میرے صحابی بھی اسے نہ پا سکیں گے۔ مگر باوجود اس کے آپ ﷺ نے اس کے فتنہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہی اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس کی تعلیم دی۔

[۱] دونوں روایتوں میں ان کذابوں کی تعداد کے بارہ بظاہر اختلاف نظر آتا ہے لیکن درحقیقت یہ کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اوّلاً: اس لئے کہ اس تعداد میں انحصار مقصود نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ دجال تیس سے بھی زائد ہوں، لیکن جن کا فتنہ شدید ترین ہوگا انہیں شمار فرما لیا گیا، ان کی تعداد قریب تیس کے ہوگی۔ لیکن دوسری حدیث میں بعض ان لوگوں کو بھی شمار کر لیا گیا جن کا فتنہ ان لوگوں سے کم ہوگا لیکن دوسرے سے شدید تر ہوگا۔ اس لئے مجموعی تعداد تیس ہوگئی۔ ثانیاً: ممکن ہے کہ آنحضور ﷺ کو جو چیز منکشف ہوئی۔ پہلے آپ نے اس پر ایک اجمالی نظر فرمائی ہو اور ایک اندازہ فرما کر تعداد قریب تیس بیان فرمائی ہو اس کے بعد شمار فرما کر پھر تیس فرمائی ہو۔

دجال ہونے کے لئے مدعی نبوت ہونا لازم نہیں ہے، چنانچہ دجال اکبر مدعی الوہیت ہوگا نہ کہ مدعی نبوت۔ اس زاویے سے نظر کیجئے تو دجالوں کی فہرست بہت طویل ہوجائے گی۔ مثلاً عبداللہ ابن سبا بانی مذہب شیعہ، حسن بن صباح بانی مذہب اسماعیلی، داعیان مذہب بابی و بہائی، مارکس بانی اشتراکیت وغیرہ۔

مدعیان نبوت میں بھی بعض بہت نمایاں ہیں۔ مگر غالباً مرزائے قادیان کا نام ''مسیلمہ و اسود'' کے بعد سرفہرست پر تحریر کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ حقیقت میں مرزا قادیانی کی شیطنت ان دونوں سے بھی بلند ہے۔ اس لئے کہ ان کی تحریک زیادہ دن نہیں چل سکی اور جلد ہی ختم ہوگئی بخلاف اس کے مرزا قادیانی کے فریب کا شکار ہونے والے خاصی تعداد میں اب تک موجود ہیں۔

دجالی دور

املی کے چھوٹے سے بیج کو دیکھئے اس میں پورا درخت پنہاں ہوتا ہے، لیکن یہ درخت اس میں سے یکایک برآمد نہیں ہوجاتا۔ بلکہ اس تخم کے اجزاء بہت سے مدارج طے کر کے اور بہت سی شکلیں تبدیل کر کے درخت کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ بیج نرم ہوکر پھولتا ہے، پھٹتا ہے، اس میں باریک باریک ریشے نمودار ہوتے ہیں، پھر وہ نشوونما حاصل کرتے ہیں اور درخت پیدا ہونے تک مختلف شکلیں بدلتے رہتے ہیں۔ یہ سب درحقیقت اسی درخت کی تمہیدیں ہوتی ہیں جو تخم کی منزل مقصود ہے۔

بیج کی یہ داستاں سنانے سے مقصد یہ بتانا ہے کہ موجودہ دور بھی دجالی دور ہے اور اسی ''فتنہ دجال اکبر'' کی تمہید اور اسی انتہاء کی ابتداء ہے۔ سنت اللہ یہ ہے کہ جب کسی شئی کا ظہور مستقبل میں ہونے والا ہوتا ہے تو ماحول اور فضا کو پہلے سے اس کے مطابق اور مناسب بنایا جاتا ہے۔ اس بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ فتنہ دجال بھی فتنہ ''دجال اکبر'' کی تمہید اور اسی سے مربوط ہے۔

صدیوں سے ہم فتنہ دجال سے دوچار ہیں اور جس قدر ''دجال اکبر'' کے خروج کا زمانہ قریب ہوتا جاتا ہے اسی قدر اس فتنہ کی شدت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

ہم اگر اس کی حقیقت سے واقف ہوجائیں تو اس سے محفوظ رہنا نسبتاً سہل ہوجائے گا۔

لفظ ’’دجال‘‘ کے ماخذ

یعنی لفظ ’’دجل‘‘ پر نظر کرنے سے اتنی بات تو فوراً ہی الم نشرح ہوجاتی ہے کہ اس فتنہ کی حقیقت فریب کاری اور دھوکہ بازی ہے۔ لیکن مسئلہ صرف اتنی بات سے حل نہیں ہوتا۔ بلکہ جب تک اس دجل وفریب کی مخصوص نوعیت اور اس کے امتیازی اوصاف پر روشنی نہ ڈالی جائے اس وقت تک اس سے حفاظت کے راستہ تک ذہن آسانی سے نہیں پہنچ سکتا۔

سطور ذیل میں ہم اسی چیز پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں: ’’فتنہ‘‘ کے معنی آزمائش اور امتحان کے ہیں ’’فتنہ دجال‘‘ امت محمدیہ ﷺ کی ان آزمائشوں سے شدید تر ہے جو اہل باطل اور اہل ضلال کے دجل وفریب کے ذریعہ سے کی جائیں گی۔ کامیابی کا اوّل درجہ تو یہ ہے کہ ’’امتی‘‘ خود بھی صراط مستقیم پر گامزن رہے اور کچھ دوسرے ناکاموں کو بھی وادیٔ ضلال سے نکال لائے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس کے پائے ثبات کو لغزش نہ ہو اگرچہ دوسرے کی دستگیری نہ کرسکے۔ اگر یہ بھی نہیں ہے تو اس کے معنی ناکامی کے ہیں جو ضلال وگمراہی کے مرادف ہے۔

ضلال کیوں پیدا ہوتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی دو شکلیں ہوتی ہیں کبھی تو اس کا سرچشمہ خود نفس کے اندر ہوتا ہے اور کبھی اس مہلک مرض کے جراثیم خارج سے انسانی ذہن میں داخل ہوتے ہیں، داخلی ضلال کے متعلق اس وقت لکھنا تطویل بے محل کے مرادف ہے، یہاں اصل بحث اس ضلال سے ہے جس کا سرچشمہ خارجی دجل وفریب ہوتا ہے یعنی جو ’’اضلال‘‘ سے پیدا ہوتا ہے۔

اس دجالی دور میں اضلال کے طریقے کیا ہیں؟ ان پر ایک اصولی گفتگو کرنا ان شاء اللہ بہت مفید ہوگا اور یہی اس مضمون کا ماحصل ہے۔

یہ حقیقت ذہن میں متحضر کرلینے کی ضرورت ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا آخری ہدایت نامہ اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ اس کا نتیجہ صریح یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ تاقیام قیامت ہمارے ہادی ورہنما ہیں اور ہدایت کے یہ آفتاب وماہتاب

روز محشر تک اپنی لازوال تابانی ودرخشانی سے اللہ تعالیٰ کی صراط مستقیم کو روشن کرتے رہیں گے، ان کی روشنی میں جہاں ایک طرف امن وسلامتی کی شاہراہ واضح طور پر نظر آتی ہے۔ وہاں رہزنوں اور گمراہ کرنے والوں کے مکروہ چہرے بھی اپنی اصلی حالت میں دکھائی دیتے ہیں اور وادیٔ ہلاکت کی طرف لے جانے والی تاریک شیطانی راہیں بھی روشن ہوجاتی ہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''ترکت فیکم امرین لن تضلّوا ما تمسکتم بھما کتاب ﷲ وسنة رسوله'' (مشکوٰۃ بحوالہ مؤطا امام مالکؒ)

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو گے، اس وقت ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتے۔ ان دونوں چیزوں میں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری رسول اللہ کی سنت ہے۔

کتاب وسنت دونوں چیزیں جس طرح راہ حق کی ہدایت کرتی ہیں۔ اسی طرح ضلال سے بچنے اور ''اضلال'' سے حفاظت کے طریقے بھی بتاتی ہیں۔ انہوں نے ہمیں ''فتنۂ دجال'' سے آگاہ بھی کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اس فتنہ میں دجالی ذہن اضلال کے لئے کیا طریقے اختیار کرے گا۔

یہ طریقے اصولی طور پر قرآن وحدیث میں مذکور ہیں اور ان کا علم ایک عظیم علم ہے۔ اس متن کی شرح آئندہ سطروں میں ملاحظہ کرنے سے پہلے یہ بات مستحضر کر لیجئے کہ ''دجال اکبر'' یہود میں سے ہوگا۔ اس لئے اس کے ساتھ سب سے زیادہ مناسبت یہود کو ہے اور اس مناسبت کی وجہ سے وہی اس ''دجالی اضلال'' میں پیش پیش ہیں۔

تجربات اور واقعات تو قرآن مجید اس حقیقت کو بے نقاب کرہی رہے ہیں۔ قرآن وحدیث سے بھی ایسا ہی مترشح ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید اس قسم کے ''اضلال'' کے بارے میں ان کا تذکرہ بار بار کرتا ہے جس سے ان کی ممتاز حیثیت نمایاں ہوتی ہے۔ بلکہ ایک جگہ تو صراحت کے ساتھ انہیں اس فتنہ ملعونہ کا امام ظاہر فرمایا گیا ہے۔

ارشاد حق ہے: ''واذا قیل لھم لاتفسدوا فی الارض قالوا انّما نحن مصلحون'' (البقرہ)

جب ان سے (منافقین سے جو عموماً یہود تھے) کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد نہ پھیلاؤ تو جواب میں کہتے ہیں بے شک ہم ہی تو اصلاح کرنے والے ہیں۔''

''الا انہم ہم المفسدون ولکن لایشعرون'' (البقرہ)

ہوشیار ہو جاؤ کہ بیشک یہی لوگ مفسد ہیں مگر انہیں اپنے مفسد ہونے کا احساس نہیں ہے۔

آیت سے ایک طرف تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ''قوم دجال'' یعنی قوم یہود افساد (جس کی ایک قسم اضلال بھی ہے) امام الاقوام ہے۔ دوسری طرف دجالی اضلال کا ایک طریقہ بھی روشن ہو جاتا ہے۔ جس کا مختصر عنوان ''اصلاح کے نام سے افساد'' ہوسکتا ہے۔

اس طرز کے ''اضلال'' کی مثالیں آج بکثرت ملتی ہیں۔ بلکہ ہر ''مضل'' اور گمراہ کرنے والا اسی ''اصلاح'' کا دعوے دار ہوتا ہے اور اپنی نیت کی گندگی کو اسی خوشبودار لفظ سے چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک مفسد اٹھتا ہے اور پہلے مسلمانوں کے زوال وانحطاط پر خوب آنسو بہاتا ہے۔ اس کے بعد دعوائے اصلاح کی چادر لپیٹ کر انہیں ''انکار حدیث'' کی زہریلی گولیاں کھلانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایک دوسرا مفسد مخلوط تعلیم کی حمایت کرتا ہے اور خوبی کی دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ روزمرہ کے اختلاط سے جنسی جذبات کی ہیجان خیزی اور احساس کی ذکاوت میں کمی ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اختلاط سے شوق میں کمی ہو جانا نفسیاتی حقیقت ہے۔ اس طرح عفت خودبخود پیدا ہوگی۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ وہی ''اصلاح کے نام سے اضلال کی دجالی تدبیر ہے۔

ایک سیاسی لیڈر تو اس دجالی طریقے پر عمل کر کے وحدت اسلامی کے خلاف کامیاب ہونے کی نمایاں مثال ہے۔ یہ کھلم کھلا ''قومیت عربیہ'' کی دعوت دے کر ''اسلامی قومیت'' اور دینی اتحاد کو مجروح کرتا ہے، فرعون وہامان پر فخر کرتا ہے۔ ابولہب وابوجہل کو محترم اور رہبر قرار دیتا ہے۔ مگر اس سارے ''افساد'' پر اصلاح کا لیبل چسپاں کر دیتا ہے اور یہ کہہ کر کہ ''علماء دین کو راضی کرنے کے لئے رومی مرغی کافی ہے۔

علماء دین اور علم دین دونوں کی دعوت سے بے پرواہ مگر مدارس دینیہ کی اصلاح کا درد اس کے بار بار اٹھتا ہے۔ بالآخر نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ نصاب تعلیم میں علوم دینیہ کے عنصر

اقل قلیل کر کے مغربی علوم کے عنصر میں بہت اضافہ کر دیتا ہے تاکہ کچھ عرصے کے بعد ایسے علماء دین پیدا ہوں جو دین کے علم اور اس میں بصیرت سے تقریباً محروم ہوں اور آئندہ نسلیں کلیۃً علم دین سے محروم ہو جائیں۔ یہ کھلی ہوئی فساد انگیزی بھی اس کی اپنی لغت میں ''اصلاح'' کے نام سے مندرج ہے۔ اس کے ان خیالات سے زیادہ حیرت انگیز اس کی کامیابی ہے کہ آج بہت سے علماء بھی اس کے فریب میں مبتلاء اور اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون!

اصلاح کے نام سے ''افساد'' دجالی فتنہ کی کوئی ایسی خصوصیت تو نہیں ہے کہ اس سے قبل اس کا نشان ہی نہ ملتا ہو لیکن اس ''آرٹ'' اور ''ٹیکنک'' نے دجالی دور میں جس قدر ترقی کی ہے اور جس قدر کثرت سے اس کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی نظیر زمانہ سابق میں نہیں ملے گی۔

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں اس حربہ سے کام لیا۔ مگر صرف اپنی قوم سے اتنا کہہ سکا: ''**ما اریکم الا ما اری وما اھدیکم الا سبیل الرشاد**''

میں تمہیں وہی رائے دیتا ہوں جو میری سمجھ میں آتی ہے اور میں تمہیں کامیابی کا راستہ دکھاتا ہوں۔

لیکن ایسے ظالم کی بھی یہ ہمت نہ ہوئی کہ بنی اسرائیل پر ظلم کے پہاڑ توڑنے اور ان کے دین میں مداخلت کرنے کے بعد ان سے کہتا کہ یہ سب تو تمہاری اصلاح کے لئے ہو رہا ہے یا پبلک کی عام معاشی اصلاح وترقی کے پیش نظر کیا جارہا ہے۔ اس قسم کی دیدہ دلیری اسی دجالی دور کی خصوصیت ہے۔

یہ پھر یاد کر لیجئے کہ ''دجال'' قوم یہود سے ہوگا اور جس طرح شخصیتوں کی صلاحیتیں اور قوتیں قوموں کو عروج یا زوال کی طرف لے جاتی ہیں، اسی طرح شخصیتیں اپنی صلاحیتوں کے نشوو ارتقاء میں بلکہ بعض اوقات اپنی بعض خصوصی صلاحیتوں کے وجود وبقاء میں اسی قوموں کی رہین احسان ہوتی ہیں۔

اس بناء پر ''دجال اکبر'' جس قوم کے بطن سے تولد ہونے والا ہے اس میں دجالی صلاحیتوں کا کسی نہ کسی درجہ میں ہونا ضروری ہے اور قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض اندازہ نہیں ہے بلکہ واقعہ بھی ہے۔ دیکھئے اس قوم کو ہدایت فرمائی جاتی ہے۔

’’ولا تلبسو الحق بالباطل وتکتمو الحق وانتم تعلمون‘‘ (بقرہ)

جان بوجھ کر حق وباطل کی آمیزش اور حق پوشی سے پرہیز کرو۔

حق وباطل کو اس طرح خلط ملط کردینا کہ حق مشتبہ ہوجائے اور اس کی شرینی کی وجہ سے باطل کا تلخ اور مہلک زہر آسانی کے ساتھ حلق سے اتر جائے۔ دجالی فتنہ یا اضلال جدید کا مخصوص حربہ ہے جس سے اضلال قدیم کا اسلحہ خانہ بالکل خالی ہے۔

اسی طرح کتمان حق کا وہ ترقی یافتہ اور ابلیس کی نظر ثانی کا مرہون احسان طریقہ جو دجالی دور میں رائج ہوا ہے قدیم مضلین کا طائر وہم وخیال بھی وہاں تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر رہا۔

مثال تلاش کیجئے تو سب سے پہلے ذہن ابن سبا کی طرف جاتا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اس سے استفسار فرمایا:’’اتشھد انی رسول اللّٰہ‘‘ (الحدیث)

کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

تو اس نے جواب میں اسی تلبیس حق بالباطل کے نسخہ سے کام لینا چاہا اور کہا کہ:

’’اشھد انک رسول الامّیین‘‘

میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ امّیوں کے رسول ہیں۔

اور اس کے بعد فوراً کہا کہ:’’اتشھد انی رسول اللّٰہ‘‘

کیا آپ بھی میری رسالت تسلیم کرتے ہیں؟

گویا اقرار رسالت محمدی ﷺ کے ساتھ جو سچائی اور صداقت وحقیقت کا اقرار تھا اس نے آنحضور ﷺ کی رسالت عامہ کا انکار بھی ملادیا اور اپنے دعویٰ رسالت کی آمیزش بھی اس میں کردی۔

خیر اس زمانہ میں تو اس کا دجل وفریب کیا کارگر ہوسکتا تھا۔ مگر زمانہ رسالت ﷺ کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ ناواقفوں کا ایک گروہ اس دام فریب میں پھنس گیا۔ جس کا تذکرہ حضرت امام محمد صاحبؒ نے سیر کبیر میں فرمایا ہے۔ یہ گروہ عراق کی طرف پایا جاتا تھا۔ یہ لوگ لاالٰہ الا اللّٰہ کے بھی قائل تھے اور محمد رسول اللّٰہ کے بھی مگر خاتم النّبیین ﷺ کی

رسالت کو جہلاء اور عرب کے مشرکین تک محدود سمجھتے تھے۔ خود اپنے لئے آنحضورﷺ کے اتباع کو لازم نہیں جانتے تھے۔ مگر اسلام کے دعوے دار تھے۔ جہاں اس واقعہ کا تذکرہ ہے وہیں اس کی تصریح بھی موجود ہے کہ یہ لوگ اسلام سے خارج اور کفر میں مبتلاء ہیں۔

ہمارے زمانہ کے ایک محقق بزرگ اگر اس وقت ہوتے تو شاید قادیانیوں کی طرح ان لوگوں کے اسلام کے بھی قائل ہو جاتے۔ مگر اس زمانہ کے علماء کا متفقہ فیصلہ یہی تھا کہ مندرجہ بالا گروہ کافر ہے۔ اسے اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ابن سباء مذکور ہی اس مذہب کا بانی ہو۔

مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی بھی رسالت محمدیہﷺ کے منکر نہیں تھے بلکہ مرزائے قادیان کی طرح اس اقرار کے ساتھ اپنے دعوائے نبوت کو مخلوط کرتے تھے۔ ان مثالوں میں سب سے زیادہ نمایاں مثال عبداللہ ابن سباء بانی مذہب شیعہ کی ہے۔ تلبیس الحق بالباطل اور کتمان حق، دونوں صنعتوں میں اس نے اس قدر مہارت اور جدت طرازی کا ثبوت دیا ہے کہ بے اختیار اس کی ذہانت وفطانت کی داد دینا پڑتی ہے۔ عظمت نبوت کو کم کرنے کے ناپاک مقصد کے پیش نظر اس نے ایک طرف تو صحابہ کرامؓ کی اغلب اکثریت کو مجروح قرار دیا۔ گویا تربیت وتعلیم نبویﷺ کو بے اثر اور آنحضورﷺ کی نبوت کو معاذ اللہ ناکام ثابت کرنے کے لئے پورا سامان فراہم کر دیا۔ دوسری طرف اولاد رسولﷺ کے بعض افراد کی غائبانہ محبت وعظمت کو اس کے ساتھ اس طرح آمیز کیا کہ اچھے اچھوں نے اس سبز باغ سے دھوکا کھایا اور اس کے پھندوں میں پھنس گئے۔

یہی کمال کیا کم تھا کہ اس نے ایک دوسرا کمال اور اسی صنعت میں دکھا دیا۔ اس حقیقت کو اس کی نظر نے بھانپ لیا تھا کہ امت محمدیہﷺ میں اپنے نبیﷺ کے ساتھ جو جذبۂ وفاداری ہے اس کا راز عقیدہ ختم نبوت میں پنہاں ہے۔ اگر زمانہ نبوتﷺ کو گزرے ہوئے دو چار صدیاں گزر چکتیں تو مرزا قادیانی کی طرح وہ بھی کھلم کھلا صراحت کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت کو چیلنج کرتا۔ لیکن خیر القرون کو گزرے ہوئے ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے تھے اور مسلمان ختم نبوتﷺ کے صریح انکار کو سننے کے لئے بھی تیار نہ تھے۔ چہ جائیکہ اسے تسلیم کر لینا۔

اس زہر کو خوشگوار بنانے کے لئے اس نے ''عقیدہ امامت'' اختراع کیا اور ایک دونہیں پورے بارہ اشخاص کو خاتم النّبیین ﷺ کے مقابلے میں لاکر عقیدۂ ختم نبوت پر اس چالاکی کے ساتھ وار کیا کہ خود منکر ختم نبوت کو بھی اس دولت بے بہا کے لٹ جانے کا علم نہ ہوسکے اور اگر ہو بھی تو ایسے وقت تک باطل کی سمیت اپنا پورا اثر کر چکی ہو اور احساس زیاں ماؤف ہو چکا ہو۔ جن صالح بزرگوں کو ان پر اس شخص نے افتراء پردازی کر کے اپنی مزعومہ امامت کے لئے منتخب کیا۔ ان کی امامت بمعنی مقتدائی وپیشوائی بالکل صحیح اور حق تھی۔ لیکن یہ ان کی خصوصیت نہ تھی۔ اس معنی کے لحاظ سے بارہ کیا، بارہ لاکھ کے عدد میں بھی امامت کو محصور کر دینا صحیح نہیں ہے۔ اس حق میں امامت کے ایک مخصوص مفہوم کی آمیزش کی گئی جو نبوت کے ہم معنی اور ختم نبوت کی نقیض اور سراسر باطل اور ضلال تھا۔

کتمان حق کے لئے ''تقیہ'' کا لاجواب نسخہ ایجاد کر کے اس دجالی فتنہ کو درجہ کمال تک پہنچا دیا گیا۔

اس کے بعد اس کے جانشینوں نے اپنی صنعت گری سے اسے اور ترقی دی اور اس بارے میں ذہانت وطباعی کے خوب خوب جوہر دکھائے اور آج بھی دکھا رہے ہیں۔ جس کا اثر یہ ہے کہ کئی سو برس کی عمر ہو جانے کے باوجود یہ فتنہ آج بھی جوان ہے۔ مگر چونکہ ہماری غفلت بھی شباب پر ہے۔ اس لئے ہمیں اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔

یہ فتنہ تو ابھی جوان ہے لیکن اس کی پیدائش کو کئی صدیاں گزر چکی ہیں۔ اس بناء پر ممکن ہے کہ آپ اسے پرانا کہہ کر کسی نئی مثال کا مطالبہ کریں۔ اس کے جواب میں، میں یورپ وامریکہ کے یہودی اور مسیحی مستشرقین کو پیش کروں گا۔ جنہوں نے اسلام کی مخالفت اور ضلال کی اشاعت کے لئے عجیب وغریب تدبیریں اختیار کی ہیں اور کتمان حق کے ساتھ تلبیس الحق بالباطل میں یدطولیٰ رکھتے ہیں۔

ان مخالفین اسلام میں دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ تو کھلم کھلا اسلام کی مخالفت کرتا ہے اور اپنے غلط اور بے بنیاد اعتراضات کے ذریعے سے مسلمانوں کے دین سے ناواقف جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو دین کے متعلق شک وشبہ میں مبتلاء کرنا چاہتا ہے۔ جو لوگ دین سے واقف ہیں، انہیں ان سے کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن ناواقفوں کے لئے ان کی تحریریں زہر قاتل

ہیں اور ظاہر ہے کہ نیا تعلیم یافتہ طبقہ اکثر و بیشتر دین سے ناواقف ہی ہوتا ہے۔ تاہم اس گروہ کا طریقہ نہ تو ضلال جدید یا بالفاظ دیگر دجالی ضلال خصوصیت ہے نہ اس قدر خطرناک ہے جس قدر دوسرے گروہ کا طرز عمل جو حق و باطل کا ایک مرکب اس طرح تیار کرتا ہے۔ آدمی باطل کو حق سمجھ کر نگل جاتا ہے اور حق کو باطل سمجھ کر چھوڑ دیتا ہے۔

اس قسم کے مستشرقین نے مختلف اسلامی موضوعات پر لکھا ہے اور صنعت دجل وفریب اور تلبیس وکتمان میں اپنے جوہر دکھائے ہیں۔ مثلاً اس قسم کا کوئی دجال سیرۃ نبوی ﷺ پر قلم اٹھاتا ہے تو صفحات کے صفحات آنحضور ﷺ کی مدح وستائش پر لکھتا چلا جاتا ہے۔ مدح وستائش بھی ایسی کہ ایک ناواقف کو گمان ہو کہ یہ تو پکّا مومن اور مسلمان معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب قاری اس کے دام فریب میں پوری طرح اسیر ہو چکتا ہے تو یہ کوئی ایسی بات لکھ دیتا ہے جس سے ساری مدح وستائش پر پانی پھر جاتا ہے اور ناواقف قاری جو مصنف کی منصف مزاجی کا معتقد ہو چکتا ہے شک وشبہ میں مبتلاء ہو کر اپنی دولت ایمان گنوا دیتا ہے۔

اضلال وفریب کاری کے اس طریقہ میں غالباً یہ مستشرقین متبعین ابن سباء کے شاگرد ہیں۔ اس لئے کہ وہ ان سے بہت پہلے اس طریق کار کی اختراع کر چکے ہیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں میں اس اتحاد کا سبب یہ ہو کہ طریق کے اصل موجد یہودی ہیں جو شیعیت کے بھی بانی ہیں۔ مگر اتنا تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس معاملہ میں شاگرد استاد سے زیادہ کامیاب ہے۔ یعنی شیعوں کو جو کامیابی ہوئی وہ خود یہود کو نہیں حاصل ہوسکی۔

مستشرقین کی زہر آلود تحریروں سے صرف دین سے ناواقف طبقہ متاثر ہوتا ہے لیکن شیعہ حضرات کی نیش زنی کی قوت تاثیر ملاحظہ ہو کہ اس نے بعض علماء دین کی بصیرت بھی زائل کردی ہے۔ مثلاً نہج البلاغۃ علامہ شریف مرتضیٰ شیعی اور ان کے بھائی کی تصنیف ہے۔ اسے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرنا، ان پر افتراء ہے۔ اس کے بعض مضامین ہی نہیں بلکہ اس کا اسلوب بیان بھی صاف بتا رہا ہے کہ یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یا اس زمانہ کے کسی خطیب یا ادیب کا کلام نہیں ہوسکتا۔ جو تکلف اور تصنع اس میں نظر آتا ہے وہ دور مرتضوی رضی اللہ عنہ کے بہت بعد کو پیدا ہوا ہے۔ لیکن صنعت تلبیس کا کمال دیکھئے کہ شیخ محمد عبدہٗ مرحوم کے ایسے عالم فاضل اسے کلام شیر خدا تسلیم کر کے اس کے اوپر حاشیہ تحریر فرماتے ہیں:

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہئے

قوم یہود جس کے بطن سے دجال اکبر تولد ہوگا، قرآن مجید کی عدالت عالیہ سے تحریف دین کے جرم عظیم کی مرتکب قرار دی گئی ہے اور: ''یحرفون الکلم عن مواضعہ'' (البقرہ)

کلام کو اس کے صحیح مقام سے ہٹانے میں ان کا ایک امتیازی وصف بتایا گیا ہے۔ اس ہنر کا اظہار وہ اب اسلام کی مخالفت و دشمنی میں کر رہی ہے۔

چنانچہ چند سال ہوئے امریکہ میں یہود نے ایک ادارے کی بنیاد رکھی ہے جس کا مقصد اسلامیات کی نشر و اشاعت قرر دیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اشاعت اسلام سے یہود کو کیا دلچسپی ہوسکتی ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں تحریف کر کے اور انہیں مسخ کر کے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ ان پر احسان بھی رکھا جائے اور زیغ وضلال میں بھی مبتلا کیا جائے:

مجھ تک کب ان کی بزم میں آیا تھا جام مے　　ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

وہ اپنے ناپاک مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوں گے۔ یہاں اس سے بحث نہیں، بحث صرف اس سے ہے کہ دجالی فتنہ کی ایک شکل یہ بھی ہے جس کا سامنا امت خیر البریہ ﷺ کر رہی ہے۔ مگر افسوس ہے اس کی اکثریت اس سے ناواقف ہے۔

دجالی فتنہ کی ایک شکل بیان کرنا کہیں بھول نہ جاؤں جسے دجال اکبر کے طرز فریب سے بہت ہی قریبی مناسبت ہے۔ مناسب بھی ہے کہ اسے یہاں ذکر کردوں۔ اسے سمجھنے کے لئے ذرا ''دجال اکبر'' کے کردار پر ایک نظر کر لیجئے جو حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اللہ حق جل شانہ سے برگشتہ کر کے لوگوں سے اپنی الوہیت تسلیم کرانے کی کوشش کرے گا۔ اپنے دعوے کی دلیل میں وہ ان خوارق عادات اور عجیب وغریب امور کو پیش کرے گا جن کا ظہور وصدور اس سے ہوگا۔

آخری دور کا ایک فتنہ

اب ذرا اپنے زمانہ کے حالات پر نظر ڈالئے کہ یہ فتنہ شروع ہو چکا ہے یا نہیں؟ آج سائنس اور صنعت کی ترقی ایسے واقعات وحوادث وجود میں لا رہی ہے جنہیں ایک معنی میں خوارق

عادات کہا جاسکتا ہے[1] اور جن قوموں کے ہاتھوں میں یہ طاقتیں ہیں ان کی دعوت کیا ہے؟

یہ صحیح ہے کہ ان میں سے کوئی قوم یا فرد اپنی معبودیت والوہیت تسلیم کرنے کی طرف دعوت نہیں دیتا ہے نہ کھلم کھلا خدائی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ رب العالمین سے غافل اور برگشتہ ہونے کی دعوت میں یہ قومیں اور دجال اکبر برابر کے شریک وسہیم ہیں۔ دونوں میں مشابہت صرف اتنی ہی نہیں ہے بلکہ یہ قومیں بھی دجال اکبر کی طرح مرتبۂ ربوبیت حاصل کرنا چاہتی ہیں۔ اگرچہ اپنی کمزوری وعاجزی کی وجہ سے اس کا دعویٰ کرنے کی جرأت نہیں کرتی ہیں۔ اشتراکی تو اس معاملہ میں سب سے آگے ہیں۔ وجود رب العالمین کے انکار کے ساتھ رزق ونسل کے مسائل اور وسائل تو بالکل اپنے ہی قابو میں کرلینا چاہتے ہیں۔

جو ممالک ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں خواہ وہ اشتراکی نہ ہوں اور وجود الٰہی کا اقرار بھی کرتے ہوں مگر وہ بھی ربوبیت کے اس حصے پر قابض اور فائز ہونا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ ''دجال اکبر'' کی طرح خدائی کے دعوے دار تو نہیں ہیں لیکن عملاً اس مرتبے پر فائز ہونے کے متمنی ضرور ہیں۔ اعمال کے ساتھ ان کے ائمہ ضلال کے اقوال سنئے تو ممکن ہے کہ چند لمحے کے لئے آپ کو یہ شبہ ہونے لگے کہ شاید ''دجال اکبر'' کا خروج ہو چکا ہے یا فرعون ایک مرتبہ پھر دنیا میں بھیج دیا گیا ہے۔ مثلاً:

ایک دجال وقت کہتا ہے کہ ہمارے ہواباز نے فضا میں بہت دور تک پرواز کی مگر اسے خدا نہیں ملا۔ دوسرا دجال اس طرح لاف زنی کرتا ہے: ''قدرت ہمارے ساتھ مذاق کرتی ہے ہم اس پر غالب آجائیں گے۔''

اس قسم کے دجالی اقوال آپ بکثرت ان لوگوں کی زبان سے سنیں گے جن سے مندرجہ بالا بیان کی تصدیق ہوگی۔ خیر یہ تو اس فتنہ کی تصویر ہے لیکن سننے کی بات، دراصل یہ ہے کہ اس فتنہ کا اثر امت محمدیہ پر کیا اور کس طرح ہو رہا ہے؟

[1] دجال سے جو خوارق عادات امور صادر ہوں گے وہ بظاہر اس کی قوت نفسانی کے ذریعہ سے ہوں گے اور اس وقت جو ایسے امور نظر آتے ہیں وہ مادی قوتوں کے رہین منت ہیں۔

یہ بہت الم انگیز داستان ہے، مگر مجھے سنانا پڑے گی اور آپ کو سننا پڑے گی۔ اسے معلوم کرنے کے بعد میرا اور آپ کا فرض ہوگا کہ ایک مرتبہ اپنے نفس کا جائزہ لے لیں کہ کہیں اس فتنہ سے ہم خود تو متاثر نہیں ہورہے ہیں؟ اس دجالی فتنہ سے امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت زیادہ متاثر ہوئی ہے لیکن اس تاثر کے درجات اور اس کی نوعیتیں مختلف ہیں۔ متاثر ہونے والوں میں سے ہر ایک کو اس کی صلاحیت کے تناسب سے نقصان وضرور کا حصہ ملا ہے۔

سرفہرست وہ گروہ ہے جس نے اسلام کے تصور ہی میں تحریف کردی۔ اللہ جل شانہ کو بھلا کر اور آخرت سے بے نیاز ہوکر زندگی کا مقصد محض دنیاوی ترقی، صنعتی عروج اور سیاسی جاہ واقتدار کو قرار دیا۔ ہر شعبۂ زندگی میں یورپ وامریکہ کی تقلید کو اپنا مطمع نظر بنایا اور اسی کو فلاح وکامرانی کا راستہ سمجھا۔ ان لوگوں نے صرف عمل پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اسلام کی یہی تفسیر کر کے دوسروں کو بھی اس کی طرف دعوت دی۔ مصطفیٰ کمال اور گرسل کا ٹرکی اور جمال عبدالناصر کا مصر اس کی واضح مثالیں ہیں۔

ہندوستان میں مشرقی صاحب کی تحریک خاکسار بھی اسی فتنہ کی ایک نمود تھی جن کے نزدیک آیت مقدسہ: ’’**ان الارض یرثھا عبادی الصالحون**‘‘ میں ’’**عبادی الصالحون**‘‘ کے مصداق انگریز تھے اور وہی اللہ تعالیٰ کے صالح بندے تھے جن کی تقلید مشرقی صاحب کے نزدیک موجب فلاح تھی اور اسلام کی روح ان کے نزدیک صرف دنیاوی ترقی اور جاہ وسربلندی تھی۔

اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ مشرقی صاحب کو تو خاک گور کھینچ کر لے گئی اور خاکسار تحریک بھی خاک میں مل چکی ہے۔ لیکن ایک جماعت اور موجود ہے جس کا اس فتنۂ دجال سے تاثر تو اسی نوعیت کا ہے مگر درجہ کا فرق ہے۔

خلافت الٰہیہ اور اقامت دین اس کا نعرہ ہے۔ مگر اس نے سارے دین کو اس کے شعبۂ سیاسیات میں مدغم کردیا ہے اور اسلام کا حقیقی مقصد اور اس کی تعلیمات کا خلاصہ اسی چیز کو قرار دیا ہے، اگرچہ آخرت کے تصور کو اس جماعت نے اوّل الذکر کی طرح محو تو نہیں کیا ہے لیکن خلافت ارضی کا قلم اس پر اتنی کثرت کے ساتھ پھیرا ہے کہ یہ تصویر دھندلی ضرور ہوگئی ہے اور دین کی مادی تعبیر نے اس کی روحانی حیثیت کو خاصی حد تک پوشیدہ کردیا ہے۔

انکار حدیث کا فتنہ بھی اسی دجالی فتنہ کا خانہ زاد ہے۔ قرآن مجید میں تو ’’دجال اکبر‘‘ کا تذکرہ ہے نہیں، واضح طور پر حدیث ہی اس کے فتنہ سے آگاہ کرتی ہے۔ جس کا اعتماد حدیث پر سے اٹھ جائے اس کا شکار کرنا دجال اکبر کے لئے بہت آسان ہو جائے گا۔ گویا ’’انکار حدیث‘‘ کا فتنہ خود ضلال ہونے کے ساتھ دجال اکبر کے ضلال عظیم کے لئے زمین بھی ہموار کر رہا ہے۔

گمراہ قوموں کی مادی ترقیوں اور ان کے ظاہری اقتدار نے بہت سے اچھے خاصے دینداروں پر بھی اثر ڈالا ہے ان کے تأثر کی نوعیت مندرجہ بالا جماعتوں سے قدرے مختلف ہے۔ ان کے تاثر کی نوعیت فکری نہیں ہے بلکہ نفسیاتی ہے، ان میں تعلیم یافتہ وغیر تعلیم یافتہ عوام کی ایک بڑی تعداد داخل ہے اور ان کے ساتھ خاصی تعداد علمائے دین کی بھی ہے۔ ان لوگوں کی زبان سے آپ مغربیت کی اور جدید دجالی فتنوں کی مذمت بھی سنیں گے۔ لیکن شاید غیر شعوری طور پر یہ خود اس فتنہ میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ ان کی حالت یہ ہے کہ عقلی طور پر یہ ان ضال و مضل قوموں کے سخت مخالف ہیں۔

لیکن نفسیاتی اعتبار سے یہ ان کی مادی ترقیات سے مرعوب ہیں اور اس مرعوبیت نے ان کے دلوں میں دنیاوی جاہ و اقتدار، شہرت و ہر دلعزیزی، علوم جدیدہ میں ترقی، صنعتی ومعاشی عروج کی وقعت وعظمت، دینداری وتقویٰ اور علوم دینیہ میں ارتقاء سے زیادہ کر دی ہے۔ ان کی نگاہ میں کسی جدید علم میں ڈگری حاصل کرنے والے کی وقعت، عالم دین سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ایک آئی.سی.ایس یا سرکاری جج خواہ وہ کیسا ہی فاسق کیوں نہ ہو۔ ان کے نزدیک ایک دیندار ومتقی عالم دین سے کہیں زیادہ باوقعت اور قابل اعتماد ہوتا ہے۔ ان کے ذہن میں مولوی کا تصور بہت ہی پست وحقیر ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ان میں جو حضرات خود مولوی ہیں ان کی نظر میں بھی جدید تعلیم یافتہ طبقہ کے سامنے غریب مولوی کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ البتہ ان علماء کی وقعت ان کی نگاہ میں ہوتی ہے جو شہرت یا جاہ رکھتے ہوں، خواہ یہ شہرت ان کے علم یا تقویٰ کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو۔ یہ وقعت دراصل ان کی شہرت وجاہ کی ہوتی ہے نہ کہ ان کے علم دین یا تقویٰ کی۔

افسوس ہے کہ اس گروہ کی تعداد مسلمانوں میں بہت زیادہ ہے اور روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ کاش یہ لوگ اپنے نفس کا جائزہ لیں تو انہیں معلوم ہوگا کہ وہ کیسے مہلک مرض میں

مبتلاء ہیں۔ درحقیقت ان کی یہ بیماری ان کے ایک دوسرے مہلک مرض کی علامت ہے یعنی دنیا کی حد سے متجاوز محبت اور وقعت نے انہیں اس گمراہی میں مبتلا کیا ہے۔

مندرجہ بالا مرعوبیت اور حب دنیا نے باہمی تعاون سے ایک گروہ کے بارے میں دجال کی اعانت ایک دوسرے طریقہ سے کی ہے۔ یہ گروہ زمانہ صحابہ ﷺ کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد پیدا ہوگیا تھا اور معتزلہ کے نام سے متعارف ہے۔

اعتزال کی روح یہ ہے کہ وحی ربانی اور ارشادات نبوی ﷺ کو عقل کے مطابق بنانے کی کوشش کی جائے۔ یہ گروہ آج بھی موجود ہے اور دجال اکبر کے لئے زمین ہموار کررہا ہے۔ اس کے ابتلاء کی صورت یہ ہے کہ یہ قرآن وحدیث میں کبھی ڈارون کے نظریئے اٹھا کر تلاش کرتا ہے اور کبھی میکیاولی اور فرائڈ کے افکار کو ان افکار میں تصرف تو اس کے بس سے باہر ہے، اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ قرآن وحدیث کو کسی طرح کھینچ تان کر اور محض اپنی رائے سے اس کی تفسیر وتشریح کر کے انہیں اس قسم کے نظریات پر منطبق کردے۔

اس ذہنی ونفسی بیماری کا اصل سبب یہ ہے کہ اس گروہ کو عالم شہود پر جو اعتماد ہے وہ عالم غیب پر نہیں ہے۔ اسی لئے عقل جو عالم شہود کے بعض قرائن کی کلید ہے۔ اس کے نزدیک قرآن وحدیث سے زیادہ قابل اعتماد ہے جو عالم غیب کی کلیدیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ دجال اکبر کے جال میں وہی اسیر ہوگا جس کا ایمان ویقین عالم غیب پر کمزور ہو اور جس کی عقل وفہم عالم شہود کی کمند میں گرفتار ہو۔ دجال سے خوارق عادات کا صدور، اس کی جاہ وحشمت، قوت وشوکت کا اثر، اس قسم کے مرعوب اور شکست خوردہ ذہنوں پر بھی ہوگا کہ وہ قرآن وحدیث کو پس پشت ڈال کر یا ان کی من مانی اور دوراز کار تاویلات کر کے دجال کے اقوال وافعال پر منطبق کرلیں گے اور اس دشمن ایمان واسلام پر ایمان لے آئیں گے۔ اس کے محیر العقول کام ان کی عقل کو سپر ڈالنے پر مجبور کردیں گے۔

قرآن وحدیث پر انہیں اعتماد نہ ہوگا، یہ دجال کا مقابلہ کس قوت سے کریں گے؟ اور اسلحہ سے تہی دست فوج کے حصہ میں شکست کے علاوہ اور کیا چیز آ سکتی ہے؟ عالم شہود پر حد سے گزرا ہوا اعتماد ویقین، دین کی قید سے آزاد حب دنیا، اہل باطل سے مرعوبیت اور باطل کے مقابلہ میں ذہنی ونفسیاتی اعتبار سے اعتراف شکست، یہ امراض مہلکہ اس امت میں کیسے پیدا ہوگئے جس کا خمیر ایمان بالغیب، حبّ آخرت اور نصرت الٰہی پر اطمینان واعتماد سے تیار کیا

گیا تھا؟ تفصیل تو خود ایک مستقل موضوع ہے جس پر ایک خاصی ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ مگر اس شرح کا متن ایک جھوٹا سا جملہ ہوسکتا ہے یعنی یہ اسی فتنہ دجال کے اثرات ہیں جس سے ہر نبی ورسول نے اپنی امتوں کو ڈرایا ہے۔

''دجال اکبر'' کے خروج وظہور سے زمانے کی کتاب میں فتنہ اور ضلال کا ایک نیا باب شروع ہوگا۔ اس کی تمہید اس وقت کی باطل پرست قوموں کے حصہ میں آئی ہے۔ منصب امامت پر آج بھی یہودی ہی فائز ہیں اور دجال اکبر کے خروج کے بعد تو ان کی امامت بالکل مسلم ہوجائے گی۔ ان اقوام کی پوری کوشش یہ ہے کہ یہ دنیا کی ہر قوم میں خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں میں مندرجہ بالا امراض باطلہ پھیلا دیں اور اپنے منصب ''دجالیت صغریٰ'' کا پورا حق ادا کردیں۔ اس ناپاک مقصد کے لئے جو تدبیریں یہ قومیں (جن میں اس وقت سب سے نمایاں امریکہ اور روس کے اہل باطل ہیں) اختیار کررہی ہیں ان میں سے بعض کا تذکرہ بطور نمونہ ماسبق میں کیا جاچکا ہے۔ تفصیل خود ایک ضخیم کتاب کی محتاج ہے۔ سمجھدار آدمی کے لئے یہ چند نمونے ان دشمنان دین کی دوسری فریب کاریوں کے سمجھنے میں بھی ان شاءاللہ! معاون ثابت ہوں گے۔

اس سلسلہ میں ایک اصولی بات کا تذکرہ ان شاءاللہ بہت مفید ہوگا، جس سے فتنۂ دجال کے خدوخال خوب نمایاں ہوجاتے ہیں اور اس سے حفاظت ممکن ہوجاتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب انسان ایک خطرے سے آگاہ ہوجاتا ہے اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ مجھے یہ خطرہ کس طرف پیش آسکتا ہے تو اس سے محفوظ رہنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن غفلت کی حالت میں خطرے سے دوچار ہونا اکثر وبیشتر نقصان کا سبب ہوتا ہے۔

فتنۂ دجال سے محفوظ رہنے کے لئے کیا تدبیریں مناسب ہیں؟ اس وقت یہ اس مضمون کا موضوع نہیں ہے۔ تاہم راقم السطور نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اس مضمون میں میں نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ فتنۂ دجال کن شکلوں میں ظہور پذیر ہورہا ہے۔ یہ شکلیں متنوع ہیں۔ لیکن ان میں ایک مشترک شئے یہ پائی جاتی ہے کہ یہ سب دجال اکبر کے طریق اضلال ودجل کے مطابق اور اس کے مشابہ ہیں اور ہونا بھی یہی چاہئے۔ اس لئے کہ یہ سب فتنہ اسی دجال اکبر کے فتنہ کے آثار ہیں، گویا ایک کوہ آتش فشاں پھٹنے والا ہے اس کا دہانہ کھل چکا ہے۔ مگر آتش سیال اگلنے سے پہلے اس کا دھواں خارج ہورہا ہے۔

ہلاکت آفریں آتشیں لاوا تو دجال اکبر کا فتنہ ہوگا اس فتنہ کبریٰ سے پہلے کے فتنے

زہریلے اور نظر ربا دھویں اور ابتدائی چنگاریوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ دجال اکبر کا حملہ ہماری حیات روحانی کے کن حصوں پر ہوگا؟ قرآن وحدیث میں اس مضمون کو خوب واضح فرما دیا گیا ہے، اس کی روشنی میں ہم حال ومستقبل کے دجالوں اور ماضی کے دجالوں کے جانشینوں کے متعلق بھی بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ ان کے حملہ کا رخ کدھر ہے۔

یہ مسئلہ خود بہت وسیع ہے اور اس کی تفصیل بہت سے صفحات کی خواہاں ہے، یہاں اختصار واجمال سے کام لیتے ہوئے۔ اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ حدیث دجال اکبر کے حملہ کا رخ ایمان وجذبات کی طرف ظاہر کر رہی ہے، جیسا کہ پچھلے صفات میں واضح کر چکا ہوں۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال اکبر خوارق عادات دکھا کر اپنی الوہیت وربوبیت کا قائل کرنے کی کوشش کرے گا اور قائل ہونے والوں کو عاجل منفعتیں پہنچائے گا اور مادی لذات کی جانب مائل کرے گا، گویا ان کے جذبۂ محبت کا رخ دنیاوی لذتوں اور منافع عاجلہ کی طرف پھیر دے گا۔ اسی طرح جذبۂ خوف آخرت مٹا کر دنیاوی ضرر کے خوف کو اس کی جگہ دے گا۔ ان دونوں جذبات کا رخ بدل دینے سے سارے جذبات کا رخ بدل جاتا ہے، دجال اکبر کے جال کے یہ تانے بانے ہوں گے۔ جن کا تعارف حدیث نبوی ﷺ نے بہت ایجاز واختصار کے ساتھ کرایا ہے اور اس کی مختصر تشریح راقم السطور نے پیش کی ہے۔

ماضی ومستقبل کو سردست نظر انداز کیجئے اور اس آئینہ میں صرف حال کی دجالیت کا مکروہ چہرہ دیکھ لیجئے، یہ حقیقت بے غبار نظر آئے گی کہ اس کے حملہ کا رخ بھی امت محمدیہ علیہ السلام کے ایمان اور جذبات کی طرف ہے۔

دنیاوی لذتوں میں منہمک کر دینا، آخرت کو بھلا دینا ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کو کمزور اور آخر کار بالکل ختم کر دینا، یہی وہ ضلال ہے جو آج پوری قوت سے پھیل رہا ہے اور جسے فتنۂ دجال کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ امت مسلمہ کے ایمان اور جذبات پر جو حملہ ہو رہا ہے اس کی سپہ سالاری کا اعزاز قوم یہود ہی کو حاصل ہے جو دجال اکبر کی ماں ہے، لیکن اس معاملہ میں ان لوگوں کا قدم بھی ان سے پیچھے نہیں ہے جو یہود کے اس فریب کا شکار ہو کر ان کے رنگ میں رنگ چکے ہیں۔

عقیدۂ ختم نبوت اور فتنۂ دجال

وقت کے دجالوں نے ایمان کے ہر جزو اور ہر حصے کو مجروح کرنا چاہا اور امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ضلال وزیغ میں مبتلاء کرنا چاہا اور اس کے اثرات بھی امت کے افراد پر ان کی صلاحیتوں کے تناسب سے ہوئے۔

بطور نتیجہ بہت سے افراد امت سے کٹ کر الگ ہوگئے اور بہت سے امت میں داخل رہے مگر زیغ میں مبتلا ہوگئے۔ یہاں ان سب حملوں کی تفصیل مطلوب نہیں ہے لیکن اس نکتہ کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دجالوں نے اپنی ناپاک مساعی کے سلسلہ میں عقیدۂ ختم نبوت کو مجروح کرنے کی کوشش کو خاص اہمیت دی ہے۔ واقعات ہمارے اس قول کی تائید کرتے ہیں۔ فتنۂ دجال سب سے پہلے اسی شکل میں ظاہر ہوا۔ یعنی اس کی ابتداء مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کے دعویٰ نبوت سے ہوئی جو ختم نبوت کے انکار پر مبنی تھا۔

اس فتنہ کے سلسلہ میں مخبر صادق ﷺ کا مخصوص طور پر نبوت کے تیس مدعیان کاذب کی خبر دینا بھی اس کی امتیازی حیثیت واہمیت کی ایک علامت ہے۔ اس کے علاوہ یہ واقعہ مشاہدے سے ثابت ہے کہ جس دجالی اضلال کی بنیاد انکار ختم نبوت پر قائم کی گئی ہو۔ اس کی عمارت بہت بلند وبالا اور مستحکم تیار ہوئی۔ بخلاف اس کے اضلال کی دوسری شکلیں اس قدر کامیاب نہیں ثابت ہوسکیں۔

دیکھئے ابن سباء نے عقیدۂ امامت ایجاد کر کے امت کے عقیدہ ختم نبوت کو ’’سلو پوائزن‘‘ کھلایا، اس کے پیرو آج تک موجود ہیں اور ان کا ضلال ابن سبا کے بعد اور زیادہ بڑھ گیا۔

علیٰ ہذا مرزائے قادیان نے بھی یہی حربہ استعمال کیا جس کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ ملت اسلامیہ کے جسم کا ایک خاص حصہ اس سے کٹ کر جدا ہوگیا اور اس کی تعداد نسبتاً پہلے سے بہت زیادہ ہے، بخلاف اس کے ایسے لوگوں کی تعداد نسبتاً بہت کم ملے گی جو پہلے مسلمان ہوں اور فتنۂ دجال سے متاثر ہو کر وجود حق تعالیٰ یا توحید یا آخرت کا کلیۃً انکار کر کے اسلام سے خارج ہوگئے ہوں۔ یہ واقعہ اس کا کھلا ہوا ثبوت ہے کہ انکار ختم نبوت کو فتنۂ دجال سے خاص مناسبت ہے اور اس کا مفہوم مخالفت یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ختم نبوت کے عقیدے کو فتنۂ دجال سے محفوظ رکھنے میں خاص دخل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وقت کے دجال اپنی کوشش امت کے دل

سے عقیدہ ختم نبوت کو محو کرنے پر خاص طور سے مرکوز کرتے ہیں۔

قادیانی صاحبان! مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت تسلیم کرانے کی کوشش سے زیادہ اس کی کوشش کرتے ہیں کہ امت مسلمہ ختم نبوت کے بارے میں کم از کم شک اور شبہ میں پڑ جائے، قادیانیوں ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ یہود اور مسیحیوں کے مبلغوں یا مشرکوں اور وحدت ادیان کے داعیوں نیز الحاد وزندقہ کے مبلغوں میں بھی اکثر افراد اہل اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کو شک وریب یا انکار ونفی کا نشانہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ واقعات ہمارے مندرجہ بالا نظریئے کا مزید ثبوت ہیں۔

ورنہ اس عقیدے کے خلاف دشمنان دین کی متفقہ صف آرائی کی کیا توجیہ ہوسکتی ہے؟ دیکھنا یہ ہے کہ انکار ختم نبوت کو فتنہ دجال کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ اور عقیدہ ختم نبوت، فتنۂ دجال سے حفاظت کا ذریعہ کیوں ہے؟

سہولت فہم کے لئے ہم فتنۂ دجال کو تین قسموں میں منقسم کرتے ہیں۔

اوّل: وہ فتنہ جس میں نبوت کے کسی مدعی کاذب کی جانب دعوت ایمان دی جائے یعنی جو براہ راست عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف بغاوت پر مبنی ہو۔ جیسے فتنۂ قادیانیت۔

دوم: وہ فتنہ جس میں دجالی طرز اضلال سے کام لیا گیا ہو اور جس کا مقصد اگرچہ اسلام سے بےگانہ بنانا ہو، جس کا ایک نتیجہ ختم نبوت سے انکار بھی ہے، مگر براہ راست اس عقیدے پر حملہ نہ کیا گیا ہو بلکہ مقصد ضلال عام ہو جس میں اس عقیدہ کا انکار بھی داخل ہے۔ مثلاً یورپ وامریکہ دجالی قوموں کا فتنہ جس کی طرف پچھلے صفات میں اشارہ کیا جاچکا ہے۔

سوم: خود ''دجال اکبر'' کا فتنہ۔

قسم اوّل!

قسم اوّل کے متعلق تو یہ بات بالکل روشن ہے کہ انکار ختم نبوت کے بعد ان دجالوں کا کام کس قدر آسان ہوجاتا ہے جو شخص نبی کریم ﷺ کو آخری نبی ورسول نہ سمجھتا ہو اور ان کے متعلق مبتلائے شک وشبہ ہو، وہ طبعاً ہر مدعی نبوت کی طرف مائل ہوگا اور نور ہدایت حاصل کرنے کے لئے اس کی طرف دیکھے گا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ شکار دام صیاد میں اپنا ایک پیر پھنسا دے گا۔ اس کے بعد جال کو اس طرح کھینچنا کہ صید اس میں جکڑ جائے، یہ صیاد کی

ہوشیاری اور سلیقہ پر موقوف ہے اور یہ بات تجربات نے بتادی ہے کہ اس قسم کے دجال صید افگنی میں اعلیٰ درجہ کی مہارت وقابلیت رکھتے ہیں۔ ان کے پیرو بھی ان کے قدم بقدم ہوتے ہیں اور اس قسم کی شیطانی چالبازیوں میں ان لوگوں کے صحیح وارث اور جانشین ہوتے ہیں۔

بخلاف اس کے جو شخص ختم نبوت کا پختہ عقیدہ رکھتا ہے وہ ان مدعیان کاذب کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کا بھی روادار نہ ہوگا اور ان کے دعوے کو خود ان کے کذب وافتراء کی دلیل وبرہان سمجھے گا۔

ظاہر ہے کہ ایسے شخص کا اس قسم کے دجالی فتنہ میں مبتلاء ہونا اگر ناممکن نہیں تو مستبعد تو ضرور ہے، ملاحظہ فرمائیے کہ جب عقیدۂ امامت کی صورت میں عقیدۂ ختم نبوت سے بغاوت کی گئی تو امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صرف ایک قلیل تعداد اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ یہ وہی تھے جنہیں ختم نبوت کے بارے میں صحیح معنی میں یقین حاصل نہ تھا یا اس کی حقیقت سے بےخبر تھے۔ چنانچہ ان میں اکثریت نومسلموں خصوصاً ایرانیوں کی تھی جو اسلامی تعلیمات سے پورے طور پر واقف نہ تھے یا واقف تھے مگر اس پر پورا یقین نہیں رکھتے تھے۔

دوسری قسم!

فتنۂ دجال کی دوسری قسم سے حفاظت کے لئے بھی عقیدۂ ختم نبوت سپر کی حیثیت رکھتا ہے اور اگر یہ سپر ڈال دی جائے تو نفس مسلم دجالی اسلحہ کے وار سے بچ نہیں سکتا۔ سطور ذیل کا مقصد اسی فتنہ کی توضیح ہے۔

ختم نبوت پر ایمان ویقین جس طرح خود ایک عقیدہ اور ایمان کامل کا جزو ہے۔ اسی طرح یہ یقین ایمان بالنبوۃ کا معاون بھی ہے نبوت ورسالت پر ایمان کے کیا معنی ہیں؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہ نبی پر اعتماد کامل کے مرادف ہے، اعتماد صرف اس بات پر نہیں کہ وہ جو پیام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں۔ وہ سچا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت بالکل صحیح اور مطابق واقع ہے، بلکہ اس بات کا بھی یقین کامل ہونا لازم ہے کہ ہماری فلاح وسعادت اخروی ودنیوی صرف نبی کے اتباع میں منحصر ہے اور ہدایت کا منبع صرف وہی ہیں، ان کے اتباع کے علاوہ کوئی طریقہ فلاح وسعادت کا نہیں ہوسکتا۔ یہ اعتقاد ویقین تو ہر نبی کے امتی کے لئے ضروری تھا۔ لیکن جب تک محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت نہیں ہوئی تھی اور نبوت ورسالت کا

دروازہ بند نہیں کیا گیا تھا۔ اس وقت تک اس یقین کے خلاف ایک احتمال باقی رہتا تھا۔ ان ادوار کے امتی یہ خیال کر سکتے تھے کہ شاید ہمارے نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی آجائے تو فلاح وسعادت اس کی پیروی سے وابستہ ہوجائے گی اور ممکن ہے کہ اس کی تعلیمات موجودہ نبی کی تعلیمات کو منسوخ کردیں یا آئندہ ان سے بہتر تعلیمات آجائیں جو صلاحیت نہ رکھنے کی وجہ سے ابھی نہیں آئی ہیں۔ لیکن ختم نبوت نے ان سب احتمالات کو ختم کردیا اور یہ بات قطعی اور یقینی طور پر طے ہوچکی ہے کہ قیامت تک سعادت وفلاح کا انحصار اتباع خاتم النّبیین ﷺ میں ہے، آنحضرت ﷺ کے اتباع کے بغیر فلاح وسعادت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ آپ ﷺ کا طریقہ کبھی منسوخ نہیں ہوسکتا اور آپ ﷺ کی تعلیمات سے بہتر کوئی تعلیم قیامت تک وجود میں نہیں آسکتی۔ اس سے ظاہر ہے کہ ختم نبوت کے معتقد کو جو اعتماد تعلیمات محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حاصل ہوتا ہے۔ وہ گزشتہ امتوں کو اپنے انبیاء پر نہیں حاصل تھا۔

بے شک ان کے کاملین کا ایمان بالنبوۃ بھی کامل تھا اور ان کا اعتماد بھی کامل تھا مگر اس امت کے کاملین کا ایمان بالنبوۃ اور ذات نبوی ﷺ پر اعتماد اکمل واعلیٰ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ختم نبوت کے عقیدے نے ان کے ایمان بالنبوۃ کو قوی تر اور مستحکم تر کردیا ہے۔

جس شخص کے قلب میں عقیدہ ختم نبوت کا شجرہ طیبہ تناور ہوچکا ہے، وہ دجالی مکائد سے محفوظ ہے جو شخص یقینی طور پر یہ جانتا ہے کہ نبوت ختم ہونے کے معنی ہی یہ ہیں کہ منزل بعثت سے منزل قیامت تک ایک صاف اور ہموار شاہراہ بنادی گئی ہے اور ایسا منارہ تعمیر کردیا گیا ہے جس کی روشنی آخری منزل تک یکساں رہے گی اور جس کی تابش کے سامنے آفتاب وماہتاب کی تابش ونورانیت شرمائے گی۔ زمانہ کی ظلمت اسے مستور کرنے سے عاجز ہے اور قدامت وکہنگی کا گردوغبار اسے دشوار گزار بنانے سے مجبور۔

خاتم النّبیین ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔ مگر ایک روشن اور ناطق کتاب اور ناطق اور منور سنت امت کو عطاء فرما کر گئے، دونوں ہادی ساکت نہیں ہیں بلکہ متکلم ہیں۔ انسانیت کسی نئی منزل پر پہنچتی ہے تو یہ اس سے ہم کلام ہوکر اسے اس منزل کے متعلق ہدایتیں دیتے ہیں، ان کی زبان کبھی بند نہیں ہوسکتی اور ان کی ہدایت کبھی منقطع نہیں ہوسکتی۔

دین کامل ہوچکا، اس میں سرمو افزائش کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ ہدایت مکمل

ہو چکی۔اب کسی دوسری ہدایت کا انتظار لاحاصل ہی نہیں مہلک بھی ہے۔

کیا ایسا شخص جو اپنا سفر حیات اس عقیدہ کی روشنی میں طے کر رہا ہو کسی دجالی آواز کی طرف التفات کرے گا؟ آواز خواہ کسی مدعی نبوت کی طرف سے آئے یا کسی مہنت اور مہاتما کی طرف سے یا کسی ڈاکٹر اور فلسفی کی طرف سے اس کے کان اس کے سننے سے ابا کریں گے اور اس کے ذہن وقلب کا ہر روزن اس آواز کے لئے اس طرح بند ہو جائے گا جس طرح کسی ڈاکو یا درندے کو دیکھ کر لوگ اپنے مکان کا دروازہ بند کر لیتے ہیں۔

ختم المرسلین ﷺ کا لایا ہوا دین زندگی کا کامل ومکمل دستور العمل ہے، عقائد، عبادات، معاشرات، معاملات (جس میں سیاسیات ومعاشیات بھی داخل ہیں) زندگی کے سب شعبوں کے متعلق اس میں کامل ہدایتیں موجود ہیں۔

دجال کا حملہ قصر دین کی انہیں عمارتوں میں سے کسی عمارت پر ہوتا ہے لیکن ختم نبوت پر ایمان رکھنے والا ان سب حصوں کو تعلیمات نبویہ سے معمور پاتا ہے اس لئے کسی پر بھی دجال کو قبضہ دینا گوارا نہیں کرتا۔ دجال خواہ کوئی فرد ہو یا پوری جماعت یا کوئی قوم خواہ وہ معاشی برابری اور روٹی کا مسئلہ سامنے لے کر آئے یا روحانی تسکین اور اخلاقی بلندی کا غازہ مل کر اپنے مکروہ چہرے کو چھپائے۔اس مرد مومن کے ذہن عالی تک اس کی کمند دجل وفریب کی رسائی غیر ممکن ہے۔

میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ جو لوگ فتنۂ دجال میں مبتلاء ہیں خواہ یورپ وامریکہ کی دجالی قوموں کے جال میں پھنسے ہوں یا اور کسی فرد یا قوم کے دجالی اضلال کا شکار ہوئے ہوں۔ ان میں اکثریت انہیں لوگوں کی نکلے گی جن کا عقیدہ ختم نبوت کمزور ہوگا۔ابن سبا کا عقیدۂ امامت زیادہ تر کن لوگوں نے قبول کیا؟ وہی عجمی نو مسلم جن کے دل صحابہ کرامؓ کی قدر وعظمت سے ناآشنا تھے اور ان سے دوری کی وجہ سے ختم نبوت کے عظیم الشان عقیدے کی صحیح معرفت انہیں نہیں حاصل ہو سکی تھی۔ یہ پرانی مثال ہے۔نئی مثالوں میں اس واقعہ کو سامنے رکھئے کہ آج اشترا کی تیر کا تقریباً ہر زخمی یہ خیال باطل رکھتا ہے کہ اسلامی تعلیمات پرانی ہو چکیں۔ زمانہ کے تغیر کی وجہ سے اب نئے نظام حیات کی ضرورت ہے، ظاہر ہے کہ یہ خیال عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف اور سرتاپا ضلال ہے۔ مغربی تہذیب ومعاشرت کے گندے نالے میں غوطہ لگانے والے بھی اکثر وبیشتر اسی بدعقیدگی کے مہلک مرض میں مبتلاء

ہوتے ہیں۔ اس قسم کے مبتلائے دجل وفریب افراد اور جماعتوں سے متجسسانہ گفتگو کیجئے تو تھوڑی سی جرح کے بعد وہ اپنے باطن کو ڈسنے والے ان زہریلے سانپوں کو اگل دیں گے۔

اہل بدعت بھی ہمارے اس نظریہ کی بہت نمایاں مثال ہیں۔ ابتداع کا درحقیقت ایک خفی قسم کا ادّعائے نبوت ہے۔ بانی بدعت کے متبع اشراک فی النبوۃ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ دونوں یقیناً جرم عظیم اور عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی عمل آخرت پر اثر انداز ہو...... اور خاتم النّبیین ﷺ اس کے متعلق بالکل سکوت فرمائیں؟ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دین کامل کسی ایسے ضروری عمل کے متعلق کوئی تعلیم نہ دے؟ اس کی دو ہی صورتیں عقلاً فرض کی جاسکتی ہیں:

(الف) خاتم النّبیین ﷺ اس جزو سے معاذ اللہ واقف نہ تھے۔

(ب) آنحضور ﷺ واقف تھے مگر معاذ اللہ دیدہ ودانستہ اس کی تعلیم سے پہلوتہی فرمائی۔

ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں محال ہیں اور کوئی مومن اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اس کا نتیجہ صریح وہی ہوگا جو خود نبی کریم ﷺ اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرما چکے ہیں یعنی ’’کل بدعة ضلالة‘‘ ہر بدعت گمراہی ہے۔ خواہ اس کا موجد کوئی صوفی رنگین قبا ہو یا زاہد خشک، سلطان ہو یا گدا، عالم ہو یا جاہل، بدعت ہر حالت میں گمراہی کے مرادف ہے اور اس بات کی واضح علامت ہے کہ اس مہلک مرض کا مریض عقیدہ ختم نبوت کی قوت وطاقت کا خاصہ حصہ ضائع کر چکا ہے۔

جس شخص کا عقیدہ ختم نبوت پختہ اور مضبوط ہو یعنی وہ اس کے لوازم اور حدود کا علم رکھتا ہو اور ان سب کے متعلق اس کا یقین بھی بالکل پختہ اور قوی ہو، وہ صرف دو صورتوں میں فتنۂ دجال کا شکار ہوسکتا ہے۔

پہلی صورت تو ایسی ہے جو ہر مرض روحانی کا سبب بن سکتی ہے اور زیادہ تر امراض باطنی اسی کے رہین منت ہوتے ہیں۔ یہ ہے اتباع ہوٰی یا حب دنیا میں گرفتاری۔ ایسی صورت میں انسان اپنے دنیاوی منافع اور مادی لذتوں کے لئے دیدہ ودانستہ راہ حق سے منحرف ہوتا ہے اور باطل کو باطل سمجھتے ہوئے بھی اس کی پیروی کرتا ہے۔

امت میں آپ ایسے لوگوں کی کثیر تعداد پائیں گے جو درست عقائد رکھتے ہوئے بھی فتنۂ دجال میں محض حب دنیا اور اپنی حد سے گزری ہوئی نفسانی خواہشوں سے مغلوب

ہوکر فتنۂ دجال میں مبتلاء ہوئے۔

دوسری صورت ذرا دقیق ہے اور اس کا علم بہت اہم اور ضروری ہے۔ اس لئے کہ دجالوں نے اس کمزوری کا احساس کرلیا ہے اور وہ اس محاذ پر قوت کے ساتھ حملہ آور ہیں۔ یہی نہیں بلکہ انہیں خاصی کامیابی بھی ہوئی ہے۔

بطور مثال فرض کیجئے کہ ایک شخص صحیح قوی اور تندرست ہے مگر صحت وقت کی قدر وقیمت سے ناواقف ہے۔ نہ مضرت رساں چیزیں کھانے سے پرہیز کرتا ہے نہ منافی صحت محنتوں اور کاموں سے احترازا۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایسا شخص اپنی صحت وقوت کو زیادہ عرصہ تک برقرار رکھ سکتا ہے؟ اگر اس کی قوت وتوانائی قائم رہے تو اللہ تعالیٰ کا انعام ہوگا اور اگر وہ اس نعمت کو ضائع کردے تو اس کی ناشکری وناقدر شناسی کی سزا ہوگی...... جو بالکل سچی ہوگی اور جس کا ذمہ دار وہ خود ہوگا۔

یہی حال بعض اہم ایمان کا بھی ہوتا ہے۔ ان کا قلب ایمان کا چمن صدا بہار ہوتا ہے جس میں عقیدہ ختم نبوت کا سرسبز وشاداب شجرہ طیبہ بھی اپنے لذیذ ونفیس ثمرات کی بارش کرتا رہتا ہے اور اپنی روح پرور خوشبو سے مشام روح کو معطر کرتا رہتا ہے۔ مگر یہ لوگ اس نعمت بے مثال اور دولت بے بہا کی قدر وقیمت کا احساس نہیں رکھتے۔ اس لئے دشمنان چمن اسے آہستہ آہستہ برباد کرتے رہتے ہیں اور اسے اس بربادی کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ خبر ہوتی ہے تو اس وقت جب دشمنوں کے سبز باغ اس بستان بے نظیر کے ضیاع وزیاں کے احساس کو بھی اسیر بے حسی کر چکتے ہیں۔

ممکن ہے کہ میرے اس نظریے پر تعجب ہو لیکن میں نے کوئی مجرّد تخیل نہیں پیش کیا ہے بلکہ یہ واقعات سے استنباط کیا ہوا ایک نتیجہ ہے جس کی تصدیق واقعات ہی سے کی جاسکتی ہے۔

دجالان وقت نے ہماری اس کمزوری کا احساس کرلیا ہے اس لئے وہ اس میں اضافہ کرنے کی مسلسل کوشش کررہے ہیں، یورپ وامریکہ کے دجالوں اور ایشیا وغیرہ میں ان کے نقالوں نے طرح طرح سے اس بات کی کوشش کی ہے کہ مسلمان کے دل میں ایمان وعقائد کی قدر وقیمت کسی طرح کم ہوجائے۔ کبھی پیٹ وروٹی کے مسئلہ کو زندگی کا اہم ترین مسئلہ کہہ کر قلب کی قیمت گھٹائی جاتی ہے، کبھی آپ یہ آواز سنیں گے کہ مذہب انفرادی معاملہ ہے، عقائد کے بارے میں کسی پر معترض ہونے کی ضرورت نہیں۔

کوئی صاف صاف کہتا ہے کہ ہر مذہب سچا ہے، ہر مذہب کا پیرو اپنے اپنے خیالات وعقائد کے لحاظ سے خدا کی عبادت کرتا ہے۔ خدائی عبادت اور اچھے کام کرنے والا خواہ عقائد کچھ بھی رکھتا ہو یا عبادت کا جو طریقہ بھی اختیار کرے خدا کے یہاں مقبول ہے۔ کوئی تلقین کرتا ہے کہ مومن وکافر کی تفریق تم انسانوں نے کی ہے، خدا کے سب بندے ہیں اور سب اس کے محبوب ہیں۔

کسی کی دعوت ہے کہ مذہب کوئی جامد یا مستقل شئے نہیں ہے بلکہ متحرک اور متغیر چیز ہے، ہر زمانہ کا مذہب اور اس کے مذہبی عقائد اس زمانہ کی سوسائٹی اور معاشی حالت کے تابع ہوتے ہیں۔ اس لئے عقائد کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بلکہ اصل شئے کردار وعمل ہے اور اس کے خیر وشر ہونے کا معیار بھی زمانے کے اور معاشرے کی تبدیلی کے اعتبار سے تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

اسلام نے قومیت واجتماع کی بنیاد وحدت کلمہ اتحاد ایمان اور بنیادی عقائد کے اتفاق پر رکھی، یہود نے اس اتحاد کو شکست دینے اور ایمان کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے وطنی ونسلی قومیت کا افسوں پڑھ کر پھونکا۔ پہلے یورپ وامریکہ اس سے متاثر ہوئے۔ رفتہ رفتہ ساری دنیا مسحور ہوگئی اور مسلمانوں پر بھی اس جادو کا خاصا اثر ہوا۔

مثال کے طور پر ہم ٹرکی اور مصر کو پیش کر سکتے ہیں جو وطنیت ونسلیت کے نظر فریب نظریات کے حامل اور ان پر عامل ہیں۔ دجالان وقت کی یہ تدبیر اور کوشش رائیگاں نہیں ہوئی۔ امت مسلمہ کی ایک خاصی تعداد ان مخدرسیات سے متاثر ہوئی، جن افراد پر اس کا اثر ہوا وہ اثر پذیری وانفعال کے لحاظ سے ایک ہی درجہ میں نہیں رکھے جاسکتے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی صلاحیت کی نسبت سے حصہ پایا ہے۔ بعض کا احساس ایمانی تو اس قدر سن ہوگیا کہ انہیں ایمان وکفر میں کوئی فرق ہی محسوس نہیں ہوتا۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ یہ طبقہ مسلمانوں میں موجود ہے اور اسلام کا مدعی ہونے کے ساتھ ساتھ ہم ’’ملاؤں‘‘ کے اسلام پر خندہ زن، مگر ایک عجیب بات ہے کہ اس طبقہ کے دو گروہ ہیں دونوں کی راہیں بالکل مختلف مگر ایمان وعقائد کی ناقدر شناسی اور ان کے وزن کے احساس سے محرومی میں دونوں متفق ہیں۔

ایک طبقہ تو وہ ہے جس کے خرمن عقل ودیں کو برق مغرب نے خاکستر بنا دیا ہے اس کے نزدیک ایمان وعقائد کا کوئی اہم مقام نہیں ہے۔ اسلام صرف ایسے بلند کردار کا نام

ہے جو ملک وقوم، بلکہ ساری دنیا کے لئے مفید ثابت ہو سکے۔ گویا ان کے نزدیک اسلام انسان کو عبداللہ بنانے کے لئے عبدالملک، عبدالقوم، عبدالانسانیہ اور صرف ایک اچھا شہری بنانے کے لئے دنیا میں آیا ہے۔ معاذ اللہ!

اس قسم کے بعض مشہور افراد کے نام بھی بتا سکتا ہوں۔ لیکن یہ تشہیر کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتی۔ ''ولتعرفنهم في لحن القول'' اشارۃً ایک علامت کا تذکرہ کئے دیتا ہوں کہ اس قسم کے بعض افراد اسلامی تعلیم وتربیت کے بھی داعی ہیں اور بزعم خود مسلمانوں کو صحیح معنی میں مسلمان بنانے کے لئے ساعی، لیکن اس کے ساتھ ان کی دماغی صلاحیتیں ایسی اسکیمیں تیار کرنے میں بھی صرف ہوتی ہیں، جن میں مسلمانوں کے ارتداد کا پورا سامان مہیا ہوتا ہے۔

آپ اگر بہت محتاط ہیں تو اس قسم کے اشخاص کو دجال نہ کہئے مگر انہیں دجال کا آلہ کار اور اس کے تیر کا شکار تو کہنا ہی پڑے گا۔

وہ تصوف جو روحانی امراض کے لئے طبیب حاذق ہے اگر خود مریض ہو جائے تو اس کے نتائج کس قدر خطرناک ہوں گے؟ اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ مندرجہ بالا طبقہ میں دوسرا گروہ ان صوفیاء کا ہے جن کا رفیق راہ اور معالج یہی تصوف بیمار ہے۔ یہ گروہ اب سے صدی دوصدی قبل فتنۂ دجال کا بہت بڑا خازن تھا، لیکن اب نسبتاً اس کی تعداد کم ہوگئی ہے۔ تاہم اب بھی خاصی تعداد میں دنیائے اسلام کے ہر حصہ میں موجود ہے اور دجال اکبر کے لئے زمین ہموار کرنے میں پورے احساس فرض شناسی کے ساتھ مصروف۔

جس تصوف کے یہ گلے لگائے ہوئے ہے وہ شیعی باطنیت کے جذام میں مبتلاء ہے اور ہندوستان میں یوگ کا کینسر بھی اس کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔ ایسی حالت میں ایمان کی قدروعظمت کی حس مردہ نہ ہو جاتی تو تعجب کی بات تھی۔ یہ خدارسی اور خدا آگاہی کی دعوت دیتا ہے لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس کے نزدیک ایمان باللہ کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ اس کے نزدیک کفروشرک کے باوجود آدمی معرفت وقرب الٰہی کے درجہ پر فائز ہو سکتا ہے۔ کیا ایمان کی ناقدری کی اس سے بدتر مثال بھی مل سکتی ہے؟ العیاذ باللہ!

مذکورہ بالا طبقہ میں ایک گروہ اور بھی ہے جو درحقیقت خود کوئی مستقل حیثیت نہیں رکھتا ہے بلکہ مندرجہ بالا دونوں گروہوں میں سے ہر ایک میں پایا جاتا ہے۔ یہ وہ افراد ہیں جنہیں وحدت ادیان کی ناگن ڈس لیتی ہے۔ ان کے نزدیک بھی ایمان وکفر میں کوئی فرق نہیں

ہے۔ مسلمان ہوتے ہوئے بھی اسلامی عقائد کا ان کے دل میں کوئی خاص وزن نہیں ہوتا۔

ایک اور طبقہ کا تعارف بھی ان شاء اللہ بہت مفید ہوگا جس کا مرض تو وہی ہے مگر درجے کا فرق ہے۔ اس طبقہ کے دل میں ایمان کی قدر و قیمت تو ہے اور اوّل الذکر طبقہ سے بہت زائد ہے لیکن اتنی قدر نہیں ہے جتنی ہونا چاہئے۔ نیز اسے اپنے مرض کا شعور نہیں ہے جب کہ اوّل الذکر شعوری طور پر اس میں مبتلا ہے۔

اسلام نے عقائد کو اوّلین اہمیت دی ہے اور اعمال کو ثانوی، ایمان کے بغیر کوئی عمل صالح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور بندے کے لئے آخرت میں مفید نہیں ہوسکتا۔ لیکن اس طبقہ کا طرز عمل بتاتا ہے کہ اس کے نزدیک ترتیب برعکس ہے۔ مثال میں افراد کے اسماء کے بجائے ان کے طرز عمل کو پیش کرنا ہی مناسب ہے۔ آپ عامی ہی افراد میں نہیں بلکہ دینداروں کے بھی ایک بڑے گروہ میں یہ عادت پائیں گے کہ وہ فسق وفجور سے جس قدر اظہار نفرت و بیزاری فرمائیں گے اتنی نفرت و بیزاری کا اظہار زیغ وضلال اور عقائد فاسدہ سے نہیں فرمائیں گے۔

اسلامی ممالک میں مغربیت کے اثر سے جو بے حیائی اور بے حجابی پھیل رہی ہے اس کے اوپر تو ان کی چشم قلم خوں باری کرتی ہے۔ مگر قادیانیت، شیعت وغیرہ کے جو فتنے ان ممالک میں ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں، ان کے لئے ان کے خامہ باطل شکن کی آنکھوں سے دو آنسو بھی نہیں ٹپکتے۔ بلکہ اس کے برعکس جو شخص ان گمراہیوں سے اہل سنت کو بچانے کے لئے اپنے قلم سے کام لے تو اس طبقہ کے حضرات اسے نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اسے تنگ دل کا لقب دیتے ہیں۔

اس قسم کے افراد بلا تکلف گمراہوں کی کتابیں دیکھنے کا مشورہ ان لوگوں کو دے دیتے ہیں جنہیں دین سے کوئی واقفیت نہیں ہوتی اور اگر ہوتی بھی ہے تو بہت سطحی اور مضلین کے دجل وفریب کو سمجھنا ان کے بس سے باہر ہوتا ہے۔ مگر چونکہ اس طبقہ کے دل میں عقائد کی وہ وقعت وعظمت نہیں ہوتی جو ہونا چاہئے۔ اس لئے اس کے دل میں اس بات کا خوف بھی نہیں پیدا ہوگا کہ کہیں ناواقف مطالعہ کرنے والا فساد عقیدہ یا ایمانیات کے متعلق شک وشبہ میں مبتلاء نہ ہوجائے۔

ایک دوسرا گروہ اور بھی ہے جو اسی مرض میں مبتلاء اور درجۂ مرض کے لحاظ سے اسی طبقہ میں داخل ہے۔ اس کی بیماری کی علامت یہ ہے کہ وہ ایسے بددین وملحد افراد کی مدح وستائش کرتا ہے جو اسلام کا نام لے کر امت میں گمراہی وضلال پھیلاتے ہیں اور خود دجال اصغر کے منصب پر فائز ہیں۔ مثلاً:

لکھنؤ کے ایک آنجہانی ماہوار رسالہ کا مدیر جو اب پاکستان کو ناپاک کرنے گیا ہے اور جو علم دین سے تقریباً جاہل ہے، اسے ایک پاکستانی اخبار کے مدیر شہیر نے ''علامہ'' کے لقب سے ملقب فرمایا اور اس کا ایک ملحدانہ مضمون بھی اپنے پرچے میں شائع کیا۔ حالانکہ یہ پرچا اپنے جذبہ حب دین، محبت اسلام کا بلند بانگ دعویٰ بڑے طمطراق کے ساتھ کرتا رہتا ہے۔

ایک دینی رسالہ میں بھی ایک صاحب علم نے اسی ملحد جاہل کو ''مولانا'' کے لقب سے یاد فرمایا ہے: ''**فالی اللہ المشتکی**''

مثالیں کہاں تک پیش کروں بطور نمونہ یہ چند مثالیں اس لئے پیش کردیں کہ مندرجہ بالا مریض طبقات کے افراد اگر ان سطروں کو پڑھیں تو ممکن ہے کہ اپنے مرض کے علاج کی طرف متوجہ ہوں اور اس خطرناک بیماری سے نجات حاصل کرسکیں اور دوسرے لوگ دجالان وقت کی پھیلائی ہوئی اس بیماری سے محفوظ رہ سکیں۔ ''**وما ارید الا الاصلاح مااستطعت وما توفیقی الا باللہ**''

خلاف توقع مضمون بہت طویل ہوگیا لیکن اگر یہ نہ بتاؤں کہ عقیدہ ختم نبوت دجال اکبر کے فتنہ سے جو اعظم الفتن ہے، مومن کو محفوظ رکھنے کا کام کس طرح انجام دے گا؟ تو یہ وعدہ خلافی ہوگی اور بات ادھوری رہ جائے گی۔ اس لئے کچھ مزید سمع خراشی پر مجبور ہوں۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ''دجال اکبر'' الوہیت وربوبیت کا دعویٰ کرے گا اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا۔ حدیث ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسان ہوگا اور یہود میں سے ہوگا۔ اس کے ساتھ جسمانی اعتبار سے معیوب بھی ہوگا یعنی اعور ہوگا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے اس دعوے کی نوعیت کیا ہوگی؟ وہ کتنے ہی خوارق عادات کیوں نہ دکھائے لیکن کوئی احمق سے احمق آدمی بھی یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا کہ وہ بعینہٖ (معاذ اللہ) حقیقت الٰہیہ ہے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متبعین کا عقیدہ اس کے متعلق کچھ اسی قسم کا ہوگا جیسا کہ مسیحیوں کا عقیدۂ الوہیت مسیح ہے یا وہ اس کی ربوبیت والوہیت کے اس طرح قائل ہوں گے جس طرح اہل ہنود اوتار کے اور باطنیہ واسماعیلیہ سر آغا خاں وغیرہ کی الوہیت وربوبیت کے قائل ہیں۔ گویا یہ عقیدہ باطلہ یا تو عقیدۂ حلول کی شکل میں ہوگا یعنی یہ اہل باطل اس بات کے قائل ہوں گے کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ نے دجال کے جسم میں حلول فرمایا ہے یا اس بات کے معتقد ہوں گے کہ حقیقت الٰہی نے صورت ناسوتی اختیار کر لی ہے جسے اتحاد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور جو عقیدہ اوتار کی حقیقت ہے نیز مسیحی فرقے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اسی قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ العیاذ باللہ!

قیاس کی نظر سے اس سے زیادہ باریک بینی کی توقع رکھنا صحیح نہ ہوگا اور واقعات کے اس اجمالی نقشہ سے ہمارا کام نکل جاتا ہے۔ اس لئے ہمیں مزید تفصیل کی احتیاج بھی نہیں ہے۔ اتنا معلوم ہوگیا کہ دجال، حلول یا اتحاد کے باطل نظریہ کی وساطت سے خدائی کا دعویٰ عوام کے سامنے پیش کرے گا۔

لیکن یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اپنے اس ظہور وبروز کا مقصد کیا ظاہر کرے گا؟ اس لئے کہ رب العالمین کا انسانی شکل میں زمین پر آجانا خواہ وہ حلول کی صورت میں ہو یا اتحاد کی صورت میں، بے مقصود و بے حکمت تو نہیں ہوسکتا؟ کوئی عقل بھی اس قسم کے ظہور بے ہنگام کو باور کرنے کے لئے تیار نہ ہوگی۔

اس سوال کا جواب ظاہر ہے کہ جیسا کہ حدیث سے بھی مترشح ہوتا ہے کہ وہ ہدایت خلق اللہ اور اظہار حق وابطال باطل ہی کو اپنا مقصد قرار دے گا اور اگر بالفرض وہ اس مقصد وحکمت کے اظہار سے پہلو تہی بھی کرے تو یہ خود بخود لوگوں کے ذہن کے سامنے آئے گا۔ ظاہر ہے کہ معرفت الٰہی اور قرب رب العالمین تو ہر دین کا مقصد سمجھا جاتا ہے۔ خصوصاً وہ دین جس کی دعوت معاذ اللہ! خدا زمین پر آکر اور انسانی شکل اختیار کر کے دے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں عقیدہ ختم نبوت کی شمشیر براں دجالیت کی رگ جان کو قطع کر دیتی ہے۔ منکر ختم نبوت تو اس جال میں اسیر ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اس کے ذہن میں اس بات کے قبول کرنے کی خاصی گنجائش ہوتی ہے کہ قرب الٰہی اور رضاء الٰہی کا کوئی نیا راستہ کھول دیا جائے۔ اگر وہ نئی نبوت پر ایمان لاسکتا ہے تو اس کے لئے یہ بھی ممکن ہے کہ حلول یا

اتحاد کے طریقہ سے خود ہادئ حقیقی کو بھی انسانی شکل میں چلتا پھرتا تسلیم کرلے۔ دیکھئے عقیدہ امامت نے عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف صف آراء ہوکر اپنے معتقدین کو کہاں تک پہنچادیا۔

آج دنیا میں لاکھوں اسماعیلی، شیعہ، سرآغاخاں اور ان کے جانشین کو رب اور الٰہ سمجھتے ہیں اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔ اثناعشری شیعوں کے عقائد بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق بالکل یہی تو نہیں مگر تقریباً ایسے ہی ہیں۔ بلکہ اپنے مفروضہ بقیہ اماموں کے متعلق بھی اسی قسم کے عقائد رکھتے ہیں۔ نصیری تو کھلم کھلا حضرت شیر خدا کو خدا کہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ انکار ختم نبوت کے بعد شرک یا حلول واتحاد وغیرہ کے کافرانہ عقائد کے لئے ذہن تیار ہوجاتا ہے اور معمولی سی تخم ریزی بھی اس میں ان اشجار خبیثہ کے اگنے اور تناور ہوجانے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے جو شخص نبی کریم ﷺ کو خاتم النّبیین سمجھتا ہے اور پختہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اب قیامت تک کے لئے ہدایت کے سب دروازے بند ہوگئے۔ صرف ایک دروازہ کھلا ہوا ہے جو قیامت تک کھلا رہے گا۔ وہ ہے نبی کریم ﷺ کا اتباع واطاعت، یعنی کتاب وسنت کی پیروی۔

جو شخص اس صحیح عقیدے پر ثابت قدم ہوگا اس کا ذہن اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی نئی ہدایت کے تصور ہی سے خالی ہوگا اور اس بات کے قبول کرنے پر ہرگز آمادہ نہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نئی ہدایت آئی ہے یا آسکتی ہے۔ اس لئے وہ دجال اکبر کا دعویٰ سنتے ہی اس کی طرف سے منہ پھیر لے گا اور اسے کذاب ومضل سمجھے گا۔

اس کے علاوہ عقیدہ ختم نبوت کی وجہ سے ایسا شخص نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی پر پورا اعتماد رکھے گا اور دجال کے حالات دیکھ کر یا سن کر وہ ان احادیث کی روشنی میں جو دجال کے متعلق وارد ہوئی ہیں فوراً سمجھ لے گا کہ یہی دجال اکبر ہے جس کی خبر مخبر صادق ﷺ نے دی تھی۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا احتمال اس کے ذہن میں نہیں پیدا ہوسکتا۔ لیکن منکر ختم نبوت اس روشنی سے محروم ہوکر وادئ حیرت میں بھٹکے گا۔ وہ بھی ان حدیثوں کو دیکھے گا مگر اس کے دل میں یہ احتمال بھی پیدا ہوگا کہ شاید یہ شخص ان احادیث کا مصداق نہ ہو بلکہ وہ کوئی دوسرا شخص ہو اور یہ شخص واقعی دجال کے بجائے ہادی ہو۔ یہ راہ تحیر خیز بالآخر اسے ضلال مبین کی وادئ بلاخیز میں پہنچادے گی جس کے حدود ابدالآباد کے جہنم سے ملے ہوئے ہیں۔ یہ محض قیاسی بات نہیں ہے۔ بلکہ حدیث نبوی ﷺ میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔

مندرجہ ذیل ارشاد نبوی ﷺ پر نظر کیجئے: ''یأتی الدجال وھو محرّم علیه ان یدخل نقاب المدینة ینزل بعض السباخ التی یلی المدینة فیخرج الیه یومئذ رجل وھو خیر الناس ومن خیار الناس فیقول اشھد انک الدجال الذی حدثنا رسول الله ﷺ حدیثه فیقول الدجال ارأیتم ان قتلت ھذا ثم احییته ھل تشکون فی الامر فیقولون لا فیقتله ثم یحییه فیقول والله ما کنت فیک اشد بصیرة منی الیوم فیرید الدجال ان یقتله فلا یسلط علیه'' (بخاری کتاب الفتن)

دجال آئے گا مگر مدینہ طیبہ کے گلی کوچوں میں اس کا داخلہ نہیں ہوسکے گا مگر وہ مدینہ کے قریب ایک میدان میں اترے گا، اس دن ایک شخص اس کے پاس جائے گا جو بہترین آدمی ہوگا (یا یہ فرمایا) کہ بہترین لوگوں میں سے ہوگا اور دجال سے کہے گا کہ: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کی خبر ہمیں رسول اللہ ﷺ نے سنائی تھی۔'' دجال اپنے متبعین سے کہے گا کہ اگر میں اسے قتل کر کے زندہ کردوں تو کیا میرے دعوے میں تمہیں کچھ شک باقی رہے گا؟ وہ لوگ کہیں گے کہ نہیں۔

چنانچہ دجال اس مردمومن کو قتل کر کے زندہ کرے گا۔ وہ زندہ ہوکر کہے گا کہ اب تو اورزیادہ بصیرت کے ساتھ میں کہتا ہوں کہ تو دجال ہے۔ دجال اسے پھر قتل کرنا چاہے گا مگر اس پر قابو نہیں پاسکے گا۔

دیکھئے! اس شخص کو فتنۂ دجال سے محفوظ رکھنے والی کیا چیز ہوگی؟ حدیث نبوی ﷺ پر مکمل اعتماد اور نبوت پر ایمان کامل۔

لیکن حدیث پر اعتماد کامل اس وقت تک نہیں حاصل ہوسکتا جب تک ختم نبوت پر ایمان کامل نصیب نہ ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ شخص اپنے عقیدہ ختم نبوت کی وجہ سے دجال کے فریب سے محفوظ رہے گا اور نہ صرف محفوظ رہے گا بلکہ اسے عاجز ومغلوب کردے گا گویا حدیث ''حدیث دیگراں'' کے پیرایہ میں واضح کررہی ہے کہ عقیدہ ختم نبوت بیک وقت ایسی سپر بھی ہے جس پر دجال اکبر کی شمشیر اثر نہیں کرسکتی اور ایسی تیغ براں بھی ہے جو اس کے قلب وجگر تک اثر کرسکتی ہے۔ والحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علی خاتم النّبیین وعلٰی آله واصحابه اجمعین!

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند بابت ماہ مئی تا ستمبر ۱۹۶۵ء)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

فتنہ مرزائیت

خادم اسلام شیخ امیر الدین ملتانی

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

فتنہ مرزائیت

مولفہ و مرتبہ

خادم الاسلام شیخ امیر الدین ملتانی

جسکو ملک غلام جیلانی ڈسکوی حال ملتان لوہاری دروازہ نے
گرشنا شیم پریس ملتان شہر میں باہتمام ملک رام کشن پرنٹر کے
چھپوا کر شائع کیا اور مفت تقسیم کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقصد

اس ٹریکٹ کے شائع کرنے کا اصلی مقصد مدعا ومقصد یہ ہے کہ ملتان کے علاقہ کے بھولے بھالے مسلمانوں کے سامنے مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیم کی حقیقت آشکارا کردی جائے۔ علاوہ ازیں ان سیدھے سادھے آدمیوں کے لئے جو چند شریر النفس ونابکار ہستیوں کے دام تزویر میں پھنسے ہوئے ہیں۔ راہ ہدایت ہو۔ معترضین کی جواب دہی کے لئے کوئی قول بغیر حوالہ کے درج نہیں کیا گیا۔

اب انجمن ہائے تائیدالاسلام لاہور وگوجرانوالہ کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ جن کے دسترخوان کے چنے ہوئے کھانوں میں سے ہمیں بھی حصہ مل گیا اور ادھرادھر معاش کی تلاش میں سرگرداں نہ پھرنا پڑا۔ خدا ان کو جزائے خیر دے اور پیشتر از پیشتر ترقی ہو۔ ان احباب کو جنہوں نے اس پمفلٹ کے شائع کرنے میں مدد دی ہے ہم دل سے مشکور ہیں۔

اللّٰھم جزأ وخیرالجزأ (آمین)

ملتان مؤرخہ ۲۰؍اکتوبر۱۹۲۴ء

خادم اسلام امیرالدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ خامہ میرے چل آہ تک کب میں ضبط کروں

الحمدللہ کہ مرزائیت کو نیست و نابود کرنے کی تحریک روز بروز مضبوط ہورہی ہے اور ملک کے ہر گوشہ سے یہ صدا بلند ہورہی ہے کہ اس فتنہ کا استیصال از بس ضروری ہے۔ کیونکہ یہ بات اظہر من الشّمس ہے اور پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ مرزائیت اسلام کے عین مخالف ہے اور مرزائی ہر ممکن طریقہ سے مسلمانان عالم کی تباہی کے خواہاں ہیں۔

برادران! سوچنے کا مقام ہے کہ جو فرقہ چالیس کروڑ کلمہ گویوں اور محمد رسول اللہ پر ایمان رکھنے والوں کو کافر قرار دیتا ہے۔ ان کو جہنمی اور لعنتی کا خطاب دے کر بغلیں بجاتا ہے اور حکومت اسلامیہ کی بربادی اور تباہی کا منتظر ہے۔ اس سے امید رکھنا یا اس گمراہ جماعت سے اظہار ہمدردی کرنا کیا اسلام سے دشمنی کرنا نہیں ہے؟ مسلمانوں کے لئے آسان ہے کہ وہ سانپوں اور بچھوؤں سے دوستی کا ہاتھ بڑھالیں کیونکہ یہ موذی جانور صرف جان پر حملہ کرتے ہیں لیکن ان موذی انسانوں سے یہ بدرجہا بہتر ہوں گے جو کہ اپنے بھائیوں کی جان کے علاوہ ان کے ناموس ایمان پر ہاتھ صاف کرنا اپنا فرض اوّلین سمجھتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے چند اقوال ہم معہ حوالاجات اس رسالہ میں مفصل طور پر نقل کریں گے۔ جس سے یہ بات آشکارا ہوجائے گی کہ ہندوستان میں اسلام کا سخت ترین دشمن اس وقت قادیانی مرزائیوں کا مذہب ہے۔

اسی فرقہ کے لوگ اپنے زعم باطل میں سچے مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں اور ان کے نزدیک باقی جہان کے کروڑوں مسلمان جو مرزائے قادیانی کو کاذب اور جھوٹا جانتے ہیں کافر اور دوزخی ہیں۔ ان گمراہ اور مرتد لوگوں کا یہ مذہب سمجھ لیجئے کہ ان کے نزدیک رسول پاک ﷺ کے نام لیوا اب دنیا میں چند ہزار مرزائی ہی رہ گئے ہیں۔ باقی جس قدر مسلمان، روم، شام، روس، مصر، چین، کابل، بخارا، ہند اور دیگر ملکوں میں بس رہے، کافر ہیں۔ گویا محکمہ مردم شماری اگر ان لوگوں کے قبضے میں ہوتو جو رپورٹ مردم شماری کی ان کے دفتر میں شائع ہو اس میں یقینی طور پر جان لیجئے کہ تمام دنیا میں مسلمانوں کی آبادی صرف چند ہزار نفوس پر مشتمل ہوگی۔ یہ مرزا قادیانی کا معجزہ جانئے یا کرامت سمجھئے کہ ان کی نبوت کی وجہ سے جہاں اسلام کفر بن گیا اور صرف قادیان کے قبضہ میں ہی خدا کا مذہب مقید و محدود ہوگیا۔

ہمیں یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوتی ہے کہ ہم میں سے بعض کوتاہ اندیش مسلمانان اپنی آزاد خیالی سے غیرت وحمیّت اسلامی کو خیر باد کہتے ہوئے یہ خیال کرتے ہیں کہ مرزائی لوگ اسلام کی خدمت کررہے ہیں اور یہ مرتد اور گمراہ فرقہ خارج از دائرہ اسلام نہیں لیکن جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ مرزائی خود مرزائے قادیانی کے منکروں کو کافر جاننا فرض سمجھتے ہیں اور وہ خود اپنی جماعت کو دنیائے اسلام سے مقاطعہ کرنے کی تعلیم دیتے ہیں تو پھر مرزائیوں کے لئے ایسے خیرخواہ کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکتے۔ اگرچہ کئی ایک کچے مرزائیوں سے ہم نے سنا ہے کہ وہ مرزائے قادیانی کے منکروں کو خارج از اسلام نہیں سمجھتے۔ لیکن حقیقت میں ایسا کہنا ان کی کم علمی کا سبب ہے۔ ورنہ جو اصل قادیانی مرزائی ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کا نبی چلاّ چلاّ کر دنیائے اسلام کے خلاف کفر کا فتویٰ دے چکا ہے۔

ہم آگے چل کر مرزا قادیانی کے وہ اقوال پیش کریں گے جس میں انہوں نے اپنی جماعت کو مقاطعہ کا حکم دیا ہے۔ اس کا یہ کہنا خودغرضی اور خود پرستی پر مبنی تھا اور ایسا کہنا یقیناً اس پنجابی نبی کی ایک فاش غلطی تھی۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ مرزاغلام احمد کو یہ کفر کا فتویٰ دینے کے بغیر کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ اگر وہ علمائے اسلام کو کافر نہ کہتا تو پھر اس کی دکان کا چلنا سخت دشوار ہو جاتا۔

یہ اگر فرض کرلیا جائے کہ مرزاغلام احمد نے تمام مسلمانوں کو اس وقت کافر کہا جب کہ اس پر علماء نے کفر کا فتویٰ دیا۔ پھر بھی یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ آیا ایسا فعل مرزائے قادیانی سے پہلے کسی اور ولی یا مجدد وقت سے بھی سرزد ہوا ہے۔ مرزا کی پیدائش سے قبل کئی بزرگان دین اور اولیاء پر علمائے زمانہ نے اپنے فہم کے مطابق کفر کے فتوے دیئے لیکن ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی کہ علماء اسلام کے ایسے فتوؤں کے جواب میں ان بزرگان دین یا اولیاء نے علماء اور دوسرے اہل اسلام پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہو۔

مرزا قادیانی تو قابلیت اور علمی لیاقت کے لحاظ سے امام غزالی یا حضرت مجدد الف ثانی کی خاک پا کا مقابلہ بھی نہیں کرسکتے لیکن جب اور لوگ علماء کے فتویٰ کفر کے مقابلہ میں اس قدر بردبار و متحمل تھے تو پھر کیا مرزا قادیانی ہی ایسے زود رنج واقعہ ہوئے تھے کہ ذرا بھی تحمل و بردباری کی خو پیدا نہ کرسکے اور جھٹ یہ اعلان فرمادیا کہ تمام دنیا کے مسلمان جو مجھ کو نبی نہیں مانتے کافر اور دوزخی ہیں۔

یہ سراسر لغو اور غلط بیانی ہے کہ مرزا قادیانی نے علماء کے کفر کے فتویٰ کے جواب میں ایسا کہا ہے کہ حالانکہ خود مرزا آنجہانی نے اس معاملہ میں پہل کی اور اپنی جھوٹی نبوت کے بل بوتے پر مسلمانان عالم میں ایک رخنہ ڈال دیا اور فرقہ بندی کے بازاروں کو زیادہ رونق دی۔ ایک معمولی عقل کا انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کا دوسرے مسلمانوں کو کافر قرار دینا کس قدر اسلام سے دشمنی ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی اگر اب بھی نہ سمجھیں اور ان کی حرارت ایمانی اگر جوش میں نہ آئے تو پھر اسلام کا روشن آفتاب آج نہیں تو کل ضرور غروب سمجھنا چاہئے۔

ہم ذیل میں اہل قبلہ کے تکفر کے بارے میں قادیانی کذاب کے اقوال وعقائد کو پیش کرتے ہیں جس میں مرزائی صاف طور پر مسلمانان عالم کو کافر گردانتے ہیں۔

۱...... (حقیقت النبوۃ ص۲۰۴، انوار العلوم ج۲ ص۵۱۹) میں مرقوم ہے کہ: ’’مرزا صاحب کو حقیقی نبی نہ ماننے سے انسان کافر بن جاتا ہے۔‘‘

۲...... ’’ہر ایک ایسا شخص جس نے مرزا قادیانی کی بیعت نہیں کی وہ کافر ہے۔‘‘

(رسالہ تشحیذ قادیان ماہ ستمبر ج۴ ص۱۴۵)

۳...... ’’ہم احمدیوں کا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں۔‘‘

(انوار خلافت ص۹۰، انوار العلوم ج۳ ص۱۴۸)

۴...... ’’غیر احمدی کافر ہیں اس لئے ان کا جنازہ جائز نہیں۔‘‘

(اخبار الفضل قادیان ج۲ نمبر۱۲۲،۱۲۳ ص۸ کالم نمبر۱، مؤرخہ ۴،۶ر اپریل ۱۹۱۵ء)

اس مقاطعہ کے چیلنج اور اس کفر کے فتویٰ کو دیکھ کر کون غیرت مند مسلمان ہے جو یہ کہنا گوارہ کرے گا کہ مرزائی لوگ مسلمان ہیں اور اسلام کے سچے خدمت گزار ہیں۔ بار بار مرزائیوں کی طرف سے یہ اعلان ہوتا ہے کہ ہم یورپ اور امریکہ میں اسلام پھیلا رہے ہیں۔

لیکن ہم خدا کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں کہ یہ اسلام نہیں پھیلا رہے بلکہ یہ مرتد لوگ خدا کے دشمن پیدا کر رہے ہیں اور ترکی سلطنت کے خون کے پیاسے پیدا کر رہے ہیں۔ جب خود مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ اصل خلافت قادیان میں ہے اور قادیان ہی وہ محترم زمین ہے جو آج ارض حرم ہے تو پھر کس مرزائی کو جزیرۃ العرب، مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ اور سلطنت ترکی سے ذرا بھر بھی دلچسپی ہوسکتی ہے؟ یہ فرقہ تو خصوصیت سے افغانستان اور ترکی کی بربادی اور ہلاکت کا خواہاں ہے۔

اندریں حالات پھر اس آسمان کی نیلی چھتری کے نیچے خدا کی اس وسیع زمین پر کون ایسا ہوسکتا ہے جو مرزائیت کی زہریلی تحریک کو ملیا میٹ کرنے کا تہیہ نہ کرے اور اس باطل مذہب کو نیست ونابود کرنے کا خواہاں نہ ہو۔

بعض کم فہم مسلمان مرزائیوں کی اشاعت کو مستحسن نظر سے دیکھتے ہیں حالانکہ یہ بدنصیب لوگ اس قدر تمیز نہیں کر سکتے کہ مرزائیوں کی یہ اشاعت اسلام نہیں بلکہ حقیقت میں یہ مکروفریب کا ایک جال پھیلا ہوا ہے۔ یہ لوگ اب اگر اتنی بھی نمائش نہ کریں تو پھر آئندہ سادہ لوح لوگ کس طرح ان کے جال میں آ کر پھنسیں گے اور جو ایک دفعہ قابو میں آ چکے ہیں۔ ان کو اگر اتنی بھی اپنی کارگزاری نہ دکھائیں تو پھر آئندہ ان سے چاندی اور سونا کس طرح حاصل کریں۔

یہ قاعدہ کی بات ہے کہ دو سزا یافتہ قیدی یا دو شکست خوردہ فوجیں یا دو ہارے ہوئے جوئے باز آپس میں ایک دوسرے کے غم خوار اور مددگار بن جاتے ہیں۔ یہی حال مرتد مرزائیوں کا ہے۔ ان کو جب اہل اسلام نے اپنے ہاتھ کی کرم خوردہ انگلی سمجھ کر اپنے جسم سے کاٹ ڈالا تو ان کا بھی آپس میں رشتہ اتحاد قائم ہوگیا اور چندہ اکٹھا کرنے کا ایک مرکز بن گیا۔ اب چونکہ یہ خود زبان سے مسلمانی کے دعویدار ہیں۔ اس لئے مجبوراً ان لوگوں کو محض اپنے سادہ لوح دام افتادہ مشتاق مگر جاہل مرزائیوں کی خاطر کئی ایک باتیں ایسی بھی کہنی پڑ جاتی ہیں جن سے تائید اسلام کا شبہ ہو سکے۔

قادیان میں لاکھوں روپیہ ہر سال نذر چڑھتا ہے۔ ہر مرزائی کی آمدنی کا غالباً دسواں حصہ مرزا قادیانی کے خزانہ میں جاتا ہے۔ اب اس قدر روپیہ میں سے کچھ نمائشی تبلیغ پر صرف نہ کیا جائے تو پھر یقیناً آمدنی کے راستے بند ہو جاویں اور مرزا قادیانی کی اولاد کو پھر انگریزی کچہری میں تلاش معاش کے لئے سرگرداں رہنا پڑے۔

اس بات سے کسی مرزائی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ مرزائے قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر کے کم ازکم یہ فائدہ تو ضرور اٹھالیا کہ وہ قادیان میں ایک وسیع جائیداد اور بھرپور خزانے کا مالک بن گیا اور اولاد کو پشت ہا پشت تک مالدار بنا گیا۔ ورنہ یہ بالکل سیدھی بات ہے کہ خود مرزا قادیانی بچارے تو معاش کی خاطر سیالکوٹ میں مارے مارے پھرتے رہے اور ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں شائد ۲۰روپیہ ماہوار کی نوکری کو ہزار غنیمت سمجھا اور پھر کبھی جب دنیا کا مال زر دیکھ کر منہ میں پانی بھر آیا تو وکالت کا امتحان پاس کرنے کی ٹھان لی وہ تو خیر گزری کہ مرزا

بچارے امتحان میں فیل ہو گئے اور وکیل نہ بنے لیکن سینکڑوں وکیلوں کی آمدنی کے برابر آمدنی پیدا کرنے کی مشین ہاتھ آگئی۔ اگر اس سودے میں مرزا قادیانی کو کوئی مالی فائدہ نہیں ہوا تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر اور دوسرے لڑکے کچہری کی نوکری تلاش نہیں کرتے اور اپنے والد ماجد کی پہلی آسامی یعنی محرری پر اپنا حق ثابت کی پرواہ نہیں کرتے۔

اب اتنی باتیں لکھنے کے بعد اے معزز بزرگو! ہم آپ کو اسلام کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ ٹھنڈے دل سے مندرجہ ذیل باتیں غور سے دیکھیں اور بتلائیں کہ کون سا مسلمان ہے جس کا قلب خون کے آنسو نہیں روتا۔ یہ باتیں کہاں تک اصول اسلامی کی تائید کرتی ہیں۔ ابطال کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو:

منشی غلام احمد بی. بی مریم صدیقہ پر نہایت بیہودہ الفاظ میں حملہ کرتا ہے جو کہ نص قرآنی کے سراسر خلاف ہے۔ وہ کہتا ہے: ''اس (مریم) نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ بخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں توڑا گیا اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔'' (کشتی نوح ص۱۷، خزائن ج۱۹ ص۱۸)

اب ذیل کے حوالجات مسلمانوں کی مزید آگاہی کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ شاید ان کی حمیت اسلامی جوش میں آئے اور وہ صدق دل سے قادیانی مذہب کے استیصال کی کوشش کریں۔

۱...... ''میں خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔ اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔ پھر میں نے کہا کہ ہم اب انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔''

(کتاب البریہ ص۸۷،۷۹، خزائن ج۱۳ ص۱۰۳ تا ۱۰۵، آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴،۵۶۵، خزائن ج۵ ص ایضاً)

۲...... ''جس طرح قرآن خدا کا کلام ہے اسی طرح وہ بات جو میرے منہ سے نکلتی ہے۔ خدا کا کلام ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۸۴، خزائن ج۲۲ ص۸۷)

۳...... ’’یہ خیال کہ جبرئیل اپنے اصلی وجود کے ساتھ زمین پر اترا تھا۔ بدیہی البطلان ہے۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۱۲۳، خزائن ج۵ ص ایضاً)

۴...... ’’یہ الہام خدا کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مرزا تو مجھے لڑکے کی مانند ہے تو مجھے اولاد کی طرح ہے۔ میرے بچے سن...... میں (مرزا غلام احمد) اور ابن مریم ایسے رتبے میں ہیں جس سے کہ ہم ایک طرح سے خدا کے لڑکے کہلائے جاسکتے ہیں۔‘‘

(دافع البلاء ص۸، خزائن ج۱۸ ص۲۲۸، حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۹)

۵...... ’’ایک دفعہ میں نے خدا کو دیکھا میں نے کئی پیشین گوئیاں لکھیں اور خدا کے سامنے منظوری کے لئے پیش کیں۔ اس نے بلاحیل وحجت سرخ روشنائی سے ان پر دستخط کر دیئے۔ اس نے اپنا قلم دستخط کرنے سے پہلے اس طرح چھڑکا جیسا کہ اکثر جب قلم پر زیادہ روشنائی لگ جائے تو چھڑکا جاتا ہے۔ روشنائی کہ کچھ قطرے میرے کپڑوں پر بھی گرے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۲۵۵، خزائن ج۲۲ ص۲۶۷)

۶...... ’’نبی کریم ﷺ کی بھی کئی پیشین گوئیاں غلط نکلیں۔‘‘

(ازالہ اوہام ج دوم ص۸۴۳، خزائن ج۳ ص۵۵۷)

۷...... ’’رسول کریم ﷺ کے کئی وحی اور الہامات غلط ثابت ہوئے۔‘‘

(ازالہ اوہام ج دوم ص۶۸۸، خزائن ج۳ ص۴۷۱)

۸...... ’’میرے گریبان میں سو حسین (علیہ السلام) موجود ہیں۔‘‘

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷، الفضل قادیان ج۱۳ نمبر۸۰ مؤرخہ ۲۶؍جنوری ۱۹۲۶ء)

۹...... ’’حضرت حسین سے کوئی روحانی فیض حاصل نہیں ہوسکتا وہ میں ہوں جو محمد ﷺ کا جانشین ہوں تم اس شخص سے امیدار ہو جو ناامیدی کی موت مرا۔ میں خدا کی محبت کا شکار ہوا ہوں لیکن برخلاف اس کے حسین دشمنوں کا شکار ہوا ہے۔ مجھ میں اور حسین میں جو فرق ہے۔ اب تم خود اندازہ کر سکتے ہو۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۵۲، ۶۸، ۶۹، ۸۱، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۹۳)

۱۰...... ’’مجھ پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو کیوں حسن وحسین سے برتر کہا لیکن میں پھر کہتا ہوں کہ میں واقعی ان سے بہتر ہوں اور خدا بہت جلدی اسے ثابت کرے گا۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۵۲، خزائن ج۱۹ ص۱۶۴)

۱۱......

آنچہ من بشوم زوحی خدا بخدا پاک دانمش زخطا
ہم چوں قرآن منزہ اش دانم از خطاہا ہمیں است ایمانم

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

۱۲...... ’’قرآن زمین پر سے غائب ہو چکا تھا میں پھر اسے آسمانوں سے لایا ہوں۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۷۲۲ تا ۷۲۷ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۴۸۹ تا ۴۹۳)

۱۳...... ’’میں (خدا) آسمان سے تیرے لئے اترا ہوں۔ اب تیرے لئے اپنے نشان دکھلاؤں گا۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۹۴، خزائن ج۲۲ ص۹۷)

۱۴...... ’’اگر مجھے تیری عزت کا پاس نہ ہوتا تو اس تمام گاؤں (قادیان) کو ہلاک کردیتا۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۹۴، خزائن ج۲۲ ص۹۷)

۱۵...... ’’خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چل رہا ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۷۸، خزائن ج۲۲ ص۸۱)

۱۶...... ’’قرآن خدا کی کتاب ہے اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۸۴، خزائن ج۲۲ ص۸۷)

۱۷...... ’’دنیا میں کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۸۹، خزائن ج۲۲ ص۹۲)

۱۸...... ’’بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے۔‘‘ (حقیقت الوحی تتمہ ص۱۴۳، خزائن ج۲۲ ص۵۸۱)

۱۹...... ’’میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے۔‘‘ (حقیقت الوحی تتمہ ص۶۸، خزائن ج۲۲ ص۵۰۳)

۲۰...... ’’جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء وابدال واقطاب اس امت میں گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا تھا۔ دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۶، ۴۰۷)

۲۱...... ’’یہ مرزا (غلام احمد) رسول خدا ہے تمام نبیوں کے پیرایہ میں (طرح)‘‘

(حقیقت الوحی ص۷۹، خزائن ج۲۲ص۸۲)

۲۲...... ’’ہم نے تجھ کو دنیا پر رحمت کرنے کے لئے بھیجا ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۸۲، خزائن ج۲۲ص۸۵)

۲۳...... ’’میں (خدا) اس رسول (غلام احمد) کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۸۷، خزائن ج۲۲ص۹۰)

۲۴...... ’’کسی خاص آدمی کا نام لے کر یا اشارہ کے طور پر اس کو نشانہ بنا کر گالی دینا زمانہ حال کی تہذیب کے برخلاف ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں بعض کا نام ابولہب اور بعض کا نام کلب اور خنزیر کہا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۲۷ حاشیہ، خزائن ج۳ص۱۱۵، ۱۱۶)

۲۵...... ’’قرآن نے ولید مغیرہ کی نسبت نہایت عجیب سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، استعمال کئے ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۲۷ حاشیہ، خزائن ج۳ص۱۱۶)

۲۶...... ’’کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر بآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ **انا انزلنا قریباً من القادیان** میں نے سن کر بہت تعجب کیا کہ کیا قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ دیکھا یہ لکھا ہوا ہے۔ تب میں نے نظر ڈال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۷۶، ۷۷، خزائن ج۳ص۱۴۰ حاشیہ)

۲۷...... ’’خدا وہاں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہوتا ہے۔‘‘ (البشریٰ ص۲۴)

۲۸......

کربلا ہست سیر ہر آنم صد حسین است در گریبانم

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ص۴۷۷)

۲۹......

ابن مریم مرچکا حق کی قسم داخل جنت ہوا ہے محترم

(تتمہ حقیقت الوحی ص۴۹، خزائن ج۲۲ص۴۸۳)

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے
(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ ص۲۴۰)

اب چند ایک جھوٹ دوسرے قسم کے پیش کئے جاتے ہیں جن میں سے بعض وہ بھی ہیں جو کئی برس ہوئے دکھا کر جواب طلب کیا گیا تھا مگر اب تک قادیان کا چاروں طرف سے ناطقہ بند ہے۔ جواب سے عاجز ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱…… (اربعین ص۳ و۹، خزائن ج۱۷ ص۳۹۴) میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: ’’مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اور مولوی اسماعیل صاحب علی گڑھی نے لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کے سامنے مرجائے گا۔‘‘

یہ مرزا قادیانی کا صریح جھوٹ ہے ان دونوں حضرات نے ایسا کہیں نہیں لکھا اور اگر کسی کو دعویٰ ہے تو بتائیے کہ کہاں اور کس کتاب میں ہے۔ دعائے مرزا قادیانی میں بھی یہ استفسار کیا گیا ہے اور مجیب کے لئے پانچ سو روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔ یہ رسالہ صحیفہ رحمانیہ سے بہت پہلے چھپا۔ پھر صحیفہ رحمانیہ نمبر اوّل میں یہ جھوٹ دکھایا گیا۔ صحیفہ صفر ۱۳۳۲ھ میں چھپا ہے اور اب ۱۳۴۲ھ ہے۔ مگر اس وقت تک کوئی مرزائی اس جھوٹ کے داغ کو نہیں مٹا سکا اور نہ قیامت تک مٹا سکتا ہے۔

۲…… (اخبار بدر قادیان ج۲ نمبر۵۲ ص۵ کالم نمبر۲، مؤرخہ ۲۷؍دسمبر ۱۹۰۶ء) میں لکھا ہے کہ: ’’جتنے لوگ ہمارے سامنے مباہلہ کرنے والے آئے ہیں۔ سب کے سب ہلاک ہوئے۔‘‘

یہ دعویٰ بھی محض غلط ہے اور سراسر جھوٹ ہے۔ صوفی عبدالحق صاحب کے سواء مرزا قادیانی نے کسی سے مباہلہ نہیں کیا اور صوفی صاحب زندہ ہیں اور مرزا قادیانی کو مرے ہوئے پندرہ سولہ برس ہوگئے ہیں۔ مگر مریدوں کی کذب پرستی کا یہ حال ہے کہ اپنے مرشد کے اس جھوٹے دعویٰ کو سچ مان کر اب تک بھی بڑے زور سے دعویٰ کرتے ہیں۔

تیسرا قول جس میں چھ جھوٹ ہیں۔ (اربعین نمبر۲ ص۱۸، خزائن ج۱۷ ص۳۶۵) میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ: ’’تمام کی تمام قرآن شریف اور حدیث کی پیشین گوئیاں پوری ہوئیں جن میں یہ لکھا تھا کہ مسیح موعود آکر علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا وہ اسے کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کا فتویٰ دیں گے۔‘‘

یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ قرآن وحدیث میں کہیں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف حدیث میں آیا ہے...... مسیح جب اٹھیں گے تو مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت اس قدر ہوگی بلکہ ہروقت ان کا ذکر کریں گے اوران کی خواہش کے بغیر بیعت کرنی چاہیں گے اورکریں گے۔ (البرہان فی علامات مہدی آخرالزمان ملاحظہ ہو)

مرزا قادیانی کے دعویٰ میں تین باتیں قرآن وحدیث کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ (۱)علماء کے ہاتھ سے مسیح دکھ اٹھائے گا۔لوگ اسے ماریں گے اورپیٹیں گے۔ (۲)اسے کافر قرار دیں گے۔ (۳)اس کے قتل کا فتویٰ دیں گے یعنی یہ تین باتیں قرآن مجید میں بھی اور حدیث میں بھی پائی جاتی ہیں۔مگر یہ دونوں میں ہیں نہیں۔اس لحاظ سے یہ چھ جھوٹ ہوئے۔

اب جس کوان کے سچا ہونے کا دعویٰ ہے وہ قرآن وحدیث سے ثابت کرے ورنہ خدا سے ڈرے اورایسے جھوٹے نبی سے علیحدہ ہوجاوے۔آٹھ جھوٹ تو ہوچکے۔اب نواں دیکھئے:

۹...... ۱۲/اگست ۱۹۰۷ء کو مرزا قادیانی نے اشتہار دیا تھا جس کی سرخی تھی ''تمام مریدوں کے لئے ہدایات'' اس میں لکھا ہے کہ: ''آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہوتو اس شہر کے لوگوں کو چاہئے کہ بلاتوقف اس شہر کو چھوڑ دیں۔''

(مجموعہ اشتہارات ج دوم ص۱۳۷ جدید ایڈیشن)

یہ قول بھی حضور سرور انبیاء پر افتراء ہے۔اس افتراء کی ضرورت مرزا قادیانی کو یوں پیش آئی کہ قادیان میں جب طاعون آیا تو مرزا قادیانی باہر بھاگے۔ اس لئے اس بھاگنے کو حضور علیہ السلام کا حکم ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔افسوس کا مقام ہے۔بحوالہ رسالہ جات شائع شدہ انجمن حفظ المسلمین امرتسر۔

مرزا قادیان کی تحویلات بابت جہاد از آیات قرآنی بھی ایسی ہی ہیں جیسے ان کے دوسرے اقوال۔نعوذ باللہ! انہوں نے مسئلہ جہاد کو اس طرح قرآن سے اڑا دیا ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ان کے احسانات کی مختلف اقوام ممنون ہیں اوراگر وہ شکر یہ نہ کریں تو محسن کشی ہوگی۔آہ مرزا قادیانی!

رد جہاد میں بہت کچھ لکھا گیا تردید حج میں بھی کوئی رسالہ رقم کریں

برادران! ان کے دعوؤں کے بعد اب مرزا قادیانی کی نثر میں ردیف وار گلیاں

ملاحظہ کریں اور ٹھنڈے دل سے سوچ کر بتائیں کہ کیا یہ نبی کا کلام ہے اور کہاں تک اخلاق کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ جب ہمارے حکم سے محض جذبہ مدافعت کی حالت میں کوئی معمولی سا لفظ بھی اس جماعت کے خلاف نکلے تو ہم کو بدتہذیب کہا جاتا ہے:

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں رسوا ۔۔۔ وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

منشی غلام احمد بہادر قادیانی، معزز علماء اسلام کو مخاطب کر کے یوں رقمطراز ہوتے ہیں: ''اے بدذات فرقہ مولویو! تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا۔ وہی عوام کالانعام کو پلایا۔ اندھیرے کے کیڑو، اسلام کی عار مولویو، احمق، مخالف، پلید، دجال اوباش، بدذات، خبیث، بے ایمان، اندھے مولوی، پلید طبع، پاگل، بدذات، جھوٹ کی نجاست کھائی، جھوٹ کا گوہ کھایا۔ چوہڑے، چمار، خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیرا اپنے اندر رکھتے ہیں۔ خنزیر سے زیادہ پلید۔ ڈوموں کی طرح مسخرہ، زندیق، سیاہ دل فرقہ، شیطانی کارروائی کرنے والے، کتے گدھے، کینہ ور، گندے اور پلید فتوے والے۔ نمک حرام نفسانی نجاست سے بھرے ہوئے یہودی صفت، یہود کے علماء وغیرہ وغیرہ۔''

(انجام آتھم ص ۲۱ ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۱ تا ۶۱، خزائن ج ۱۱ ص ۲۱، ۳۰۵ تا ۳۴۵ حاشیہ)

(ماخوذ از عصائے موسیٰ تصنیف مرزائے قادیانی بحوالہ رسالہ قادیانی فتنہ شائع شدہ انجمن تائید الاسلام گوجرانوالہ)

جناب مولوی عبدالحق صاحب کی نسبت ارشاد ہے: ''رئیس الدجالین، پلید دجال وغیرہ۔''

آہ! یہ عطر وعنبر مرزا قادیانی کا بکھیرا ہوا ہے۔ یہ گوہر فشانی انہی کی کی ہوئی ہے۔ کیسے صحیح اور سلیم دماغ کی فکر کا نتیجہ ہے:

کیوں نہ چن چن کے تیرے تیر جگر میں رکھ لوں ۔۔۔ کس مزے سے یہ اڑاتے ہیں نشانہ دل کا

اب منظوم موتی بھی ملاحظہ ہوں۔ مرزا قادیانی مولوی سعدی لودھیانوی کی نسبت یوں گوہر فشانی فرماتے ہیں:

اک سگ دیوانہ لدھیانہ میں ہے ۔۔۔ آج کل وہ خر شتر خانہ میں ہے
بد زباں بد گو ہر وبدذات ہے ۔۔۔ اس کی نظم ونثر سب واہیات ہے
آدمیت سے نہیں ہے اس کو مس ۔۔۔ ہے نجاست خور وہ مثل نکس

چیختا ہے بیہودہ مثل حمار بھونکتا ہے مثل سگ وہ بار بار
دوغلا استاد اس کا پیر ہے اس کی صحبت کی یہ سب تاثیر ہے
وہ مقلد اور مقلد اس کا پیر پھر محدث بنتے ہیں دونوں شریر
ہے وہ نابینا کہ خفاش ہے مسخرا ہے منہ پھٹا اوباش ہے
(بحوالہ قادیانی فتنہ)

ان اشعار کے بعد عام علماء اسلام کی طرف نظر التفات کی ہے اور فرمایا ہے:

ہو اگر غیرت تو وہ مرجائیں سب ورنہ ان کا لعنتی ہوگا لقب
آویں اب لدھیانہ کے سارے شریر اور وزیرآباد کا آوے خنزیر
...... ہے بدلگام وہ رسل بابا کہاں ہے عقل خام
...... ہے بھوپالی بشیر ہو گیا مردود خاکسر جس کا پیر
سور اور بندر سبھی بن جاؤ گے اپنی کرتوتوں کا بدلہ پاؤ گے
نامرادی یوں کسی پر آئے گی آل اور اولاد سب مر جائے گی

آخر میں جب مرزا قادیانی نے دیکھا کہ گالیوں کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے اور ان سے علماء اسلام کا کچھ نہ بگڑا تو تنگ آکر خدا سے دعا کرتے ہیں:

جس قدر یہ مولوی ہیں نابکار یا ہدایت دے انہیں یا ان کو مار
ان کا جلدی کر خدا خانہ خراب آسمانی بھیج تو ان پر عذاب

اب دنیا کے مہذب بننے والے قادیانی ذرا انصاف کی نظر سے یہ ملاحظہ کریں کہ مرزا قادیانی کے یہ شعر کس قدر مہذب کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ ایک شریف اور نجیب آدمی سے ایسا ہونا بالکل ناممکن ہے۔ چہ جائیکہ نبی بننے والا اور اپنے آپ کو مسیح موعود کہلانے والا پنجابی آدمی ایسے گندے اور حیا سوز الفاظ اپنے اس منہ سے نکالے جس کی نسبت وہ خود کتاب (حقیقت الوحی ص۸۴، خزائن ج۲۲ ص۸۷) میں یہ الہام لکھے: ''جس طرح قرآن خدا کا کلام ہے اسی طرح جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے خدا کا کلام ہے۔''

بھائیو اور بزرگو! غور کا مقام ہے۔ اب میں مرزائیوں کی جماعت سے ذیل کے تین سوالات کرتا ہوں:

یہ رشتہ داریاں، خیالات اور اقوال جو مرزا قادیانی نے اپنی مختلف کتب میں ظاہر کئے ہیں۔ کہاں تک اسے روحانی پیشواء، مہدی اور مسیح یا مجدد وقت کہلانے کی سفارش کرتے ہیں؟ کیا ہم قادیانی جماعت و لاہوری پارٹی سے درخواست کر سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی پوزیشن صاف کر دیں۔ یہ نادانی ہے کہ تمام لوگوں کے سامنے دو دعوے پیش کئے جائیں۔ اس بات کا تصفیہ کرنا چاہئے کہ کیا اوّل الذکر مرزا کو نبی کہہ کر اس کا رتبہ آسمان تک پہنچانے کے لئے حق بجانب ہیں یا مؤخر الذکر ان کو صرف مجدد کہہ کر تنزل کرنے میں درست ہیں؟ کون سی جماعت مرزا سے زیادہ تعلق رکھتی ہے (۳) کیا یہ دونوں جماعتیں کوئی معیار قائم کریں گے جس کی دوسرے فریبی و جعلسازوں سے شناخت ہو سکے۔ اگر مرزا قادیانی کا لٹریچر ان کو سچا بنانے کے لئے کافی ہے تو کیوں دوسرے ایسے ہی دعوے داروں کو جھوٹا خیال کیا جاتا ہے۔ جب کہ ان کی تحریرات شستگی اور پاکیزگی میں ان سے کم نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ان لوگوں کے پاس حکومت بھی تھی۔

میرے بھائیو اور بزرگو! آپ نے دیکھ لیا کہ منشی غلام احمد قادیانی نے دنیاء اسلام میں کیا فتنہ برپا کیا اور ایسے نبی کی امت نے آپ کے مذہب کی کیا کچھ مخالفت نہ کی۔ اگر آپ پہلو میں دل اور دل کے اندر تڑپ رکھتے ہیں تو اٹھیں اپنے دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاویں۔ اپنے مال اور جان کو اسلامی خدمات کے لئے وقف کر دیں۔ اگر اتنا نہیں ہو سکتا تو کم از کم ایسی انجمنوں کی امداد اور اعانت کریں جنہوں نے کہ اس فتنہ کے استیصال کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے۔ خود ملتان میں ایسی انجمن کا انعقاد کریں تو بہتر ہوگا۔ وگرنہ گوجرانوالہ کی انجمن تائید الاسلام جو کہ اسی غرض کے لئے قائم کی گئی ہے کی امداد کریں۔ یہ انجمن مرزائیت کی تردید میں ہر ماہ ایک رسالہ شائع کرتی ہے جو کہ مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ انجمن کے اغراض و مقاصد مسلمانوں کو مرزائیت کے زہریلے اثر سے محفوظ رکھنے کے ہیں۔ ہر ایک اصحاب ۴/ چندہ ماہوار بھیجنے پر اس کا ممبر بن سکتا ہے۔ انجمن کا رسالہ ہر ممبر کو مفت بھیجا جاتا ہے۔ آخر میں اس شعر پر عرضداشت کو ختم کیا جاتا ہے:

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
منصفی کرنا تم ہی یارو خدارا دیکھ کر

خادم: امیر الدین ملتانی

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

کرشن قادیانی کے فیصلے

حضرت مولانا حبیب اللہ امرتسری

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کرشن قادیانی کے فیصلے

اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے، کہ مرزا صاحب اپنے دعوائے مسیحیت میں سراسر جھوٹے تھے

مؤلف

مولوی حبیب اللہ صاحب

کلرک نہر اپر باری دوآب۔ امرت سر

ملنے کا پتہ

خواجہ عبدالرحمن عبدالحنان تاجران کتب
کٹرہ بگھیاں متصل چوک بجلی والا امرتسر

قیمت ا/

روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر میں شیخ عبدالعزیز پرنٹر کے اہتمام سے چھپا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلی فہرست

مرزا قادیانی کا دعویٰ	۲۴۶	حدیث نبوی	۲۴۶
		(ا) مسیح ابن مریم کی عمر کے متعلق	۲۴۷
ا......حدیث مرفوع	۲۴۷	۲......اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ	۲۴۸
۳......تفسیر ابن کثیر	۲۴۸	تحریر نمبرا	۲۴۸
تحریر نمبر۲	۲۴۹	تحریر نمبر۳	۲۴۸
تحریر نمبر۴	۲۴۹	تحریر نمبر۵	۲۴۸
تحریر نمبر۶	۲۴۹	تحریر نمبر۷	۲۵۰
		(ب) مسیح اور مریم کی قبر	۲۵۰
تحریر نمبرا	۲۵۱	تحریر نمبر۲	۲۵۱
تحریر نمبر۳	۲۵۱	تحریر نمبر۴	۲۵۱
تحریر نمبر۵	۲۵۲		

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

مرزا قادیانی کا دعویٰ

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۱۸، خزائن ج۱۷ص۲۹۵) پر لکھتے ہیں: ''میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خداتعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیش گوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔''

حدیث نبوی

(صحیح بخاری ج اوّل ص۴۹۰) پر ہے: ''حدثنا اسحٰق ثنا یعقوب بن ابراهیم ثنا ابی عن صالح عن ابن شهاب انّ سعید بن المسیب سمع اباهریرة قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیر من الدنیا وما فیها ثم یقول ابوهریرة وقرؤا ان شئتم وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا''

(ترجمہ) کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا رسول خدا ﷺ نے قسم ہے اس خدا کی کہ بقائے جان میری کا اس کے ہاتھ میں ہے تحقیق اتریں گے۔ تم میں بیٹے مریم کے حاکم عادل ہوں گے۔ پس توڑیں گے صلیب کو اور قتل کریں گے خنزیر کو اور رکھ دیں گے جنگ کو اور بہت ہوگا مال یہاں تک کہ نہیں قبول کرے گا کوئی اس کو یہاں تک کہ ہوگا ایک سجدہ بہتر دنیا سے اور ہر چیز سے کہ دنیا میں ہے پھر کہتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ اور پڑھ لو اگر تم چاہو (اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر البتہ ضرور ایمان لائے گا ساتھ حضرت عیسیٰ کے ان کی موت سے پہلے اور ہوگا عیسیٰ ان پر گواہ دن قیامت کے)

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۲۰۱، خزائن ج۳ص۱۹۸) پر مرزا قادیانی مندرجہ بالا مرفوع روایت کو یوں لکھتے ہیں: ''یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم

میں ابن مریم نازل ہوگا اور تمہارے ہر ایک مسئلہ مختلف فیہ کا عدالت کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور باطل پرستوں کو الگ اور حق پرستوں کو الگ کردے گا۔ پس وہ اسی حکم ہونے کی وجہ سے صلیب کو توڑ دے گا اور خنزیروں کو مارے گا اور روز کے جھگڑوں کا خاتمہ کردے گا۔‘‘

اس جگہ مرزا قادیانی نے آنے والے مسیح ابن مریم کی چار علامتیں اس حدیث مرفوع کی رو سے بیان کی ہیں۔

۱...... مسلمانوں کے ہر ایک مسئلہ مختلف فیہ کا عدالت کے ساتھ فیصلہ کرنا۔

۲...... باطل پرستوں کو الگ اور حق پرستوں کو الگ کردینا۔

۳...... حکم ہونے کی وجہ سے صلیب کو توڑنا اور خنزیروں کو مارنا یعنی عیسویت کو مٹانا۔

۴...... روز کے جھگڑوں کا خاتمہ کردینا۔

اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان چہار علامتوں میں سے علامت اوّل اور چہارم مرزا قادیانی پر صادق آتی ہے یا نہیں۔ آیا مرزا قادیانی نے مسلمانوں کے ہر ایک مسئلہ مختلف فیہ کا عدالت کے ساتھ فیصلہ کیا اور آیا مرزا قادیانی نے مسلمانوں کے روز کے جھگڑوں کا خاتمہ کردیا۔

مرزا قادیانی اور ان کے مریدوں کی کتابیں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مرزا قادیانی اور ان کے مریدوں کی کتابوں میں اختلاف کثیر موجود ہے اور مرزا قادیانی نے نہ تو مسلمانوں کے ہر ایک مسئلہ مختلف کا عدالت کے ساتھ فیصلہ کیا اور نہ ہی مسلمانوں کے روز کے جھگڑوں کا خاتمہ کیا، میں اس جگہ مرزا قادیانی اور ان کے مریدوں کی کتابوں سے چند ایک اختلافات پیش کرتا ہوں۔

(۱) مسیح ابن مریم کی عمر کے متعلق

ہمارا خیال ہے کہ مسیح ناصری عیسیٰ ابن مریم نے صرف تینتیس برس عمر پائی ہے جس کے لئے ہمارے پاس مندرجہ ذیل تین دلائل ہیں۔

۱...... حدیث مرفوع

علامہ سیوطی کی کتاب (بدور السافرہ کی امور الآخرۃ کا اردو ترجمہ ص۱۷۳ مطبع ریاض ہند پریس امرتسر) اور طبرانی نے (معجم) اوسط میں بہ سند جید حضرت انسؓ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول خداﷺ نے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو حضرت آدم

کے طول کے موافق ان کا طول ساٹھ گز کا ہوگا۔ بادشاہ کے گزوں سے اور حسن یوسف کا سا اور پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی ہوگی۔ یعنی تینتیس تینتیس برس کے ہوں گے اور زبان محمد ﷺ کی سی ہوگی اور بالوں سے ان کا بدن صاف ہوگا اور بے ریشے اور سرمہ لگائے ہوئے۔ (مزید تائید کے لئے دیکھو تنبیہ الغافلین ص۲۴، فتاویٰ حدیثیہ ص۵، مشارق الانوار ص۱۷۰ حادی الارواح ج۱ ص۱۳۵، ۱۳۶، تفسیر ابن کثیر ج۹ ص۴۵۲)

۲...... اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ

۱...... امام محمد بن سعد کی کتاب (طبقات الکبریٰ ج اوّل ص۲۶) پر ایک روایت بہ سند جید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں آئی ہے اور تحقیق عیسیٰ علیہ السلام جب اٹھائے گئے تھے آپ ۳۲ سال اور چھ مہینے کے اور رہی ان کی نبوت تیس ماہ اور تحقیق اللہ نے ان کو اٹھالیا ساتھ جسم ان کے کے اور آپ اب تک زندہ ہیں اور دوبارہ آویں گے طرف دنیا کے اور ہوں گے۔ اس میں بادشاہ پھر فوت ہوجائیں گے۔ جیسا کہ لوگ فوت ہوتے ہیں۔

۲...... علامہ ابوجعفر بن محمد جریر الطبری (تاریخ الامم والملوک ج۲ ص۱۷۰، ۱۷۱) پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بہ سند جید یوں لائے ہیں۔

’’اور تحقیق عیسیٰ علیہ السلام جب اٹھائے گئے بتیس برس اور چھ ماہ عمر رکھتے تھے اور رہی ان کی نبوت تیس ماہ اور تحقیق اللہ نے ان کو اٹھالیا ساتھ جسم ان کے کے اور آپ اب تک زندہ ہیں۔‘‘

۳...... تفسیر ابن کثیر

(تفسیر ابن کثیر ج۳ ص۲۴۵، تفسیر ترجمان القرآن ج اوّل ص۷۸۵) پر ہے: ’’**فانہ رفع ولہ ثلاث وثلاثون سنۃ فی الصحیح وقد ورد ذٰلک فی ہدیث فی صفۃ اہل الجنۃ انہم علی صورۃ آدم ومیلاد عیسٰی**‘‘

اور ان روایتوں سے مسیح ناصری کا ۳۳ برس عمر پانا ثابت ہوتا ہے۔ اب مرزا قادیانی اور ان کے مریدوں کی تحریریں دیکھو:

تحریر نمبر۱

(تحفۃ الندوہ ص۱۰، خزائن ج۱۹ ص۱۰۳، ۱۰۴) پر ہے: ’’حال میں بمقام یروشلم پطرس

حواری کا دستخطی ایک کاغذ پرانی عبرانی میں لکھا ہوا دستیاب ہوا ہے جس کو کتاب کشتی نوح کے ساتھ شامل کیا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ سے تخمیناً پچاس برس بعد اسی زمین پر فوت ہوگئے تھے...... اور واقعہ صلیب کے وقت حضرت عیسیٰ کی عمر قریباً ۳۳ برس اور حضرت پطرس کی عمر اس وقت تیس چالیس سال کے درمیان تھی۔‘‘

اس جگہ مرزا قادیانی مسیح ناصری کی عمر قریباً تراسی (۳۳+۵۰) بتاتے ہیں۔

تحریر نمبر۲

(راز حقیقت ص۲، خزائن ج۱۴ص۱۵۴ حاشیہ) پر ہے: ’’حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس برس کی عمر ہوئی تھی۔‘‘

تحریر نمبر۳

کتاب (مسیح ہندوستان میں ص۵۳، خزائن ج۱۵ص۵۵، رسالہ ریویو آف ریلیجنز ج۲ نمبر۶ ص۲۳۵ بابت ماہ جون ۱۹۰۳ء) پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’اور احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ایک سو پچیس برس کی ہوئی ہے۔‘‘

تحریر نمبر۴

(اخبار فاروق ج۱ نمبر۱۶، مؤرخہ ۲۷/جنوری ۱۹۱۶ء ص۶ کالم نمبر۲) میں ہے۔ ’’عجیب لطف یہ ہے کہ حضرت مسیح ناصری کا سن ولادت بھی ۱۲۷۵ ہی ہے اور واقعہ صلیب ۱۳۱۵، عمر۱۲۷۔ سن وفات ۱۴۰۲، ایڈیٹر اخبار ’’فاروق‘‘ نے مسیح ناصری کی عمر ۱۲۷ برس اور مصلوبیت کے وقت کی عمر ۴۰ برس لکھی ہے۔‘‘

تحریر نمبر۵

منشی معراج الدین عمر (براہین احمدیہ) کے آخر ’’(مسیح نے) ۹۰ء میں دار دنیا سے رخصت ہوکر سری نگر کے محلّہ خانیار میں مدفن بنایا۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۰۰، خزائن ج۲۱ص۲۶۲ حاشیہ)

تحریر نمبر۶

(الف) رسالہ (مباحثہ سنگھر مطبوعہ ۱۹۱۱ء الحق پریس دہلی ص۱۴) پر ہے: ’’اور حضرت

مسیح کی طبعی عمر ایک سوتیس برس حدیث شریف میں تعین پا چکی ہے۔''

(ب) (رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ اگست ۱۹۲۰ء) پر مولوی جلال الدین شمس سیکھوانی لکھتے ہیں: ''نہایت تفصیل کے ساتھ یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا تو گیا مگر فوت نہیں ہوا۔ اس لئے مزعومہ کفارہ (جس پر عیسائیوں کے نزدیک مدار نجات ہے) بھی نہیں ہوا۔ حضرت مسیح موعود نے ابطال کفارہ کے متعلق بہت سے دلائل دیئے اور ثابت کر دیا کہ مسیح ناصری واقعہ صلیب کے بعد زندہ رہا اور ایک سوتیس برس کی عمر میں وفات پائی۔''

تحریر نمبر۷

(تذکرۃ الشہادتین ص۲۷، خزائن ج۲۰ ص۲۹، رسالہ ریویو آف ریلیجنز ج۲ نمبر۱۱و۱۲ بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۰۳ء ص۴۲۹) پر ہے: ''اور مسیح خدا کے حکم سے دوسرے ملک کی طرف چلا گیا اور ساتھ اس کی ماں گئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''واٰوینا ھما الٰی ربوۃ ذات قرار ومعین'' یعنی اس مصیبت کے بعد جو صلیب کی مصیبت تھی۔ ہم نے مسیح اور اس کی ماں کو ایسے ملک میں پہنچا دیا جس کی زمین بہت اونچی تھی اور صاف پانی تھا اور بڑے آرام کی جگہ تھی اور احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عیسیٰ ابن مریم نے ایک سوبیس برس کی عمر پائی اور پھر فوت ہوکر اپنے خدا کو جاملا۔''

اس تحریر میں مرزا قادیانی کے الفاظ (اور احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد عیسیٰ ابن مریم نے ایک سوبیس برس کی عمر پائی اور پھر فوت ہوکر اپنے خدا کو جاملا) قابل غور ہیں۔ اس لئے حدیث کی کسی کتاب میں ایسی روایت نہیں آئی کہ اس واقعہ صلیبی کے بعد مسیح نے ۱۲۰ برس کی عمر پائی۔ مزے کی بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی (راز حقیقت ص۳ حاشیہ، خزائن ج۱۴ ص۱۵۵، تحفہ گولڑویہ ص۱۲۷، خزائن ج۱۷ ص۳۱۱، کتاب البریہ ص۲۴۳ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۲۷۸، تحفۃ الندوہ ص۱۰، خزائن ج۱۹ ص۱۰۴) پر مسیح ناصری کا ۳۳ برس کی عمر میں مصلوب کیا جانا مانتے ہیں تو گویا مندرجہ بالا تحریر میں مرزا قادیانی نے مسیح کی کل عمر ۱۵۳ (۳۳+۱۲۰) برس مانی ہے۔

(ب) مسیح اور مریم کی قبر

مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ عقیدہ تھا کہ: ''حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ ﷺ جن پر انجیل نازل ہوئی تھی۔ وہ اس عالم سفلی سے انتقال کر گئے اور اس جہان فانی کو

چھوڑ کر جہان جاودانی کے لوگوں میں جا ملے اور اس جسد عنصری کے خواص اور لوازم کو ترک کرے ان خاص اور لوازم سے متمتع ہوگئے جو صرف ان لوگوں کو ملتے ہیں جو فوت ہو جاتے ہیں۔'' (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۴۳۹ ، خزائن ج۳ ص۴۹۸)

اس پر اگر کوئی سوال کرے کہ اگر مسیح ناصری درحقیقت فوت ہو چکے ہیں تو ان کی قبر کہاں ہے اس کا جواب مرزا قادیانی یوں دیتے ہیں۔

تحریر نمبر۱

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص۴۷۳،۴۷۴، خزائن ج۳ ص۳۵۳) پر ہے: ''یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوگیا لیکن یہ ہرگز سچ نہیں کہ وہی جسم جو دفن ہو چکا تھا پھر زندہ ہوگیا...... یہ تیسری آیت باب اوّل اعمال کی مسیح کی طبعی موت کی نسبت گواہی دے رہی ہے جو گلیل میں اس کو پیش آئی اس موت کے بعد مسیح چالیس دن تک کشفی طور پر اپنے شاگردوں کو نظر آتا رہا۔''

اس جگہ مرزا قادیانی مسیح کا مرنا اور دفن ہونا ملک شام کے شہر گلیل میں مانتے ہیں۔

تحریر نمبر۲

(اتمام الحجۃ ص۱۹،۲۰، خزائن ج۸ ص۲۹۷ تا۲۹۹ حاشیہ) پر ہے: ''اور حضرت عیسیٰ کی قبر بلدہ قدس میں ہے اور اب تک موجود ہے اور اس پر ایک گرجا بنا ہوا ہے اور گرجا تمام گرجاؤں سے بڑا ہے اور اس کے اندر حضرت عیسیٰ کی قبر ہے...... اور بنی اسرائیل کے عہدہ میں بلدہ قدس کا نام یروشلم تھا۔''

اس جگہ مرزا قادیانی نے حضرت مسیح ناصری اور مریم صدیقہ کی قبریں شہر یروشلم کے بڑے گرجا کے اندر رکھی ہے۔

تحریر نمبر۳

(راز حقیقت ص۲۰، خزائن ج۱۴ ص۱۷۲) ''جو سری نگر میں محلّہ خانیار میں یوز آسف کے نام سے قبر موجود ہے وہ درحقیقت بلا شک وشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔''

اس جگہ مرزا قادیانی حضرت مسیح ناصری کی قبر شہر سری نگر (کشمیر) کے محلّہ خانیار میں بتاتے ہیں۔

تحریر نمبر۴

(عسل مصفی ج اوّل ص۴۵۳) ’’معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم واقعہ صلیب کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ممالک مشرقیہ میں آئیں کیونکہ ان کی قبر بھی ارض مقدسہ میں نہیں ...... حضرت مریم کی قبر اب تک کاشغر میں موجود ہے جس کو شک ہو جا کر دیکھ لے۔ حکیم خدابخش صاحب صاحب احمدی حضرت مریم کی قبر کا پتہ ملک چین ترکستان کے شہر کاشغر میں دیتے رہتے ہیں۔‘‘

تحریر نمبر۵

رسالہ (ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ جولائی ۱۹۱۷ء ص۲۵۶ حاشیہ) پر مرزا بشیر احمد شہر سرینگر (کشمیر) محلّہ خانیار میں شہزادہ یوز آسف کی قبر کے ساتھ والی قبر کو مسیح کی ماں کی قبر بتلاتے ہیں۔ حالانکہ یہ دوسری قبر پیر نصیر الدین صاحب کی ہے۔ (راز حقیقت ص۱۹، خزائن ج۱۴ ص۱۷۱)

نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا قادیانی اور ان کے مریدوں کی تحریروں میں مسیح ناصری کی عمر عیسیٰ ابن مریم اور مریم صدیقہ کی قبر کی نسبت اختلاف کثیر موجود ہے۔ پس مرزا قادیانی نے مسلمانوں کے ہر ایک مسئلہ مختلف فیہ کا عدالت کے ساتھ فیصلہ نہیں کیا اور نہ ہی مسلمانوں کے روز کے جھگڑوں کا خاتمہ کیا۔ اس لئے مرزا قادیانی اپنے دعویٰ مسیحیت میں سراسر جھوٹے ہیں۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

قادیان کے سر پر

یثربی گولہ

جناب احمد یار خان رزمی معمار

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بیٹھا رہ دل پہ اپنے خدا کا نزول رکھ ۱۹۷۴ء اب انتظار مہدی و عیسیٰ بھی چھوڑ دے

قادیان کے سر پر

یشنی گولہ

بطرز ٹنیڈی سواری پانی عرش بریں سے آئے گی

مصنفہ

قومی شاعر احمد یار خاں ذحی معمار حویلی مصراں اکبری منڈی

ہکھو

ایچ ڈی کاتب لاہور

تعداد ۴۰۰۰ بار دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قادیان کے سر پر پیڑبی گولہ

موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
جھوٹ ذرا نہیں ایس دے وچ تے جاندی کل خدائی اے
جدوں پاک نبیؐ دا ظہور ہوا سارا عالم نور و نور ہوا
غلبہ جتنا سی کفر دا دور ہوا شک ایس دے وچ نہ رائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
اللہ نبیؐ نوں ختم المرسلین کیتا سارے نبیاں نے اس نوں آمین کیتا
جنوں انسان نے جس تے یقین کیتا معترف جس دی ساری خدائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
بعد نبی دے نبی نہیں آونا کوئی اللہ پاک نہیں ہور بناونا کوئی
جے کوئی بنے ایمان نا لیاونا کوئی اے فرمان الٰہی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
بنے پاک رسول دا ثانی تو لگیں بندہ خاص شیطانی تو
دسیں مہدی اپنی نشانی تو جئی پٹی شیطان پڑھائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
توں تا آکھیا حکم خدا ہویا محمدی بیگم دا میرا نکاح ہویا
اتے عرش معلیٰ دے جا ہویا دھمی گل ایہ وچ خدائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
کیتے لکھاں فریب پھنسان لئی اونو وچ نکاح دے لیان لئی
اپنے وعدے نوں سچ کران لئی تو ٹل بھتری لائی اے
موت تیرے او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے

بھکھا ایسا سی اوہدے دیدار دا محمدی بیگم سی ہر دم پکار دا
اٹھو پہر سیں ورد گزاردا جیویں ہوندا کوئی سودائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
محمدی بیگم دیاں انتظاریاں تینوں رہندیاں سن بیقراریاں
دن رات تو کردا سی زاریاں تیری اک نہ ہوئی سنائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
تیری ہر اک گل ادھوری ہوئی کوئی دنیا دے وچ نہ پوری ہوئی
ہر پیش گوئی تیری کوڑی ہوئی تینوں پھر بھی شرم نہ آئی اے
......ٹھیٹھ پنے والی عادت تیری جھوٹا توں تے جھوٹی نبوت تیری
اگوں نکلی ہے ایسی ہی امت تیری سگوں تے تھوں بھی دون سوائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
پئی لعنت او قادیاں والیاں کیوں تو رب رسول بھلا لیا
وچ قادیان کعبہ بنا لیا تینوں بھلیا قہر الٰہی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
توہانوں ہتھ بن عرض سناونا ایدے پھندے دے وچ نہ آونا
بھائیو اپنے ایمان بچاونا ہونی محشر نوں نہیں رہائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
کئیاں لوکاں نوں تو گمراہ کیتا راہ چلدیاں نوں بے راہ کیتا
پھڑ دین نبیؐ توں جدا کیتا ایدی ات توں دنیا تے چائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
سچا ہوندوں تے حق تے اڑدوں توں کدی غیراں دے کولوں نہ ڈردوتو
ناہیں عورتاں خاطر مردوں تو میں تاں سچی گل سنائی اے
اہدے باپ نوں تو ڈرایا سی کر کر پیش گوئیاں تے دھمکایا سی
اس نے صاف جواب سنایا سی ڈاہڈی منہ توں لوئی لائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے

ہائے ہائے وے کرماں ماریا تو تاں کوئی نہ کم سنوارنا
ایویں دنیا توں گیوں نکاریا جیویں لنگ جانداں کوئی راہی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
کدہرے عیسیٰ تے مریم یعقوب بنیں کدہرے بیٹا تے کدہرے محبوب بنیں
روپ وانگ بہروپیاں خوب بنیں تیری سمجھ کسے نوں نہ آئی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
تینوں بارش دے وانگ الہام ہوئے تدے سارے ناکام ہوئے
تیرے سارے خیال ہی خام ہوئے موری وچ تو عزت رلائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
ٹیچی ٹیچی تیرے تے نزول ہوا تدے کوئی نہ الہام قبول ہویا
تیرا ہر ایک دعویٰ فضول ہوا ہوئی بہت تینوں رسوائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
سچا ہوندا تے مکے نوں جاوندا درشن پاک رسول دا پاوندا
مڑ اوتھے ہی قبر بناوندا گل وچ حدیث جو آئی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
چیلا پکا ہیں خاص دجال دا تو ہیں مسیلمہ کذاب دے نال دا
دنیا کہندی اے نہیں حلال دا تو نسل باپ دی نہیں پرائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
تیرا خاتمہ خاص لاہور ہویا بند ہیضے دا جس دم دور ہویا
وچ پاخانے دے مردا چوڑ مویا کہہ شیطان دا مویا آج بھائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
جدوں چلی لاہور تھیں میت تیری کیتی دنیا نے خوب مرمت تیری
تنگ آ گئی سی جس وقت امت تیری تد نولکھیؤ پولیس منگائی اے

مڑ لاش گئی قادیاں نوں پتہ لگ گیا سارے جہاں نوں
صدمہ ہویا سی بہوں شیطان نوں دتی اس نے بہوں دوہائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
جا دبایا وچ قادیان دے جتھے رہندے نے چیلے شیطان دے
جیہڑے ڈاکو نے پکے ایمان دے شک ایس دے وچ نہ کائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
جس مکان تے ڈیرہ توں لایا اے لکھاں وار اونا اُس نوں بنایا اے
اوہدا ہوندا نت صفایا اے بھائیو ویکھ لو جیہڑی سچائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے
جو جو کارے کیتے توں جہان اندر سانوں لب دے نہیں شیطان اندر
رزمی لکھ پنجابی زبان اندر توہانوں فوٹو کجھ دکھائی اے
موت تیری او مرزیا وچ ٹٹی دے آئی اے

ختم شد

قومی شاعر احمد یار خان رزمی معمار لاہوری

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

عقائد مرزا

اور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا افتراء

جناب حکیم محمد دین امرتسری

یہ رسالہ مہتمم مطبع اہل حدیث امرتسر سے مفت مل سکتا ہے بیرونی احباب محصول ڈاک کے ٹکٹ بھیجیں

[illegible]

ھل انبئکم علی من تنزل الشیٰطین تنزل علیٰ کل افاک اثیم

الحمد للہ کہ

رسالہ

عقائد مرزا

اور

حضرت عیسیٰ کی قبر کا

افترا

جس میں مرزا کے بعض عقائد کا بیان اور کشمیر میں حضرت مسیح کی قبر کا بہتان مذکور ہے انجمن نصرت السنہ

امرتسر

کیطرف سے

مطبع اہل حدیث امرتسر میں بماہ محرم ۱۳۲۲ھ کو چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

چوں کہ اکثر سادہ لوح مسلمان صرف اس خیال سے کہ مرزا کادیانی بھی کلمہ پڑھتا ہے۔ صوم وصلوٰۃ ادا کرتا ہے بظاہر احکام اسلامی کا پابند ہے۔ اس کے دام تزویر میں پھنس جاتے ہیں۔ پھر جب ان کو کچھ کہا جائے تو چوں کہ دل اس طرف پہلے ہی سے مائل ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے بعد از میلان نصیحت چنداں اثر نہیں کرتی نیز دور دراز ملکوں کے رہنے والوں کی آگاہی کے لئے اس کے چند ایک ایسے عقائد لکھتے جاتے ہیں جو اس کی تحریروں میں صاف صاف لفظوں میں بغیر کسی اینچ پینچ کے منقح میں مگر یاد رہے کہ یہ عقائد بالکل مشتے نمونہ از خروار ہیں۔ بفضل الٰہی بشرط ضرورت کبھی شائع ہوں گے۔ لہٰذا مسلمانوں سے امید ہے کہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں گے۔

خلاصہ مضمون

۱...... ’’میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔‘‘

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص۴، خزائن ج۱۸ ص۲۱۱، توضیح المرام ص۱۸، خزائن ج۳ ص۶۰)

۲...... ’’میں اللہ کی اولاد کے رتبہ کا ہوں، میرا الہام ہے کہ: ’’**انت منی بمنزلۃ اولادی**‘‘ (اشتہار دافع البلاء ص۶، خزائن ج۱۸ ص۲۲۷)

۳......

منم مسیح زمان ومنم کلیم خدا منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد

(تریاق القلوب ص۳، خزائن ج۱۵ ص۱۳۴)

۴...... ’’سورہ صف میں جو آیت ہے یعنی: ’’**مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد**‘‘ وہ آنحضرت ﷺ کے لئے نہیں بلکہ میرے لئے ہے۔ میں اس کے مطابق احمد ہو کر آیا ہوں۔‘‘ (ازالہ ص۶۷۳، خزائن ج۳ ص۴۶۳)

۵...... ’’میرا منکر کافر اور مردہ ہے اس کو ضرور مواخذہ ہوگا۔‘‘

(تحفۃ الندوہ ص۴، خزائن ج۱۹ ص۹۵)

۶...... ’’میرے معجزات اور نشانات کے انکار سے سب نبیوں کے معجزات اور نشانات سے انکار کرنا پڑے گا۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۱۱، خزائن ج۱۹ص۱۱۸)

۷...... ’’میرے آنے کی خبر تمام انبیاء نے دی ہے۔‘‘ (دافع البلاص۱۸، خزائن ج۱۸ص۲۳۸)

۸...... ’’میرے آنے کا زمانہ تمام نبیوں نے اور قرآن شریف نے بتلایا ہوا ہے۔‘‘

(تحفۃ الندوہ ص۴، خزائن ج۱۹ص۹۶)

۹...... ’’طاعون ملک میں میری تکذیب کی وجہ سے خدا نے بھیجا ہے۔‘‘

(دافع البلاء ص۸، خزائن ج۱۸ص۲۲۹)

۱۰...... ’’مجھے خدا نے بتلا دیا ہے کہ جو میری چاردیواری کے اندر آئے گا وہی طاعون سے بچے گا۔‘‘ (کشتی نوح ص۷۶، خزائن ج۱۹ص۸۶)

۱۱...... ’’مرزا کے کسی فعل پر بھی اعتراض کرنا کفر ہے۔‘‘

(اخبار البدر ج۱نمبر۱۱ص۸۲ کالم نمبر۱، مؤرخہ ۹؍جنوری ۱۹۰۳ء)

۱۲...... ’’میں مسیح موعود ہوں جس کی بابت آنحضرت ﷺ نے حدیثوں میں خوشخبری دی ہوئی ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۴۱۴، خزائن ج۳ص۳۱۵)

۱۳...... ’’میں مہدی ہوں اور بعض نبیوں سے افضل ہوں۔‘‘

(اشتہار معیار الاخیار مجموعہ اشتہارات ج سوم قدیم ص۲۷۸)

۱۴...... ’’میں امام حسین علیہ السلام سے افضل ہوں۔‘‘ (اشتہار دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ص۲۳۳)

۱۵......

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ص۲۴۰)

۱۶......

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجا ست تا بہ نہد پا بہ منبرم

(ازالہ اوہام ص۱۵۸، خزائن ج۳ص۱۸۰)

۱۷...... ’’حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات مسمریزم سے تھے (جو جادو کی قسم ہے) اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو مسیح ابن مریم سے ایسے معجزات دکھانے میں کم نہ رہتا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۳۰۹، خزائن ج۳ص۲۵۸)

۱۸...... ''میرے منکروں بلکہ متر ددوں کے پیچھے بھی نماز درست نہیں۔''
(اربعین نمبر۳ ص ۲۸، خزائن ج ۱۷ ص ۴۱۷)

''بلکہ ان سے سلام علیکم بھی نہ کرنا چاہئے۔''
(اخبار البدر ج ۲ نمبر۴ ص ۳۱ کالم نمبر۲، مؤرخہ ۱۳ر فروری ۱۹۰۳ء)

۱۹...... ''گورنمنٹ انگریزی دجال ہے اور ریل اس کا گدھا ہے۔''
(ازالہ اوہام ص ۶۸۵، ۶۸۶، خزائن ج ۳ ص ۴۶۹، ۴۷۰)

۲۰...... ''فرعون ایمان دار مرا ہے۔'' (اخبار البدر ج ۱ نمبر۱۲ ص ۹۲ کالم نمبر۲، مؤرخہ ۱۶ر جنوری ۱۹۰۳ء)

۲۱...... ''میرے معجزات انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہیں۔ میری پیش گوئیاں نبیوں کی پیش گوئیوں سے بڑھ کر ہیں۔'' (کشتی نوح ص ۶، خزائن ج ۱۹ ص ۶)

۲۲...... ''لیلۃ القدر کوئی رات نہیں بلکہ گمراہی کا زمانہ مراد ہے۔''
(فتح الاسلام ص ۵۴، خزائن ج ۳ ص ۳۲)

۲۳...... ''چارسونبیوں کی پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں۔'' (ازالہ اوہام ص ۶۲۹، خزائن ج ۳ ص ۴۳۹)

(یہ اس لئے کہتا ہے کہ کوئی مجھ پر طعنہ نہ کرے کہ تیری پیش گوئیاں جھوٹی ہوتی ہیں۔ اسی غرض سے یہ پیش بندی کرتا ہے جس سے یہ بھی غرض ہے کہ کافر لوگ انبیاء کو بھی ایسا ہی جھوٹا سمجھیں جیسا کہ اس کو سمجھتے ہیں) (معاذ اللہ)

حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں

یوں تو مرزا کی کون سی بات ہے جو تناقض اور بہتان سے خالی ہو۔ مگر حضرت مسیح کی قبر کے متعلق جو اس کو توہمات اٹھے ہیں الامان ایک زمانہ میں حضرت مسیح کو ان کے وطن گلیل میں فوت کرنا چاہا تھا بلکہ کر ہی دیا تھا۔ (ازالہ ص ۴۷۳، خزائن ج ۳ ص ۳۵۳)

مگر آخری تحقیق یہ سوجھی کہ کسی طرح یہ مشابہت بھی پیدا ہو جائے کہ جس ملک میں خود بدولت پیدا ہوئے ہیں۔ کوئی صورت ایسی ہو کہ اس میں حضرت مسیح کی تشریف آوری بھی ثابت ہو جائے۔ آخر اس پر غور کرتے کرتے کشمیر پر اس کی نظر پڑی تو وہاں ایک شخص کی قبر کا پتہ مل گیا جس کا نام یوز آصف ہے۔ اس کو یسوع آصف بنایا گیا اور اس پر بڑی لمبی چوڑی تحریریں لکھیں۔

چنانچہ ایک رسالہ الہدیٰ کے نام سے لکھا جس میں اہالی کشمیر کے دستخط بھی ثبت ہیں کہ ہاں واقعی حضرت مسیح کی قبر یہاں ہے۔ (ص۱۱۷، خزائن ج۱۸ ص۳۷۰،۳۷۱)

گو دانا ہنستے ہیں کہ کہاں یوز آسف اور یسوع آصف اور کہاں انیس صدیوں کا واقع اور کہاں آج کل کے اہالی کشمیر کی تصدیق۔ مگر مرزا کو تو ایسے داناؤں سے کام نہیں وہ تو احمقوں کی خیر مناتا ہے جو اس کے دام تزویر میں مبتلاء ہیں۔ اس لئے خدا نے اپنے ایک بندے جناب مولوی نور احمد صاحب ساکن موضوع لکھو کے ضلع فیروز پور کو توفیق دی تو انہوں نے کشمیر جا کر بحکم ''بدر را بدر بائید رسانید'' مسیح کاذب کا کذب طشت از بام کر ہی دیا۔ یعنی وہاں کے سرکردگان کی دستخطی شہادتیں لائے کہ مرزا جھوٹ کہتا ہے۔ یہاں حضرت مسیح کی قبر بالکل نہیں چنانچہ وہ شہادتیں درج ذیل ہیں۔

اصل شہادتیں مفصل ہیں اور فارسی زبان میں ہیں مگر ہم نے بغرض عام فہم کرنے کے اردو میں ترجمہ کیا ہے جس نے اصل دیکھنے ہوں انجمن نصرت السنہ امرتسر کے دفتر سے دیکھ سکتا ہے۔

سب سے پہلے جناب مولوی رسول بابا صاحب میر واعظ فرماتے ہیں کہ: ''کسی مؤرخ نے نہیں لکھا اور کسی شخص سے نہیں سنا گیا کہ اس جگہ (کشمیر میں) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے حاشا وکلا۔''

مہر: مفتی واعظ رسول عفی عنہ
مہر: نعمت اللہ
مہر: محمد شاہ مفتی کوٹھی وار مقام روضہ ہل خانیار
مہر: مفتی محمد دلاور شاہ سکنہ خانیار
مہر: مفتی محمد شریف الدین
مہر: غلام محمد احمد قادری
مہر: غلام مصطفیٰ خانیاری
مہر: غلام یاسین حسن قادری
مہر: میر یوسف قادری

مرزا قادیانی اپنے دعویٰ میں (کہ کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی قبر ہے) جھوٹا ہے اور سخت گمراہ اور مفتری ہے۔ صحیح الاعتقاد مسلمان تو اس کی واہیات باتوں پر کان بھی نہ رکھیں گے۔

مہر: مفتی یوسف شاہ صاحب
مہر: مفتی جلال الدین صاحب
مہر: مفتی سعد الدین صاحب
مہر: مفتی سیف الدین صاحب
مہر: مفتی نور الدین صاحب
مہر: مفتی صدر الدین صاحب

کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی قبر نہیں اور نہ کسی نے یہاں سے اس مضمون کی تحریر (مرزا کو) دی ہے کہ حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں ہے (وہ سب اس کا دروغ بے فروغ ہے)

مہر: مفتی ضیاء الدین صاحب — العبد: احمد شاہ عفی عنہ

العبد: محمد یوسف شاہ — العبد: حقیر غلام عفی عنہ

دستخط: پیر قمر الدین صاحب سجادہ نشین — مہر: سید کبیر صاحب سجادہ نشین

مہر: احسن صاحب ایشانی — مہر: پیر غلام مصطفیٰ تارہ بلی

مہر: غلام محمد عاصم صاحب عالی کدلی — مہر: پیر علی شاہ

مواہیر خادمان خانقاہ معلیٰ

ہم شہادت دیتے ہیں کہ کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی قبر نہیں ہے اور جو بعض جاہلوں (مرزائیوں) میں مشہور ہے کہ محلّہ خانیار میں قبر یوز آصف کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر قرار دیتے ہیں غلط اور واہیات ہے۔ یوز آصف کی تو نبوت بھی ثابت نہیں۔

مہر: محمد یوسف — مہر: غلام رسول ہمدانی

مہر: سید علی شاہ ہمدانی — مہر: خلیل بابا صاحب

مہر: بابا عبدالکبیر ہمدانی — مہر: سید احمد شاہ ہمدانی

مہر: سید محی الدین — مہر: علی بابا مؤذن

مہر: ی ل ح م د — مہر: عبدالمجید

مہر: احمد فراش درگاہ — مہر: نورالدین نعمت خان صاحب

مہر: یوسف ہمدانی سجادہ نشین خانقاہ معلیٰ — مہر: مولوی حسن تقی خانیاری

مہر: سید محی الدین صاحب قادری — العبد: غلام علی ہمدانی

مواہیر خادمان مسجد جامع

ہم شہادت دیتے ہیں کہ کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں۔

مہر: احمد بابا خادم مسجد جامع — مہر: عبداللہ بابا خادم مسجد جامع

مہر: سید حسن خادم مسجد جامع — مہر: سید سکندر خادم مسجد جامع

مہر: سلام الدین امام مسجد جامع — مہر: خادمان بقعہ جامع کلاں

مواہیر خادمان آستان حضرت مخدومؒ

کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بعض جاہلوں (مرزائیوں) میں غلط مشہور ہے۔

مہر: غلام الدین مخدومی
مہر: اسداللہ مخدومی
مہر: نورالدین مخدومی
مہر: احمد بابا مخدومی
مہر: نورالدین مخدومی
مہر: احسن اللہ مخدومی
مہر: محمد شاہ مخدومی
مہر: محمد بابا مخدومی
العبد: حفیظ اللہ مخدومی
العبد: مبرک شاہ مخدومی
العبد: صدیق اللہ مخدومی

مواہیر حضرات خاندان رفیقہ سہروردیہ نقشبندیہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کشمیر میں نہیں اور جو مرزا قادیانی کہتا ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ کیونکہ اس کا قول احتلام شیطانی ہے اور خیالات واہیات ہیں جس کی طرف کوئی مسلمان دھیان ہی نہیں لگا سکتا۔

مہر: احقر نظام الدین عفی عنہ
العبد: محمد بن محمود رفیقی
مہر: غلام حسین رفیقی
مہر: غلام حمزہ رفیقی
مہر: عبدالسلام رفیقی
مہر: سیف الدین رفیقی
مہر: عبداللہ رفیقی
مہر: نورالدین رفیقی عفی عنہ
مہر: شریف الدین رفیقی
مہر: غلام نبی رفیقی
مہر: محمد قاسم رفیقی
مہر: محمد قاسم رفیقی
مہر: انور رفیقی عفی عنہ
العبد: عبدالصمد رفیقی عفی عنہ
العبد: محمد مقبول بن نصیرالدین رفیقی عفی عنہ
العبد: محمد یوسف رفیقی اسلام آبادی
العبد: سعدالدین رفیقی عفی عنہ
العبد: محمد مقبول رفیقی عفی عنہ
العبد: عبدالرحمٰن رفیقی عفی عنہ
العبد: نورالدین محمد بن محی الدین رفیقی
العبد: صدرالدین رفیقی عفی عنہ
العبد: عبدالاحد رفیقی عفی عنہ
العبد: محمد یوسف رفیقی اسلام آباد

مواہیر خاندان قدیمی

کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر نہیں ہے اور جو بعض جاہل (مرزائی) یوز آصف کی قبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر قرار دیتے ہیں بالکل غلط اور واہیات ہے۔ یوز آصف کی تو نبوت بھی ثابت نہیں۔

مہر: علی شاہ صاحب قدیمی عفی عنہ
مہر: غلام محمد صاحب قدیمی
مہر: امیرالدین صاحب قدیمی عفی عنہ
مہر: غلام محی الدین قدیمی
مہر: غلام حسن قدیمی
مہر: محمد شاہ صاحب قدیمی
مہر: مولوی نورالدین صاحب قدیمی
العبد: قمرالدین صاحب قدیمی
العبد: غلام الدین صاحب قدیمی
العبد: غلام حسین صاحب قدیمی

مواہیر خاندان قریشی

کشمیر میں کوئی قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں۔

مہر: محمد سعیدالدین صاحب قریشی
مہر: نظام الدین صاحب زہگیر
مہر: سعدالدین قریشی محلّہ خانیار
مہر: بدرالدین صاحب قریشی
مہر: عبدالمجید صاحب قریشی
العبد: غلام حسن صاحب قریشی

اس کے فیصلے کی تجویز

کادیانی نے تو معمولی کید سے کام لے کر اہل کشمیر کو دھوکہ دیا اور بدنام کیا جو کہ ان کی شہادت اس بارے میں لکھ ماری کہ حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں ہے۔ حالانکہ اصل واقع اتنا ہے کہ ان لوگوں نے صرف یہ گواہی لکھی تھی کہ یہاں یوز آصف کی قبر ہے جس کو کیا دکادیانی نے اپنی طرف سے یسوع اور یسوع سے مسیح بنا کر اتنا بڑا منصوبہ باندھ کر تین سو روپیہ احمقوں سے چندہ بھی بٹور لیا کہ اس قبر کی اشاعت کی جاوے گی۔

خیر اس کی تحقیق تو کافی ہو چکی کہ کادیانی نے اہالی کشمیر کی نسبت جو لکھا ہے بالکل سفید جھوٹ ہے، جیسا کہ اس کی عادت ہے۔ لیکن انجمن نصرت السنۃ امرتسر اب بھی تیار ہے

کہ مرزا اس بارے میں فیصلہ کرے، فیصلے کی صورت انجمن کی طرف سے یہ ہے کہ ایک کمیشن مقرر ہو جس کے ممبر پانچ کس ہوں دو انجمن کی طرف سے اور دو مرزا کی طرف سے اور ایک انگریز یا سکھ جس کو یہ چاروں ممبر منتخب کرلیں۔ وہ کشمیر میں حضرت مسیح کی قبر کی بابت تحقیق کریں۔ انجمن کو چونکہ حق منظور ہے اس لئے اپنے ممبران کو نامزد کردیتی ہے۔

اوّل: جناب مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب ساکن شوپیاں ضلع سری نگر کشمیر۔

دوم: جناب حکیم محمد علی صاحب معالج خاندان شاہی جموں وکشمیر۔ پس اگر آپ کو بھی کچھ دعویٰ سچائی ہے تو بہت جلد اپنے ممبران کمیشن کو نامزد کریں اور ان کی روانگی کی اطلاع انجمن ہذا کے دفتر میں بھیجیں تاکہ انجمن ہذا بھی اپنے ممبران موصوفین کو اطلاع دے کہ وہ اس کام پر مستعد ہو جاویں۔

تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

تعزیت

مرزا قادیانی کا صاحبزادہ فضل احمد نوجوان ۱۹/ مارچ (۱۹۰۳ء) کو مر گیا جس کی بابت انجمن ہذا کو سخت افسوس ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے (مواہب الرحمٰن ص ۱۳۹، خزائن ج ۱۹ ص ۳۶۰) بیٹا پیدا ہونے کا الہام لکھا تھا۔ بجائے پیدا ہونے کے جوان بیٹا مر گیا۔ گو مرزا قادیانی کو افسوس نہ ہوا۔ اس لئے کہ مرحوم نے ان کے آسمانی منکوحہ کے دلانے میں امداد نہ کی تھی۔ یعنی ان کو بیوی دلانے کے لئے اپنی بیوی کو طلاق نہ دی تھی۔ نیز والد ماجد کو پاگل کہا کرتا تھا جو ہمارے نزدیک بھی صحیح نہیں۔ بہرحال انجمن ہذا اپنے معمولی اخلاص سے مرزا قادیانی کے حق میں تعزیت کا ووٹ پاس کرتی ہے۔ گر قبول افتدز ہے عزوشرف!

المشتہر: حکیم محمد الدین سیکرٹری انجمن نصرت السنۃ امرتسر ۲۵/ مارچ ۱۹۰۳ء

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

تحفہ مرزائیہ

مولانا شیخ فرید الحسن حنفی مہولی مونگیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

تحفہ مرزائیہ

قادیانی مرزا غلام احمد صاحب کا اپنی اقراری مفتری اور کذاب ہونا اور اپنے اشد دشمن مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری کی زندگی میں ذلت اور حسرت کے ساتھ انکی ہلاکت۔ اور آپکے مریدونکی بے جا حمائیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرزائیوں کے چیلنج کا جواب

۱...... ہم نے اپنے اشتہار مؤرخہ ۲۷ردسمبر ۱۹۱۰ء میں صاف لکھ دیا ہے کہ آخری فیصلہ دعاء مرزا ہے۔ پھر ہم سے اس بات کے ثبوت کا مطالبہ کرنا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور مرزا قادیانی میں مباہلہ ہوا اور مولوی ثناء اللہ صاحب نے دعوت کو منظور کر لیا تھا۔ بےخردی (بے عقلی) نہیں تو کیا ہے؟ ہم نے بدلائل قاطع اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ آخری فیصلہ دعاء مرزا ہے اور ہرگز ہرگز دعوت مباہلہ نہیں ہے۔ اب مرزائیوں کا فرض ہے کہ اس کا دعوت مباہلہ ہونا ثابت کریں۔

۲...... مرزا قادیانی کے کاذب یا صادق ہونے کی بحث چھڑ چکی ہے۔ اصل بحث بھی یہی ہے اس لئے پہلے اس بحث کو ختم ہونا چاہئے۔ جب تک اس کا فیصلہ نہ ہو لے کوئی بحث شروع نہیں کی جائے گی۔ اس کے بعد ہم حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات مطابق اصول اہل سنت وجماعت ثابت کرنے کو تیار ہیں۔ مگر یہ بھی واضح رہے کہ جس طرح مرزائیوں نے ہم سے حیات مسیح علیہ السلام کے دلائل کا مطالبہ کیا ہے۔ اسی طرح ہمارا مطالبہ بھی ان کے عقائد کی نسبت ہے جو خلاف اہل اسلام ہیں۔ جیسے:

’’پاک تثلیث‘‘ (توضیح المرام ص۲۲، خزائن ج۳ ص۶۲)

’’لیلۃ القدر سے کسی رات کا مراد نہ ہونا۔‘‘ (فتح اسلام ص۵۴، خزائن ج۳ ص۳۲)

’’حضرت جبرئیل وغیرہ کا حقیقتاً بذات خود زمین پر نہیں آنا۔‘‘ وغیرہ وغیرہ

(خلاصہ توضیح المرام ص۳۰، خزائن ج۳ ص۶۶)

فریقین کے دلائل کی نوعیت ایک ہوگی۔

چیلنج انعامی مبلغ پانچ سو روپیہ

مرزا قادیانی نے اپنی سچائی کے ثبوت میں مولوی غلام دستگیر قصوری مرحوم اور مولوی اسماعیل مرحوم علی گڑھی کے واقعات کو ایک جگہ جمع کر کے لکھا ہے: ’’مولوی غلام دستگیر

قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسماعیل علی گڑھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا۔ کیونکہ کاذب ہے، مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے اور اس طرح پر ان کی موت نے فیصلہ کر دیا کہ کاذب کون تھا۔'' (اربعین نمبر۳ ص۹، خزائن ج۱۷ ص۳۹۴)

پھر لکھتے ہیں: ''ان نادان ظالموں سے مولوی غلام دستگیر اچھا رہا کہ اس نے اپنے رسالہ میں کوئی معیاد نہیں لگائی۔ یہی دعا کی کہ یاالٰہی اگر میں مرزاغلام احمد قادیانی کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزاغلام احمد قادیانی اپنے دعویٰ میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔ بعد اس کے بہت جلد خدا نے اس کو موت دے دی۔ دیکھو کیسا صفائی سے فیصلہ ہوگیا۔'' (اربعین نمبر۳ ص۱۱، خزائن ج۱۷ ص۳۹۷)

پھر لکھتے ہیں: ''مولوی غلام دستگیر کی کتاب دور نہیں مدت سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ دیکھو کس دلیری سے لکھتا ہے کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔''

(اشتہار انعامی پانسو، ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۷، خزائن ج۱۷ ص۴۶)

اگر مرزائیان مونگیر یا بھاگلپوران مذکورہ بالا عبارتوں کو ان دونوں مولوی صاحبوں کی کتابوں میں دکھا دیویں تو ہم سے مبلغ پانسو روپیہ انعام حاصل کریں اور اگر نہیں دکھا سکیں تو مرزا قادیانی کے کاذب ہونے کا اقرار کریں۔ دکھانے کا طریق یہ ہوگا کہ جامع مسجد مونگیر میں مجمع ہوگا جس میں ایک دو معزز آدمی اس غرض کے لئے منتخب کئے جائیں گے۔ ہمارے پیش کردہ حوالہ جات ان کے ہاتھ میں ہوں گے۔ مرزائیوں کی طرف سے جو حوالہ پیش ہوگا اس کو دیکھ کر وہ کہہ دیں گے کہ حوالہ ثابت ہے یا نہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

تحفہ مرزائیہ

قادیانی مرزا غلام احمد کا اپنے اقرار سے مفتری اور کذاب ہونا اور اپنے اشد دشمن مولوی ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرت سری کی زندگی میں ذلت اور حسرت کے ساتھ ان کی ہلاکت اور ان کے مریدوں کی بے جا حمایت

ناظرین! قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کے آخری فیصلہ کے یہاں (مونگیر میں) شائع ہونے پر مرزائی پارٹی ویسا ہی بھڑکی ہے جیسا کہ ویلر گھوڑا اپنے سایہ سے بھڑکتا ہے۔ ان لوگوں نے اس فیصلہ کے غلط اور مردود ثابت کرنے کے لئے نہایت ہی بدزبانی اور سخت کلامی کے ساتھ پہلے ایک مغالطہ کا افشاء کیا کہ یہ دعائے مباہلہ تھی اور مولوی صاحب نے منظور نہیں کیا۔ اس لئے مباہلہ نہیں ہوا۔ اس کے جواب میں میں نے ایک اشتہار (مؤرخہ ۲۷؍دسمبر ۱۹۱۰ء شائع کیا جس کے پہلے صفحہ میں آخری فیصلہ تھا اور دوسرے صفحہ میں اس کا نتیجہ (مرزا قادیانی کا ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو بمرض ہیضہ یا اسہال مرجانا) بیان کر کے یہ لکھا کہ ہم اس فیصلہ کو اصلی معنی میں مباہلہ نہیں کہتے بلکہ اصلی معنی میں دعاء مرزا ہے۔ اس جواب پر مرزائیوں میں سخت کھلبلی مچ گئی۔ ان کے خیال میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ میدان خالی ہے ہمارے مغالطہ کا کوئی ازالہ نہیں کرے گا اور ہمارا اشتہار لاجواب ثابت ہوگا۔ مگر جب جواب ملا تو مبہوت ہوگئے۔ اس جواب کے مشتبہ اور ملتبس کرنے کے لئے مشورے ہونے لگے۔ بعض اہل علم جو بدقسمتی سے مرزائی سلسلہ میں ہوگئے ہیں تشریف لائے اور بڑے جدوجہد سے جواب الجواب تیار کیا گیا۔ مہینوں کلکتہ، دہلی، قادیان میں چکر کھاتا رہا۔ آخر الحق پریس دہلی میں طبع ہوکر ۲۲؍مارچ ۱۹۱۱ء کو یہاں (مونگیر میں) شائع کیا گیا۔ مہینوں سے اس جواب کی زبانی تعریفیں سن سن کر میں یہ خیال کرتا تھا کہ آخری فیصلہ کے غلط ثابت کرنے کے لئے کوئی قوی دلیل پیش کی گئی ہوگی مگر جب رسالہ دیکھا تو یہ شعر بے ساختہ زبان پر آیا۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا   جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا

دو جزو کا رسالہ ہے موٹی عقل والے تو ضرور یہ سمجھیں گے کہ ایک صفحہ کے جواب میں دو جزو لکھا ہے بہت لکھا ہے اور خوب لکھا ہے۔ مگر باریک عقل والوں کے نزدیک اس دو جزو میں زیر بحث امر کے متعلق چند سطروں سے زیادہ نہیں اور اس پر بھی کوئی معقولی بات نہیں۔ وہی بات ہے جو پہلے اشتہار میں لکھی گئی ہے۔ باقی باتیں یا تو اہل حدیث پر نکتہ چیناں ہیں یا اتہامات اور غلط واقعات۔ یہ ایک نہایت ہی تعجب خیز بات ہے کہ تیس صفحے سیاہ کر دیئے گئے۔ مونگیر، کلکتہ، بھاگلپور، دہلی، قادیان کے مرزائیوں نے اپنا اپنا دماغ خوب پکایا۔ مگر قادیانی مرزا قادیانی کو آخری فیصلہ کی رو سے بچانہ سکے۔ ولنعم ما قیل:

ہوا ہے چاک تقدیری خلیفہ جی ذرا سوچو   نہیں ہے آپ کی چادر میں اب بخیہ کی جا باقی

ناظرین! آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا کہ میں نے مرزائیوں کی بدزبانیوں سے چشم پوشی کر کے کس تہذیب اور شائستگی کے ساتھ اپنے پہلے اشتہار میں جواب دیا ہے۔ امید تھی کہ مرزائی پارٹی ہمارے طرز تحریر سے سبق لے گی اور انداز گفتگو بدل دے گی۔ مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ پہلے سے کہیں زیادہ ہی رسالہ میں تہذیب اور شائستگی کا خون کیا گیا ہے۔ مونگیری علماء اور مشائخ کے شان میں عموماً اور شمس العلماء مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اور مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری اور استاذی المکرّم مولوی سید محمد انور حسین صاحب پروفیسر ڈی جے کالج مونگیر کے شان میں خصوصاً دل کھول کر بدزبانی اور تبرّابازی کی گئی ہے۔ مرزائیوں کی تہذیب تو پہلے اشتہار اور اس رسالہ سے ظاہر ہے۔ ہم آپ کو مرزا قادیانی کی تہذیب کا نمونہ دکھلاتے ہیں۔

آپ (قصیدہ اعجازیہ ص۶۹، خزائن ج۱۹ ص۱۸۱) میں سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھتے ہیں:

وشتان ما بینی وبین حسینکم   فانی أوئد کل اٰن وانصر

واما حسین فاذکروا دشت کربلا   الٰی ھذہ الایام تبکون فانظروا

انہی کا لکھا ترجمہ یہ ہے: ’’اور مجھ میں اور تمہارے حسین میں بڑا فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے مگر حسن پس تم دشت کربلا کو یاد کرو۔ اب تک تک روتے ہو پس سوچ لو۔‘‘

اور (دافع البلاص ۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳) میں لکھتے ہیں کہ: ’’تم میں ایک ہے جو اس حسین سے بڑھ کر ہے۔‘‘

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شان میں اسی صفحہ میں لکھتے ہیں: ’’خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔‘‘ (ایضاً)

اور (ضمیمہ انجام آتھم ص۵ و۷، خزائن ج۱۱ حاشیہ ص۲۸۹، ۲۹۱) میں لکھتے ہیں کہ: ’’ان (عیسیٰ) کی تین دادیاں ونانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں اور وہ جھوٹ بولتے تھے اور لوگوں کو گالیاں دیا کرتے تھے اور یہود ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔‘‘

اور سید المرسلین، شفیع المذنبین، حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کی عالی شان میں بعض پیش گوئیوں میں غلطی کا احتمال بیان کر کے یوں لکھتے ہیں: ’’اور اسی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئے ہو اور نہ دجال کے ستر باع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے۔ اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔‘‘

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: ’’آنحضرت ﷺ دجال، خر دجال، دابۃ الارض، ابن مریم، یاجوج ماجوج کی حقیقت کما حقہ نہیں جانتے تھے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نہیں جانتے تھے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی جانتے ہیں۔‘‘ (ازالۃ الاوہام ص۶۹۱، خزائن ج۳ ص۴۷۳)

یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے مگر مرزا قادیانی کے اس قسم کے سب اقوال بیان کئے جائیں تو ایک مستقل رسالہ تیار ہو جاوے۔ مرزا قادیانی کے ان اقوال کے دیکھنے کے بعد مرزائیوں پر بدزبانیوں کا الزام دینا فضول ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ جھٹ سے یہ جواب دے دیں گے:

ما مریدان رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں　　رو بسوئے خانۂ خمار وارد پیرما

ہر چند بعض احباب کی یہ رائے ہوئی کہ بحکم ’’کلوخ انداز را پاداش سنگ است‘‘ انہیں کے ابتداء کئے ہوئے انداز پر جواب دیا جائے۔ مگر میں نے اپنے شریفانہ انداز تحریر کو بدلنا پسند نہیں کیا اور ان کی بدتہذیبیوں کے جواب میں یہ لکھنا مناسب سمجھا:

ولقد امر علی اللئیم یسبنی فمضیت ثمہ قلت لا یعنینی

ہر چند میں نے اپنے اشتہار مؤرخہ میں نے اپنے اشتہار مؤرخہ ۲۷/دسمبر ۱۹۱۰ء میں مرزا قادیانی ہی کی تحریروں سے اپنے اس دعوے کو بوجہ احسن ثابت کر دیا ہے کہ آخری فیصلہ دعاء مرزا ہے۔ مگر مرزائیوں نے یا تو سمجھا نہیں یا سمجھ بوجھ کر کتمان حق کی کوشش کر رہے ہیں۔ بہر کیف میں پھر اپنے دعویٰ کو تفصیل اور توضیح کے ساتھ ثابت کرتا ہوں اور نفسی اور آفاقی دونوں قسم کی دلیلیں پیش کرتا ہوں۔ **وباللہ التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق!**

مرزا قادیانی آخری فیصلہ میں لکھتے ہیں:

۱...... ''پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ (مولوی ثناء اللہ صاحب) پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیش گوئی نہیں محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں۔''

(مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۷۰۵ جدید، مجموعہ اشتہارات قدیم ج سوم ص۵۷۸)

۲...... ''اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔''

(مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۷۰۶ جدید، مجموعہ اشتہارات قدیم ج سوم ص۵۷۹)

۳...... ''اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد وکذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان جماعت کو خوش کر دے۔''

(مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۷۰۵ جدید، مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۵۷۹ قدیم)

۴...... ''اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت در مفسد وکذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلاء کرائے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین!

(مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۷۰۶ جدید، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۷۹ قدیم)

مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی محض دعا کے طور پر اس کو لکھا ہے اور اشتہار میں کہیں اشارۃً وکنایۃً بھی مباہلہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔ جو اس پر بھی نہیں سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے۔

۲...... (بدر۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء) میں مرزا قادیانی کا یہ قول درج ہے: ’’ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ ہماری توجہ اس کی طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا کہ: ’’اجیب دعوۃ الداع اذا دعان‘‘ صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابۃ دعا ہی ہے باقی سب اس کی شاخیں ہیں۔‘‘ (ملفوظات ج۵ ص۲۰۶ جدید، ملفوظات ج۹ ص۲۶۸ قدیم)

اس عبارت سے تین باتوں کا کیسا صاف ثبوت ہے: (۱) آخری فیصلہ دعا ہے (۲) دعا کے وقت تو الہام یا وحی نہیں ہوئی تھی مگر دعا کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دعا وحی کے مطابق ہے اب اس کو پیش گوئی کہنا صحیح ہے۔ (۳) اس دعا کے قبول کرنے کا خدا نے وعدہ کرلیا ہے۔

۳...... مرزا قادیانی نے ۴/اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں مولوی ثناء اللہ صاحب پاس کتاب حقیقت الوحی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ جب مولوی صاحب نے بذریعہ رجسٹری خط کے طلب کیا تو اس کا جواب (بدر قادیان ج۶ نمبر۲۴ ص۲ کالم نمبر۱، مؤرخہ ۱۳/جون ۱۹۰۷ء) میں یوں شائع ہوا: ’’آپ کی طرف کتاب حقیقت الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا جب کہ آپ کو مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا تاکہ مباہلہ سے پہلے آپ کتاب پڑھ لیتے۔ مگر چوں کہ آپ نے اپنے واسطے تعین عذاب کی خواہش ظاہر کی اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا اور حضرت حجۃ اللہ کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعاء کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔‘‘

اس خط میں بھی چند باتوں کا بیّن ثبوت ہے: (۱) آخری فیصلہ دعا ہے۔ (۲) یہ دعاء مشیت ایزدی کے مطابق ہے۔ (۳) مولوی صاحب کے انکار مجریہ ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء کا اس دعا پر کچھ اثر نہیں ہوا۔ بلکہ مرزا قادیانی اس دعا کو مولوی صاحب کے انکار کے بعد بھی فیصلہ کن جانتے رہے۔

مونگیری مرزائیوں نے مذکورہ بالا تینوں ثبوت کو طرح طرح کی غلط بیانیوں سے ملتبس کر کے آخری فیصلہ کو مردود ثابت کرنے کی بے سود کوشش کی ہے۔ چنانچہ نمبر اوّل کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ آخری فیصلہ دعوت مباہلہ ہے اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے انکار کی وجہ سے مباہلہ نہ ہوا۔ پس مرزا قادیانی کی موت اس دعا کے اثر سے نہیں سمجھی جائے گی۔ اس رسالہ میں اسی ایک بات پر بہت زور لگایا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو دعوت مباہلہ کہنا یا تو لفظ مباہلہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی سے ناواقفیت ظاہر کرنا ہے یا اپنے کو ''**یحرّفون الکلم عن مواضعہ**'' کا مصداق بنانا ہے۔ اس لئے کہ یہ دعا نہ تو لغت کے رو سے دعوت مباہلہ ہوسکتی ہے اور نہ شریعت کی رو اسلامی ہو یا مرزائی۔ (۱) لغت میں مباہلہ کے معنی فریقین میں سے ہر ایک کا دوسرے پر لعنت کرنا ہے۔ (صراح) (۲) اسلامی شریعت میں مباہلہ کا طریق یوں مذکور ہے کہ فریقین اپنی اپنی اولاد اور عورتوں کے ساتھ میدان مباہلہ میں آکر جھوٹے پر لعنت کریں۔ **کما قال اللہ تعالیٰ!**

یعنی جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس بات میں بعد اس کے کہ پہنچ چکا تجھ کو علم تو تو کہہ آؤ بلاویں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان۔ پھر دعا کریں اور لعنت ڈالیں اللہ کی جھوٹوں پر۔ (آل عمران) تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں لکھا ہے کہ مطابق حکم اس آیہ کریمہ کے آنحضرت ﷺ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور دونوں صاحبزادے حضرت سیدامام حسن اور حضرت سیدنا امام حسین اور حضرت سیدعلی رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ لے کر میدان مباہلہ میں تشریف لے گئے۔

مرزا قادیانی اس دعا میں نہ تو اپنی اولاد اور عورتوں کا ذکر کرتے ہیں اور نہ مولوی صاحب کے اہل وعیال کا بلکہ مولوی صاحب کو تو دعا کرنے کو بھی نہیں لکھتے ہیں۔ خود تنہاء دعا کر رہے ہیں۔ کوئی ایماندار مباہلہ کے لغوی معنی اور اس آیہ کو پیش نظر رکھ کر آخری فیصلہ کو دعوت مباہلہ کہہ سکتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔

۳...... مرزا قادیانی (ضمیمہ انجام آتھم ص۳۵، ۳۶، خزائن ج۱۱ ص۳۱۹، ۳۲۰) میں مباہلہ کا مسنون طریقہ یوں بیان کرتے ہیں: ''یہ بھی یاد رہے کہ اصل مسنون طریقہ مباہلہ میں یہی ہے کہ جو لوگ ایسے مدعی کے ساتھ مباہلہ کریں جو مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ رکھتا ہو اور اس کو کافر

یا کاذب ٹھہراویں وہ ایک جماعت مباہلین کی ہو صرف ایک یا دو آدمی نہ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آیہ کریمہ: ’’فقل تعالوا‘‘ میں تعالوا کو بصیغہ جمع بیان فرمایا ہے۔ سوا سے اس جمع کے صیغہ سے اپنے نبی کے مقابل پر ایک جماعت مکذبین کو مباہلہ کے لئے بلایا ہے نہ شخص واحد کو۔‘‘

پھر یہ لکھتے ہیں: ’’جس میں یہ صریح فائدہ ہے کہ جو امر خارق عادت بطور عذاب مکذبین پر نازل ہو وہ مشتبہ نہیں رہے گا مگر ایک شخص میں مشتبہ رہنے کا احتمال ہے۔ مرزائیوں کو اگر قرآنی تعلیم پر ایمان نہیں ہے تو مرزائی تعلیم پر تو ایمان ہے مرزا قادیانی ہی کے بتائے ہوئے طریق مسنون کی رو سے آخری دعائے مباہلہ ہونا ثابت کریں۔ ورنہ چلو بھر پانی میں ڈوب مریں۔ شرم شرم شرم!‘‘

بے چارے حکیم خلیل کی حالت پر تو چنداں افسوس نہیں کیونکہ وہ تو خود اقراری فوٹو گراف ہیں: ’’آں چہ بستند براں نقش ہماں مے گوید‘‘ کے مصداق ہیں خود نہیں سمجھ سکتے کہ کس قسم کی آواز ان کے منہ سے نکل رہی ہے۔ افسوس تو ان مدعیان علم وفضل پر ہے جو بفحوائے ’’حبک الشئی یعمی ویصم‘‘ اندھے بہرے ہو رہے ہیں نہ اسلامی کتابیں دیکھتے ہیں اور نہ مرزائی بے تال وسر کی آوازیں اپنے معتقدین کے کانوں میں بھر کر ’’ضلّوا فاضلوا‘‘ کے مصداق بن رہے ہیں۔ ذرا کوئی ان بھلے مانسوں سے یہ تو پوچھے کہ جب آپ کو قادیانی رسول ہی مباہلہ میں جماعت کا ہونا شرط کر رہے ہیں اور ایک دو شخص کے ہونے کی نفی کرتے ہیں تو فقط مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ میں تنہا دعا کرنا مباہلہ کیوں کر ہوا۔ ’’اف لکم اف لکم‘‘ میں ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ کوئی مرزائی مونگیری ہو یا بھاگلپوری دہلوی ہو یا قادیانی اس آخری فیصلہ کو کسی طرح دعائے مباہلہ نہیں ثابت کرسکتا ہے۔ ’’ولو کان بعضهم لبعض ظهيرا‘‘

اور یہ کہنا کہ مباہلہ میں دعا ہی تو کی جاتی ہے۔ اس بات کی دلیل ہے کہ دعا اور مباہلہ میں جو نسبت ہے سمجھ میں نہیں آئی کیا یہ معلوم نہیں ہے کہ صدق عام مستلزم صدق خاص کو نہیں ہے۔

اور یہ کہنا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کو مباہلہ کہا ہے اور اس کو دعوت مباہلہ سمجھ کر اپنی منظوری یا نامنظوری کی ضرورت سمجھی۔ محض ابلہ فریبی ہے۔ مولوی صاحب نے ہرگز اس کو دعائے مباہلہ نہیں سمجھا ہے۔ اس لئے کہ وہ ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء کے پرچہ اہل حدیث

میں اپنے تمہیدی بیان میں صاف لکھ رہے ہیں: ’’کرشن جی نے خاکسار کو مباہلہ کے لئے بلایا جس کا جواب ۱۹؍اپریل کے پرچہ اہل حدیث میں مفصل دیا گیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں حسب اقرار خود تمہارے کذب پر حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔ بشرطیکہ تم پہلے یہ بتاؤ کہ اس حلف کا نتیجہ کیا ہوگا (ایسا نہ ہو کہ مجھ کرزکام ہو جائے تو آپ جھٹ سے اسے اپنے مباہلہ کا اثر بنا لیں۔ اس لئے بغرض تصفیہ اس کی تعیین پہلے سے ہو جائے تو بہتر ہے) اس کے جواب میں کرشن جی نے ایک اشتہار دیا ہے جو بقول شخصے سوال از آسمان و جواب از ریسمان ہے۔‘‘

پھر جواب اشتہار میں یہ لکھتے ہیں کہ: ’’کرشن جی دعا کرتے ہیں کہ جھوٹا سچے سے پہلے طاعون یا ہیضہ وغیرہ میں مرجائے۔‘‘

پھر لکھتے ہیں کہ: ’’اس مضمون کو بطور الہام کے شائع نہیں کیا بلکہ یہ کہا ہے کہ کسی الہام یا وحی کے بناء پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر تم مر گئے تو تمہارے دام افتادہ یہ عذر کریں گے کہ حضرت صاحب کا یہ الہام نہیں تھا بلکہ محض دعا تھی۔‘‘

پھر لکھتے ہیں کہ: ’’ایسے وقت میں ہیضہ وغیرہ کی دعا محض حسن بن صباح کی دعا کی طرح ہے۔ مولوی صاحب کی ان تصریحات کے بعد کوئی ایماندار یہ کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے آخری فیصلہ کو دعوت مباہلہ سمجھا تھا۔ اگر ایسا سمجھتے تو پھر حسن بن صباح کی دعا کی طرح کیوں ٹھہراتے کیا اس نے بھی جہاز ڈوبتے وقت کسی سے مباہلہ کیا تھا۔‘‘

(نوٹ) حسن بن صباح نے جب دیکھا کہ جہاز ڈوبنے لگا تو بلند آواز سے کہہ دیا کہ مجھے الہام ہو رہا ہے جہاز نہیں ڈوبے گا جس سے اس کی یہ غرض تھی کہ اگر ڈوب گیا تو سب مرجائیں گے۔ کون میرے...... سبب الزام دے گا اور اگر بچ رہا تو سب معتقد ہو جائیں گے۔

پھر آخر میں انہوں نے مرائیوں کو مخاطب کر کے یہ پوچھا ہے کہ کسی نبی نے اس طرح اپنے مخالفوں کو اس طریق سے فیصلہ کرنے کی طرف بلایا ہے؟ بتلاؤ تو انعام پاؤ۔

اگر مولوی صاحب اس کو دعوت مباہلہ سمجھتے تو ایسا کیوں پوچھتے کیا آیہ مباہلہ ان کو معلوم نہ تھی اور اگر ہم فرض کرلیں کہ اس تحریر کے وقت ان کو یاد نہ پڑی تو ان کو جواب میں یہ کیوں نہیں لکھا گیا کہ یہ تو دعوت مباہلہ ہے اور مباہلہ کی پسند قرآن مجید میں موجود ہے۔ مولوی صاحب نے اس دعا کو حسن بن صباح کی دعا کی طرح بنا کر انکار کی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ

اگر مخالف مرگیا تو تمہاری چاندی ہے (مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو مخلوق خدا کے گمراہ کرنے کے لئے ایک بات مل جائے گی اور اگر خود بدولت خس کم جہاں پاک ہوگئے تو کون قبر پر لات مارنے آئے گا۔ مرزا قادیانی اور ان کے حواریوں کا فرض تھا کہ اسی وقت مولوی صاحب کی باتوں کا جواب دے کر ثابت کردیتے کہ یہ دعوت مباہلہ ہے (اگر اس کا دعوت مباہلہ ہونا ممکن تھا) اب اس کی کوشش کرنا محض بے نتیجہ:

لن یصلح العطار ما افسد الدھر

علاوہ اس کے یہ آخری فیصلہ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع کیا گیا ہے اور اس سے کہیں پیشتر گورنمنٹ نے مرزا قادیانی کو درخواست مباہلہ کرنے سے روک دیا تھا اور مرزا قادیانی نے بھی معاہدہ کرلیا تھا جب کہ (اعجاز احمدی مطبوعہ ۱۰/نومبر ۱۹۰۲ء ص۱۴، خزائن ج۱۹ ص۱۲۲) میں مولوی ثناء اللہ صاحب سے مباہلہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''ہم موت کے مباہلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کرسکتے کیونکہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے۔ ہاں! مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفوں کو منع نہیں کہ ایسے چیلنج سے ہمیں جواب دینے کے لئے مجبور کریں۔''

اس عبارت سے یہ ثابت ہوگیا کہ مرزا قادیانی نے دعوت مباہلہ نہیں کی اور نہ وہ کرسکتے تھے۔ ''اذا عھد غدر'' کی پرواہ نہ تھی مگر گورنمنٹ کا خوف تو تھا اگر ایسا کرتے تو فوراً گورنمنٹ کے مواخذہ میں آجاتے۔

باقی رہی یہ بات کہ مولوی صاحب نے مرقع وغیرہ میں اس کو کہیں کہیں مباہلہ کہہ دیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے بھی عبدالحق غزنوی کے یکطرفہ دعا کرنے کو مباہلہ کہا ہے۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱، خزائن ج۱۱ ص۳۰۵) میں لکھتے ہیں کہ: ''اس بات کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں نے کبھی عبدالحق پر بددعا نہیں کی۔''

پھر (ص۲۵ سے ۳۳، خزائن ج۱۱ ص۳۰۹ تا ۳۱۷) تک ان باتوں کو شمار کر کے لکھتے ہیں کہ: ''یہ دس برکتیں مباہلہ کی ہیں جو میں نے لکھی ہیں۔''

علاوہ اس کے محمد حسن فیضی ساکن بھین، چراغ دین جموی وغیرہ کے واقعات کو مرزا قادیانی مباہلہ ہی کہتے ہیں۔ دیکھو (حقیقت الوحی، نزول المسیح) وغیرہ)۔ یہ سب کس قسم کے مباہلے ہیں۔ اصلی ہیں یا غیر اصلی (نقلی) اگر اصلی ہیں تو مرزا قادیانی کے بتلائے ہوئے طریق مسنون کو ان پر مطابق کر کے دکھلانا چاہئے اور اگر غیر اصلی (نقلی) ہیں تو کیا غیر اصلی (نقلی) مباہلہ صحیح اور برحق ہوتا ہے؟ اور ثبوت ودلیل سچائی کے اظہار کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ شرم شرم! اصلی کے مقابلہ میں نقلی بولنا۔ منقول اور حقیقت ومجاز کی بحث کو بھول جانا اور نیز اصلی کو مباہلہ کی صفت ٹھہرانا خوش فہمی کی دلیل ہے۔ اتنی ہی بضاعت اور اہلیت پر اپنے خصم کو نااہل قرار دینا اسی مابہ پر علماء اسلام ومشائخ کرام کو للکارنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ ایاز قدر خود بشناس۔ اگر اصلی معنی کی ترکیب سمجھ میں نہیں آئی تھی تو دہلوی نقال (جو اپنے پرچہ میں اپنے کو ناقل نقل لکھا کرتے ہیں) سے ہی پوچھ لیتے وہ بھی اگر نہیں بتا سکتے تو خلیفہ جی ہی سے دریافت کر لیتے وہ تو بڑے علامہ ہیں۔

علاوہ اس کے ہم اس لفظی بحث کو چھوڑتے ہیں ہمیں اس سے مطلب نہیں مباہلہ سے یا دعوت مباہلہ ہمیں تو اس کے مطلب سے مطلب ہے۔ وہ یہ کہ مرزا قادیانی نے دعا کی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے خدا نے اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا بلکہ ظہور بھی کر دیا۔ فالحمدللہ!

نمبر(۲) کی نسبت یہ جواب دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے اس جملہ (بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی) کا یہ مطلب ہے کہ اس دعوت مباہلہ کی بنیاد خدا کی طرف سے رکھی گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جواب مبنی ہے آخری فیصلہ کے دعوت مباہلہ ہونے پر اور جب اس کا دعوت مباہلہ ہونا بدلائل قاطعہ باطل ہوگیا تو یہ جواب بھی باطل ہوٹھہرا، اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ آخری فیصلہ خدا کے حکم (وحی) کی بنا پر شائع کیا گیا ہے اور جو بات الہام یا وحی یا پیش گوئی کی بنا پر شائع کی جائے۔ اس میں کسی کی منظوری یا نامنظوری کو دخل نہیں۔ نتیجہ صاف ہے کہ آخری فیصلہ میں کسی کی منظوری یا نامنظوری کو دخل نہیں۔ وہوالمراد!

یہ قیاس اقترانی کی بدیہی الانتاج شکل ہے۔ صغریٰ مرزا قادیانی کا قول ہے۔ کبریٰ مرزائیوں کا مسلمہ کلیہ ہے۔ جو اس رسالہ کے (ص۲۰) میں درج ہے۔ شرائط انتاج

موجود ضرب منتج نتیجہ کے تسلیم میں کیا عذر ہوسکتا ہے۔ یہ سیدھی منطق ہے۔ الٹی سمجھ میں نہ آوے تو کسی کا کیا قصور:

فہم سخن تا نکند مستمع قوت طبع از متکلم مجو

کیا اب بھی کوئی مرزائی جس کو فن منطق میں ذرا بھی دخل ہوگا۔ اس بدیہی ثبوت کا انکار کر کے آخری فیصلہ میں مولوی صاحب کی منظوری کا شرط ہونا زبان پر لائے گا۔ اس دعا کے فیصلہ کن نہ ہونے پر مولوی صاحب کے قول کو پیش کرنا اور مرزا قادیانی کی قسم کھا کر اس فیصلہ کی حقیقت بتانے کو (جیسا کہ آیہ مندرجہ عنوان آخری فیصلہ سے ظاہر ہے) چھپا دینا دجل نہیں ہے تو کیا ہے۔ مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ اس کی بنیاد خدا کی طرف سے رکھی گئی ہے۔ صحیح ہے یا غلط بر تقدیر اوّل کیا خدائی حکم ثنائی انکار کی وجہ سے ٹل سکتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ اور بر تقدیر ثانی مرزا قادیانی کا مفتری علی اللہ ہونا ثابت ہے۔ وہو المراد!

(بدر قادیان ج۶ نمبر۱۷ ص۷ کالم نمبر۲، مؤرخہ ۲۵؍اپریل ۱۹۰۷ء) کے حوالہ کا مطلب یہ ہے کہ آخری فیصلہ میں مرزا قادیانی نے یہ لکھا تھا کہ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں اور اس پرچہ میں یہ ظاہر کیا ہے کہ اس کی بنیاد خدا کی طرف سے رکھی گئی ہے۔ یعنی یہ آخری فیصلہ خدا کے حکم سے شائع کیا گیا ہے تاکہ پیش گوئی بھی ہو جاوے۔ افسوس کہ ایسی صاف اور صریح بات بھی مرزائیوں کی سمجھ میں نہیں آتی۔ ’’**مالھؤلاء القوم لایکادون یفقھون حدیثا**‘‘

مرزا قادیانی کے آخری مضمون سے بعض جملہ کو اڑا کر بیان کرنا ویسا ہی ہے جیسا کہ ایک کانے یہودی نے آیہ رجم پر ہاتھ رکھ کر ماقبل ومابعد کا مضمون پڑھ دیا تھا۔ مرزا قادیانی کا پورا مضمون یہ ہے: ’’بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۷۹)

کوئی دانا یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مولوی صاحب منظور کریں گے تو فیصلہ ہوگا ورنہ فیصلہ نہ ہوگا۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ فقرہ جلی کو بغور دیکھنا چاہئے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ مولوی صاحب منظور کریں یا نہ کریں ہر حالت میں خدا فیصلہ کر دے گا جو

باتیں پبلک میں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں تراش خراش کرنا اپنے کو: ''چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد'' کا مصداق بنانا ہے۔

نمبر(۳) کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ مشیت ایزدی نے دوسری راہ سے پکڑا یہ جملہ اعلان باردوم کی طرف اشارہ ہے اور یہی اعلان باردوم ہی آخری فیصلہ ہے اور سابق فیصلہ آخری فیصلہ نہ رہا۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے اشتہار میں بھی اعلان باردوم کا ذکر ہے اور اس رسالہ میں بھی۔ مگر اعلان باردوم کا مضمون کسی میں بیان نہیں کیا جاتا ہے۔ تکرار مضامین اور خارج از بحث باتوں کے عوض اعلان باردوم کا بلفظہٖ نقل کرنا ضروری تھا تاکہ ناظرین کو اس قسم کی باتوں کی تصدیق کا موقع ملتا۔ یہ بات محض دروغ بے فروغ ہے کہ (بدر قادیان ج۶ ش۲۴، ص۲، مؤرخہ ۱۳رجون ۱۹۰۷ء) کے مضمون کا اشارہ اعلان باردوم کی طرف ہے بلکہ اس سے مراد آخری فیصلہ مؤرخہ ۱۵راپریل ہے۔ دیکھو اس جملہ کا اشارہ کہ: ''کتاب حقیقت الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا جب کہ آپ کو مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا۔''

اس مضمون کی طرف اشارہ ہے جس کا جواب مولوی صاحب نے ۱۹راپریل کے اہل حدیث میں دیا ہے اور اس جملہ کا اشارہ ''مگر چونکہ آپ نے اپنے واسطے تعیین عذاب کی خواہش ظاہر کی۔'' اس مضمون کی طرف سے جو مولوی صاحب نے لکھا تھا کہ مباہلہ کا اثر کیا ہوگا۔ پہلے بتادو ایسا نہ ہو کہ مجھے زکام ہو جائے اور آپ جھٹ سے اپنے مباہلہ کا اثر بنائیں۔ اس لئے بغرض تصفیہ اس کی تعیین پہلے ہو جائے تو بہتر ہے اور ان جملوں کا اشارہ ''اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا اور حضرت حجۃ اللہ کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔''

اسی آخری فیصلہ کی طرف ہے۔ یعنی جب آپ نے مباہلہ کرنے میں تعیین اثر چاہی تو مشیت نے مباہلہ کے طریق کے سوا دوسرے راہ سے یعنی آخری فیصلہ کی راہ سے آپ کو پکڑا اس لئے کہ یہ محض دعا ہے اس میں آپ کو گفتگو کی کوئی گنجائش نہیں۔ ایسی صاف صاف عبارت کے مطلب کو بگاڑنے کی جرأت مرزائی پارٹی کے سوا کوئی حیادار نہیں کرسکتا ہے۔ بھلا کوئی مرزائی یہ تو ثابت کرے کہ اعلان باردوم کے طریق فیصلہ کو مرزا قادیانی نے مشیت ایزدی کی بناء پر بنایا ہے اور اس میں کوئی خاص دعا مولوی ثناء اللہ صاحب کے لئے ہے۔

علاوہ اس کے اعلان بار دوم کا فیصلہ کن ہونا تو اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ فریق مرزا قادیانی کے اس الہام: ''**انی احافظ کل من فی الدار واحافظک خاصة**'' (مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۵۸۱) کے جھوٹ ہونے پر قسم کھائے اور اپنے لئے بھی اسی قسم کے الہام کا دعویٰ کرے۔ قسم نہیں کھانے اور ایسا دعویٰ نہیں کرنے کی صورت میں مشیت ایزدی کے پکڑنے کی کیا وجہ ہے؟ مرزائیوں نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ مولوی صاحب نے اعلان بار دوم کو بھی نامنظور کیا۔ پھر باوجود نامنظور کرنے کے یہ لکھنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا۔

مرزائیوں میں اگر کچھ بھی دیانت ہے تو اعلان بار دوم میں یہ مضمون دکھلائیں کہ یہ اعلان بار دوم آخری فیصلہ کا ناسخ ہے اور مرزا قادیانی نے اس اعلان بار دوم کو آخری فیصلہ قرار دیا ہے: ''**فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار**'' آخری فیصلہ کے بعد اعلان بار دوم شائع کرنا بچند وجوہ مرزا قادیانی کے خبط الحواسی کی دلیل ہے۔

۱...... آخری اس چیز کو کہتے ہیں جس کے بعد کچھ نہ ہو۔ پس آخری کے بعد اعلان بار دویم لکھنا غلط۔

۲...... مرزا قادیانی نے مولوی صاحب کو مباہلہ کے لئے بلایا۔ دیکھو (بدر قادیان ج۶ نمبر۱۴ ص۴،۵، مؤرخہ ۴؍اپریل ۱۹۰۷ء) جب مولوی صاحب نے مباہلہ کے اثر کی تعین چاہی تو مبہوت اور عاجز آکر آخری فیصلہ شائع کر دیا۔ اس کے بعد یہ اعلان بار دوم کیا۔ اس حساب سے یہ اعلان سوم ہوا نہ کہ دوم۔

۳...... سرخی میں تو اعلان بار دوم لکھا ہے اور اس کا مضمون کہتا ہے کہ یہ اعلان اوّل ہے۔ اس لئے کہ اس اعلان میں یہ لکھا ہے کہ: ''اس وقت میں نمونہ کے طور پر خدا کا ایک کلام ان لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔''

کسی چیز کا نمونہ اوّل میں دکھلایا جاتا ہے یا کہ آخر میں؟ مرزائیوں کو فرض تھا اس موقع پر اعلان بار دوم کو بلفظہ نقل کر دیتے تاکہ ناظرین کو فریقین کے کلام جانچنے کا موقع ملتا۔ اعلان بار دوم کا ذکر کرنا اور اس کے مضامین کو چھپانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ دال میں کالا ہے:

خامشی بے سبب نہیں غالب کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

یہ جملہ کہ ’’اب فیصلہ خدا کے ہاتھ چلا گیا ہے۔‘‘ بدر۱۳؍جون کے مذکورہ بالا مضمون کا خلاصہ ہے اس لئے کہ باوجود وعدہ کرنے کے کتاب نہ بھیجنے اور مشیت کے پکڑ نے پر ٹال دینے کا مطلب یہی ہے۔ اعلان باردوم کا اجمالی جواب مرقع بابت ماہ اگست ۱۹۰۷ء میں موجود ہے۔ کبڑے کا قصہ بیان کر کے نتیجہ بھی بنا دیا ہے اور یہ لکھ دیا ہے کہ اس الہام کا مفصل جواب اہل حدیث ۱۰؍مئی ۱۹۰۷ء میں دیا جا چکا ہے لیکن جو لوگ ’’ختم اللّٰہ علٰی قلوبھم وعلٰی سمعھم وعلٰی ابصارھم غشاوۃ‘‘ کے زیر اثر آ چکے ہیں۔ وہ کیوں کہ سمجھ سکتے ہیں۔

مرزائیوں نے اپنے پہلے اشتہار میں اس بات پر بہت زور دیا تھا اور بار بار لکھا تھا کہ مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ: ’’حرام زادے کی رسی دراز ہوتی ہے۔‘‘

جب بعض مرزائیوں سے کہا گیا کہ اس کا ثبوت دو تو گرگٹ کی طرح رنگ بدل کر مولوی صاحب کے ہواخواہوں کی طرف منسوب کر دیا۔ مگر اب شاید رسی کی درازی کا مطلب سمجھ کر اس کے ثبوت دینے سے بھی انکار کیا جاتا ہے۔ اور یہ کہہ کر جان چھڑائی جاتی ہے کہ ہم اس امر پر زور دینا نہیں چاہتے مگر اس کہنے سے جان نہیں چھوٹ سکتی ہے یا تو مولوی صاحب یا ان کے کسی ہواخواہ کا لکھنا ثابت کیا جائے یا بحکم ’’کفٰی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع‘‘ کاذب ہونے کا اقرار کیا جائے۔

ناظرین! مرزائیوں نے جتنے وجوہ آخری فیصلہ کے مردو ثابت کرنے کے لئے پیش کئے تھے سب کے سب بدلائل قاطعہ باطل ہو گئے اور یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی کہ آخری فیصلہ دعائے مرزا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ضلالت سے بچانے کے لئے قبول فرمایا۔ جیسا کہ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کی اس دعا کو قبول فرمایا تھا ’’اللھم من کان منا کاذباً فاھنہ فی ھذالمواطن‘‘ (براہین نمبر۳ ص۱۶، خزائن ج۱۷ ص۴۰۲) اور حق و باطل میں سچا فیصلہ کر دیا۔

نظم

ہوا ہے فیصلہ سچا نہیں جھگڑا رہا باقی
کہ کاذب مرگیا صادق ہے از فضل خدا باقی

دعا تھی مفتری پر موت آئے یا کوئی آفت
کہ تا ہوا مر حق ظاہر نہ رہ جائے خفا باقی

مرا فرزند پہلے سولھویں دن بعد شادی کے
گئے دنیا سے پھر مرزا رہا کیا ماجرا باقی

ثناءاللہ زندہ ہیں ابھی تک فضل باری سے
قیامت تک رہے فیضان ان کا یا خدا باقی

دعا کی دونوں شق پوری ہوئیں کیسی صفائی سے
کہو مرزائیو اب تک ہے تاثیر دعا باقی

ہوا جب فیصلہ آخر تو پھر اعلان ثانی کیا
ذرا سوچو اسے رکھتے ہو گر فہم وذکا باقی

خدائی فیصلہ پر کیوں نہیں ایمان لاتے ہو
اگر رکھتے ہو اپنے دل میں کچھ خوف خدا باقی

خدایا دوم مرزا سے چھڑ میرے عزیزوں کو
نہ رکھ تو دل میں ان کے حب مرزا اک ذرا باقی

مضامین مذکورہ بالا کے سوا اور باتیں جو مرزائی رسالہ میں مذکور ہیں خارج از مبحث ہیں۔ ان کا جواب دینا مجھ پر ضروری نہ تھا۔ مگر صرف اس خیال سے کہ سکوت کرنے کی صورت میں مرزائیوں کو عوام میں اس کہنے کا موقعہ مل جائے گا کہ ہماری فلاں فلاں باتوں کا جواب نہیں دیا گیا۔ اس لئے بقیہ باتوں کا جواب بالاختصار دیا جاتا ہے اور اس بات سے مطلع کیا جاتا ہے کہ آئندہ خارج از مبحث باتوں کے جواب کی طرف سے مطلقاً توجہ نہیں کی جائے گی۔

مولوی ثناءاللہ صاحب پر نکتہ چینی کرنے کی غرض سے وہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں جو ان کو مخالفوں نے ان کی شان میں لکھے ہیں۔ مگر ایک لفظ جو مرزائیوں کے لئے بہت مفید تھا نہیں معلوم کیوں چھپا دیا گیا ہے۔ ان کے مخالفوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولوی ثناءاللہ صاحب مرزائی ہیں۔ مولوی صاحب کے مخالفوں کا یہ قول صحیح ہے یا غلط بر تقدیر اوّل مرزا قادیانی پر معترض ہونے کے کیا معنی؟ بر تقدیر ثانی دوسرے لفظوں کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔ مرزائیوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولوی ثناءاللہ صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ رہنے کے قائل نہیں ہیں۔ (اوّل تو یہ محض جھوٹ ہے مولوی صاحب موصوف نے تفسیر ثنائی جلد دوم میں مرزا قادیانی کی تمام پیش کردہ آیات متعلقہ وفات مسیح کا مفصل جواب حیات مسیح کا ثبوت کافی دیا ہے۔ علاوہ اس کے ریاست رام پور میں خاص اسی مسئلہ میں بحث تھی جس

میں مرزائیوں کو شکست فاش ہوئی اور نواب صاحب رام پور نے مولوی صاحب کو ایک سرٹیفکیٹ دیا جو یہ ہے)

حضور نواب صاحب رام پور کا سرٹیفکیٹ

’’رام پور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی۔ مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی اسے بدلائل ثابت کیا ہے۔ ہم ان کے بیان سے محفوظ ومسرور ہوئے۔ (دستخط خاص حضور نواب صاحب بہادر محمد حامد علی خان‘‘

ہم بھی بحکم ’’ھل جزاء الاحسان الّا الاحسان‘‘ مرزائیوں کو مرزا قادیانی کا ایک قول سناتے ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرزا قادیانی مسیح موعود نہیں ہیں اور نہ ابن مریم ہیں اور پیش گوئیوں کی ظاہری معنی کے رو سے دوسرے مسیح موعود کا آنا ممکن ہے اور مرزا قادیانی کو مسیح موعود یا مسیح بن مریم کہنے والا کج فہم اور مفتری وکذاب ہے اور مسیح موعود کے آنے کا انکار کرنے والا مرزا قادیانی کا منکر ہے۔ آپ (ازالۃ الاوہام ص۱۹۰، خزائن ج۳ص۱۹۲) میں لکھتے ہیں: ’’اے برادران دین وعلمائے شرع متین آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہوکر سنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں۔‘‘

پھر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں: ’’میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگائے وہ سراسر مفتری وکذاب ہے۔‘‘ پھر اسی کتاب (ازالہ اوہام ص۲۶۱، خزائن ج۳ص۲۳۱) میں لکھتے ہیں: ’’ہاں! اس بات سے اس وقت انکار نہیں ہوا اور نہ اب انکار ہے کہ شائد پیشین گوئیوں کی ظاہری معنی کے لحاظ سے اور کوئی مسیح موعود بھی آئندہ کسی وقت پیدا ہو۔‘‘

فاتح قادیان کے مطلب سمجھنے میں بھی مرزائیوں نے خوش فہمی کا ثبوت دیا ہے۔ فتح وشکست کی نوعیت جنگ کی نوعیت پر ہے۔ کیا مرزا قادیانی اور مولوی صاحب میں ملکی جنگ تھی

جوان کی اراضی پر قبضہ کر لیتے ان دونوں میں مذہبی جنگ تھی۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے مولوی صاحب کو نمایاں فتح دی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ موضوع مد میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے ہاتھ سے مرزائیوں نے شکست کھائی تو اس داغ کے مٹانے کے واسطے مرزا قادیانی نے اعجاز احمدی لکھی۔ اس کے (ص۱۱، خزائن ج۱۹ص ۱۱۷، ۱۱۸) میں لکھتے ہیں: ''یہی باتیں مولوی ثناء اللہ صاحب نے مقام مد کے مباحثہ میں پیش کی تھیں۔'' پھر دوسطر کے بعد لکھتے ہیں: ''اگر یہ سچے ہیں تو قادیان میں آ کر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا اور آمد و رفت کا کرایہ علیحدہ۔''

پھر (ص ۳۷، خزائن ج۱۹ص ۱۴۷) میں لکھتے ہیں: ''وہ مولوی ثناء اللہ صاحب تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس قادیان میں ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیش گوئیوں کو اپنے قلم سے تصدیق کرنا تو ان کے لئے موت ہوگی۔''

مگر افسوس کہ ۱۰ر جنوری ۱۹۰۳ء کو جب شیر پنجاب للکارتا ہوا قادیان پر حملہ آور ہوا تو مرزا قادیانی کچھ ایسے خوف زدہ اور مرعوب ہوگئے کہ زنانہ مکان سے باہر نہیں نکل سکے شائد انہوں نے اپنے مریدوں کی اس نصیحت پر عمل کیا ہوگا:

تو بازناں بنشیں گر ترا حیا باشد

مولوی صاحب کے قادیان پہنچنے کے وقت سلطان القلم مرزا قادیانی کی مفصل کیفیت دریافت کرنے کے لئے الہامات مرزا (ص۱۰۱ تا۱۰۹) تک دیکھنا چاہئے۔ مولوی صاحب نے رقعہ پر رقعہ لکھا۔ کل شرطوں کو تھوڑی سی اصلاح کے ساتھ منظور بھی کرلیا۔ مگر مرزا قادیانی گھر سے نہ نکلے پر نہ نکلے۔ خیر وہ بے چارے تو اپنی کمزوریوں کی وجہ سے مجبور تھے۔ تعجب تو ان کے حامیوں اور جان نثاروں پر ہے کہ ایسے گاڑھے وقت میں مرزا قادیانی کے کام نہ آئے کوئی صادق دوست نہ تھا جو مولوی صاحب کے مقابلہ میں پیش گوئیوں کی صداقت بوجہ احسن ثابت کر کے ان کا نوردین چمکاتا اور کسی نے اپنا جوہر کمال نہیں دکھایا۔ سب کے سب روباہ صفت بن گئے۔ ہیبت حق اس کو کہتے ہیں:

ہیبت حق ست ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

یہ نہایت ہی سچا واقعہ ہے (مواہب الرحمٰن ص۱۰۹، خزائن ج۱۹ ص۳۲۹) میں اس کی تصدیق موجود ہے۔ ہم کو یہ حق ہے کہ اس موقع پر ہم بھی اس قسم کے جملے استعمال کریں جو بلا وجہ استاذ المکرّم مولوی سید محمد انور حسین صاحب کے شان میں مرزائیوں نے (ص۱) میں استعمال کیا ہے۔ مگر ہم اپنے شریفانہ انداز گفتگو سے باہر جانا پسند نہیں کرتے اور مرزائیوں کو تنبیہاً یہ سنا دیتے ہیں:

بدبو نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہی ویسی سنی

گناہ کبیرہ اور تقویٰ میں جو نسبت ہے اس کو نہیں سمجھ کر اعتراض کرنا منطق دانی کا ثبوت دینا ہے۔ تفسیر بیضاوی وغیرہ دیکھنے میں اگر مجبوری ہے تو تفسیر فتح العزیز فارسی میں ہے ’’ھدی للمتقین‘‘ کی تفسیر دیکھ لو۔

آبی جانور اور دریائی جانور میں فرق کرنے سے مرزائیوں کا ذہن آبی ہے۔ اس لئے ان کے منہ سے کچھوا گھونگہ وغیرہ نکل رہا ہے۔ اس مسئلہ کو مرزا قادیانی نے بھی نہیں سمجھا ہے۔ فتاویٰ احمدیہ میں ایک گول بات لکھ دی ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے معنوی حاشیہ مصفیٰ شرح مؤطا میں اس مسئلہ کو اچھی طرح بیان کر دیا ہے: ’’من شاء الاطلاع علیه فلیرجع الیه‘‘ (اخبار اہل حدیث مؤرخہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۰۹ء) میں اس مسئلہ کا ذکر نہیں ہے۔ مرزائیوں نے محض جھوٹ حوالہ دیا ہے۔

مرزائیوں نے بفحوائے ’’یسعون فی الارض فسادا‘‘ اخبار اہل حدیث کی نکتہ چینی کر کے درمیان احناف اور اہل حدیث کے فتنہ برپا کرانے کی کوشش کی ہے۔ مگر فریقین ان کی چالبازی کو سمجھ رہے ہیں۔ بے شک ہم لوگ کل مقلدین حضرت امام ابوحنیفہؒ کو کل ائمہ مجتہدین میں اعظم اور افضل سمجھتے ہیں۔ مگر انبیاء کرام علیہم السلام اور اہل بیت اطہار اور صحابہ اخیار رضی اللہ عنہم سے افضل نہیں سمجھتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے مذکورہ بالا مہذبانہ کلام کو دیکھنے کے بعد مرزائیوں کے سیدنا امام ابوحنیفہؒ کہنے سے کوئی مسلمان خوش نہیں ہوسکتا ہے چہ جائے کہ مقلد حنفی المذہب:

گر فرق مراتب نکنی زندیقی

اخبار اہل حدیث ودیگر کتب مندرجہ اشتہار کی خریداری کی ترغیب دلانے پر اعتراض کرنا بھی کم فہمی کی دلیل ہے۔ ہمارا ترغیب دلانا قادیانی مشن کے بیخ کن ہونے کی حیثیت سے ہے نہ کسی اور حیثیت سے ’’**لولا الحیثیات لبطل المعقولات**‘‘ منطقیوں کا مشہور مقولہ ہے۔ درمیان اہل حدیث اور احناف کے جزئیات میں کسی قدر اختلاف ہے۔ عقائد میں اختلاف نہیں۔ اس لئے مرزائیوں کے رد میں علماء فریقین ایک دل اور ایک زبان ہیں۔ شمس العلماء مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی نے مرزا قادیانی کے بارہ میں جو فتویٰ لکھا تھا، اس پر مشاہیر علماء احناف نے اتفاق کیا منجملہ ان کے چند کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی، مولانا مولوی عبدالحق صاحب مؤلف تفسیر حقانی، مولانا مولوی محمود حسن صاحب مدرس اوّل مدرسہ دیوبند۔ کیا اس فتویٰ پر دستخط کرنے سے ان بزرگوں پر کوئی اعتراض وارد ہوسکتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔

مسلمانوں کی مسجد میں الّو بولنے اور ایک مسجد ضرار کے آباد ہونے کی جھوٹ بات بنانا اور احمدی پرچہ جس میں تمام مخالفین مرزا قادیانی کو یہودی ٹھہرایا جاتا ہے۔ فخر کرنا اسلامی فرقوں سے تبری ظاہر کرنے کی دلیل ہے۔

انگریزی حدود میں دو چار پرچے جاری کر دینا اور دو چار مقرر انگریزی دانوں کو دام میں لے آنا دلیل حقیقت نہیں ہوسکتی۔

عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرچند بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را

ان باتوں کو ذکر کرتے ہوئے آریہ سماج کے سلسلہ کو دیکھ لینا چاہئے کہ کسی جلسہ میں کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے جلسہ امرتسر کا واقعہ جو (تتمہ حقیقت الوحی ص۳۰[1]، خزائن ج۲۲ ص۴۶۲) میں درج ہے۔ یاد کرنا چاہئے۔

[1] مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’ابھی تک مجھے وہ وقت بھولا نہیں جب میں ایک مجمع میں اسلام کی (غلط بلکہ اپنی) خوبیاں بیان کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس وقت اس جگہ کے اہل حدیث نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا اور کس طرح شور کر کے اور پورے طور پر سفاہت دکھلا کر میری تقریر بند کرا دی اور جب میں سوار ہوا تو اینٹیں اور پتھر میری طرف چلائے اور حکام کی بھی کچھ پرواہ نہ کی۔‘‘

سلطان القلم قادیانی کے سر پر فتح یابی کا تاج رکھتے وقت[1] ۶؍ستمبر ۱۸۹۴ کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ جس کی بابت اتنا ہی کہنا کافی ہے:

نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی

علاوہ اس کے یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ یہ خدائی قانون ہے کہ خدا جس سے چاہتا ہے اپنے دین کا کام لے لیتا ہے۔ دینی تائید اچھے برے میں مابہ الامتیاز نہیں ہوسکتی ہے۔ اس حدیث کو بغور دیکھنا چاہئے جس کا ایک جملہ یہ ہے: ''ان اللہ یؤید الدین بالرجل الفاجر''

مرزا قادیانی کے انتقال کی مفصل کیفیت بدر مؤرخہ ۱۹۰۸ء میں درج ہے اس کو دیکھ کر ہمارا سابق اشتہار دیکھنا چاہئے۔

مناظرۂ منصوری کا حال مستور ہے کسی اخبار کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے جس سے تصدیق کی جاسکے۔ مناظرہ رام پور میں فتح یابی کی سند حضور نواب صاحب بہادر دام اقبالہ کا دیا ہوا سرٹیفکیٹ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو (ص۱۹) کتاب ہذا۔

مناظرہ سورج گڈھ کے التواء کی وجہ سے جان بوجھ کر لاعلمی ظاہر کرنا اپنے خاصہ لازمہ کا ثبوت دینا ہے۔ اصل واقعہ یوں ہے کہ ایک روز مختار سعید الحسن صاحب اور مولوی انور حسین صاحب سے ڈاکٹر اقبال حسین صاحب کے ڈیرہ پر ملاقات ہوئی۔ مختار صاحب نے

[1] مرزا قادیانی نے عبداللہ آتھم کے بارہ میں پیش گوئی کی تھی کہ پندرہ مہینہ میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا اور یہ بھی کہا تھا کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی تو میں ہر سزا کے لائق ہوں۔ میرا منہ کالا کیا جائے، گلے میں رسا ڈالا جائے، پھانسی دی جائے۔ غرض ہر طرح کی سزا کو قبول کیا تھا۔ جب مدت گزر گئی اور عبداللہ آتھم نہ مرا تو عیسائیوں نے بڑی خوشی کی۔ شہر سیالکوٹ میں ریچھ کا سوانگ بنایا ایک شخص کو کمبل میں سر سے پاؤں تک لپیٹ کر اور ریچھ کر چہرہ منہ پر لگا کر نچاتے تھے اور ایک عیسائی قلندر کا بھروپ بھر کر ریچھ کو نچاتا تھا اور گاتا تھا:

ارے سن او رسول قادیانی ۔۔۔ لعین و بے حیا شیطان ثانی
نہ باز آیا تو کچھ بکنے سے اب بھی ۔۔۔ بڑھاپے میں ہے جو جوش جوانی
نچاوے ریچھ کو جیسے قلندر ۔۔۔ یہ کہہ کہہ کر تری مرجائے نانی
نچاویں تجھ کو بھی اک ناچ ایسا ۔۔۔ یہی ہے اب مصمم دل میں ٹھانی

مرزا قادیانی (سراج المنیر ص۴۳، خزائن ج۱۲ ص۸۳) میں اس واقعہ کا اقرار کرتے ہیں۔

مولوی صاحب سے یہ ذکر کیا کہ سورج گڈھ میں احمدیوں اور اہل حدیث سے مناظرہ ہونے والا ہے۔ مختار سید وجاہت حسین صاحب نے مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل امرت سری کو بلانے کا وعدہ کیا ہے۔ ثالث ہندو سناتن دھرم ہوگا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو اس وقت تک اس کی خبر نہیں۔ ہماری رائے میں غیر قوم کا ثالث ہونا جائز نہیں۔ مختار صاحب پرچہ اہل حدیث دیکھنے کے لئے مولوی صاحب کے ساتھ مہولی آئے اور اخی المکرّم شیخ یٰسین احمد صاحب رئیس محلّہ سے بھی اس کا تذکرہ کیا۔ شیخ صاحب نے کہا کہ اس وقت مارکٹ ہوس کے متعلق تصفیہ درپیش ہے۔ آپس میں جھگڑنا مناسب نہیں۔ کچھ دنوں تک مناظرہ ملتوی کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ مختار صاحب اس رائے سے بہت خوش ہوئے اور کہا کہ یہ بہت ہی عمدہ بات آپ نے نکالی ہے۔ مختار سید وجاہت حسین صاحب کو لکھ بھیجئے جواب دیا گیا کہ لکھنے کی ضرورت نہیں جب وہ ہم لوگوں سے مشورہ کریں گے تو یہی رائے دی جائے گی۔ چنانچہ کئی دن کے بعد جب مختار سید وجاہت حسین صاحب مہولی آئے تو مولوی صاحب نے مذکورہ بالا رائے ان پر ظاہر کر دی اور یہ بھی کہا کہ مختار سعید صاحب نے اس رائے کو منظور کیا ہے۔ یہ سن کر وہ بھی راضی ہوگئے اور مناظرہ ملتوی کر دیا گیا۔

پھر سورج گڈھ میں طاعون شروع ہوگیا جو مضمون مختار سید وجاہت حسین صاحب کا لکھا ہوا پیش کیا گیا ہے۔ اس میں بھی تو یہی ہے کہ ہم کو اس وقت مناظرہ کرانا منظور نہیں ہے۔ اس میں مرزائیوں کی کامیابی کیا ہوئی۔ ہاں! یہ چالاکی کی گئی ہے کہ فریق سے لکھا لیا گیا اور خود کچھ بھی نہیں لکھا۔ حالانکہ التواء کی رائے سے پہلے مختار سعید صاحب ہی نے منظور کیا تھا۔ ان سے حلفیہ پوچھ لو۔

بے شک اس امت میں یہودی اور نصاریٰ صفت لوگوں کے پیدا ہونے کی پیش گوئی اس وقت صاف صاف پوری ہو رہی ہے۔ دیکھو ایسے لوگ پیدا ہوگئے ہیں جو یہودیوں کی طرح حضرت مسیح بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین اور تحقیر کر رہے ہیں بلکہ ان کی نانیوں اور دادیوں کو گالیاں دے رہے ہیں اور نصاریٰ کی طرح ایک نہ جائز تثلیث کے قائل ہیں۔ ایک عاجز انسان کو خدا کے لئے بمنزلہ ولد کہتے ہیں اور یہ پیش گوئی بھی پوری ہو رہی ہے، جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ عن قریب میری امت میں تیس کذاب دجال پیدا ہوں گے جو سب کے سب نبوت کے مدعی

ہوں گے۔ حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

حضرت الیاس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمان پر جانے اور وہاں سے اترنے کا ذکر یہودیوں کی کتابوں سے بیان کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اہل کتاب کی روایتوں کی تصدیق سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ پس اس قسم کی روایتیں اہل اسلام پر حجت نہیں ہوسکتی ہیں۔

یہ بات غلط اور محض غلط ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد مسیلمہ کذاب کے زندہ رہنے پر مخالفین اسلام نے مسلمانوں پر اعتراض کر کے دل آزاری کی تھی۔ وعلیٰ ہذا یہ بھی غلط ہے کہ قیصر وکسریٰ کے خزانے کی کنجی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں نہیں ملنے پر قبائل عرب مرتد ہوگئے تھے۔ اگر مرزائی پارٹی اس بیان میں سچی ہے تو کسی معتبر کتاب سے ان باتوں کو ثابت کرے اور معترضین کا نام بتائے۔ ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ مخالفین اسلام کی آڑ میں اصل معترض یہی طائفہ ہے۔

آنحضرت ﷺ نے کنگن والے خواب کی تعبیر ہرگز یہ نہیں فرمایا تھا کہ مسیلمہ میری زندگی میں ہلاک ہوگا۔ دیکھو بخاری شریف باب علامات النبوۃ اور مسلم شریف کتاب الرؤیاء۔

’’**عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال بينا انا نائم رأيت فی يدی سوارين من ذهب فاهمنی شأنهما فاوحی الیّ فی المنام ان انفخهما فنفختهما فطارا فاولتهما كذابين يخرجان بعدی فكان احدهما العنسی والآخر مسيلمة صاحب اليمامة**‘‘ (متفق علیہ) حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ ہمارے دونوں ہاتھوں میں دو کنگن سونے کے ہیں تو یہ دونوں مجھ کو برے معلوم ہوئے۔ پس خواب میں مجھ کو وحی آئی کہ میں پھونک دوں ان کو۔ پس میں نے پھونک دیا تو دونوں (کنگن) اڑ گئے۔ پس میں نے ان دونوں کنگنوں کی تعبیر ان دونوں جھوٹوں سے کی ہے جو میرے بعد خروج کریں گے۔ ایک عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ صاحب یمامہ ہے۔

فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ: ’’**قال اهل التعبير النفخ يعبر بالكلام وقال بن بطال يعبر بازالة الشئی المنفوخ بغير تكلف شديد بسهولة النفخ علی النافخ ويدل علی الكلام وقد اهلك الله الكذابين المذكورين بكلامه ﷺ وامره بقتلهما**‘‘ (فتح الباری ص۵۰۶)

اہل تعبیر خواب میں پھونک مارنے کی تعبیر کلام کے ساتھ کرتے ہیں اور ابن بطال نے کہا ہے کہ پھونک مارنے کے بغیر کسی چیز (منفوخ) کو بلا تکلف سہولت کے ساتھ دور کر دینا ہے اور یہ کلام پر دلالت کرتا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے دونوں کذابوں کو آنحضرت کے کلام اور حکم سے ہلاک کر دیا۔ زندگی کی قید کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتی ہے بلکہ ''یخرجان بعدی'' اس قید کی نفی کرتا ہے۔

اور نیز خزائن ارض کی کنجی ملنے کی خواب میں قیصر وکسریٰ کا نام نہیں ہے۔ دیکھو بخاری شریف کتاب التعبیر۔

''**عن ابی هریرة قال سمعت رسول الله ﷺ یقول بعثت بجوامع الکلم ونصرت بالرعب وبینا انا نائم اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی (رواه البخاری)**

وان رأی ان بیده مفاتیح فانه یصیب سلطانا عظیماً''

(فتح الباری ص۴۹۵)

حضرت ابو ہریرہ نے کہا کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے ہیں کہ میں مبعوث ہوا ہوں کلمہ جامعہ کے ساتھ و مدد دیا گیا ہوں۔ رعب کے ساتھ اور میں خواب میں تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائیں گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھی گئیں۔

فتح الباری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ خواب دیکھے کہ اس کے ہاتھ میں کنجیاں ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ غلبہ عظیم یا سلطنت عظیمہ پائے گا۔

اس بیان کے رو سے آپ کے اس خواب کی تعبیر آپ کی زندگی میں ہی پوری ہوئی ''**اذا جاء نصر الله والفتح**'' اس کی بیّن دلیل ہے۔

اور قیصر وکسریٰ کے خزانے کی پیش گوئی میں آپ نے اپنے زندگی کی قید نہیں لگائی ہے بلکہ وہ بشارت صحابہ کے لئے ہے۔ دیکھو بخاری شریف باب علامات النبوۃ۔

''**عن ابی هریرة انه قال قال رسول الله ﷺ اذا هلک کسریٰ فلا کسریٰ بعده فاذا هلک قیصر فلا قیصر بعده والذی نفس محمد بیده لتنفقن کنوزهما فی سبیل الله (رواه البخاری)**''

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ جب ہلاک ہوگا کسریٰ تو پھر بعد اس کے کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب ہلاک ہوگا قیصر تو پھر کوئی قیصر بعد اس کے نہ ہوگا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے۔ ان دونوں کے خزانے خرچ کئے جائیں گے یا تم لوگ خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں۔

افسوس ہے مرزائیوں کے ایمان اور اسلام پر کہ ان کے اپنے مطلب براری کے لئے احادیث کا غلط مطلب بیان کر کے بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بے بنیاد اعتراض کرتے ہیں۔ ’’بئسما یأمر کم به ایمانکم‘‘

حیات مسیح علیہ السلام کے بارہ میں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ بیان کر دی گئی ہیں۔ دیکھو (الفتح الربانی، اعلاء الحق الصریح، شہادۃ القرآن، سیف چشتیائی، افادۃ الافہام، اشاعۃ السنۃ ج۱۳ تا ج۱۶) اب اس مسئلہ میں بحث کرنا تحصیل حاصل ہے۔

ہمارے اس بیان کی تصدیق مرزا قادیانی کے کلام سے بھی ہوتی ہے۔ آپ (ضمیمہ انجام آتھم ص۳۵، خزائن ج۱۱ ص۳۱۹) میں لکھتے ہیں: ’’اور تقریری اور تحریری بحثوں کے نتیجے اچھی طرح کھل گئے۔ اب پھر اسی بحث کو چھیڑنا یا فیصلہ شدہ باتوں سے انکار کرنا محض شرارت اور بے ایمانی ہے۔ کتابیں موجود ہیں۔‘‘

ہر چند مرزا قادیانی کا یہ مطلب ہے کہ ممات مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت ہوئی اور ہمارا یہ مطلب ہے کہ ان کی حیات ثابت ہوئی۔ مگر اس بات میں اتفاق ہے کہ اب حیات مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بحث کی ضرورت نہ رہی۔ اب زیر بحث فقط مرزا قادیانی کا مسیح موعود ہونا ہے۔ جو شخص ان کے دعوے کا مصدق ہے۔ قرآن مجید اور صحیح حدیث سے ثبوت پیش کرے۔

بایں ہمہ ہم حیات مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مطابق اصول اہل سنت وجماعت آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ پیش کرنے کو تیار ہیں۔ مرزائیوں کو بھی مرزا قادیانی کے مسیح موعود ہونے پر آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ بشرط مذکور پیش کرنا ہوگا۔ مگر جب تک امر زیر بحث کا فیصلہ نہ ہو لے دوسری بحث شروع نہیں کی جائے گی۔ واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین.

والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدالمرسلین شفیع المذنبین محمدوعلیٰ آله وصحبه اجمعین!

(خاکسار شیخ فرید الحسن حنفی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

دعاء مرزا

مولانا شیخ فرید الحسن حنفی مہولی مونگیری

عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے صدق و کذب کی کسوٹی

الموسومہ

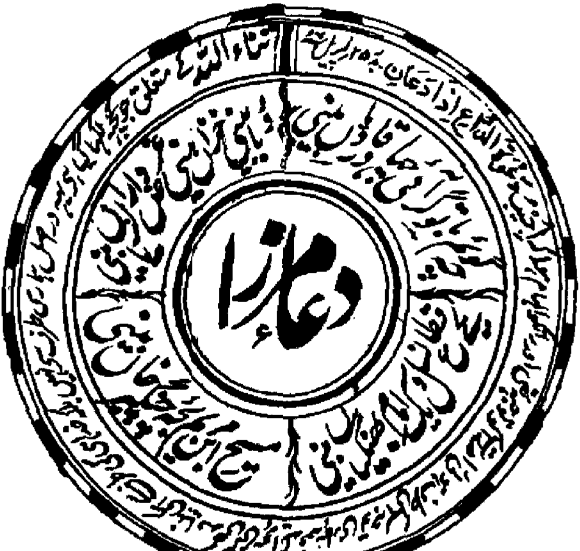

مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت و حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اسکا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے۔ (قول مرزا)

باہتمام شیخ عبدالعزیز پرنٹر
مطبوعہ روز بازار سٹیم پریس امرتسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

یستنبئونک احقٌّ ھو قل ای وربی انّہ لحقٌّ

’’بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب السلام علٰی من اتبع الھدیٰ! مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود کذاب، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں اور ان تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہوجاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہوجاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔

پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے۔ اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات

افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک! میں عاجزی سے تیری جانب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اوران کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین! مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یارب العالمین!

میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے اور انہوں نے ان تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت: ’’**لاتقف ما لیس لک بہ علم**‘‘ پر بھی عمل نہیں کیا اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور اے میرے بھیجنے والے اپنے ہات سے بنائی ہے۔ اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں درحقیقت مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلاء کر۔ اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین آمین۔ بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ الراقم: عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایدہ مرقومہ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء یکم/ربیع الاوّل ۱۳۲۵ھ‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج سوم ص ۵۷۸، ۵۷۹)

اس فیصلہ کا نتیجہ

ناظرین! (ص۲۹،۳۰) پڑھ کر منتظر ہوں گے کہ اس آخری فیصلہ کا نتیجہ کیا ہوا؟ آپ کی خاطر ہم بتلانا چاہتے ہیں کہ جناب مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ صاحب (مولوی فاضل) امرتسری بفضلہ تعالیٰ تاحال زندہ ہیں اور مرزا قادیانی ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو بمقام لاہور (بمرض ہیضہ یا اسہال) فوت ہوچکے۔ اس حال میں چاہئے تو یہ تھا کہ کل مرزائی مرزا کو چھوٹ دیتے اور توبہ نصوح کرتے۔ مگر ایسا کرنا تو ان لوگوں کا کام ہے جو خداتعالیٰ کو حی القیوم اور حاضر وناظر جانتے ہوں۔ بخلاف اس کے مرزائیوں نے اس فیصلہ کو نہ ماننے کے وجوہات ذیل نکالے۔ چنانچہ مونگیری مرزائیوں کے اشتہار سے ظاہر ہوتے ہیں۔

۱…… اوّل یہ کہ مولوی ثناءاللہ صاحب نے اس مباہلہ کو نہ مانا تھا اور جب تک فریقین نہ مانیں نہیں ہوسکتا۔

۲…… یہ کہ مولوی صاحب موصوف نے اخبار اہل حدیث میں لکھا تھا کہ حرامزادے کی رسی دراز ہے۔

۳…… مرزاقادیانی نے اعلان بار دوم دیا تھا اس کو بھی مولوی صاحب نے منظور نہ کیا۔

جواب نمبراوّل یہ ہے کہ مولوی صاحب کی منظوری پر کوئی بات موقوف نہ تھی۔ کیونکہ مرزاقادیانی نے جو یہ اشتہار دیا تھا (بقول خود) خدائے تعالیٰ کے حکم سے دیا تھا۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں: ’’ثناءاللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔‘‘

(بدرج۶ نمبر۱۷ص۷ کالم۲، مؤرخہ ۲۵؍اپریل ۱۹۰۷ء)

جب یہ فیصلہ خدائے تعالیٰ کی منظوری سے شائع ہوا تھا تو کوئی دانا کہہ سکتا ہے؟ کہ اس میں مولوی صاحب کی منظوری یا عدم منظوری کو دخل ہے؟

علاوہ اس کے مولوی صاحب کا انکار ۲۶؍اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد مولوی صاحب نے مرزاقادیانی سے کتاب حقیقت الوحی مانگی تو مرزاقادیانی نے جواب دیا۔ جو (بدر قادیان ج۶ نمبر۲۴ص۲ کالم نمبر۱، مؤرخہ ۱۳؍جون ۱۹۰۷ء) میں شائع ہوا تھا کہ: ’’اب

فیصلہ خدا کے ہاتھ میں چلا گیا ہے۔ اس لئے کتاب بھیجنے کی حاجت نہیں۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ مولوی صاحب کے انکار کا اس فیصلہ میں کوئی اثر نہ تھا۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ مباہلہ فریقین سے ہوتا ہے۔ یہ بھی مرزائیوں کی غلطی ہے ہم بھی اس کو اصلی معنوں میں مباہلہ نہیں کہتے بلکہ اصلی معنی میں ''دعائے مرزا'' ہے جو بحکم ''**لایحیق المکر السیئی الّا باهله**'' خود انہی کے لئے وبال جان ہوئی۔ (۲) امر دوم کی بابت محض اتنا سوال ہے کہ اہل حدیث میں دکھا دو اس ''دعاء مرزا'' کے متعلق کہاں لکھا ہے کہ: ''حرامزادہ کی رسی دراز ہے۔'' اگر نہ دکھاؤ تو جھوٹ کی سزا سے ڈرو۔ (۳) امر سوم کی بابت اتنا ہی جواب کافی ہے کہ جناب مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان نے اس اعلان بار دوم کا جواب رسالہ مرقع قادیانی بابت اگست ۱۹۰۷ء میں دے دیا تھا۔ چشم بینا رکھتے ہو تو دیکھ لو۔

اصل یہ ہے کہ مونگیری مرزائی بھی ''فوٹوگرام'' ہیں جو کچھ قادیان کے اخبار جھوٹ سچ ان کے کانوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہ اسی کو حق جان لیتے ہیں۔ حالانکہ اخبار اہل حدیث میں ہمیشہ ان کی قلعی کھولی جاتی ہے اور ان کا کذب طشت از بام کیا جاتا ہے۔ اہل حدیث کی قیمت سالانہ مبلغ تین روپے ہے جو منیجر صاحب مطبع اہل حدیث امرتسر سے درخواست کرنے پر مل سکتا ہے۔

مرزائیان مونگیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی موت وحیات پر کیوں بحث نہیں کرتے؟ ان کو معلوم نہیں کہ ریاست رام پور میں نواب صاحب کے سامنے تین روز تک ہر روز تین تین گھنٹے اسی مسئلہ پر بحث ہوکر سچائی کی فتح ہو چکی ہے۔ علاوہ اس کے اسی مسئلہ کے متعلق علماء نے کئی ایک رسالے لکھے ہیں۔ چند رسالے سردست ہم بتلاتے ہیں جو قادیانی مشن کے توڑنے کو بفضلہ تعالیٰ مسکم توپ کا کام دیں گے۔

الہامات مرزا، صحیفہ محبوبیہ۔ ان دونوں رسالوں میں مرزا قادیانی کی پیش گوئیوں پر بڑی بسیط اور معقول بحث کی گئی ہے جس کا جواب قادیانی مشن سے نہیں بن سکا۔

چودہویں صدی کا مسیح۔ اس میں مرزا کی سوانح عمری بطرز ناول لکھی گئی ہے۔

شہادت القرآن: اس میں وفات مسیح کے دلائل کا مفصل جواب ہے۔

خاکسار شیخ فرید الحسن حنفی تجاوز اللہ عن ذنبہ والجلی والخفی مہولی مونگیر

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

ہفوات قادیانی

مولانا حاج الحرمین قاری حکیم محمد عیسیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرزا غلام احمد مسیح قادیانی اوران کی امت کے اقوال وعقائد باطلہ

چونکہ آج کل مسلمانوں کے طبائع قادیانی مذہب کی تحقیق وتنقید کی طرف متوجہ ہیں مگراس مذہب کی حقیقت سے کماحقہ آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے ان کی تحقیقات کا نتیجہ کامل اور تشفی بخش پیدانہیں ہوتا ہے۔اس لئے مسلمانوں نے احقر کواس امر پر مجبور کیا کہ فقیر مرزا غلام قادیانی اوران کے متبعین کے اقوال وعقائد بحوالہ کتب مصنفہ مرزا قادیانی موصوف مسلمانوں کی خدمت میں پیش کرے۔حضرات!اب کامل توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

اقوال وعقائد مرزا

۱...... ’’ایک بھی آیت نہیں پائی جاتی جوان کے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے) زندہ ہونے اورزندہ (آسمان پر) اٹھائے جانے پرایک ذرہ بھی اشارہ کرتی ہو۔‘‘

(ازالہ ص۷۵۶، خزائن ج۳ص۵۰۸)

(آیات:’’وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ وانہ لعلم الساعۃ وما قتلوہ وما صلبوہ یقیناً بل رفعہ اللہ علیہ‘‘ کا صاف انکار ہے۔راقم)

۲...... ’’جس مسیح موعود اورمہدی مسعود کے آنے کی حدیثوں میں خبر آئی ہے وہ میں ہوں۔‘‘ (اتمام الحجہ ص۳، خزائن ج۸ص۲۷۵، مسیح ہندوستان میں ص۱۱، خزائن ج۱۵ص۱۳)

۳...... ’’مسیح اورمہدی دوشخص نہیں ہیں۔‘‘ (مسیح ہندوستان میں ص۱۱، خزائن ج۱۵ص۱۳)

۴......

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص۲۰، خزائن ج۱۸ص۲۴۰)

۵......

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجاست تا بہ نہد پابہ منبرم

(ازالہ ص۱۵۸، خزائن ج۳ص۱۸۰)

۶......
منم مسیح زماں منم کلیم خدا منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد
(تریاق القلوب ص۳، خزائن ج۱۵ص۱۳۴)

۷...... ’’خاکسار محدث ہے المحدث نبی یعنی محدث بھی نبی ہوتا ہے۔‘‘
(توضیح المرام ص۱۸، خزائن ج۳ص۶۰)

۸...... (اپنے بیٹے کی نسبت مرزاقادیانی اپنا الہام بیان کرتے ہیں) ’’کأن اللہ نزل من السماء‘‘ (گویا اللہ تعالیٰ آسمان سے اتر آیا) (رسالہ دعوت قوم ص۶۲، خزائن ج۱۱ص۶۲)

۹...... ’’میں نبی ہوں میرا انکار کرنا مستوجب سزا ہے۔‘‘ (توضیح ص۱۸، خزائن ج۳ص۶۰)

۱۰...... ’’خدا نے میرے اوپر ایمان لانے کے واسطے تاکید کی ہے، میرا دشمن جہنمی ہے۔‘‘
(انجام آتھم ص۶۲، خزائن ج۱۱ص۶۲)

۱۱...... ’’میں ان تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں جو زمین پر رہتے ہیں خواہ وہ یورپ کے رہنے والے ہوں خواہ ایشیا کے خواہ امریکہ کے۔‘‘
(مرزا کی تحریر اپنی جماعت کے لئے ۱۸۹۹ء، مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۱۸۱)

۱۲...... ’’مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ (یعنی ابن اللہ کہہ سکتے ہیں)‘‘ (توضیح ص۲۷، خزائن ج۳ص۶۴)

۱۳...... ’’مطلق نبوت ختم نہیں ہوئی نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہوا اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا...... سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔‘‘
(توضیح ص۱۹، خزائن ج۳ص۶۰)

۱۴...... ’’لا تقیسونی باحد ولا احدا بی‘‘ (یعنی مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ دوسرے کو میرے ساتھ۔‘‘ (خطبہ الہامیہ ص۱۹،۲۰، خزائن ج۱۶ص۵۲)

۱۵...... ’’انا خاتم الاولیاء لا ولی بعدی الا الذی ھو منی‘‘ (یعنی میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں ہوگا۔ مگر وہ مجھ سے ہو اور میرے عہد پر ہوگا۔ (یعنی میری امت سے)‘‘ (خطبہ الہامیہ ص۳۵، خزائن ج۱۶ص۷۰)

۱۶...... ’’وان قدمی علٰی منارة ختم علیها کل رفعة‘‘ (میرا قدم ایک ایسے منارے پر ہے جس پر ہر ایک بلندی ختم ہے) یعنی میں رتبہ میں سب سے بڑا ہوں۔‘‘

(خطبہ الہامیہ ص۳۵، خزائن ج۱۶ ص۷۰)

۱۷...... ’’یہ تو ثابت ہے کہ اس مسیح (غلام احمد) کو اسرائیلی مسیح پر ایک جزئی فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ اس کی دعوت عام ہے اور اس کی خاص تھی اور اس کو طفیلی طور پر تمام مخالف فرقوں کے اوہام دور کرنے کے لئے ضروری طور پر وہ حکمت ومعرفت سکھلائی گئی ہے جو مسیح ابن مریم کو نہیں سکھلائی گئی تھی۔‘‘ (ازالہ ص۶۴۸، خزائن ج۳ ص۴۵۰)

۱۸...... ’’کسی بشر کا آسمان پر چڑھنا اور اترنا سنۃ اللہ اور فطرت (یعنی قانون قدرت کے خلاف ہے۔‘‘ (توضیح ص۹،۱۰، خزائن ج۳ ص۵۵، کتاب البریہ ص۱۹۱، خزائن ج۱۳ ص۲۲۴ حاشیہ)

۱۹...... ’’جبرئیل علیہ السلام جو انبیاء کو دکھائی دیتا ہے وہ بذات خود زمین پر نہیں اترتا۔‘‘

(توضیح المرام ص۳۲، خزائن ج۳ ص۶۷)

۲۰...... ’’آیت متضمن ذکر سجدہ آدم میں باوا آدم کی طرف سجدہ کرنا مراد نہیں ہے۔‘‘

(توضیح المرام ص۴۹، خزائن ج۳ ص۶۷ مفہوم)

۲۱...... ’’پیش گوئی کے سمجھنے کے بارہ میں انبیاء سے بھی امکان غلطی ہے تو پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۴۱، خزائن ج۳ ص۱۷۲)

۲۲...... ’’حضرت مسیح کا ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارہ میں ان کی کارروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۳۱۱، خزائن ج۳ ص۲۵۸ حاشیہ)

۲۳...... ’’میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۳، خزائن ج۳ ص۱۰۴)

۲۴...... ’’جو میری بیعت میں آتا ہے وہ حضرت محمد ﷺ کے اصحاب میں شامل ہوتا ہے۔‘‘ (خطبہ الہامیہ ص۱۷۱، خزائن ج۱۶ ص۲۵۸)

۲۵...... ’’ہر ایک حق پوش دجال دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا۔‘‘

(فتح اسلام ص۱۴، خزائن ج۳ ص۱۰)

۲۶...... ’’بااقبال قومیں دجال ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۴۶،۱۴۷، خزائن ج۳ ص۱۷۴)

۲۷...... ’’عیسائی واعظوں کا گروہ بلاشبہ دجال معہود ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۲۲۷، خزائن ج۳ ص۴۸۸)

۲۸...... ’’آخری زمانہ میں دجال معہود کا آنا سراسر غلط ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۲۳۷، خزائن ج۳ ص۲۲۰)

۲۹...... ’’اگر آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ...... موبمو منکشف نہ ہوئی...... تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۹، خزائن ج۳ ص۴۷۳)

۳۰...... ’’بنی اسرائیل کے چار سو نبی نے ایک بادشاہ کی فتح کی نسبت خبر دی اور وہ غلط نکلی...... مگر اس عاجز کی کسی پیش گوئی میں کوئی الہامی غلطی نہیں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص۱۶۹ حاشیہ)

۳۱...... ’’انت منی بمنزلة اولادی‘‘ (یعنی خدا فرماتا ہے کہ اے مرزا تو بمنزلہ میری اولاد کے ہے)‘‘ (الہام مرزا، تذکرہ ص۳۲۵ طبع چہارم، اربعین نمبر۴ ص۱۹، خزائن ج۱۷ ص۴۵۲)

۳۲...... ’’تو مجھے ایسا ہے جیسے انبیائے بنی اسرائیل۔‘‘ (تذکرہ ص۱۱۲ طبع چہارم)

’’تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں۔‘‘ (الہام مرزا تذکرہ ص۳۴۶ طبع چہارم)

۳۳...... ’’یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی جب کہ لوگ خدا کے فرستادہ (غلام احمد) کو قبول کرلیں گے۔‘‘ (دافع البلاء ص۹، خزائن ج۱۸ ص۲۲۹)

۳۴...... ’’سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

(دافع البلا ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

۳۵...... ’’بجز اس مسیح (مرزا قادیانی) کے اور کوئی شفیع نہیں۔‘‘

(دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

۳۶...... ’’سچا شفیع میں ہوں۔‘‘ (دافع البلاء ص۱۳، خزائن ج۱۸ ص۲۳۳)

۳۷...... ’’قرآن مجید میں جو آیت ہے: ’’یاتی من بعدی اسمه احمد‘‘ اس احمد سے مراد میں ہوں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۷۳، خزائن ج۳ ص۴۶۳)

۳۸...... ’’یاجوج ماجوج انگریز اور روس ہیں۔‘‘ (ازالہ ص۵۰۲، خزائن ج۳ ص۳۶۹)

۳۹...... ’’دابۃ الارض سے مراد علمائے ظاہر ہیں۔‘‘ (ازالہ ص۵۰۳، خزائن ج۳ ص۳۷۰)

۴۰ ...... ’’ارید وما تریدون ‘‘(یعنی خدا فرماتا ہے کہ میں وہی ارادہ کرتا ہوں جو تم (مرزا) ارادہ کرتے ہو)‘‘ (الہام مرزا تذکرہ ص۵۶۲ طبع چہارم)

۴۱ ...... ’’کل لک ولامرک ‘‘(یعنی سب کچھ تیرے واسطے اور تیرے حکم کے واسطے ہے۔‘‘ (الہام مرزا تذکرہ ص۵۹۶ طبع چہارم)

۴۲ ...... ’’کل ھالک الّا من قعد فی سفینتی ‘‘(سب ہلاک ہونے والے ہیں سوائے اس شخص کے جو میری کشتی میں بیٹھا) (الہام مرزا تذکرہ ص۶۰۲ طبع چہارم)

۴۳ ...... ’’لعنة اللہ علیٰ من تخلف مناو ابی ‘‘(خدا کی لعنت ہے اس شخص پر جس نے ہم سے خلاف کیا اور انکار کیا۔‘‘

۴۴ ...... ’’جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہوگا وہ تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور سول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔‘‘

(مرزا کا الہام مندرجہ معیار الاخیار، مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۲۷۵)

۴۴ ...... ’’یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطع حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔‘‘ (اربعین نمبر۳، خزائن ج۱۷ ص۴۱۷ حاشیہ)

۴۵ ...... ’’قطع دابر القوم الذین لایؤمنون ‘‘(اس قوم کی جڑ کاٹ دی جائے گی جو (مرزا کو) نہ مانیں گے۔‘‘ (مرزا کا الہام تذکرہ ص۵۰۱ طبع چہارم، مشتہرہ البدر مؤرخہ ۱۹؍جنوری ۱۹۰۶ء)

۴۶ ...... ’’اس کی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی) نانیاں اور دادیاں حرام کار تھیں۔ اس کے خون میں حرام کا آمیز تھا۔ وہ حرام مادہ جوش مارتا تھا۔ اسی وجہ سے مسیح فاحشہ عورتوں سے ملا کرتے اور ان کا مساس کیا کرتے تھے۔‘‘

(ملخص نور القرآن نمبر۲ ص۴۶، ۴۷، خزائن ج۹ ص۴۴۸، ۴۴۹، ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱ حاشیہ)

۴۷ ...... ’’باوجود جوان اور مجرد ہونے کے اس کی (عیسیٰ علیہ السلام کی) آشنائی بعض بدکار عورتوں سے تھی جو ہمیشہ اس کے پاس رہتی تھیں۔ بلکہ ایک جگہ وہ (مسیح) بدکار عورتوں کی تعریف بھی کرتا ہے۔ اس نے (مسیح نے) ایک کنچنی سے عطر ملوایا جو اس کی حرام کاری کی کمائی تھی اور ارادۃً اس عورت کو اپنے جسم سے جسم لگانے کی اجازت دی۔ وہ (مسیح) اپنے والدین کی بے ادبی کرتا تھا اور اپنی ماں کی اس نے بے ادبی کی...... اس نے یہودیوں کے بزرگوں کو سخت گالیاں دیں اور بہت نامناسب حملے ان کی عزت پر کئے...... اس نے (مسیح

نے) تمام انبیاء اور اولیاء کو جو اس سے پیشتر گزر چکے تھے چور اور بٹ مار کہا...... اس (مسیح) نے اس چور سے وعدہ خلافی کو جو اس کے ساتھ صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔''

(ریویو آف ریلیجنز ج اش نمبر۱۲ بابت دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۵۰۸،۵۰۹)

۴۸...... مسیح کی نسبت (ضمیمہ انجام آتھم ص۵،۶، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹،۲۹۰ حاشیہ) میں لکھا: ''شریر، مکار، موٹی عقل والا بدزبان، غصہ ور، گالیاں دینے والا، جھوٹا، علمی و عملی قوا سے کچا، چور، شیطان کا ملہم۔''

۴۹...... ''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود (مجھے) بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے۔'' (حقیقت الوحی ص۱۴۸، خزائن ج۲۲ ص۱۵۲)

۵۰...... ''مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہورہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھلاسکتا۔'' (حقیقت الوحی ص۱۴۸، خزائن ج۲۲ ص۱۵۲)

۵۱...... ''ایک حضرت عیسیٰ زمین پر آئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہوگئے دوبارہ آکر وہ کیا کریں گے جو ان کے خواہش مند ہیں۔''

(ملفوظات ج۹ ص۲۴۳ قدیم، بدر ج۶ نمبر۱۹ ص۵، مؤرخہ ۹رمئی ۱۹۰۷ء)

۵۲...... ''مسیح کا مکاشفہ کچھ بہت صاف نہیں تھا۔'' (ازالہ اوہام ص۶۹۰، خزائن ج۳ ص۴۷۲)

۵۳...... ''یہ دخل (شیطانی کلمہ کا) کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے۔''

(ازالہ اوہام ص۶۲۸، خزائن ج۳ ص۴۳۹)

۵۴...... ''(اپنے بنائے ہوئے بہشتی مقبرہ کے متعلق اعلان کیا کہ) جو کوئی اس مقبرہ میں مدفون ہوگا وہ بہشتی ہو جائے گا۔'' (تذکرہ مجموعہ وحی والہامات ص۳۶۰ طبع چہارم)

۵۵...... ''مدت ہوئی کہ گروہ دجال ظاہر ہوگیا ہے اور بڑے زور شور سے اس کا ظہور ہورہا ہے اور اس کا گدھا بھی جو درحقیقت اسی کا بنایا ہوا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ کا منشا ہے۔ مشرق و مغرب کا سیر کر رہا ہے...... احادیث صحیحہ کا اشارہ اسی بات کی طرف ہے کہ وہ گدھا دجال کا اپنا ہی بنایا ہوا ہوگا۔ پھر اگر وہ ریل نہیں تو کیا ہے۔ (یعنی نصاریٰ دجال ہیں اور ریل ان کا گدھا)'' (ازالہ ص۴۸۵، خزائن ج۳ ص۴۶۹،۴۷۰)

۵۶...... ''انگریزوں کی حکومت بھی جو کہ مذہب کی رو سے کافر ہیں ہندوستان میں اسی

لئے ہوئی ہے کہ مسلمان خود فاجر ہیں۔‘‘

(ملفوظات قدیم ج۹ ص۲۹۶، الحکم ج۱۱ نمبر۲۰ ص۴، مؤرخہ ۱۰/جون ۱۹۰۷ء)

۵۷…… ’’(نواس بن سمعان والی حدیث میں) دمشق سے مراد قادیان اور زرد کپڑوں سے مراد بیمار ہونا، دو فرشتوں سے مراد علوم عقلی ونقلی ہے۔‘‘

(ملخص ازالہ اوہام ص۶۶، خزائن ج۳ ص۱۳۵-۱۳۸، ملفوظات ج۸ ص۴۴۵ قدیم)

۵۸…… ’’جو خدانخواستہ اس بیماری (طاعون) سے مرجائے وہ شہید ہو اس کے واسطے ضرورت غسل کی نہیں اور نہ نیا کفن پہنانے کی ضرورت ہے اس کے وہی کپڑے رہنے دو…… جہاں قبرستان دور ہو۔ مثلاً لاہور میں سامان ہوسکے تو کسی گاڑی یا چھکڑے پر میت کو لاد کر لے جاویں۔‘‘ (الفضل قادیان ج۲ نمبر۱۱۶ ص۵ کالم نمبر۲، مؤرخہ ۲۱/مارچ ۱۹۱۵ء)

۵۹…… ’’حمامۃ البشریٰ میں…… طاعون پھیلنے کی دعا کی تھی سو وہ قبول ہوکر ملک میں پھیلی۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۲۲۴، خزائن ج۲۲ ص۲۳۵)

(اس قسم کے ہفوات اور بھی ہیں ان کو مشتے نمونہ از خروارے تصور فرمائیں۔ راقم)

معزز ناظرین! کیا ایسے لوگ جن کے یہ اقوال وعقائد ہوں، اسلام کے احاطہ میں داخل سمجھے جاسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اگرچہ ان اقوال وعقائد کا بطلان ایسا ظاہر ہے کہ ہر مسلمان بلاتامل سمجھ سکتا ہے تاہم ہمارے علمائے اسلام (جزاہم اللہ خیراً) نے ان کی تردید باحسن وجوہ کی ہے جس کو مزید تحقیق کی خواہش ہو وہ ان کی تالیفات کی طرف رجوع کرے۔

ضروری تنبیہ

چونکہ ہمارے شہر بنارس میں قادیانی مذہب کو پھیلانے میں زیادہ کوشش کرنے والے دو ہی شخص ہیں۔ ایک بخشی عبدالرزاق صاحب ساکن محلّہ ندیسر۔ دوسرے مولوی الٰہی بخش صاحب مدرس اوّل اسکول لندن مشن ساکن محلّہ ندیسر۔ لہٰذا احقر اپنے مسلمان بھائیوں کو آگاہ کرتا ہے کہ موصوف الصدر اشخاص سے سخت احتراز کر کے اپنے ایمان کی حفاظت میں کوشاں رہیں۔ اگر کوئی وسوسہ اور شبہ ان لوگوں کے باعث پیدا ہوجائے تو بہت جلد علمائے حقانی کے سامنے پیش کر کے دور کرنے کی کوشش کریں۔ خادم العلماء حکیم محمد عیسیٰ غفرلہ

۲۹/ربیع الاوّل ۱۳۲۹ھ مطابق ۳۱/مارچ ۱۹۱۱ء

انا خاتم النبیین لانبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

دو مسلمانوں کا حلفی بیان

بمقدمہ

مرزا غلام احمد رئیس قادیان

جناب شاہ محمد جج / جناب احمد علی رام نگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم!

’’ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالاً. الذین ضلّ سعیھم فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسنون انھم یحسنون صنعاً. الحمد للہ رب العالمین. الرحمن الرحیم. مالک یوم الدین. والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ المبین سیدنا محمد خاتم النّبیین وعلٰی جمیع الانبیاء والمرسلین وسآئر عباد اللہ الصالحین. اما بعد‘‘

بنظر خیرخواہی وہمدردی اہل اسلام یہ حلفی بیان بخدمت تمام اہل اسلام بکمال ادب گزارش ہے کہ ہم دوکس مسلمان شاہ محمد واحمد علی باشندہ دارالریاست جموں بمقام موضع کوٹلہ تحصیل شکرگڑھ ضلع گورداسپور بتقریب شادی ایک عزیز کے جموں سے گئے اور وہاں سے فارغ ہوکر بعزم زیارت مرزاغلام احمد قادیانی براستہ ڈیرہ نانک یکم؍جنوری ۱۸۹۹ء کو بمقام بٹالہ پہنچے۔ رات کو ایک سرائے میں ٹھہرے۔ بعد نماز صبح قبل از روانگی ہم میں سے اوّل الذکر نے خلوص دل سے یہ دعا مانگی کہ اے خداوند عالم الغیب تبارک وتعالیٰ اگر مرزاغلام احمد قادیانی تیرا مقبول ہے اور ہمارے علماء نے غلط فہمی سے اس کی نسبت فتویٰ کفروالحاد وغیرہ کا لگا دیا ہے تو ہم کو ایسے وسائل تحقیق بہم پہنچاوے جن سے ہم اس کا مقبول ہونا تسلیم کرلیں اور اگر وہ تیرے نزدیک مطابق فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان کے فی الواقعہ کافر اور ملحد وغیرہ ہے تو ہم کو ایسے ذریعہ سے تصدیق بہم پہنچادے کہ جن سے ہم کو اس کے کفروالحاد پر پوری طمانیت حاصل ہوجائے۔ آمین!

اس دعا کے بعد ہم شہر میں گئے اور کھانا کھا کر واپس گزریکوں پر پہنچے اور پکارا کہ کوئی یکہ قادیان جانے والا ہے تو ایک شخص سفید پوش دولائی اوڑھی ہوئی بولا کہ ادھر آؤ ہم اس کے پاس گئے اور کرایہ ٹھہرانے کے بعد معلوم ہوا وہ کہ وہ سفید پوش عبدالغفار نام ساکن خاص قادیان یکہ بان ہے۔

یکہ پر سوار ہوتے ہی اس سے مرزاقادیانی کے حالات دریافت کرنے لگے اس نے کہا کہ میں کئی برس مرزاقادیانی کا ملازم خاص خدمت گار رہ چکا ہوں اور تمام حالات سے

واقف ہوں۔ چنانچہ اس نے مرزا قادیانی کے خاندانی سوانح بقدر ضرورت سنا کر موجودہ حالت مرزا امام الدین صاحب امام خاکروباں اور مرزا کمال الدین صاحب (جنہوں نے اپنا عضو تناسل کاٹ ڈالا ہوا ہے اور اب مجذوب مدعی کشف والہام بنے بیٹھے ہیں) اور ایک مرزا شکار باز شائد جلال الدین نام (جنہوں نے بہت سے کتے رکھے ہوئے ہیں اور ہمیشہ شکار بازی ہی میں مصروف رہتے ہیں۔

بیان کر کے مرزا غلام احمد رئیس قادیان کے ابتدائی حالات اور بتدریج:

''مجدد الوقت'' (کتاب البریہ ص۱۶۸، خزائن ج۱۳ ص۲۰۱ حاشیہ)

''ومثیل المسیح'' (تذکرہ ص۱۳۸ طبع چہارم)

''وامام الزمان'' (ضرورۃ الامام ص۲۴، خزائن ج۱۳ ص۴۹۵)

''ومسیح موعود'' (اتمام الحجۃ ص۳، خزائن ج۸ ص۲۷۵)

''ومہدی دوران'' (تذکرہ ص۲۰۹ طبع چہارم)

وغیرہ عہدوں پر تعینات اور: ''مامور من اللہ''

(کتاب البریہ ص۱۶۹، خزائن ج۱۳ ص۲۰۲ حاشیہ)

ہونے کی ضروری کیفیت متعلقہ سے آگاہ کیا۔

قادیان پہنچ کر پہلے مرزا امام الدین امام خاکروباں کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ صاحب موصوف محبت واخلاص سے پیش آئے اور کچھ اپنے واقعات وحالات بیان کر کے فرمانے لگے کہ ہم خداتعالیٰ کا گناہ تو بڑی دلیری کے ساتھ کرتے ہیں لیکن بندوں کے گناہ سے بہت ڈرتے ہیں اور ہماری سلسلہ جنبانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ سینکڑوں خاکروب گمراہ کلمہ گو اور روبراہ ہوگئے ہیں۔

پھر ان سے رخصت ہو کر مرزا غلام احمد قادیان کے بیت الذکر گھر والی عبادت گاہ میں گئے اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگے کہ مرزا قادیانی بھی حسن اتفاق سے بیت الذکر میں تشریف لائے۔ بعد ادائے نماز ہم کو زیارت اور مصاحبت کا شرف حاصل ہوا۔ مرزا قادیانی کا مقدمہ مولوی محمد حسین کے ساتھ دائر ہے۔ اس کے متعلق مرزا قادیانی کو اضطراب اور بے قراری کے ساتھ گفتگو کرتے دیکھا۔ ہمارے سامنے مرزا قادیانی کے حکم سے عبدالکریم

سیالکوٹی نے دو خط پڑھے۔ ان میں سے ایک کا مضمون یہ تھا کہ جب مرزا قادیانی گورداس پور میں پیشی مقدمہ پر تشریف لاویں تو اپنی جماعت کے آدمی بہت تھوڑے ساتھ لاویں اور جو تھوڑے آدمی ساتھ آویں وہ بھی عدالت میں جانا نہ پاویں تاکہ حکام کو بدظنی نہ ہو اور مولوی محمد حسین کو اعتراض کا موقعہ نہ ملے اور یہ بھی لکھا تھا کہ کسی صاحب نے (جن کا نام یاد نہیں رہا) کاتب خط کے ساتھ تذکرہ کیا کہ مرزا قادیانی اور مولوی محمد حسین کی صلح ہو جائے تو بہتر ہے اور صلح اس صورت میں ہوسکتی ہے کہ مرزا قادیانی اپنی پیشین گوئی واپس لے لیں تاکہ مولوی محمد حسین کی بات بھی بنی رہے اور صلح بھی ہو جاوے۔ الخ! مرزا قادیانی نے کہا کہ صلح کرنے پر ہم تو تیار ہیں لیکن پیش گوئی جو خدا کا فعل ہے ہم واپس نہیں لے سکتے حافظ جی (کاتب خط سے مراد ہے) کیسے ہیں بھلا پیشین گوئی بھی واپس ہوسکتی ہے۔

دوسرے خط کا یہ مضمون تھا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر نے مرزا قادیانی کا اشتہار پڑھا اور ترجمہ کروا کر مقابلہ کیا۔ پھر مولوی محمد حسین کا اشتہار نکلوا کر سرشتہ دار کو ترجمہ کرنے کے لئے حکم دیا۔ اس نے عرض کیا کہ حضور اس اشتہار میں بہت مغلظ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ ترجمہ کرنے سے شرم آتی ہے تو ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر نے اصل اشتہار لے کر پڑھا اور کہا کہ درست کہ اس میں بے حیائی کے الفاظ ہیں۔ پھر دونوں اشتہاروں کی نسبت فرمایا کہ اس بارہ میں ہم لیفٹنٹ گورنر صاحب بہادر سے مشورہ کریں گے اور کاتب خط نے اپنی رائے ظاہر کی ہوئی تھی کہ غالباً ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر حضور کی بہتری میں ہیں۔ الخ!

مرزا قادیانی نے کہا کہ یہ مشکل بات ہے کہ ڈپٹی کمشنر صاحب ہماری بہتری میں ہو۔ کیونکہ محمد حسین کا اس کے ساتھ تعلق تعارف ہے کہ ایک زمانہ میں محمد حسین کی اس کے پاس آمدورفت تھی۔ اسی اضطراب اور تردد میں مرزا قادیانی نے فرمایا کہ دہلی میں تار دے کر ڈاکٹر صاحب سے دریافت کیا جاوے کہ آیا کامیابی ہوگئی۔ مگر مضطربانہ ہیر پھیر کے بعد یہ مشورہ قرار پایا کہ میر ناصر نواب مقیم دہلی کے نام تار دی جاوے کہ مرزا خدابخش صاحب اور ڈاکٹر صاحب دونوں میں سے ایک لاہور اور ایک قادیاں میں ۳/جنوری (۱۸۹۹ء) کو معہ کاغذات پہنچ جاویں۔ چنانچہ اس مضمون کو ایک پرچہ پر دو تین دفعہ لکھا لیکن بے قراری سے درست نہ ہوسکا تو انگریزی ترجمہ کرنے والے نے ترجمہ میں درست کیا اور ایک صاحب

مریدوں میں سے حسب الحکم مرزا قادیانی وہ تار بٹالہ کو پیادہ لے دوڑے۔ پھر مرزا قادیانی شام اور عشاء کو نہایت تردد کے ساتھ تار پہنچنے اور ان کی روانگی کے اوقات مریدوں سے متواتر دریافت کرتے اور اس تذکرہ کو بار بار دہراتے اور فرماتے رہے کہ اگر ان میں سے ایک مع کاغذات ۳/جنوری (۱۸۹۹ء) کو شام تک بھی یہاں پہنچ جاوے تو ہم راتوں رات کارروائی کرلیں گے۔

نماز شام کے بعد صلح کا ذکر شروع ہونے پر ایک مرید نے یاد دلایا کہ حضور نے سراج منیر میں ایک خواب لکھا ہوا ہے کہ:''مولوی محمد حسین ننگے بدن، روسیاہ حضور سے معافی مانگتا ہے تو حضور فرماتے ہیں کہ اگر تم شرارت چھوڑ دو اور توبہ کرو تو معافی دی جاوے گی۔ چنانچہ اس نے توبہ کر کے معافی مانگی تو حضور نے معافی دے دی تو اس کا چہرہ درست ہوگیا اور برہنگی بھی جاتی رہی۔ الخ! یہ بات مرزا قادیانی نے سن کر فرمایا کہ ہاں یاد آ گیا۔ ایک دفعہ ہم کو یہ الہام ہوا تھا۔ پھر رسالہ سراج منیر منگا کر پڑھوایا گیا۔ غالباً اس کے (ص۷۰،۷۱، خزائن ۱۲ ص۸۰،۸۱) پر اس خواب کا مضمون مفصل درج ہے۔

اس کو سن کر مرزا قادیانی کے مریدوں نے نتیجہ اخذ کیا کہ صلح ہو جانے کی صورت میں یہ پیشین گوئی بڑی وضاحت کے ساتھ پوری ہو جاوے گی۔ چنانچہ چند صاحب صلح کی بشارت پر اس پیشین گوئی کے پورا ہو جانے کی خوشی میں مست ہوئے جاتے تھے۔ لیکن مرزا قادیانی نے امر صلح کو محال جان کر اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کی گفتگو پر چنداں زور نہیں دیا اور مقدمہ کی پیروی اور نتائج تحقیقات کی گفتگو میں فرمانے لگے کہ وکیل لوگ سوائے ضروری باتوں کے اور قانونی جرح قدح کے تمام حالات متعلقہ کے اظہار میں توجہ نہیں کریں گے۔ ہم خود اجازت لے کر تمام حالات ابتدائی اور ضروری باتیں بحضور ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر گزارش کریں گے تاکہ ان کو واقفیت ہو جائے سامان پیروی اور بریت کے وجوہات تو اچھے بہم پہنچ رہے ہیں۔ آئندہ دیکھا جائے۔ اگر حکام کوئی جرم ہماری نسبت قائم کر کے ہم کو سزا بھی دے دیں تو ہماری جماعت کو کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ نبیوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کئی بار فرعون نے دھکے دلا کر نکلوا دیا۔

’’اور ایک دفعہ چارسو نبی نے ایک بادشاہ کے حضور میں ایک پیشین گوئی کی تھی اور وہ پیشین گوئی جھوٹی نکلنے پر بادشاہ نے اس چارسو نبی کو ذلیل کیا تھا وغیرہ۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۶۲۹، خزائن ج۳ص۶۳۹)

ہمارے روبرو بموجودگی مرزا قادیانی تین وقت عصر، مغرب، عشاء کی اذان ان کے بیت الذکر (گھروالی عبادت گاہ) میں ہوئی لیکن مرزا قادیانی نے اذان سننے اور جواب دینے پر مطلق توجہ نہیں فرمائی بلکہ بدستور گفتگو مقدمہ میں مصروف رہے۔

الغرض ۳/جنوری کو۱۰/بجے صبح کے وہ ڈاکٹر صاحب جن کے واسطے تار دی گئی اور’’الانتظار اشد من الموت‘‘ کا سا نمونہ ہورہا تھا تشریف لائے اور انہوں نے مرزا قادیانی کو کامیابی کے کاغذات دکھلا کر حسن کارگزاری کے صلہ میں آفرین وتحسین کا تمغہ حاصل کیا۔ مرزا قادیانی کاغذات لے کر بیت الفکر میں تشریف لے گئے اور فکر اور تحریر میں ایسے مصروف ہوئے کہ کھانا کھانے کے وقت بھی مریدان مخلص سے شامل نہ ہوئے اور اس مخفی کارروائی کا حال مرزا قادیانی کے مریدوں اور ڈاکٹر صاحب کے بیان سے اس طرح پر ظاہر ہوا کہ مولوی محمد حسین نے ۱۴/اکتوبر ۱۸۹۸ء کو ایک مضمون انگریزی میں شائع کیا اور اس میں اپنی حسن خدمات کے صلہ میں گورنمنٹ عالیہ سے زمین ملنے کی استدعا کر کے بیان کیا کہ جس مہدی کا لوگوں کو انتظار ہے میں اس کے آنے سے منکر ہوں اور جس قدر احادیث مہدی کے آنے کے متعلق ہیں وہ تمام موضوع اور غلط ہیں۔

اس مضمون سے مرزا قادیانی نے ایک استفتاء مرتب کیا کہ ایک شخص مہدی موعود کے آنے سے منکر ہے۔ اس کی نسبت علماء دین کیا فرماتے ہیں۔ یہ استفتاء لے کر مرزا خدا بخش صاحب اور ڈاکٹر اسماعیل خاں صاحب علماء دین سے فتویٰ لکھانے کے لئے تعینات ہوئے تھے۔ جن میں ڈاکٹر صاحب کو ہم نے دیکھا اور اس کی گفتگو متعلق تکمیل فتویٰ سنی۔

ڈاکٹر صاحب کا مفصل بیان یہاں تحریر کیا جانا موجب طوالت ہے کسی قدر حصہ اس بیان کا مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کے اشتہار میں چھپ چکا ہے جو ڈاکٹر صاحب نے مولوی صاحب موصوف کے پاس ظاہر کیا کہ: ’’وہ افریقہ میں ملازم فوج ہے اور مرزائی فرقہ کی مخالفت اور دین کی نصرت میں پانچ ہزار کوس سے آیا ہے۔‘‘ اور ممکن ہے کہ دیگر مفتی

صاحبان میں سے بھی کوئی صاحب ڈاکٹر صاحب مذکور کی راست بازی اور تہذیب اخلاق اور دیانت امانت کی کیفیت شائع کریں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے جو بیان مرزا قادیانی کے بیت الذکر میں محراب کے قریب بیٹھ کر مجمع مریدان راسخ الاعتقاد میں اپنی کارگزاری اور ہوشیاری جتلانے کے لئے نہایت فخر کے ساتھ سنایا۔ جس میں ڈاکٹر صاحب کی جسمانی حرکتوں اور آنکھوں کی خیانتوں اور فریب بازیوں اور افتراء پردازیوں کے اشارے اور رمز کنایئے بھی شامل تھے۔ مرزا قادیانی کی پاک تعلیم اور عمل کے اثر کا ایک بے نظیر نمونہ تھا۔

اور ڈاکٹر صاحب کے بیان کی تصدیق پر دو گواہ بھی ہیں کہ جب ڈاکٹر صاحب نے تمام حالات دھوکہ اور فریب سے فتویٰ لکھا لانے کے بیان کئے تو عبدالکریم سیالکوٹی نے کہا کہ: ''الحرب خدعة'' بھائی ایسے کام اسی طرح ہوا کرتے ہیں اور جب ڈاکٹر صاحب نے یہ حصہ اپنے بیان کا بیان کیا کہ سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے کہا کہ پنجاب کے بڑے مولوی شیخ محمد حسین بٹالوی ہیں پہلے ان سے فتویٰ لکھا لاؤ تو میں نے کہا کہ جناب میں مولوی محمد حسین کی تلاش میں لاہور اور وہاں سے بٹالہ اور وہاں سے امرتسر اور ہاں سے پھر بٹالہ گیا اور ان سے مل کر فتویٰ لکھ دینے کی استدعا کی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے استاد اور شیخ الکل سید صاحب ہی ہیں جو کچھ وہ فتویٰ لکھیں گے وہی ہمارا فتویٰ ہوگا۔

ہر چند اصرار بھی کیا لیکن انہوں نے ایسا ہی جواب دیا تو مجبوراً میں مولوی عبدالحق صاحب وغیرہ سے فتویٰ لکھا لایا ہوں۔ اگر میاں نذیر حسین کو کہیں پتہ لگ جاتا کہ یہ فتویٰ محمد حسین پر ہے تو وہ کبھی نہ لکھتے۔'' تو حکیم نورالدین صاحب نے کہا کہ ہاں جی خدا نے نذیر حسین سے یہ کام لینا تھا سو لے لیا اور جب سلسلہ کلام ڈاکٹر صاحب شروع تھا تو ایک شخص نے حکیم صاحب موصوف کو باہر سے متواتر بلایا تو اس کو جواب دیا کہ ٹھہرو جی کہ اس گفتگو کے سننے سے مزا آرہا ہے۔

اس کے بعد ہم اس خیال سے کہ مرزا قادیانی بیت الفکر میں ڈاکٹر صاحب کی کارگزاری کے نتائج براری میں مصروف ہیں۔ ممکن ہے کہ آج تمام دن گھر کے باہر نکلنا تو مشکل غالباً بیت الذکر تک بھی تشریف نہ لاویں۔ قادیان سے ۳/جنوری ۱۸۹۹ء کو بعد ۱۲ بجے دن کے بٹالہ کو روانہ ہو آئے۔

چونکہ ہم نے مرزا قادیانی کی قریباً تمام تصانیف دیکھی ہوئی ہیں اور مولوی محمد حسین صاحب چند رسالہ اشاعۃ السنۃ اور فتویٰ علماء پنجاب وہندوستان وغیرہ چند کتب مخالف مرزا قادیانی کے بھی پڑھی ہوئی ہیں۔ اس لئے ہم تحریری ثبوت اور وجوہات پیش کردہ فریقین کے واقف ہوکر مرزا قادیانی کی زیارت اور حرکات سکنات جسمانی اور گفتگو وبیانات زبانی پراز راہ مزید تحقیق نظر عمیق کرنے کے لئے گئے تھے اور اس واسطے ہم اوقات ملاقات وشرف مصاحبت میں مرزا قادیانی اور ان کے خاص خاص اتباع کے حالات اور بیانات وحرکات سکنات پر پورا خیال رکھتے رہے۔

اس اعتبار پر ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے اس بیان میں اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ البتہ بعض باتیں مرزا قادیانی کی اور اکثر باتیں ان کے مریدوں کی بخوف طوالت سلسلہ تحریر سے ترک کردی گئی ہیں۔

گو یہ ممکن ہے کہ مرزا قادیانی یا ان کے اتباع کو کچھ باتیں یاد نہ رہی ہوں لیکن اگر ان سے حلفاً دریافت کیا جاوے تو بشرطیکہ ان میں راست بازی کا کوئی شمہ باقی ہے تو ضرور وہ ہمارے اس بیان کی تصدیق کریں گے۔

اس بیان اور معائنہ سے ہماری دانست میں جو نتائج مرزا قادیانی اور ان کے اتباع کی نسبت اخذ ہوتے ہیں وہ ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں۔

ہماری دعا کا اثر

بٹالہ میں گزریکوں پر قریباً کثرت جتے ہوئے یکے ادھر ادھر سڑک پر گھومتے تھے اور امرتسر ڈیرہ کلانور گورداس پور وغیرہ کے مسافروں کو یکہ بان پکارتے تھے۔ اس کثرت میں ہماری پکار پر عبدالغفار یکہ بان باشندہ کادیان بلکہ خاص خدمت گار اور محرم راز مرزا قادیانی کا بلاکسی قسم کی تلاش اور توقف کے مل جانا اور اس نے تمام حالات ضروریہ متعلقہ سے راستہ ہی میں آگاہ کردینا اور قادیان میں پہنچ کر مرزا امام الدین صاحب امام خاکروباں کی ملاقات اور ان کے حالات ان کی زبانی تصدیق ہونا اور مرزا قادیانی کے زیارت خاص ایسے دنوں میں ہونا جب کہ وہ مقدمہ کے ابتلاء میں مبتلاء اور اضطراب میں غرقاب ہیں اور ان کے

اتباع کی افتراء پردازی اور دغا بازی کی قابل نفرت کارروایاں دیکھنا اور ان پر ''الحرب خدعة'' کے غلاف چڑھنا اور حکیم نورالدین جیسوں نے ان مکروفریب کے قصص سننے سے حظ اور مزہ اٹھانا وغیرہ وسایل تحقیق کا بہم پہنچنا ہماری اس دعا کا نتیجہ تھا جس کا ذکر اس بیان کے شروع میں ہے۔ جن وسائل سے ہم کو مرزا قادیانی اور ان کے اتباع کی شناخت پورے طور پر ہوگئی کچھ کسر نہیں رہی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک!

مرزا قادیانی کا اضطراب حد سے گزر گیا

یہ امر صاف ہے کہ مرزا قادیانی کے دعاوی:

''جزئی نبوت'' (توضیح المرام ص۱۸،۱۹، خزائن ج۳ ص۶۰)

''اور کامل مسیحیت'' (کتاب البریہ ص۱۶۹،۱۷۰، خزائن ج۱۳ ص۲۰۳ حاشیہ)

''ومجددیت'' (کتاب البریہ ص۱۶۸ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۲۰۱)

''وامامت'' (ضرورۃ الامام ص۲۴،۲۵، خزائن ج۱۳ ص۴۹۵)

''ومہدویت'' (خطبہ الہامیہ ص۱۸، خزائن ج۱۶ ص۵۱)

کے ہیں اور ''ان کو خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے۔'' (انجام آتھم ص۷۹، خزائن ج۱۱ ص۷۹)

''اور متواتر بلکہ لگاتار الہام پانے کا شرف حاصل ہے اور ان کو خدا تعالیٰ فرما چکا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں جہاں تو ہے۔'' (تذکرہ ص۲۴۱ طبع چہارم)

''اور تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں۔'' (تذکرہ ص۱۱۲ طبع چہارم)

''اور تجھ پر کوئی غالب نہیں آئے گا بلکہ تو سب پر فتح پائے گا اور غالب رہے گا جو دشمنی کے ساتھ تیرا مقابلہ کرے گا وہ مغلوب اور ذلیل ہوگا اور ''انک انت اعلیٰ'' وغیرہ

(تذکرہ ص۲۱۶، انجام آتھم ص۶۱، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

اس قسم کے ان کے الہام شائع ہو چکے ہوئے ہیں اور ہمارے اس بیان سے گو مرزا قادیانی کے اضطراب کا موازنہ پورا نہ ہوسکے لیکن جو کچھ ہمارا معائینہ ہے۔ اس سے ہم مرزا قادیانی کے اضطراب کا پیمانہ قرار دے سکتے ہیں کہ ادنیٰ سے ادنیٰ ایمان دار کو بھی (جس کو خداوند تعالیٰ کے عالم الغیب اور قادر وحافظ وناصر ہونے پر کچھ بھی بھروسہ ہو) ایسے خفیف معاملہ میں ایسا

تردد اور اضطراب نہیں ہوتا جیسا کہ مرزا قادیانی کی ذات پر ٹوٹ پڑا دیکھا گیا۔ حالانکہ ایک خفیف سا مقدمہ ایک ہم عصر مولوی صاحب کے ساتھ ہے اور ابھی کوئی خطرناک کارروائی نہیں ہوئی اور کسی خطرناک صدمہ کا سامنا بھی نہیں ہوا، اور مرزا قادیانی بایں ہمہ دعاوی اور بشارات والہامات سماوی اس قدر لرزاں اور ترساں ہیں جو ان کی شایان شان نہیں۔

مگر ہاں یہ سچ ہے کہ بعض ملاں لوگ جن کی تمام عمر مساجد کے حجروں اور محرابوں میں مطالعہ کتب اور تدریس طلباء میں کٹتی ہے اور باوجود عالم ہونے کے علوم مجالس اور قواعد نشیب وفراز زمانہ اور فنون قانون سلطنت سے علی العموم بے بہرہ ہوتے ہیں۔ ان کو جب کبھی اتفاقاً کوئی معاملہ مقدمہ حکام سے پڑجاتا ہے تو ان کو تمام فارسی عربی بھول جاتی ہے اور سلسلہ توکل بھی قریباً ٹوٹ جاتا ہے اور جو کہیں ذراسی چشم نمائی حکام کی طرف سے ہو جائے تو رہی سہی تاب وتوان اور اوسان بھی چھوٹ جاتے ہیں اور حکام کے سامنے بت بے جان کی طرح کمر تھام کر کھڑے صرف ہونٹوں پر زبان ہلاتے نظر آتے ہیں۔ لیکن مرزا قادیانی تو ماشاءاللہ ایسے بھی گئے گزرے نہیں ہیں۔ پر شاید ان پر کون سا پہاڑ گر پڑا ہے جس سے ان کی طبیعت سخت گھبراہٹ اور کربلاہٹ میں ہے۔ ہم کو ان کی حالت دیکھنے سے واقعی بہت ہی ترس اور رحم آیا لیکن ان کے دعاوی کے پردوں میں سے تیر دعا کا گزر نہ دیکھ کر ساکت رہ گئے۔

مرزا قادیانی توکل چھوڑ گئے

مرزا قادیانی کو باوجود اتنے دعاوی اور الہامات وبشارات کے خداوند قادر مطلق پر کچھ بھروسہ نہیں رہا۔ اس لئے انہوں نے اس مقدمہ کی پیروی اور کامیابی کے لئے ''الیس اللہ بکاف عبدہ اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل'' کے وعدہ کو چھوڑ اور ''ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ'' کے باب توکل کو توڑ، ایک دیسی وکیل اور ایک انگریز پلیڈر کو اپنا وکیل مختار (کارساز، کام بنانے والا، اختیار والا) قرار دیا۔ حالانکہ یہ عمل ان کا ان کی شان سے سراسر بعید ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ مولوی محمد حسین صاحب نے بھی ان کے مقابلہ میں وکیل مقرر کیا تو یہ اعتراض مرزا قادیانی کو بریت نہیں دلاسکتا۔ کیونکہ مولوی صاحب کو کوئی دعویٰ نہیں۔ تاہم جب ۴ رجنوری ۱۸۹۹ء کی صبح کو ہم نے مسجد میں مولوی صاحب کو دیکھا اور ایک صاحب نے

مقدمہ کے حالات دریافت کئے تو اس وقت مولوی صاحب نے بڑے استقلال کے ساتھ بیان کیا کہ ہماری دانست میں پیروی مقدمہ کے لئے وکیل مقرر کرنے کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ ہم بذات خاص پیروی اور جواب دہی کرنا کافی سمجھتے تھے۔ لیکن بعض دوستوں نے مجبور کر کے تقرر وکیل کی تجویز کی اور اس وقت مولوی صاحب کی طبیعت پر کسی قسم کا اضطراب وارد نہیں تھا۔ بلکہ بجمعیت خاطر کہتے تھے کہ: ''مرزا عرصہ سے خدا کے دین کی بیخ کنی کر رہا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے علم میں مرزا کے مواخذہ کا وقت آ گیا ہے تو خدا تعالیٰ اخذ کرنے پر قادر ہے اور اگر خدا تعالیٰ کے علم میں مرزا کی ابھی کچھ اور بھی مہلت ہے تو خدا تعالیٰ حلیم اور مالک ومختار ہے۔ ہمارا ذاتی کچھ حرج نہیں۔ ہم تو خدا تعالیٰ کے دین کی نصرت میں مصروف ہیں۔''

اگرچہ ہماری دانست میں ایسے مقدمہ کی پیروی میں مولوی صاحب کی طرف سے بھی وکیل کی کچھ ضرورت نہ تھی لیکن جب مرزا قادیانی کی طرف سے وکیل کرنے میں سبقت ہوئی تو مولوی صاحب کو حسب حالات مذکورہ بالا معذور تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ پر مرزا قادیانی کے پاس تو کوئی دلیل نہیں کہ انہوں نے ایسے خفیف معاملہ پر تقرر وکیل میں سبقت کر کے باب توکل کیوں توڑا اور نعم الوکیل سے کیوں منہ موڑا۔

مرزا قادیانی اوران کی پاک تعلیم کا نمونہ

مرزا قادیانی ''جزئی نبی''	(توضیح المرام ص۱۸،۱۹، خزائن ج۳ ص۶۰)
''ومجدد الوقت''	(کتاب البریہ ص۱۶۸، خزائن ج۱۳ ص۲۰۱ حاشیہ)
''ومسیح موعود''	(کتاب البریہ ص۱۷۲، خزائن ج۱۳ ص۲۰۵)
''وامام زمان''	(ضرورت الامام ص۲۴، خزائن ج۱۳ ص۴۹۵)
''ومہدی دوران''	(اتمام الحجہ ص۳، خزائن ج۸ ص۲۷۵)

کے مشن کی پاک تعلیم کا لب لباب یہ ہے کہ وہ بذات خاص ایک پاک دل راست باز صاف باطن فیضان الٰہی کا منبع اور ہدایت ومعرفت الوہیت کا سرچشمہ ہیں اور ان کے مریدان مخلص پاک جماعت کی خطاب سے موسوم اور پاک دلی اور راست بازی وصاف باطنی ودیانت داری وتقویٰ شعاری وغیرہ تمام حمیدہ اور برگزیدہ اوصاف سے موصوف ہیں جن کی

طینت میں کہیں کجی اور ناراستی اور خیانت اور مکروفریب اور دغا بازی اور افتراء پردازی کی بو بھی نہیں۔ لیکن بایں ہمہ صفات مرزا قادیانی نے بذات خاص اور ان کے مریدان مخلص راست باز نے مکروفریب کی جال اور مکاری وغداری کے جعل میں وہ کمال دکھلایا کہ ابلیس خبیث نے بھی اپنے مکروتلبیس میں شاید کبھی ایسی کامیابی نہیں دکھلائی ہوگی۔ یعنی مرزا قادیانی نے بذات خاص حضرت امام مہدی کے گمنام منکر کی نسبت استفتا لکھا۔ (جو کہ مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۹۶ تا۱۰۰ اقدیم پر موجود ہے) اور اپنی دستخطی ایک دستاویز حضرت امام مہدی کے آنے کی ذاتی انکار پر مرتب کر کے ڈاکٹر اسماعیل مخلص مرید راست باز کے ہاتھ دے کر اور اس کو تمام مکروتزویر کی تدبیر بتلا سکھلا کر اس استفتا پر علماء سے فتویٰ حاصل کر لانے کے لئے تعینات فرمایا تو ڈاکٹر صاحب موصوف نے حسب الترغیب مرزا قادیانی کے تمام علماء کے پاس نہایت گستاخی اور جرأت کے ساتھ بڑھ چڑھ کر جھوٹ بول بول اور مکروفریب کے کفر تول تول فتویٰ مکمل کرا کر مرزا قادیانی کو لا دیا اور مرزا قادیانی نے اس ہوشیاری اور کارگزاری پر آفرین وتحسین کا تمغہ لیا اور مریدان مخلص میں سے جو صاحب نہایت مقرب اور بیت الذکر کے حیّ امام ہیں۔ ان سے ''الحرب خدعة'' کا بپتسمہ حاصل کیا۔

مرزا قادیانی نے جو استفتاء لکھا اس پر فتویٰ تحریر ہونے اور ان کے پاس واپس پہنچنے تک کسی سائل کا نام درج نہیں تھا۔ لیکن اب شائع کرنے کے وقت مرزا قادیانی نے اس استفتاء پر اپنا نام ''السائل مرزا غلام احمد'' لکھ دیا۔ علماء کے پاس بلا نام سائل دستی ڈاکٹر مذکور پیش ہوتا رہا اور وہی صاحب فرضی سائل بن کر فریب دھوکہ سے کام لیتے پھرے اور علماء کی ظاہری طمانیت کے لئے مرزا قادیانی نے اپنے دستخطی دستاویز انکار آنے مہدی موعود کے بارہ میں ڈاکٹر صاحب کو علیحدہ دے رکھی تھی تاکہ علماء ڈاکٹر کے دام فریب میں بلا تامل آجاویں۔ پس نتیجہ تسلیم ہے کہ مرزا قادیانی نے مکاری اور غداری میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ کیونکہ جس اعتقاد کے خود مرزا قادیانی منکر ہیں۔ اسی اعتقاد کا استفتا لکھ کر فرضی سائل کے ذریعہ قریباً فتویٰ حاصل کر کے اپنا نام السائل لکھ دیا کہ آپ کا گویا وہی اعتقاد ہے جو استفتاء میں درج ہے۔ حالانکہ آپ اس اعتقاد کے صریح مخالف اور صاف منکر ہیں۔ اس سے بڑھ کر دجالیت وشیطانیت اور کیا ہوسکتی ہے اور ڈاکٹر صاحب راست باز راسخ الاعتقاد نے بھی مرزا قادیانی کی پاک تعلیم کے عمل میں کچھ کسر نہیں چھوڑی۔

مرزا قادیانی کی سالہا سال کی قیل وقال کتابی دیکھ کر بعض اوقات خیالات اور توہمات اٹھتے تھے کہ جو شخص کلمہ طیبہ کا قائل اور قال اللہ وقال الرسول پر عمل بتلاتا اور ظاہری اعمال نماز روزہ وغیرہ کا پابند ہے۔ بعض مسائل میں مختلف الرائے ہونے پر علماء نے اس کی نسبت فتویٰ کفر وغیرہ دے دیا شاید اس میں علماء کی نفسانیت اور ضد وعداوت ہی نہ ہو۔ مگر اب معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کی وہ قیل وقال کتابی ابلہ فریبی کے لئے کچھ اور، اور اپنا حال چال کچھ اور ہے جیسے ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھلانے کے اور۔

واعظان کیں جلوہ درمحراب ومنبر میکنند ۔۔۔ چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند
مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پرس ۔۔۔ توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر میکنند
گویا بدل با درنمیدارند روز داوری ۔۔۔ کایں ہمہ قلب ودغل درکارداور میکنند

غور کا مقام ہے کہ جس حالت میں مرزا قادیانی نے دین کے کام میں اس قدر مکاری وغداری اور دجالیت وشیطنت کو روا رکھ کر اپنے زعم میں کامیابی حاصل کی تو دنیا کمانے اور سمیٹنے کے لئے آپ نے جو کچھ کیا یا جو کچھ آئندہ کریں گے اس سے خداتعالیٰ عالم الغیب کے سواء اور کون واقف ہوسکتا ہے اور جب مرزا قادیانی مسیح آسمانی اور امام ربانی بلکہ مرسل یزدانی کی یہ حالت ہے تو ان کی پاک جماعت کی شیاطین سے تو خداتعالیٰ تمام اہل اسلام کو اپنے ہی حفظ وامان میں محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین!

مرزا قادیانی اپنی پیش گوئیوں کو آپ پورا کرتے ہیں

مرزا قادیانی جو پیش گوئی کرتے ہیں اس کے پورا ہونے کے لئے آپ معہ اپنے پاک گروہ کے معیاد کے اندر اندر حتی الامکان حد سے بڑھ کر کوشش کرتے ہیں۔ تاہم اکثر پیش گوئیاں آپ کی پوری نہیں ہوتیں تو پھر کچھ تاویلات گھڑ کر عوام الناس کی اطمینان تو ممکن نہیں لیکن اپنی پاک جماعت کی طمانیت تو ضرور کر لیتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی پاک جماعت کے لوگ تو کچھ ایسے کورو کر ہورہے ہیں کہ وہ سب کے سب اس آیت کے نیچے آگئے ہیں۔ ’’ختم اللہ علٰی قلوبھم وعلٰی سمعھم وعلٰی ابصارھم غشاوۃ‘‘ اگر ان کے سامنے الہام مرزا قادیانی کے مخالف آیات قرآنیہ پیش کی جاویں تو وہ نہ دیکھتے نہ سنتے نہ سمجھتے

ہیں بلکہ اپنی اندھادھند میں اکثر صحابہ ؓ اور سلف صالحین ومحدثین ومفسرین اور اولیاء کرام اور تمام علماء زمانہ حال کو بے سمجھ بتلاتے ہیں۔

سواب ان کی اصلاح تو حوالہ بخدا۔ مگر دیگر تمام اہل اسلام کی ہمدردی تو ہم پر فرض ہے۔ بناء الیہ التماس ہے کہ ۲۱/نومبر ۱۸۹۸ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۲۳۲ جدید اور مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۶۰ قدیم) کے اشتہار میں مرزا قادیانی نے تیرہ ماہ کے عرصہ میں تین شخصوں پر ذلت کی مار پڑنے کی پیش گوئی کی تھی۔ ازاں جملہ مولوی محمد حسین صاحب کی نسبت تو مرزا قادیانی نے اس فتویٰ فریبانہ کے ذریعہ سے جس کا ذکر مفصلاً اوپر ہو چکا ہے اپنی پیش گوئی پوری کر ہی لی ہے جس کو گو اہل اسلام وغیرہ اقوام مانیں یا نہ مانیں، پر ان کی جماعت تو بسر وچشم تسلیم کر چکی ہے کہ اس فتویٰ کے ذریعہ مولوی محمد حسین صاحب کی ذلت تو ہو چکی۔ مگر فی الحال ایک اور پیش گوئی مولوی صاحب پر راز کھل جانے کی وجہ سے پوری ہوتے ہوتے رہ گئی۔ اگر مولوی صاحب پر راز نہ کھلتا تو صلح ہو جانے کی صورت میں رسالہ سراج المنیر والی خواب مرزا قادیانی کی پیش گوئی بھی بڑی وضاحت کے ساتھ پوری ہو جاتی۔ لیکن اب ممکن نہیں کہ مولوی صاحب صلح کریں۔ اس لئے اب وہ پیش گوئی بھی شامل پہلی ناتمام اور ناکمل پیش گوئیوں کے داخل دفتر رہے گی۔

مولوی صاحب پر ذلت پڑنے کی پیش گوئی پوری ہونے کی نسبت مرزا قادیانی ۶،۷/جنوری ۱۸۹۹ء (مجموعہ اشتہارات جدید ج۲ ص۲۷۰ تا ۲۷۳، مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۹۶ تا ۱۰۰ قدیم) کو اشتہارات جاری فرما چکے ہیں کہ وہ جعلی استفتاء مولوی صاحب کی نسبت جاری کیا گیا تھا۔ پھر فریب کی چال بازی سے علماء پنجاب وہندوستان سے فتویٰ حاصل کیا گیا۔ لیکن اس استفتاء میں مولوی صاحب کا تو کہیں نام نہیں۔ پہلے تو وہ استفتاء گمنام ہی جاری ہوا تھا۔ مگر اب شائع کرنے کے وقت مرزا قادیانی نے السائل مرزا غلام احمد اپنا ہی نام مبارک لکھ دیا اور یہ امر صاف ہے کہ مضمون سوال سے خود سائل ہی مخالف ومنکر ہے۔ اس لئے فی الحال تو اس فتویٰ کا حکم خود سائل پر ہی پڑ گیا ہے۔ کیونکہ سائل کا سوال ہے کہ ایک شخص مہدی موعود کے آنے کا منکر ہے اس کی نسبت کیا حکم ہے اور خود سائل ہی مہدی موعود کے آنے کا منکر ہے۔ پس جو فتویٰ علماء نے دیا اس کا پہلے وہی شخص مستوجب اور مستحق اور مورد ہے جو خود سائل ہے۔

اس صورت میں مرزا قادیانی نے اب دوبارہ اپنے حق میں استفتاء پیش کر کے اپنے لئے آپ فتویٰ کفر والحاد وغیرہ حاصل کر لیا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی خود اپنے اشتہار (۷رجنوری ۱۸۹۹ء مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۲۸۱ جدید، مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۱۰۹ قدیم) پر بذریعہ عبارت ذیل: ''ان مولویوں نے اپنے دلوں میں یہ خیال کر کے کہ ایسے اعتقاد کا پابند تو یہی شخص یعنی یہ عاجز ہے محض شرارت کی راہ سے یہ تجویز کی کہ اور اب بھی اس فتویٰ کے رو سے اس کو کافر اور دجال اور مفتری قرار دیں تب فی الفور یہ گندے اور پلید فتوے لکھ مارے۔'' تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے ہی گندے عقیدے پر گندگی کی نشان دہی کے لئے یہ پتھر مارا گیا ہے۔

کیا خوب ہوا مرزا قادیانی نے اپنے ہی ہاتھ سے اپنا ناک کاٹ ڈالا خیر پہلے فتویٰ کفر والحاد پر مرزا قادیانی کو ہمیشہ یہی اعتراض رہتا تھا کہ مولوی محمد حسین نے ان پر ظلم کیا۔ لیکن اب تو مرزا قادیانی انصافاً مولوی صاحب کو اس الزام سے بری تصور کر کے بدگوئی اور بدزبانی سے نجات دے دیں۔ کیونکہ اب تو مولوی صاحب کیا تکمیل فتویٰ تک ان کے کراماً کاتبین کو بھی اطلاع نہیں ہوئی۔ اب تو حضور نے آپ ہی یہ جدید سٹیفکیٹ کفر نامہ ڈاکٹر وغیرہ کا مصارف، زادراہ، کرایہ گاڑی وغیرہ گھر سے دے کر کمال محنت وجانفشانی اور خلاف بیانی اور فریب ودھوکہ شیطانی کے ساتھ حاصل فرمایا ہے۔ اب یہ سٹیفکیٹ آپ کو تاریخ توبہ تک نہیں تو یوم وفات تک مبارک ہووے۔ ہم تہہ دل سے اس ذات پاک قادر ذوالجلال کا شکریہ کرتے ہیں جس کے قبضہ قدرت میں تمام لوگوں کے دل وعزم وارادے ہیں۔ وہ جدھر چاہتا لوگوں کی دل اور عزم پھیر دیتا ہے۔ جیسا کہ اس نے مرزا قادیانی کا عزم اس استفتاء کی تحریر اور فتویٰ کی تکمیل کی طرف پھیر کر مولوی صاحب کو مرزا قادیانی کی بدگوئی سے نجات دلائی۔ اب بھی اگر مرزا قادیانی، مولوی صاحب کی بدگوئی سے باز نہ آویں تو ان کا صریح ظلم تصور ہوگا۔

پس نتیجہ تسلیم ہے کہ مرزا قادیانی کے اشتہار (۲۱رنومبر ۱۸۹۸ء، مجموعہ اشتہارات ج دوم جدید ص۲۳۲، مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۶۰ قدیم) کی پیش گوئی مرزا قادیانی پر ہی پوری ہوئی۔ یعنی جو فریق ظالم ہے اس کو ذلت پہنچے گی اور ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا سو اب مرزا قادیانی کو ظلم کی سزا اپنے ہی ہاتھ سے مل گئی اور مرزا قادیانی ہی ظالم ثابت ہوئے۔ پس وہی اپنا ہاتھ کاٹیں گے کہ انہوں نے ایسا استفتاء اپنے ہاتھ سے کیوں لکھا اور گھر سے روپیہ خرچ کر کے یہ جدید کفر نامہ کیوں خرید لیا۔ مگر خود کردہ را علاجے نیست!

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

استفتاء اور فتویٰ مذکور مولوی محمد حسین صاحب پر اس لئے مؤثر نہیں کہ استفتاء میں مولوی صاحب کا نام اور عقیدہ درج نہیں بلکہ یہ عقیدہ حضرت مہدی کی نسبت مرزا قادیانی کا ہے اور نیچے نام بھی مرزا قادیانی کا ہی ہے۔ مولوی صاحب کا عقیدہ حضرت مہدی کی نسبت محققین اہل اسلام کے مطابق ہے اور احادیث کی چھان بین اور صحیح وضعیف وموضوع وغیرہ پر جرح قدح محقق محدثین کا فرض ہے اور یہ امر ان کے منصب محدثیت سے متعلق ہے۔ پس جس حالت میں مولوی صاحب کا یہ عقیدہ ہی نہیں تو مولوی صاحب پر یہ فتویٰ کیونکر جاری ہوسکتا ہے۔

افسوس کہ مرزا قادیانی نے مکروفریب کے ہاتھ پاؤں مار کر اپنی پیش گوئی کی ایک جزو کو پورا کرنا چاہا لیکن وہ بھی نہ ہوسکا بلکہ یہ منصوبہ ان پر ہی الٹ پڑا۔

چاہ کندہ راچاہ در پیش آمد

یہ امر اس کا نتیجہ ہے کہ پیش گوئی خداتعالیٰ کی طرف سے بیان کرنا اور اس کے پورا کرنے کے سامان آپ بہم پہنچانا اور پھر اشتہار دینا کہ خداتعالیٰ نے پیش گوئی پوری کردی۔ اگر پیش گوئی خداتعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے تو بھلا آپ پر یہ مصیبت کیوں آن پڑتی ہے کہ آپ جھوٹ اور مکروفریب سے اس کے پورا ہونے کی کوشش میں ہاتھ پاؤں مارتے اور دانت گھساتے پھرتے ہیں۔ کیا خداتعالیٰ اپنا وعدہ پورا کرنے پر قادر نہیں اور آپ کی امداد کا محتاج ہے یا خاص طور پر یہ ڈیوٹی آپ کے ہی سپرد کر چکا ہے۔ بلکہ آپ کی تگاپو اور جستجو سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کی پیش گوئیاں خداتعالیٰ کے وعدہ پر نہیں ہوتیں۔ آپ ہی کی منصوبہ بندی پر ان کی بنا ہوتی ہے۔ اس لئے آپ پہلے حتی الامکان ہر ایک پہلو پر نظر رکھ کر اور سوچ بچار[1] کر کے پیش گوئی کرتے ہیں اور پیشین گوئیوں میں آپ میعاد بھی کافی مقرر کر لیا کرتے ہیں۔

[1] جیسا کہ اس پیش گوئی میں آپ نے سوچ بچار کر عمل کیا جو کہ ۱۴/اکتوبر ۱۸۹۸ء شائع کی ہوئی۔ فہرست انگریزی مولوی محمد حسین صاحب کی آپ نے کہیں دیکھ لی اور اس سے اس پیش گوئی کے پورا کرنے کا پلاؤ اپنے خیال میں پکا لیا۔ اس کے بعد ۲۱/نومبر ۱۸۹۸ء کو پیش گوئی شائع کر دی اور اب اسی فہرست سے استفتاء استنباط کر کے فریب اور دھوکہ کے ساتھ علماء سے فتویٰ حاصل کر کے اپنی پیش گوئی پوری کر دکھلانے کا ڈھول بجادیا۔ (اشتہار ۳/جنوری ۱۸۹۹ء، مجموعہ اشتہارات ج سوم ص ۹۱ تا ۹۶ ملخص)

اس لئے کہ گو خدا تعالیٰ کے نام پر پیش گوئیاں کی جاتی ہیں مگر دراصل بانی مبانی ان کے آپ ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے تھوڑے دنوں میں تو ایسی پیش گوئیوں کا پورا ہونا ممکن نہیں۔ بہرحال چند سال وماہ میں ہاتھ پاؤں مارنے سے پوری ہوسکتی ہیں اور پیش گوئی کرنے کے بعد اس کے پورا کرنے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ لیکن اگر بایں ہمہ پیش گوئی پوری نہ ہوسکی تو آپ کوئی نہ کوئی تاویل ضرور گھڑ لیتے ہیں گو عوام الناس تو ہرگز نہیں مانتے پر آپ کی پاک جماعت تو سر تسلیم ضروری ہی نیچا کر دیتی ہے۔ تاہم آپ کی دنیا داری بنی رہ جاتی ہے۔ حالانکہ آپ لکھتے ہیں:

مباد اوّل آں فرومایہ شاد		کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد

(استفتاء ص۲۸، خزائن ج۱۲ ص۱۳۶، مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۱۰۹ قدیم)

پر اس ابلہ فریبی سے آپ کے مریدان راسخ الاعتقاد ہی کی اطمینان آپ کی دینداری پر ہوتی ہوگی تو ہم یہی کہیں گے۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔

مرزا قادیانی کو اگر سزا بھی ہوجائے تو ان کے مریدوں کو کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے

مرزا قادیانی مقدمہ سے بریت حاصل کرنے کے لئے ہر ایک قسم کی پیروی اور چارہ جوئی وچارہ سازی وچال بازی میں معہ اپنے اراکین پاک جماعت کے ہمہ تن مصروف ہیں۔ دو وکیل ہی آپ نے کئے ہوئے ہیں اور فریق مخالف پر جعلی فتویٰ کی توپیں بھی چلا چکے ہیں اور آپ کے پاس الہامات اور بشارات کا ذخیرہ بھی کافی موجود ہے اور آپ کو ان الہامات پر آیات قرآنیہ کے برابر ایمان بھی ہے اور آپ کی دعا بجلی کی طرح کودتی ہے اور نفس مقدمہ بھی کوئی سنگین اور ثقیل نہیں بلکہ خفیف سے خفیف ہے۔ لیکن بایں ہمہ آپ کو بریت اور نجات پر کوئی اطمینان نہیں۔ اس لئے آپ نے بطریق پیش بندی مریدان مخلص جان نثار پر اپنا اعتبار اور سکہ قائم رکھنے کے لئے عام گفتگو کے سلسلہ میں یہ بھی بیان کر دیا کہ اگر حکام ہماری نسبت کوئی جرم قرار دے کر ہم کو کچھ سزا بھی دے دیں تو ہماری جماعت کو کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی کچہری سے بارہا دھکے ملے اور چارسو نبی کو ایک بادشاہ نے ان کی پیش گوئی جھوٹی نکلنے پر ذلیل کیا۔'' (ازالہ اوہام ص۶۲۹، خزائن ج۳ ص۴۳۹)

گویا ہر ایک پیرایہ سے آپ سلسلہ نبوت میں ٹانگ اڑائے جاتے ہیں کیونکہ آپ اولیاء کرام کے گروہ میں اپنے آپ کو داخل کرنے سے اپنی ہتک حرمت سمجھتے ہیں۔ نیز گورنمنٹ عالیہ کی آزادی بخش سلطنت میں اگر آپ کھلم کھلا الوہیت کا دعویٰ بھی کردیں (جیسا کہ ایک دفعہ آپ خواب میں ''عین اللہ'' بن چکے ہیں)

(آئینہ کمالات ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص۵۶۴)

تو کچھ مضائقہ نہیں اور آپ کے مخلص مرید تو غالباً فوراً آپ کے دعویٰ الوہیت کو بھی تسلیم کرلیں گے۔ کیونکہ وہ تو آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو چکے ہیں۔ اب ان کو بجز تسلیم وتصدیق کے کچھ چارہ نہیں۔ جیسا کہ فی الحال آپ کے دعویٰ مسیحائی کی تصدیق میں دن رات مصروف ہیں اور چند لوگوں کو آپ کا دعویٰ منوا بھی چکے ہیں اور آپ بھی سچ مچ کے مسیح بن بیٹھے ہیں۔ لیکن:

عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند بنما بصاحب نظرے گوہر خود را

اور اب آپ سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جس حالت میں آپ نے ۲۱/نومبر ۱۸۹۸ء کے اشتہار (مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۶۰ قدیم) میں ظالم اور مفتری پر ذلت کی مار پڑنے کا وعدہ کیا ہے اور اس کے مطابق آپ ایک دفعہ تو بذریعہ جدید کفر نامہ ذلیل ہو چکے ہیں۔ مزید برآں اگر حکام عالی مقام بنظر انصاف وانسداد شور شرارت آئندہ عبرتاً اور تنبیہاً آپ کو کچھ سزا دے دیں یا آپ کے اور آپ کے مخلص اراکین کی ضمانت ضابطہ لے کر آئندہ کے لئے آپ کا ناک میں دم بند کردیں تو کیا پھر بھی آپ کی پیش گوئی آپ پر پوری ہوگی یا نہیں۔ گو آپ کے مرید حسب وصیت آپ کے سزایاب ہونے کی صورت میں بھی کچھ تعجب نہ کریں اور آپ کا پیچھا نہ چھوڑیں پر فریق مخالف کی ڈگری تو آپ پر ضرور ہو جائے گی۔

مرزا قادیانی علماء اسلام کی بدگوئی کیوں کرتے ہیں

پہلے جب مولوی محمد حسین صاحب کے استفتاء پر علماء نے مرزا قادیانی کی نسبت فتویٰ کفر والحاد تحریر کیا تھا تو مرزا قادیانی کا اعتراض تھا کہ علماء نے بلا تحقیق صرف مولوی صاحب کی تحریک وترغیب سے فتویٰ کفر وغیرہ جاری کیا لیکن اب جو استفتاء مرزا قادیانی نے خود علماء کے پاس بھیجا اور اس وقت مولوی محمد حسین صاحب پر اپنی پیش گوئی پوری کرنے کے لئے مرزا قادیانی کو اشد ضرورت اور عین مراد تھی کہ علماء جلد فتویٰ صادر کردیں۔

چنانچہ علماء نے فتویٰ لکھ دیا اور مرزا قادیانی کو اس فتویٰ کے انتظار میں ''الانتظار اشد من الموت'' والا اضطراب دامن گیر تھا حتیٰ کہ مرزا قادیانی نے بطلب فتویٰ مذکور تار ضروری بھی دے دی تھی اور جب ۳/جنوری ۱۸۹۹ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۲۶۹ جدید، مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۹۱ تا ۹۶ قدیم) کو ڈاکٹر صاحب فتویٰ مذکور لے کر پہنچے تو مرزا قادیانی اور ان کے اتباع کو اس روز عید سے دو چند خوشی ہوئی تھی۔ پس مرزا قادیانی کو علماء کا نہایت ممنون ومشکور ہونا چاہئے تھا کیونکہ علماء نے حسب استدعا ان کے فتویٰ مکمل کر دیا۔ لیکن مرزا قادیانی نے بجائے شکریہ کے تمام علماء کی خصوصاً مولانا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب شیخ الکل کی نسبت اشتہارات ۶، ۷/جنوری ۱۸۹۹ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۲۷۴ تا ۲۸۴ جدید، مجموعہ اشتہارات ج سوم ص۱۰۱ تا ۱۱۴) میں سخت بدگوئی واہانت شائع کی اور طرح طرح کی بدگمانیوں کے بیان سے علماء کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کو بھی اشتعال پر انگیخت دی۔ حالانکہ علماء کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ البتہ علماء اس استفتاء پر اس فتویٰ کے برخلاف جو پہلے مرزا قادیانی کی نسبت جاری ہوا تھا، فتویٰ دیتے تو مرزا قادیانی کی شکایت بجا تھی۔ لیکن جب کہ علماء نے حسب استدعا مرزا قادیانی اس فتویٰ سابقہ کی تجدید اور تائید میں یہ فتویٰ جاری کر دیا تو اب مرزا قادیانی کی بدگوئی محض بے جا ہے۔

یہ امر الگ ہے کہ یہ فتویٰ بھی مرزا قادیانی کی ذات مبارک پر ہی جاری ہوگیا۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے تو اس فتویٰ کی توپ مولوی محمد حسین صاحب پر چلائی تھی۔ مگر ان کی تدبیر پر تقدیر غالب آ گئی کہ اس توپ کا گولہ پلٹ کر مرزا قادیانی کے ہی سینہ مبارک پر کارگر ہوا۔ پر علماء کا اس میں کچھ قصور نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تو عقائد اسلامی کے مطابق فتویٰ لکھ دیا۔ پھر ان کو بلاوجہ بدگوئی اور گالی گلوچ سے ستانا شاید مرزا قادیانی کے مشن کا اصول اور آپ کی پاک تعلیم کا کوئی شوشہ ہوگا۔

مرزا قادیانی کی اس کارروائی نے آئندہ کے لئے علماء کو آگاہ اور متنبہ تو ضرور کر دیا ہے کہ وہ کبھی کسی گمنام سائل کے استغفار پر فتویٰ نہیں لکھیں گے اور کسی ٹھگ فریبی کے دھوکہ میں نہ آئیں گے۔ مگر افسوس کہ مرزا قادیانی نے اس مکاری اور غداری کی کارگزاری اور علماء کی دل آزاری سے اپنے کارخانہ کو بھی بہت نقصان پہنچا لیا ہے۔ کیونکہ ابھی آپ اپنی دعاوی کے

سلسلہ کو تو وسعت دیئے جاتے ہیں اور پیش گوئیوں کے بخار بھی غالباً اٹھتے ہی رہیں گے اور کبھی نہ کبھی علماء دین کے متعلق کوئی ضرورت ضرور نکل پڑے گی تو کیسی کاربراری ہوگی۔ مثلاً ابھی تو اسی پیش گوئی سے دو شخص مولوی ابوالحسن صاحب تبّتی اور ملاں محمد بخش جعفر زٹلی باقی ہیں۔ گو اب پیش گوئی تو مرزا قادیانی پر ہی الٹ پڑنے سے پوری ہوچکی ہے۔ اب تو غالباً مولوی ابوالحسن صاحب اور ملاں محمد بخش کی طرف عود نہیں کرے گی۔ لیکن مرزا قادیانی اور ان کے پاک جماعت ۱۳/ماہ کے اختتام تک ساعی رہیں گے کہ کسی طرح ان دونوں پر بھی کوئی بات بن پڑتی نظر آجائے تو ان کے حصہ کی پیش گوئی پوری ہونے کا بھی ڈھول بجادیں لیکن اگر ۱۳ ماہ کے عرصہ میں کہیں بھی ٹانگ اڑتی نہ دیکھیں گے تو تاویل کے خیالی پلاؤ چڑھادیں گے۔

اس مقام پر اس امر کا اظہار غیر موزوں معلوم نہیں ہوتا کہ (اخبار چودھویں صدی مؤرخہ ۸/دسمبر ۱۸۹۸ء ص۲) پر ایک مضمون **العجب** کی سرخی کے نیچے لکھا ہوا ہے جس کا اختصار یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے جو پیش گوئی معیادی ۱۳ ماہ بحق مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی ہے۔ اس کے حفظ ماتقدم کے لئے مولوی صاحب نے ایک چھری جیب میں ڈال رکھی ہے اور مرزائی گروہ مولوی صاحب کی اس حفاظت کو منسوب بہ تعذیب الٰہی کرتا ہے اور استہزاء کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص مولوی صاحب پر حملہ آور ہوگا تو کیا وہ ''**ھل مبارز**'' کہہ کر آوے گا۔ مولوی صاحب کو خبر تک نہ ہوگی کہ وہ اپنا کام کر جاوے گا اور چھری جیب میں ہی پڑی رہ جاوے گی۔

اس کے بعد لکھا ہے: ''ادھر ہر چند مرزائی صاحبان پکار پکار کر کہتے ہیں کہ ناپاک اور خنزیر طبیعت ہے وہ مرشد جو پیش گوئی کرے اور اس کو بذریعہ اپنے چیلوں چانٹوں کے بہ تکلیف پورا کردے اور بڑا ہی نالائق ہے وہ مرید جو ایسے بدذات کو اپنا پیشواء اور رہبر دین ٹھہراوے اور اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے۔''

اور ہمارے اس حلفی بیان سے ناظرین باتمکین پر یہ امر نہایت وضاحت کے ثابت ہوچکا ہے کہ اس پیش گوئی کی جزو متعلقہ مولوی محمد حسین صاحب کے پورا کرنے میں مرزا قادیانی نے اپنے چیلے ڈاکٹر اسماعیل خان صاحب سے کس قدر امداد لی ہے یعنی اس پیش گوئی کا ایک جزو جو مرزا قادیانی نے اپنے زعم میں مولوی محمد حسین صاحب پر پورا کر دکھلایا ہے وہ ڈاکٹر صاحب مذکور کی تگاپو اور چال بازی وفریب سازی کا نتیجہ ہے۔

پس اب ایڈیٹر صاحب اخبار چودھویں صدی ان مرزائی صاحبان سے دریافت فرمالیں کہ کیا وہ خطابات سب کے سب ناپاک وخنزیر طبیعت وبدذات ان کے مرشد پیشواء ہی کو عطاء ہوں گی یا کہ ڈاکٹر صاحب اور مرزا خدابخش صاحب حسن سعی کی بھی کچھ قدردانی ہوگی۔

اگر انصاف سے دیکھا جائے تو فتویٰ لکھنے میں علماء کی کوئی نفسانیت پائی نہیں جاتی۔ کیونکہ علماء نے قرآن وحدیث واجماع امت کے موافق فتویٰ لکھا جس کا ثبوت کافی ان کے پاس موجود ہے اور اس ثبوت کو مرزا قادیانی بھی جانتے ہیں کہ علماء کا یہ اعتقاد کچھ نیا نہیں بلکہ تیرہ سو برس سے یہی اعتقاد اہل اسلام کا ہے جو فتویٰ میں درج ہے اور اجرائے سلسلہ دعاوی سے پیشتر آپ کا بھی یہی اعتقاد تھا۔ اب جب تک علماء آپ کے جدید عقیدہ کو تسلیم کر کے اپنے دین واسلام سے ہاتھ نہ دھولیں۔ تب تک اس اسلامی اعتقاد کے برخلاف آپ کی مرضی کے موافق کیونکر فتویٰ لکھ دیں۔ کیا جیسے آپ نے دل میں اور عقیدہ رکھ کر استفتاء موافق عقائد اہل اسلام کے لکھ دیا ویسے ہی علماء بھی دل میں عقیدہ اسلامی رکھ کر آپ کی بدگوئی ودل آزاری کی تخویف سے خائف ہوکر طوعاً وکرہاً آپ کے ہم خیال بن کر فتویٰ لکھ دیتے۔ بھلا علماء دین ایسی جرأت خلاف شرع کر سکتے ہیں۔

آپ تو بڑی گستاخی اور بے باکی کے ساتھ اپنے دعاوی کی فہرست جاری کر چکے ہیں جس کا واپس لینا اور تائب ہونا آپ کے لئے امر محال ہے۔ پر اب آپ اہل اسلام کو گورنمنٹ کی مخالفت کی دھمکی دے کر اپنا ہم خیال بنانے پر کیوں مجبور کرتے ہیں اور جب آپ دیکھتے ہیں کہ اس دھمکی سے بھی مطلب براری نہیں ہوسکتی تو اہل اسلام کے عموماً اور علماء دین کی خصوصاً ہتک حرمت ودل آزاری پر زبان درازی کرتے ہیں اور بلا امتیاز اعلیٰ وادنیٰ سب کی بدگوئی پر منہ کھول دیتے ہیں۔

دہن خویش بدشنام میالا صائب ۔۔۔ کایں زر قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

اگرچہ ہم تمام علماء کے حفظ مراتب اور علمی وعملی منصب سے واقف نہیں لیکن غزنوی خاندان مقیم امرتسر اور مولانا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی شیخ الکل کے حالات سے پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ عبداللہ صاحب مرحوم مغفور غزنوی کی تو سوانح عمری شائع ہوچکی ہے۔ اس کے دیکھنے سے انصافاً یہ امر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

کے سچے اور پکے پیرو تھے کہ انہوں نے جان اور آبرو وغیرہ پر آنحضرت ﷺ کی پیروی کو ترجیح دے کر وطن اور اہل وطن کو خیر باد کہہ کر محض خوشنودی اور رضامندی حق تعالیٰ کے لئے ہجرت کی اور قریباً تمام اہل پنجاب ان کی فضیلت پر آگاہ ہیں اور اب ان کے خلف الرشید مولوی عبدالجبار صاحب ان کے جانشین ہیں وہ بھی معہ اپنے متعلقین کے پوری استقلال کے ساتھ اتباع آنحضرت ﷺ اور خدمت ونصرت دین میں مصروف ہیں اور ان کی دینداری وتقویٰ شعاری چند ساعت ان کے پاس ٹھہرنے سے تصدیق ہوسکتی ہے۔

اور مولانا مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی شیخ الکل کی فضیلت علمی وعملی پر تو ماشاء اللہ ایک جہاں گواہ ہے۔ کیونکہ پنجاب وہندوستان وغیرہ کے تمام اطراف وجوانب میں ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے آپ سے قرآن وحدیث کی تعلیم پاکر دینی انوار وبرکات کو حاصل کیا اور آپ کی تمام عمر دین کی خدمت اور اشاعت میں گزر گئی اور قال اللہ وقال الرسول کے سوائے آپ کو تمام عمر میں اور کوئی کام نہیں رہا اور باوجود اس کے کہ ان کے شاگردوں ومریدوں سے ایک عالم بھرا پڑا ہے آپ کی دنیاوی وجاہت وحیثیت کی یہ حالت ہے کہ آپ نے عمر بھر میں اپنے رہنے کے لئے بھی کوئی مکان نہیں بنایا۔ بلکہ سنا گیا ہے کہ ہمیشہ آپ کرایہ کے مکان میں رہتے ہیں۔ آپ نسب میں سید اور فاضل اجل وعالم باعمل ومحدث اور شیخ الکل تسلیم ہوچکے ہیں۔

پس مرزا قادیانی بنظر انصاف اپنے آپ کو ان سے مقابلہ دیں کہ نسب میں یا علم میں یا عمل میں یا دین میں مرزا قادیانی کو ان کے ساتھ کچھ نسبت ہے، نہیں ہرگز نہیں یا ان کی دنیا پر ہی نظر ڈال دیکھیں کہ انہوں نے باوجود مذکورہ بالا وجاہت ومنزلت وفضیلت دینی کے دنیاوی جمعیت کس قدر حاصل کی اور پھر ساتھ ہی اپنے جیفہ کا بھی اندازہ کرلیں کہ جس کی خوشہ چینی اور استخوان برداری سے آپ کی منکوحہ بیوی کتنی بڑی حیثیت رکھتی ہے جس نے ابھی آپ سے پانچ ہزار روپیہ پر باغیچہ وغیرہ رہن کرلیا ہے اور پھر بھی آپ پر ہر وقت دنیا کی خواستگاری اور طلب گاری میں چاروں طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہل من مزید پکار رہے ہیں۔ بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ پھر آپ کو ایسے لوگوں کی بدگوئی اور دل آزاری کرتے ہوئے کیوں شرم نہیں آتی۔

مرزا قادیانی گورنمنٹ عالیہ کو اہل اسلام پر کیوں بدظن کرتے ہیں

مرزا قادیانی نے ابتدائے دعاوی مجدد ومثیل المسیح وغیرہ کے اب تک جس قدر تصانیف شائع کی ہیں۔ ان سب میں اور اشتہارات ۶،۷/جنوری ۱۸۹۹ء (مجموعہ اشتہارات ج۲ص۲۷۴ تا ۲۸۴ جدید، مجموعہ اشتہارات ج سوم ۱۰۱ تا ۱۱۴ قدیم) میں بھی بڑی زور وشور کے ساتھ اس امر کو بیان کیا ہے کہ جملہ اہل اسلام عموماً اور تمام مولوی اہل اسلام خصوصاً یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ امام مہدی بنی فاطمہ میں سے آخری زمانہ میں آئے گا اور خلیفہ برحق ہوگا اور اس کے متعلق طرح طرح کی بدظنیاں اور بدگمانیاں اہل اسلام پر بیان کر کے گورنمنٹ کو ایک قسم کی سخت انگیخت دی ہے کہ تمام مولوی اہل اسلام کے اس عقیدہ کے رو سے گورنمنٹ عالیہ کی مخالفت اور مفسدانہ وباغیانہ خیالات کے لوگ ہیں اور اس انگیخت سے آپ کی دو قسم کی اغراض سمجھ میں آتی ہیں۔

ایک یہ کہ گورنمنٹ عالیہ تمام اہل اسلام کو اپنا مخالف اور بانی مبانی بغاوت تصور کر کے ہمیشہ کے لئے اہل اسلام کی نسبت بدظن ہو جائے اور تمام اہل اسلام کی منزلت عزت اور وقعت گورنمنٹ عالیہ کی نظر مرحمت اور عاطفت سے گر جائے اور آپ کو گورنمنٹ عالیہ اپنا خیر خواہ باصفا بلکہ حرز سلطنت سمجھ کر کمال اعزاز واکرام کی نگاہ سے دیکھے اور اپنے حفظ وحمایت میں محفوظ رکھے اور آپ کی پاک جماعت کی کثرت پر کسی قسم کی بدگمانی بغاوت وغیرہ کا احتمال خیال میں نہ لاوے بلکہ آپ کی جماعت کی آب پاشی اور پرورش میں دریغ نہ فرماوے تاکہ یہ مستعد وہونہار جماعت کسی وقت گورنمنٹ عالیہ کے کام آوے۔

دوم یہ کہ تمام اہل اسلام آپ کی اس انگیخت کی وجہ سے گورنمنٹ عالیہ کی بدگمانی کے احتمال سے خائف ہو کر طوعاً وکرہاً آپ کی اطاعت اور بیعت کر لیں تو آپ اس روحانی اور جمالی سلطنت کے سلسلہ کو جسمانی اور جلالی ہیئت میں لا کر گورنمنٹ عالیہ کو کوئی کرشمہ اپنی کمالیت اور جلالیت کا دکھلاویں۔ ہماری دانست میں آپ کی یہ ساری شورہ شوری انہی دو قسم کی اغراض پر متقاضی معلوم ہوتی ہے اور آپ کی ان دو قسم کے مطالب ومقاصد کی صداقت میں ہم یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہمیشہ آپ قریباً اپنی تمام تصانیف میں بلاضرورت صرف لطایف الحیل اور مداہنت کے طریق پر گورنمنٹ عالیہ کی حضور میں فضول عجز والحاح اور خوشامد

پرستی وچاپلوسی کرتے رہتے ہیں اور تمام اہل اسلام کے برخلاف سخت کرخت الفاظوں اور بہت برے طریقوں اور بدگمانیوں سے گورنمنٹ عالیہ کو اکساتے رہتے ہیں۔

لیکن چشم بددور گورنمنٹ عالیہ اپنی کامل بصارت اور لیاقت سے کھوٹے کھرے اور اچھے برے اور ہر ایک راست باز اور ملمعہ ساز اور جھوٹے افتراء پرداز کی شناخت پر داخت بخوبی فرماسکتی ہے۔ آپ کی یا کسی اور کی ترغیب وانگیخت کی محتاج نہیں۔

گو ابھی تک اہل اسلام کی طرف سے آپ کے برخلاف کوئی میموریل بحضور گورنمنٹ عالیہ پیش نہیں ہوا۔ تاہم گورنمنٹ عالیہ پر آپ کی معلّمہ سازی اور بلند پروازی کی طرز روش غالباً ظاہر ہوچکی ہوگی اور آپ کی گستاخانہ اور بے باکانہ دست برد سے تو گورنمنٹ عالیہ بھی محفوظ نہیں رہی۔ کیونکہ فی الحال آپ نے روحانی سلسلہ میں ہی حتی الامکان گورنمنٹ عالیہ کی مذہبی توہین میں تو کچھ فرق نہیں چھوڑا، اور اگر خدانخواستہ یہ سلسلہ روحانی سلطنت کا جسمانی ہیئت پر تبدیل ہوجاوے تو کیا آپ درگزر کریں گے۔

اگرچہ آپ نے تمام مولویان اہل اسلام کو منتظر خونی مہدی باغیانہ اور مفسدانہ خیالات کے پابند بیان کر کے گورنمنٹ عالیہ کو اہل اسلام کی نسبت بدظن کرنے میں کچھ کسر نہیں چھوڑی۔ لیکن کیا آپ گورنمنٹ عالیہ کے حضور میں ایسی کوئی بھی نظیر پیش کر سکتے ہیں کہ کسی مولوی اہل اسلام نے بھی کبھی کوئی اشتہار دیا ہو کہ اس کے ہاں ایک لڑکا سلطان السلاطین روئے زمین ہوگا۔ بلکہ آپ نے ہی بڑی جرأت اور بے باکی کے ساتھ اپنے مولود مسعود اور خلف الرشید کے لئے جب کہ غالباً آپ کی پشت مبارک میں اس کا نطفہ بھی تیار نہیں ہوا[1] ہوگا اشتہار دیا تھا کہ آپ کے ہاں ایک وجیہ اور مبارک لڑکا تولد ہوکر جلد جلد بڑھے گا اور

[1] کیونکہ جس حمل کے بارہ میں آپ نے اس پیش گوئی کا اشتہار دیا تھا۔ اس حمل سے لڑکا تولد نہیں ہوا تھا بلکہ لڑکی ہو پڑی تھی جس پر تمام غیر مذاہب نے استہزاءً مضاحقہ اڑایا تھا۔ لیکن آپ نے تاویلات سے کام لے کر قرار دیا تھا کہ وہ لڑکا آئندہ حمل سے ہوگا۔ چنانچہ دوسرے حمل سے وہ لڑکا تولد ہوا تو آپ نے شادیانے بجوا کر مشتہر کر دیا کہ: ''وہ مولود مسعود موعود تولد ہوگا جس کا نام آسمان پر عمنوائیل پہلے ہی سے تھا اور دنیا میں بشیر احمد رکھا گیا۔ لیکن وہ آفتاب عالم تاب طلوع ہوتے ہی غروب بھی ہوگیا تو لوگوں نے دوبارہ قہقہہ مارا۔'' (مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص ۱۴۱،۱۴۲ قدیم)

زمین کے کناروں تک پہنچے گا اور سلاطین روئے زمین اس کے مطیع الفرمان ہوں گے (گویا آپ کے زعم میں سلطان السلاطین ہوگا) جس کے شان میں یہ فقرہ عربی بھی مزین کیا گیا تھا۔ ’’مظهر الحق و العلاء كان الله نزل من السماء ‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص۱۰۱ قدیم) گو وہ لڑکا تقدیر قدیر سے ایام تولید کے قریب قریب ہی سلطنت جمالی وجلالی دونوں قسم کو چھوڑ کر دارالبقاء کی سیاحت کو چلا گیا اور وہاں سے اس کا سلطان السلاطین بننے کے لئے دنیا پر واپس آنا ممکن ہی نہیں پر آپ تو اس کو سلطان السلاطین روئے زمین بنا ہی چکے تھے۔ کیا اس وقت آپ نے سلطنت گورنمنٹ عالیہ کو اس کے تصرف حکومت سے کہیں باہر رکھ لیا تھا جس پر اب مولویان اہل اسلام بغاوت کا خیال اور ارادہ رکھتے ہیں۔

افسوس کہ آپ یہ گستاخیاں اور بے باکیاں نسیاً منسیاً کر کے اب بلاوجہ ایک غریب اور مطیع الفرمان رعایا اہل اسلام پر گورنمنٹ عالیہ کو بدظن اور بدگمان کر رہے ہیں۔ اگر اہل اسلام کا اعتقاد مہدی موعود کے آنے کے لئے تو قریب قیامت آخری زمانہ کے متعلق ہے نہ کہ آپ کے مولود مسعود کی طرح کہ وہ تولد ہوتا ہی زمین کے تمام کناروں تک پہنچ کر روئے زمین کی سلطنت سنبھال لے گا۔

اگر آج وہ ہونہار نونہال سلطان السلاطین زندہ ہوتا تو آپ مولوی محمد حسین صاحب کے ساتھ گورنمنٹ عالیہ کی عدالتوں میں کیوں گھسٹتے پھرتے۔ ہائے افسوس کہ وہ سلطان الملک مرگیا اور آپ کو داغ حسرت دے کر بے کس چھوڑ گیا۔ انا لله وانا اليه راجعون!

اہل اسلام کا عقیدہ تو حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مساوی ہے کہ حضرت مہدی بنی فاطمہ میں سے علاقہ یمن ملک عرب میں پیدا ہوں گے اور چالیس برس کی عمر میں امام اور خلیفہ برحق ہوں گے اور اسی زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم آسمان سے شرقی منارہ جامع دمشق پر اتریں گے جیسا کہ (آپ اپنی الہامی کتاب (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۴۹۸ تا ۵۰۵، خزائن ج۱ ص۵۹۳ تا ۶۰۲ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳) پر بڑی وضاحت کے ساتھ آسمان سے اترنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تسلیم فرما چکے ہیں کہ آپ ان کے قائم مقام جمالی سلطنت پر بنی آدم علیہ السلام کی روحانی تعلیم کے واسطے تعینات ہوئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جلالی سلطنت کے ساتھ آسمان سے زمین پر اتر کر ہر ایک قسم کا انتظام فرماویں گے) تو امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں بالاتفاق فرائض منصبی کو انجام دیں گے۔ چند سال کے بعد

حضرت امام مہدی وفات پا جائیں گے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے بعد عرصہ دراز تک سلطان الملک رہیں گے اور نکاح کریں گے جس سے اولاد بھی ہوگی۔ بالآخر وفات پا کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک مدینہ منورہ میں دفن ہوں گے۔شام اور کشمیر سے ان کے مدفن کو کوئی تعلق نہیں جیسا کہ آپ پہلے بلاد شام وغیرہ میں (اتمام الحجہ ص۱۸، خزائن ج۸ ص۲۹۶) اور اب حسب نشان دہی حکیم نورالدین صاحب مدفن شہزادہ یوز آسف وقاعہ سری نگر ملک کشمیر کو مدفن حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرار دے چکے ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ ص۹، خزائن ج۱۷ص۱۰۱)

اور آئندہ شائد خاص قادیان میں اپنے پاس ہی بنالیں تاکہ نشان دہی کے لئے کہیں دور نہ جانا پڑے اور کوئی مخالف موقعہ پر مزاحم اور حائل بھی نہ ہو۔ پس یہ عقیدہ اہل اسلام زمانہ حال کے متعلق ہرگز نہیں بلکہ اخیر زمانہ قرب قیامت کے متعلق ہے اور بصورت ہائے ذیل یہ عقیدہ اہل اسلام گورنمنٹ عالیہ کے لئے کسی حالت میں خطرناک نہیں۔

اوّل پہلے کہ یہ عقیدہ زمانہ حال سے کچھ تعلق نہیں رکھتا جو کسی طرح بھی گورنمنٹ عالیہ کی بدگمانی اور بدظنی کا موجب ہوسکے بلکہ اخیر زمانہ قرب قیامت سے تعلق رکھتا ہے اور جب قیامت برپا ہو جائے گی تو اس وقت کوئی گورنمنٹ بحال نہیں رہے گی بلکہ ''لمن الملک الیوم'' کا ڈنکا بج جائے گا اور اس وقت بجز ذات پاک قادر ذوالجلال کے کوئی بھی مالک الملک نہیں ہوگا۔ کیونکہ جس حالت میں کہ اس وقت تک آپ بھی قیامت برپا ہونے کے قائل ہیں (گو کسی دوسرے جلسہ اعظم میں آپ قیامت کے برپا ہونے سے بھی انکار کردیں۔ جیسا کہ گزشتہ جلسہ اعظم کی بیان میں آپ بہشت اور دوزخ کے وجود موجود ہونے سے انکار کر چکے ہیں) تو اس کے ساتھ ہی اہل اسلام کا اعتقاد خلافت حضرت مہدی اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت تیرہ سو سولہ (۱۳۱۶) برس بعثت حضرت رسول مقبول ﷺ سے ہے۔ اگر اہل اسلام خلافت حضرت امام مہدی اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انکار کرلیں تو قیامت سے بھی انکار کر کے ایمان سے ہاتھ دھولیں اور جب کہ قیامت کے برپا ہونے کا اعتقاد رکھنا گورنمنٹ عالیہ کے برخلاف نہیں تو خلیفہ مہدی موعود کے آنے کا اعتقاد رکھنا جو قیامت کے متعلق اور شامل ہے۔ گورنمنٹ عالیہ کے برخلاف اور خطرناک کیونکر تصور ہوسکتا ہے۔

دوم: اس لئے کہ اگر اہل اسلام اخیر زمانہ قریب قیامت میں حضرت مہدی کے

امام اور خلیفہ برحق ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اگر حضرت امام مہدی کے آنے کا عقیدہ گورنمنٹ عالیہ کے مخالف ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اسی زمانہ میں اتر آنے کا عقیدہ گورنمنٹ عالیہ کے لئے عین بشارت ہے۔ کیونکہ گورنمنٹ عالیہ بھی مذہبی عقیدہ کے رو سے نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی منتظر ہے اور اہل اسلام کا عقیدہ گویا گورنمنٹ عالیہ کو ایک قسم کی اعتقادی شہادت کے رو سے بشارت دیتا ہے کہ اس زمانہ میں ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور وہی زمانہ حضرت امام مہدی کا ہوگا۔ پس دونوں صورتوں میں اہل اسلام کا عقیدہ گورنمنٹ عالیہ کے برخلاف نہیں بلکہ عین موافق اور بشارت ہے۔

مگر ہاں! یہ سچ ہے کہ آپ کا جدید عقیدہ برخلاف اہل اسلام کے بے شک گورنمنٹ عالیہ کے لئے خطرناک ہے۔ کیونکہ آپ کے اعتقاد میں نزول مسیح اور آنے امام مہدی کا یہی زمانہ ہے جو گورنمنٹ عالیہ کے عہد میں گزر رہا ہے اور آپ مسیح علیہ السلام اور امام مہدی دونوں کے قائم مقام اس زمانہ میں آ گئے ہیں۔ مگر فی الحال مذہبی پیرایہ میں روحانی اور جمالی سلطنت کا سلسلہ قائم کر رہے ہیں۔ اس میں ترقی دیتے دیتے ممکن ہے کہ آپ اس روحانی اور جمالی سلسلہ کو جسمانی اور جلالی ہیئت میں بدل لیں تو گورنمنٹ عالیہ کے لئے نہایت ہی خطرناک تصور ہوگا۔ اس لئے اگر دور اندیش گورنمنٹ اس سلسلہ کی ناکہ بندی اسی وقت کر کے آپ کا دم ناک میں بند کر لے تو دور اندیشی گورنمنٹ عالیہ سے کچھ بعید نہیں کیونکہ بقول سعدیؒ:

سر چشمہ باید گرفتن بہ میل   چو پرشد نشاید گزشتن بہ پیل

حلفی بیان کا لب لباب اور آخری ریمارک اور دعاء

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارا یہ حلفی بیان محض انصاف پسند اور منصف مزاج صاحبان کے لئے فائدہ بخش ہوگا اور جن کی طبائع میں ضد وتعصب اور شرارت کی آگ بھری ہوئی ہے۔ وہ اس خیر خواہی کی بدخواہی اور دل آزاری تصور کر کے بجائے فائدہ اٹھانے کے بدظن اور بدگمان ہوکر ہماری عیب گیری اور نکتہ چینی پر کمربستہ ہوجائیں گے۔ لیکن ہم اس خداوند تعالیٰ وتبارک قادر مطلق کی حلت اٹھاتے ہیں کہ اس بیان کی اشاعت سے ہم کو محض ابنائے جنس کی ہمدردی اور خیر خواہی مد نظر ہے۔ مرزا قادیانی یا ان کے اتباع کی دل آزاری سے کچھ غرض نہیں۔

مگر ہاں! یہ سچ ہے کہ مرزا قادیانی اوران کے مخلص اراکین کی طرف سے جس قدر ظلم اورکذب وافتراء اورفریب ودغا نسبت اہل اسلام چندساعت کی مصاحبت سے ہم کو دریافت ہوا۔اس کے بیان کرنے میں ہم نے بنظرآ گاہی خیرخواہی اہل اسلام دریغ نہیں کیا اگراب بھی ہم کومرزا قادیانی کے دعاوی کی صداقت پراسلامی معیارقرآن وحدیث کے رو سے طمانیت حاصل ہوجاوے اورمرزا قادیانی ظلم اورکذب وفتراء مکروفریب متحققہ مثبتہ سے تائب ہوجاویں تو ہم اس بیان کوواپس لینے پرتیار ہیں۔کیونکہ ہم کومحض حق طلبی سے مطلب ہے کسی قسم کی ضداورتعصب سے کچھ غرض نہیں بلکہ ’’الحب ﷲ والبغض ﷲ‘‘ کے پابند ہیں۔مرزا قادیانی کے دعاوی:

’’جزئی نبوت‘‘ (توضیح المرام ص۱۸،۱۹، خزائن ج۳ص۶۰)

’’مسیحیت‘‘ (کتاب البریہ ص۱۶۹،۱۷۰، خزائن ج۱۳ص۲۰۲ حاشیہ)

’’مجددیت‘‘ (کتاب البریہ ص۱۶۸، خزائن ج۱۳ص۲۰۱ حاشیہ)

’’امامت‘‘ (ضرورۃ الامام ص۲۴،۲۵، خزائن ج۱۳ص۴۹۵)

’’مہدویت‘‘ (خطبہ الہامیہ ص۱۸، خزائن ج۱۶ص۵۱)

وغیرہ قرآن وحدیث اوراجماع امت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتے بلکہ ان سے اکثر آیات بینہ اوراحادیث صحیحہ متواترہ اوراجماع امت صریح مخالف ومتعارض ہیں۔گومرزا قادیانی بذریعہ تاویلات طول ودراز اور استوارات خانہ ساز کے اپنے دعاوی اورعقائد کا وجود بے بود (علاوہ اپنے توہمات الہامات کے) قرآن وحدیث سے بھی بیان کرتے ہیں لیکن بمقابلہ مخالفت وتعارض نصوص بینہ ودلائل قاطعہ وبرہان ساطعہ مرزا قادیانی کی ان تاویلات واستعارات خانہ ساز کی کچھ حقیقت اوروقعت نہیں۔

اس کے سوائے مرزا قادیانی کے پاس اپنے دعاوی اورعقائد کے ثبوت پراپنے ہی الہام ہیں جن کوآپ ثبوت قطعی قراردیتے ہیں۔حالانکہ معیاراسلامی قرآن وحدیث کے رو سے ان کے اوہام باطلہ کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔کیونکہ الہام بذات خاص ایک ظنی علمی ثبوت قطعی کامحتاج ہوتا ہے اور جب کہ ان کے الہامات قرآن وحدیث سے مطابقت نہیں رکھتے بلکہ صریح مخالف ومتعارض ہیں تو وہ وساوس اورتوہمات باطلہ شیطانیہ کاذخیرہ ہے جس پرشرعاً کوئی مومن پابندشریعت ایک ذرہ بھربھی اعتبار نہیں کرسکتا۔

علاوہ اس کے مرزا قادیانی نے اپنی صداقت پر پیشین گوئیوں کا سلسلہ بھی جاری رکھا ہوا ہے جن کی کیفیت مشت نمونہ خروار اس بیان میں ظاہر ہو چکی ہے کہ مرزا قادیانی حتی الامکان سوچ بچار کر ہر ایک پہلو پر نظر رکھ کر پابندی معیاد کافی پیشین گوئی کرتے ہیں اور پھر معیاد کے اندر اندر معہ اپنے مخلص مریدوں کے پیشین گوئی پورا کرنے میں ہر ایک تدبیر اور مکروتذویر سے مصروف رہتے ہیں تاہم اکثر پیش گوئیاں آپ کی ناتمام رہ جاتی ہیں۔ مگر چونکہ ہر ایک پیشین گوئی میں علی العموم آپ اگر مگر کی شرائط کے رخنے پہلے ہی رکھ لیتے ہیں۔ اس لئے ناتمام پیش گوئیوں کو پورا اتارنے کے لئے آپ اگر مگر کی شرطوں سے بذریعہ تاویلات کام لے کر عام کی اطمینان تو نہیں پھر اپنے مریدوں کی طمانیت کا گھر پورا کر لیتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ آپ کی پیش گوئی کی وقعت عام نجومیوں رمالوں جفاروں جوتشیوں کے برابر بھی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان لوگوں کی پیش گوئیاں عموماً فیصدی پچاس ساٹھ تو ضرور پوری ہو جاتی ہیں پر آپ کی پیش گوئیاں فیصدی پانچ بھی پوری نہیں ہوتیں۔ ہمیشہ آپ کو تاویلات سے ہی کام لینا پڑتا ہے اور مذکورہ بالا اقسام کے سوائے آپ کے پاس اپنے دعاوی پر کوئی ثبوت نہیں۔ اگر ہے تو یہ ''کہ میاں کریم بخش کے ساتھ عرصہ قریباً بیس پچیس برس کا ہوا کہ گلاب شاہ مجذوب نے بیان کیا تھا کہ عیسیٰ قادیان میں جوان ہو گیا ہے اور لدھیانہ میں آوے گا اور اس عیسیٰ کا نام غلام احمد ہے۔'' (نشان آسمانی ص۲۲، خزائن ج۴ ص۳۸۱)

''اور پیشین گوئی ولی نعمت اللہ مرحوم مغفور کے چند اشعار جو آپ کے شکنجہ تاویلات میں آگئے ہیں آپ کے دعاوی پر مؤید ہیں۔''

(نشان آسمانی ص۱۰تا۱۶، خزائن ج۴ ص۳۷۱تا۳۷۷)

اس کے سواء بھی اگر کچھ وجوہات محتاج تاویلات آپ کے دعاوی کے ثبوت میں ہیں تو وہ شہادت میاں کریم بخش سے بڑھ کر نہیں کیونکہ درمیان کریم بخش کی شہادت صاف لفظوں میں ایک مجذوب ملہم کے بیان کی نقل ہے۔ مگر ناظرین نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ میاں کریم بخش کی شہادت جو ایک مخبوط الحواس شخص کے بیان کی سماعی روایت کرتا ہے، کہاں تک لائق اعتبار ہے۔

اور آپ کے اعمال صالحہ خصوصاً نماز کے خشوع خزوع اور حضور قلب اور مجاہدہ اور محاسبہ وغیرہ کے حالت اگرچہ اس بیان میں بیان نہیں ہوئی۔

تاہم ناظرین باتمکین بنظر انصاف اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جس شخص کو اشاعت دعاوی اور جواب دہی مخالفوں کے اعتراضات اور اجرائے اشتہارات اور تصانیف کتب ورسالہ جات اور مشتہرہ مضامین کی تاویلات اور مریدوں کی آمد وشدان کے میل ملاقات اور روپیہ کی آمد اور خرچ کے تفکرات اور ضعف وعلالت طبیعت وغیرہ وغیرہ کاروبار کے اہتمام اور شغل اس کثرت سے دامن گیر ہوں۔ ایسا شخص کثیر الشغل دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کون سے وقت میں فراغت پاکر اپنے دل کے آئینہ کو کدورتوں کے گردوغبار سے پاک وصاف کر کے نور عرفان الٰہی کا عکس حاصل کر سکتا ہے۔ بلکہ ایسے شخص کو اگر کسی وقت فرصت بھی ہو تو وہ وقت بھی مذکورہ بالا دھندوں کے سوچ بچار اور تفکرات وتوہمات میں ہی گزر جاتا ہے۔ کیونکہ آپ کو اہل اسلام ہنود اور عیسائیوں وغیرہ تمام مذاہب سے شب وروز مخالفت کا مقابلہ لگا ہوا ہے جس سے آپ کو لحہ بھر نجات اور فراغت نہیں۔

آپ کی صفائی معاملات بھی اس ریمارک سے چھوڑنے کے لائق نہیں کہ آپ کا ابتدائی دام تذویر (فریب کا جال) کتاب براہین احمدیہ ہے جس کے نام پر آپ نے ہزارہا روپیہ لوگوں سے جھوٹے وعدوں پر حاصل کیا اور اپنے عہدوں اور وعدوں کا کوئی ایفا نہ کیا۔ دیکھئے حوالہ جات۔ تفصیل کے لئے دیکھئے (دیباچہ براہین احمدیہ پنجم ص۷،۸، خزائن ج۲۲ ص۲۲۰،۲۲۱)

اگرچہ مال طوائف مہر البغیہ بروے حدیث شریف نبی ﷺ مطلق حرام ہے۔ مگر آپ نے اطیب اور مبارک تصور کر کے اس کے حصول کی کوشش میں آپ نے کچھ دریغ نہیں کیا۔ اگر آپ انکار کریں تو میاں اللہ دتہ تائب ساکن لدھیانہ گواہ ہے۔

آپ نے اپنے عزیز فرزندوں کو جائیداد سے محروم رکھنے کے لئے کچھ حصہ جائیداد باغیچہ وغیرہ جدید منکوحہ کے حق میں پانچ ہزار پر رہن کر کے بیع بالوفا کی شرط سے انتقال کر دیا جس کی ماہیت واصلیت قریباً تمام باشندگان قادیان اور اس کے قرب وجوار پر اظہر من الشّمس ہے۔

آپ نے مرزا احمد بیگ مرحوم کی دختر کلاں کے واسطے پیش گوئی کر کے اشتہار دیا (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۳۲،۱۳۳، خزائن ج۲۲ ص۵۷۰) کہ آپ کا نکاح اس کے ساتھ آسمان پر خدا تعالیٰ نے کر دیا ہے۔ اس لئے مرزا احمد بیگ اور تمام رشتہ داروں اور اپنے عزیز فرزندوں کو وظائف الحیل اور عجز والحاح اور منت وسماجت سے تحریک وترغیب دی کہ جس طرح سے ممکن ہو منکوحہ آسمانی کا نکاح زمین پر بھی آپ کے ساتھ کر دیا جاوے۔ یہاں تک کہ اپنی بہو عزت بی بی

سے بھی اس کی والدہ ہمشیرہ مرزا احمد بیگ کے نام خط تاکیدی لکھوا بھیجا لیکن جب کامیابی ہوتی نظر نہ آئی تو تمام رشتہ داروں کو طرح طرح کی دھمکیاں دے کر ڈرایا کہ اگر مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں کے ساتھ آپ کا نکاح نہیں ہوگا تو آپ ’’**ویقطعون ما امر اللہ به ان یوصل**‘‘ حکم قرآنیہ کو نسیاً منسیاً کر کے) سب سے قطع تعلق کر لیں گے اور عزت بی بی آپ کی بہو کو فضل احمد آپ کا فرزند طلاق دے دے گا اور سب کے سب رشتے ناطے ٹوٹ جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے فضل احمد کے نام حکم جاری فرمایا کہ وہ فی الفور طلاق نامہ بھیج دیوے اور اگر وہ طلاق نامہ نہ بھیجے گا تو عاق اور محروم الارث کر دیا جاوے گا۔ (منقول از نوشتہ غیب ص۱۲۸، ۱۲۹، احتساب ج۲۳ص ۵۱۷، ۵۱۸، کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام قادیانی ص۱۲۵ تا ۱۲۷)

’’الغرض آپ نے بایں پیرانہ سالی ایک دوشیزہ باکرہ منکوحہ آسمانی کو فی الواقعہ زوجیت میں لانے اور کام چلانے کے لئے ہر ایک قسم کی کارسازیوں اور روباہ بازیوں سے منکوحہ آسمانی کے والدین وغیرہ اقربا کو ترغیب وترتیب دی لیکن انہوں نے بھی ایسا استقلال رکھا کہ آپ کی گیدڑ بھبکیوں سے ذرہ بھر بھی متاثر نہ ہوئے اور سب نے متفق ہو کر آپ کی منکوحہ آسمانی کا نکاح بمقام پٹی ضلع لاہور کر دیا جہاں پر وہ اب تک آباد اور صاحب اولاد ہے۔ گو ابھی تک آپ دریغا حسرتا کہتے اور دانت پیستے ہوئے اپنی پیش گوئی کی تائید میں پکارے جاتے ہیں کہ وہ ضرور مطلقہ یا بیوہ ہو کر آپ کے نکاح میں آئے گی۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۳۹۶، خزائن ج۳ص ۳۰۵)

حالانکہ معیاد پیش گوئی مدت مدید سے گزر چکی ہے۔ پر ابھی تک آپ کی ہوس فرو نہیں ہوئی اور جب آپ کی منکوحہ آسمانی کا نکاح پٹی ضلع لاہور میں ہو گیا تو آپ نے حسب الوعدہ سب سے رشتے ناطے توڑ ڈالے اور ایسا تعلق قطع کیا کہ تمام خویش واقارب سے سلام کلام اب تک مطلق بند ہے اور اسی فرضی اور بناوٹی جرم میں آپ نے دونوں فرزندوں کو عاق اور محروم الارث ٹھہرا دیا اور یہی وجہ ہے کہ آپ نے باغیچہ وغیرہ ایک بھاری رقم پانچ ہزار روپیہ پر جدید منکوحہ کے پاس انتقال کر دیا ہے کہ آپ کی وفات کے بعد اگر گورنمنٹ عالیہ باوجود عاق ہونے کے بھی ان کے حقوق پر غور کرے اور آپ کی تمام جائیدادوں کو دلا دیوے تو جلتے گھر کی جاروب ہی سہی پانچ ہزار روپیہ کا تاوان تو ان کو بھرنا پڑے اور آپ نے اپنی بڑی بیوی کو بلا طلاق الگ کر دیا جس کو جیتے جی نہیں بلایا اور وہ اپنے آپ پر صبر کے پہاڑ ڈالتی

ہوئی جاں بحق ہوگئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون! دیکھو مرزا قادیانی کے خطوط مندرجہ:

(کلمہ فضل رحمانی بجواب اوہام غلام احمد قادیانی ص۱۲۳تا۱۲۸)

یہ امر بھی بیان کرنے کے لائق معلوم ہوتا ہے کہ اب تک جتنے لوگ مرزا قادیانی کے گروہ میں داخل ہوکر پاک جماعت کے خطاب سے موسوم ہوچکے ہیں ہماری دانست میں ان کی تقسیم تین قسم پر ہے۔

اوّل وہ لوگ جو اہل علم ماہر قرآن وحدیث وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں اوران کے متعلق بڑے زور کے ساتھ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کیا وہ لوگ باوجود عالم وفاضل ہونے کے یوں ہی بلاسوچ سمجھے مرزا قادیانی کے ہاتھ پر بیعت ہوچکے ہیں تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی جماعت میں علوم دین کے واقف لوگ بہت تھوڑے ہیں اور وہ عموماً مرزا قادیانی کے پاس بیعت ہونے سے پیشتر ہی فلسفہ اور دہریت کے شکوک سے مشکوک ایسی خطرناک حالت میں تھے کہ کسی گڑھ گمراہی میں گرنے ہی کو تھے کہ مرزا قادیانی نے ان کو سمیٹ لیا اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ بڑے علم والے گمراہ ہوجاویں کیا معلم الملکوت تمام ملائکہ کی نسبت بڑے علم والا تھا اوراس کا گمراہ بلکہ رادہ درگاہ ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے جب کہ معلم الملکوت کا گمراہ اور راندہ درگاہ ہونا تسلیم ہوچکا ہے تو بنی آدم کا گمراہ ہوجانا جن کی خلقت میں سہو وخطا کا مادہ رکھا گیا ہے کچھ تعجب نہیں۔

دوئم وہ لوگ ہیں جنہوں نے تعلیم انگریزی ادنیٰ سے اعلیٰ درجہ تک پائی ہوئی ہے اوران میں بعض صاحبان بی.اے پاس بھی سنے جاتے ہیں لیکن ان کے بی.اے پاس ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انگریزی میں اعلیٰ درجہ کی ترقی کرنے سے ان کو دینیات میں بھی کچھ واقفیت ہوگئی ہے بلکہ جب تک وہ لوگ دینی علم نہ پڑھ لیں، تب تک وہ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ واقف دن کے برابر بھی دینی واقفیت نہیں رکھتے اورانگریزی فلسفہ اور دہریت کی تعلیم سے ان میں گمراہی اور کجروی کی استعداد اس قدر بڑھی ہوئی ہوتی ہے کہ باوجود واقفیت دین کے ان کا دین پر قائم رہنا مشکلات اور محالات سے ہوتا ہے۔ چہ جائے کہ ان کو دینی واقفیت بھی کچھ نہ ہو تو پھر بھی ان کی سلامت روی پر کچھ امید اور بھروسہ ہوسکے ممکن ہی نہیں۔ایں خیال است ومحال است وجنون۔

کیونکہ ایسے لوگ آزادی پسند اعتقادات کو پرانے خیالات اور معجزات انبیاء علیہم السلام اور کرامات اولیاء کرام کو خلاف عقل محالات وناممکنات اور عبادات کو مشکلات کے بوجھ جانتے ہیں اور دین کے پابند لوگوں کو استہزاءً پرانے فیشن کے لوگ بتلاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنے والدین کے عادات واطوار وطرز روش اور لباس وخوراک ومکانات اور قطع وضع اور گفتگو وغیرہ کو فضول ولغو اور خلاف تہذیب بلکہ مکروہ جانتے ہیں۔ ان کے بیٹھنے، گفتگو کرنے اور کھانے پینے، رہنے سہنے سے ان کو سخت نفرت اور کراہت ہوتی ہے۔ ان کو رہنے کے لئے الگ الگ کمرہ اور مکان انگریزی کوٹھیوں کی قطع وضع پر اور لباس انگریزی کوٹ پتلون بوٹ وغیرہ اور کھانا انگریزی میز کرسی پر چھری کانٹے وغیرہ مطلوب ومرغوب ہوتے ہیں۔

غور کا مقام ہے کہ جس حالت میں ان کو بودوباش کے مکان اور لباس اور خوراک پرانے قسم کی پسند نہیں ہوتی تو بھلا اباؤ اجداد کا پرانا دین ان کو کب پسند ہوسکتا ہے۔ ان میں اکثر تو تعلیم پاتے ہی دھریہ یا عیسائی ہوجاتے ہیں۔ باقی جو برائے نام دہریت اور عیسائیت سے بچ نکلتے ہیں وہ بھی مادر پدر آزاد کسی نہ کسی گڑھے میں ضرور گر جاتے ہیں۔ پس اس قسم کے لوگ اگر مرزا قادیانی کے دام تزویر میں پھنس گئے تو کچھ تعجب نہیں۔

سوئم وہ لوگ ہیں جن کو اپنی سمجھ اور واقفیت کچھ بھی نہیں بلکہ دیکھا دیکھی مقلدانہ طریق پر ڈھورے بے غور مرزا قادیانی کی بیعت کے قلادوں میں سے ان کی اطاعت کے کھرل پر بندھے جارہے ہیں۔ ان کی بے سمجھی اور تقلید پر دلیل یہ ہے کہ جب کبھی ان کو کوئی مضمون مخالف شرع مرزا قادیانی کا شائع کیا ہوا سنایا جاکر ان سے دریافت کیا جاتا ہے تو وہ لوگ نہایت حیرانی اور سرگردانی کے ساتھ انکار کردیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا ایسا اعتقاد ہرگز نہیں۔ کسی مخالف کی افتراء بندی ہوگی اگر ایسا اعتقاد مرزا قادیانی کا ہوتو ہم مرزا قادیانی کی بیعت توڑ دیں گے۔ مگر جب اصل تصانیف مرزا قادیانی سے وہ مضمون دکھلا دیا جاتا ہے تو پھر وہ لوگ **فبھت الذی کفر** کی طرح ساکت رہ جاتے ہیں۔ مگر بے شرمی اور ہٹ دھرمی سے پھر بھی اڑے ہی رہتے ہیں اور تمام مریدان راسخ الاعتقاد کے طبائع میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور ان کے چہروں پر عرفان نور کی کوئی چمک دمک اور رونق نظر نہیں بلکہ شیطنت کی چال بازیوں اور دجالیت کی کارسازیوں میں شیطان کے بھی کان کاٹتے ہیں۔ نبیوں اور ولیوں کے اصحاب ومرید ایسے نہیں ہوتے۔ آں غنی را نشان دیگر است۔

مرزا قادیانی نے جب سے تجدید دین کے دھوکے سے اپنے جدید دعاوی کے دام تذویر بچھا کر اسلامی مرغوں کو پھنسانا اور ان کے اموال خداداد کو لوٹنا اور کھانا شروع کیا ہے تب سے آپ نے دین کی تجدید اور ترقی کیا کچھ کی؟

ناظرین انصاف پسند پر مخفی نہیں کہ جب سے مرزا قادیانی نے تجدید دین کے دھوکہ کا بیڑا اٹھا کر پنجاب و ہندوستان میں ایک سخت فساد اور شور مچا رکھا ہے، تب سے آپ سے کوئی تجدید اور ترقی نہیں ہوسکی۔ بلکہ برخلاف تجدید اور ترقی کے دین کی تباہی اور تنزل میں کچھ کسر نہیں رہی۔

کیونکہ جب سے آپ کا طوفان برپا ہوا تب سے پنجاب و ہندوستان کے اہل اسلام میں سخت تفرقہ اور فساد پڑ گیا ہے کہ ایک دوسرے کو کافر کافر کہہ رہے ہیں اور آپس کے تعلقات سلام وکلام میل وملاقات بلکہ رشتے ناطے ٹوٹ گئے اور خویش واقارب چھوٹ گئے۔ گویا آپ کی تجدید سے ''واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً ولا تفرّقوا'' حکم قرآنیہ پر خوب عمل ہوا۔ کوئی فرقہ اسلامی آپ کی نیش زنی سے محفوظ نہیں رہا۔ یہاں تک کہ انجمن حمایت اسلام لاہور جس کا وجود مبارک اسلامی ہمدردی اور حفظ وحمایت بلکہ تجدید وترقی دین کے لئے فی زمانہ از بس غنیمت ہے۔ اس پر بھی آپ گورنمنٹ عالیہ کو بدظنی کا اشتعال دینے اور بے جا حملہ کرنے سے باز نہیں رہے۔ حالانکہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ فیاض امر مکرم انجمن اسلامی پودوں کی پرورش اور تربیت میں نہایت سرگرمی اور جانفشانی سے مصروف ہے جس کی کوئی نظیر پنجاب و ہندوستان کے قرون ماضیہ اور حال میں موجود نہیں۔ کیونکہ جو ہمدردیاں اور جانثاریاں یتامیٰ اور مساکین اطفال اسلام کے ساتھ یہ ناصح اور مشفق انجمن کررہی ہے۔ آپ جیسے سینکڑوں خودغرض مجدد اور بوالہوس حامی کھڑے ہوجائیں تو بھی حمایت اسلام میں کبھی ایسا فوق نہ پائیں۔ پس بلحاظ اہتمام جذبات اسلام نہایت شکریہ اور اعزاز واکرام کے ساتھ اس مبارک انجمن کا نام شمس الاسلام رکھنا چاہئے اور چشم بدور اگر آپ کورچشمی کے سبب اپنی خودغرضی اور بوالہوسی کی اندھادھند میں اس کے انوار کو ظلمات سے تعبیر کریں تو سن لیجئے۔

گر نہ بیند بروز شپر چشم　　چشمۂ آفتاب راچہ گناہ
راست خواہی ہزار چشم چناں　　کور بہتر نہ آفتاب سیاہ

لیکن آپ کو دعاوی باطلہ کی آگ حسد کا اشتعال دے رہی ہے کہ آپ کے دھواں دھار کے اندغبار میں رہنمائی اہل اسلام کے لئے کہیں بھی شمع اسلام روشن نہیں رہنی چاہئے۔ مگر خداوند تبارک وتعالیٰ حافظ وناصر قادر مطلق غیور اکبر اس منور شمع کو اپنے حفظ وحمایت میں اہل اسلام کی رہنمائی کے لئے روشن رکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے جو شخص اس روشن شمع کو بجھانے کے لئے پھونک چلائے گا وہ اپنی ہی ریش جلائے گا۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ہر آں کہ تف زند ریشش بسوزد

پس آپ کے دعاوی تجدید اور ترقی دین پر اس کیفیت تباہی وتنزل کو ترجیح ہے اور نتیجہ تسلیم ہے کہ آپ نے کوئی تجدید اور ترقی اسلام کی نہیں کی۔ ازدست آپ کی بے جادست اندازیوں سے اسلام پر سخت حملے ہورہے ہیں اور آپ تو اپنے فرضی دارالامن والامان (بلکہ دارالکذب والبہتان) قادیان کے بیت الفکر میں بیٹھے الہامی گولے چلارہے ہیں پر اسلامی دنیا پر تو مخالفین کے الزامی گولہ باری سے ایک سخت مصیبت برپا ہے۔ کیا تجدید دین اسی کو کہتے ہیں؟ کیا آپ نے عیسائیوں کے ساتھ بے جا چھیڑ چھاڑ رکھ کر اور مسٹر عبداللہ آتھم کی موت کی پیش گوئی میں ناکامیاب رہ کر ان کے غیض وغضب اور ضد وتعصب کو اہل اسلام پر حد سے نہیں بڑھایا۔

اور کیا آپ نے ’’**ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم**‘‘ حکم قرآنیہ کو نسیاً منسیاً کر کے اہل ہنود کے بزرگوں کی توہین اور ہتک اور ان کے مذہب پر نکتہ چینی کر کے ان کے آتش غضب وتعصب کو نہیں بھڑکایا؟ کیا آپ کی شوروشرارت سے پہلے مابین اہل ہنود واہل اسلام کمال سلوک اور اتفاق کے بھائی چارے پڑے ہوئے نہیں تھے اور رنج اور راحت شادی وغمی میں ہمدردی وہمدمی کے تعلقات بڑھے ہوئے نہیں تھے بلکہ تعلقات ہمدردی اور خیر خواہی کے ایسے پیوستہ اور وابستہ تھے کہ مغائرت کا کہیں نام تک نہیں تھا۔ پر اب آپ کی دست وبرد اور چھیڑ چھاڑ کے سبب وہ تعلقات ٹوٹتے اور چھوٹتے جاتے ہیں اور علاوہ اس کے حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ اور ان کے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کی نسبت عیسائیوں وغیرہ کی طرف سے جس قدر سخت کلامی اور ہتک حرمت ہورہی ہے وہ بیان کرنے کے قابل ہی نہیں۔ کیا یہ سب آپ ہی کی منہ زوریوں اور گستاخیوں کے نتائج نہیں۔

اب ہم مرزائی گروہ کی خدمت میں نہایت خیر خواہی اور ہمدردی کے ساتھ ایک ضروری التماس کرتے ہیں کہ اسلامی اصول کے مطابق یہ امر مسلم ہے کہ تمام بنی آدم مرنے کے بعد ایک روز خداوند قادر مطلق مالک یوم الدین کے حکم سے زندہ ہوکر اس کے حضور میں حاضر کئے جائیں گے اور اس روز ہر ایک شخص اپنے اعمال صالح اور افعال طالع کی جزا اور سزا بھر پائے گا اور اس دن کی سختی سے انبیاء علیہم السلام نفسی نفسی پکارتے اور اولیاء کرام کانپتے ہوں گے اور اس ہول میں کسی نبی اور ولی کو اتنی بھی جرأت نہیں ہوگی کہ اپنے خویش واقربا اور دوست وآشنا کی سدہ لے سکے۔ مگر ہاں اس قہر قہار اور غضب جبار میں ذات پاک خاتم النّبیین سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کمال غمخواری اور ہمدردی کے ساتھ یا رب امتی یا رب امتی پکارتے ہوں گے۔

پس اس روز کوئی بھی کسی کے کام نہیں آئے گا بلکہ بھائی کو بھائی اور اولاد کو والدین اور والدین کو اولاد اور خاوند کو بیوی اور بیوی کو خاوند اور دوست کو دوست اور پیر کو مرید اور مرید کو پیر چھوڑ دیں گے اور تمام تعلقات رشتے ناطے ٹوٹ جائیں گے۔ یہاں تک کہ ہر ایک فرد بشر یہی چاہے گا کہ اس کے تمام خویش واقارب اس کے معاوضہ میں پکڑ جکڑ کر جیل خانہ دوزخ میں ڈال دیئے جاویں پر اس کو کہیں نجات ملے۔

پس جب ایسی حالت ہوگی تو کیا مرزا قادیانی مریدان مخلص اور راسخ الاعتقاد کی رہائی اور نجات کی استدعا کرسکیں گے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ تو یہی کہیں گے کہ ہمارے سارے کے سارے مرید دوزخ میں جھونک دیئے جاویں پر ہم کو کہیں نجات ملے۔ یہ خاصہ تو اسی ذات پاک سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کا ہے کہ ایسی حالت میں بھی آپ کی زبان مبارک پر یہی جاری ہوگا یا رب امتی یا رب امتی! مگر شفاعت آنحضرت ﷺ انہی لوگوں کے حق میں ہوگی جنہوں نے خداوند تعالیٰ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کے بعد آنحضرت ﷺ کو خاتم النّبیین والمرسلین اور پیشواء ومرشد ورہبر برحق مان کر سچے اور پکے دل سے آپ کی تابعداری اور فرمانبرداری کی ہوگی اور کسی پیر ومرشد پیشواء اور امام ومقتداء کے قول وفعل کو آپ کے قول وفعل پر عقائد اور عمل میں ترجیح نہیں دی ہوگی اور جو لوگ سلسلہ نبوت کو آپ کی ذات پاک پر مختتم نہیں سمجھتے اور آپ کے دین کو مکمل اکمل نہیں جانتے اور آپ کے جسمانی معراج کو نہیں مانتے اور آپ کی احادیث صحیح متواترہ کو ظنیات کا مجموعہ قرار دے کر اپنے

توہمات الہامات کو ان پر ترجیح دیتے ہیں۔ وہ لوگ آپ کی شفاعت کے مستحق نہیں ہوں گے۔ بلکہ جیل خانہ جہنم میں گرا دیئے جاویں گے۔

سو اس لئے نہایت ضروری ہے کہ آپ لوگ جیتے جی اس دن کی دہشت ناک سختی کو خیال میں لا کر ایک دوسرے کے دیکھا دیکھی اور تقلید شخصی اور شرما شرمی کے تعلق توڑ اور ضد وتعصب اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ محض حق طلبی اور انصاف پسندی کی نیت سے نہایت دور اندیشی اور غور وتدبر کے ساتھ مرزا قادیانی کے بارہ میں دوبارہ نظر کرلو اور ان کے دعاوی کو معیار اسلامی قرآن وحدیث پرکھ لو اور خداوند تعالیٰ وتبارک اپنے خالق ومالک وہادی مطلق کے حضور میں گڑگڑا کر صراط المستقیم پر چلنے کی دعائیں اور استدعائیں کرلو۔ ممکن ہے کہ اس طریق سے صلاح اور فلاح دارین کی راہ پاؤ اور جان رکھو کہ موجودہ حالت میں مرزا قادیانی کے جدید عقائد اور دعاوی نہایت ہی مشکوک اور خطرناک ہیں۔

گر نیاید بگوش رغبت کس بر رسولان بلاغ باشد و بس

اے ہمارے خالق ومالک ہمارا ایمان ہے کہ تو وحدہ لاشریک ومالک الملک وحی قیوم وقادر مطلق ہے۔ تیری بادشاہت اور سلطنت میں تیرا کوئی وزیر اور مشیر نہیں تو ہی مالک ومختار ہے اور کسی کو تیری بادشاہت میں ایک ذرہ بھر بھی اختیار نہیں۔ ہمارے نفع اور نقصان کا تو ہی مالک ہے۔ اگر تو ہم پر کوئی آفت مصیبت زحمت سختی تنگی بھیجے تو کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں اور اگر تو اپنے تراحم اور فضل وکرم سے ہم پر رحمت نازل فرماوے تو کوئی اس کو روکنے والا نہیں اور تیری صفات کاملہ میں کسی اور کو کسی قسم کی کچھ بھی شراکت نہیں تو تمام عیبوں اور نقصانوں سے پاک ومبرّا اپنی ذات صفات میں یگانہ اور یکتا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام تیرے برگزیدہ اور پاک بندے ہیں جن پر تو نے اپنے فضل وکرم سے طرح طرح کے انعام وافضال واکرام عطاء فرمائے اور تو نے ان کو وقتاً فوقتاً حسب ضرورت بنی آدم کی رہبری اور رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا اور وہ اپنے اپنے وقت میں اپنی اپنی امت میں تیرے احکام پہنچاتے اور سناتے رہے اور تیری نافرمانیوں سے آپ ڈرتے اور لوگوں کو ڈراتے رہے اور فرمانبردار لوگوں کو بشارت انعامات واکرامات وعطایات اور نافرمان لوگوں کو نذرات عتابات وعذابات دے کر فرائض منصبی بجالاتے رہے۔ اسی سلسلہ کے اختتام پر تو نے اپنے امین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرما کر آپ کی نبوت ورسالت کو خاتم النّبیین اور ختم المرسلین کے خطاب سے مزین فرمایا۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی برلانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگزرنے والا
بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیروزبر کرنے والا
قبائل کو شیروشکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور ایک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
مس خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کردکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

اے خداوند عالمیان تیرے صادق امین، ختم المرسلین رحمۃ اللعالمین نے بنی آدم کی خیرخواہی اور ہمدردی میں کوئی دریغ نہیں کیا۔ اگرچہ اس آفتاب عالم تاب نے ملک عرب میں طلوع پایا پر اس کی منور کرنوں کی شعاؤں نے سارے جہاں میں نورانیت کا جلوہ دکھایا۔ تمام اطراف ربع سکون سے کفروشرک کے ظلمات کو مٹایا اور توحید کے انوار سے روشن اور مزین فرمایا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستورالعمل مکمل اکمل قرآن مجید وفرقان حمید میں تو نے تکمیل دین کی تصدیق فرمائی کہ: ’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا‘‘ گویا تمام ادیان ماضیہ کی تنسیخ اور دین اسلام کی تکمیل اور اتمام انعام اور مقبولیت وپسندیدگی کی صداقت پر یہ سچی اور پکی دلیل ہے جو شخص بموجودگی اس قطعی اور محکم دلیل کے تکمیل دین میں اوہامی شکوک بیان کر کے جزئی نبوت کے دعویٰ سے زمانہ حال میں تکمیل دین کی ضرورت بتلاتا ہے۔ وہ بطال وکذاب اس برہان میں اور دلیل روشن کا صاف اور صریح منکر ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائم مقام جانشین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے قدم بقدم چلتے اور دین کی خدمت ونصرت میں ہمہ تن مصروف رہے۔

سب اسلام کے حکم بردار بندے
سب اسلامیوں کے مددگار بندے
خدا اور نبی کے وفادار بندے
یتیموں کے بیواؤں کے غم خوار بندے
راہ کفر وباطل سے بیزار سارے
نشے میں مئے حق کے سرشار سارے

جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکام دیں پر جھکانے دینے والے خدا کے لئے گھر لٹا دینے والے
ہر آفت میں سینے سپر کرنے والے فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

اور تمام اولیاء کرام وصلحاء عظام وامام ہمام تیرے مقبول اور پیارے ہیں جو شخص ان سے کسی قسم کا بغض اور عناد رکھتا اور ان کی ہتک حرمت کرتا ہے وہ گویا تجھ سے لڑتا ہے۔

اور جملہ محدثین حامیان دین متین تیرے صادق امین حضرت ختم المرسلین ﷺ کے علم کی فراہمی اور چھان بین میں جویاں و پویاں وکوشاں رہے۔

گروہ ایک جویا علم نبی کا لگایا پتا جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا کیا کافیہ تنگ ہر مدعی کا
کئے جرح وتعدیل کے وضع قانون نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں
اسی دھن میں آسان کیا ہر سفر کو اسی شوق میں طے کیا بحروبر کو
سنا خازن علم دین جس بشر کو لیا اس سے جا کر خبر اور اثر کو
پھر اس کو پرکھا کسوٹی پہ رکھ کر دیا اور کوئی خود مزہ اس کا چکھ کر
کیا فاش راوی میں جو عیب پایا مناقب کو چھافا مثالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا آئمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسم ورع ہر مقدس کو توڑا نہ ملا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

پس ہم تجھ کو اپنا حقیقی معبود وحدہ لاشریک اور تیری تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیین اور ختم المرسلین برحق مانتے ہیں اور تیرے کلھم اولیاء کرام کو تیرے پیارے مقبول سمجھتے ہیں اور تیرے دستور العمل قرآن شریف اور علم حدیث نبی ﷺ کو اپنا دستاویز واجب العمل تصور کرتے ہیں اور دینیات میں تحقیق نبی علیہ السلام اور صحابہ کرام اور اولیاء عظام اور محدثین ومفسرینؒ کو کافی ووافی خیال کرتے ہیں۔ جدید تحقیق وتکمیل دین کی ضرورت نہیں دیکھتے سو تو اپنے فضل وکرم سے ہم کو اس اعتقاد پر قائم رکھ اور صراط المستقیم پر چلنے کی طاقت وتوفیق عطاء فرما اور جو شخص آیات بینہ قرآنیہ اور احادیث صحیحہ متواترہ کے برخلاف اپنے عقائد جدیدہ اور دعاوی باطلہ کی گمراہی اور کجروی کی طرف ہم کو دعوت کرتا ہے اس کے شر سے ہم تمام اہل اسلام کو بچالے اور اپنے حفظ وحمایت میں محفوظ رکھ۔ آمین ثم آمین!

اس کے بعد ہم بصدق دل عدل گستر وانصاف پرور گورنمنٹ عالیہ برطانیہ کے حق میں خیر وبرکت کی دعا کرتے ہیں جس کے زیر سایہ ہمارے بھائی اہل اسلام کمال آرام اور آسائش سے پوری آزادی کے ساتھ مذہبی فرائض ادا کر رہے ہیں۔ خداوند رب العالمین ایسے عادل اور انصاف پسند گورنمنٹ کو ہمیشہ روز افزوں ترقی بخشے۔

اور اسی ذیل میں ہم سرکار فیض مدار والا قتدار معدن جود وسخا فیض واکرام کے دریا کرم گستر رحم پرور اندر مہندر سپر سلطنت انگلشیہ میجر جنرل بہادر مہاراجہ سر پرتاب سنگھ صاحب بہادر جی.سی.ایس.آئی والی جموں وکشمیر وتبتہا اور سرچشمہ فیض وعطاء سخاوت وجودت میں یکتا سیاحت وسفر میں دلاور شاہسوار نصرت وظفر میں بہادر سپہ سالار لفٹنٹ کرنل عساکر انگلشیہ راجہ سر رام سنگھ صاحب بہادر کے.سی.بی کمانڈر انچیف وممبر کونسل ریاست جموں وکشمیر۔

اور نونہال اقبال صاحب جاہ وجلال چتر آرائے تارک افتخار زیب ازائے مسند دربار راجہ سر امر سنگھ صاحب بہادر کے.سی.ایس.آئی وایس پریذیڈنٹ سٹیٹ کونسل کرنل کشمیر آرمی کے حق میں بدرگاہ ایزد متعال جل وجلال ترقی اقبال لازوال وافزونی دولت مالا مال وصحت وعافیت جسمانی وراحت ومسرت روحانی کی دعا کمال عجز والحاح سے کرتے ہیں۔ جن کے سایہ ہما پایہ میں ہم امن وآسائش سے پرورش پا رہے ہیں اور کامل آزادی کے ساتھ مذہبی فرائض ادا کر رہے ہیں۔ بلکہ انہوں نے عزت افزائی اور دلجوئی اہل اسلام کے لئے جامع مساجد جموں وکشمیر کی تعمیر ومرمت شکست وریخت میں بعطائے زر کثیر امداد فرمائی اور باغ شعلہ مار جموں بمرحمت فرش وسائبان وغیرہ عیدگاہ اہل اسلام مقرر فرمایا اور چند مساجد جدید بصرف زر کثیر تعمیر فرما کر اعزاز اسلام واہل اسلام کو بڑھایا۔

اے خداوند مالک الملک ذوالجلال ایسے فیاض وگرم گستر رحم پرور سری مہاراجہ صاحب بہادر اور سری راجہ صاحبان بہادر دام اقبالہم کو اپنے فضل وکرم سے خوش وخرم صحیح وسالم بجاہ وجلال وترقی اقبال وازدیاد دولت وحشمت بخیریت وعافیت اپنے حفظ وحمایت میں مدام شادکام رکھ اور بعطائے فرزندان نرینہ ان کے سینوں کو سرد اور آنکھوں کو روشن اور دلوں کو خورسند وشاد فرما۔ آمین ثم آمین!

المبین شاہ محمد واحمد علی

المشتہر شیخ شاہ محمد عفی اللہ عنہ جج ریاست رام نگر

بقلم خاکسار عبداللطیف کاتب الحروف

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

مرزا غلام احمد قادیانی کے نام
ایک اہل اللہ کا
آخری خط

جناب حاجی رحیم بخش ہیڈ ماسٹر لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیّہ والصلوٰۃ علیٰ نبیّہ الذی لانبیّ بعدہ. امّابعد!

بخدمت جمیع کافۂ اہل اسلام التماس ہے کہ یہ خط جو چھاپ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ مرزا قادیانی کی آخری تبلیغ کے لئے ایک مقتدر اہل اللہ کی قلم فیض رقم سے لکھا گیا ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی اب اپنی عمر کو اخیر خیال کرتے ہیں اور دنیا سے اپنے اپنے معینہ وقت پر ہر ایک نے کوچ کر ہی دینا ہے اور مرزا قادیانی اپنے دعویٰ میں ترقی کرتے کرتے یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ: ''کرشن ہی بن گئے۔'' (لیکچر سیالکوٹ ص۳۳، خزائن ج۲۰ ص۲۲۸)

''شروع ان کا مثیل مسیح سے ہوا تھا۔'' (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۲۰۷ قدیم)

''مسیح کی مثلیت سے صعود کر کے عین مسیح بنے۔'' (ازالہ اوہام ص۴۳۴، خزائن ج۳ ص۴۴۲)

''مجدد'' (کتاب البریہ ص۱۶۸ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۲۰۱)

''اور مہدی'' (اتمام الحجۃ ص۳، خزائن ج۸ ص۲۷۵)

کے درجے کو طے کرتے ہوئے نعوذ باللہ'' احمد یا پیغمبر آخری زمان کے مدعی ہوئے۔'' (ایک غلطی کا ازالہ ص۶، خزائن ج۱۸ ص۲۱۶)

پھر کچھ ایسی ترقی کی کہ مذاہب کے امتیاز کو بالائے طاق رکھ کر کرشن جس کو ابتداءً اپنی تصانیف میں برائی سے یاد کرتے تھے۔ خود اس میں حلول کر لیا یا اس کو اپنے جسم میں لائے اور لکھ بھی دیا کہ مذاہب سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ گویا وہ پہلے ایک کوزہ پانی کا تھے۔ پھر تالاب میں وہی کوزہ پانی کا ڈال دیا گیا تو خیال کیا کہ ہم تالاب بن گئے۔ پھر نہر میں وہ پانی گیا تو حضرت کو سوجھی کہ ہم بھی نہر ہیں۔ دریا میں وہی پانی پہنچا تو اپنے آپ کو دریا خیال کیا۔ دریا سمندر میں گیا تو اسی پانی نے سمجھا کہ بس اب میں سمندر ہو گیا۔ اب کسی پلیدی سے...... پلید نہیں ہوتا۔

اس واسطے آپ نے اس درجہ پر پہنچ کر لکھ مارا کہ مذاہب کا تفاوت اعتباری ہے۔ ہر ایک مذہب سچائی رکھتا ہے۔ یہ خط مرزا قادیانی کو ان کے اصول پر اخیر عمر میں توجہ کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اگر وہ اس کو بغور پڑھیں گے تو ان کا انجام شائد اچھا ہو جائے۔ بحکم آیۂ کریمہ: ''والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سبلنا '' جو لوگ ہمارے راہ میں کوشش کرتے ہیں۔ ہم انہیں راستہ دکھاتے ہیں۔ ہر ایک مسلمان کو اس کا پڑھنا لازم ہے۔ قادیانی کے سب اصول کا قلع وقمع کیا گیا ہے۔ یہ خط بطور کتاب کے چھاپ دیا گیا ہے تا کہ دیکھنے والوں کو بھی پورا فائدہ پہنچے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب مرزا صاحب مکرم بندہ سلمہ ربہ!

بعد سلام سنت الاسلام واضح رائے شریف ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں مسلمان لوگ کس قدر متفرق ہورہے ہیں اور ادبار کی گھٹا کس قدر ان پر چھائی ہوئی ہے۔ گھر گھر نفاق ہے اور مذہب اسلام میں سینکڑوں فرقے اور شاخیں پیدا ہوچکی ہیں۔ غرضیکہ کوئی زمانہ مسلمانوں پر اس زمانہ سے بدتر متعلق ان کے نفاق کے نہیں آیا۔ پھر اس پر مری کو مارے شاہ مدار۔ رہی سہی ان کی صورت کو آپ بگاڑ رہے ہیں اور نیا مذہب مرزائی آپ کی مہربانی کا ایجاد ہے۔ کیا یہ آپ یقین کر سکتے ہیں کہ آپ مسیح موعود یا مہدی موعود کے دعوے کو پورا کرسکیں گے۔ نہیں ہرگز نہیں: ایں خیال است ومحال است وجنوں۔

اخیر میں یقین ہے کہ آپ اس دعویٰ سے ضرور توبہ کریں گے۔ لہٰذا ناحق کا نفاق مسلمانوں میں اگر دانستہ آپ پھیلاتے ہیں تو سخت گناہ کبیرہ میں مبتلاء ہوتے ہیں۔ کیونکہ جہاں تک میں نے غور کیا ہے۔ ایسے دعاوی چار قسم پر مبنی ہوتے ہیں۔

اوّل قسم تو یہ ہے کہ وہ شخص واقعی خدا کی طرف سے واسطے ہدایت کے بھیجا گیا ہو اور خدائی تائید اس کے ساتھ ہو۔ سو اس قسم میں آپ یقیناً نہیں ہیں۔ چنانچہ یہ امر میرے آئندہ بیان سے آپ کو بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ دوسری قسم وہ ہے کہ کوئی شخص جاہ وحشمت کے واسطے جھوٹا دعویٰ پیش کرے۔ جیسے مسیلمہ کذاب وغیرہ نے کیا تھا۔ سو میں ان میں بھی آپ کو داخل نہیں سمجھتا۔ کیونکہ میں ایک مسلمان آدمی ہوں اور جب آپ قسم کھا کر لکھتے ہیں کہ میرے دعاوی کسی غرض نفسانی سے متعلق نہیں ہیں تو میں باور کرتا ہوں کہ شائد ایسا ہی ہو۔

تیسری قسم وہ ہے کہ دعوے دار کو ایک جنون ہوتا ہے کہ جس کی تاثیر سے خود بخود وہ شخص اپنے آپ کو خدا یا پیغمبر وقت یا بزرگ یا بادشاہ سمجھ لیتا ہے۔ جیسا کہ فرعون اپنے آپ کو خدا سمجھتا تھا اور ابھی ایک شخص پشاور میں گزرا ہے جو باوجود معمولی حیثیت کے آدمی ہونے کے لوگوں سے تعظیم شاہی کی توقع رکھتا تھا اور اپنے آپ کو واقعی بادشاہ صاحب حکم سمجھتا تھا۔ سو غالب ظن جو درجہ یقین کے قریب ہے۔ یہی ہے کہ آپ بھی اسی مرض میں مبتلاء ہیں۔ لیکن ہم

یقین کامل کے ساتھ آپ کو اس تیسری قسم میں اس واسطے قائم نہیں کر سکتے کہ قسم چہارم کے اوصاف بھی آپ کی ذات مبارک پر صادق آتے ہیں۔

اور وہ قسم چہارم ایک وسوسہ شیطانی ہے جو ایک مرید بایزید بسطامیؒ کو بھی ہوا تھا۔ بہر حال اس میں کوئی شک نہیں ہوسکتا کہ آپ کی حالت تیسری وچوتھی قسم سے ہرگز خالی نہیں ہے۔ یہ تو آپ کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے کو بجنسہٖ ابن مریم نہیں جتلاتے اور نہ مسئلہ تناسخ کے قائل ہیں بلکہ اپنے وجود شریف کو آپ مثیل المسیح بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ آپ نے اس بارہ میں کوئی مفصل تحریر شائع نہیں فرمائی کہ آپ کس قسم کے مثیل ہیں۔ لیکن جہاں تک آپ کی تحریرات کو دیکھا جاتا ہے۔ مثیل تین قسم کے معلوم ہوتے ہیں۔

ایک قسم تو وہ ہے کہ جب صوفیائے کرام اپنے مرتبہ میں کسی پیغمبر کے قدم پر پہنچتے ہیں تو اس صورت میں باصطلاح صوفیائے کرام کہا جاتا ہے کہ اس کو موسائی یا ابراہیمی درجہ حاصل ہوا۔ سو اس مرتبہ سے کسی مسلمان کو کسی اہل اللہ کی نسبت اگر فی الواقعہ اہل اللہ ہو انکار نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ خواجہ عثمان ہارونی مرتبہ خلیلی پر اپنے وقت میں بیان کئے جاتے تھے۔

دوسری قسم کی مثیل وہ لوگ ہیں جن کی نسبت ایک برائے نام حدیث: ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل'' مشہور ہے۔ سو ایسی مثیل سے بھی کسی مسلمان کو انکار نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کوئی عالم اس امت مرحومہ کا پرہیزگار متقی اور صاحب مدارج ہو تو ایسے شخص کی نسبت ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اس کا تقویٰ اور پرہیزگاری مثل پیغمبروں کی ہے۔ مگر ان دونوں صورتوں میں یہ خیال کسی طرح نہیں ہوسکتا ہے کہ مثیل نے بعینہٖ وہ ہی مرتبہ حاصل کرلیا یا وہی شخص بن گیا جو اصل کا ہے۔ یہ مراتب صرف تمثیلاً ہیں نہ واقعی۔ اگر ان ہی دونوں صورتوں میں آپ کا دعویٰ ہے تو چشم ما روشن دل ماشاد۔ آپ اعلان کردیں تاکہ آپ کے ساتھ کسی کا جھگڑا ہی باقی نہ رہے۔

تیسری صورت مثیل کی وہ ہے جو پیغمبر خدا ﷺ کو قرآن شریف کی آیت: ''انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کمآ ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً'' میں موسیٰ کا مثیل فرمایا گیا ہے۔ پھر دوسری جگہ قرآن شریف میں ہے کہ: ''ان مثل عنداللہ

کمثل آدم‘‘ سواس مماثلت کے واسطے ضرور ہے کہ دونوں کا درجہ ایک ہو۔ اگرچہ آدم علیہ السلام کی والدہ بھی موجود نہ تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ موجود تھی۔ تاہم چونکہ باپ کے متعلق ان دونوں کی ایک ہی حیثیت تھی اور دونوں اپنے اپنے وقت میں پیغمبر تھے اور دونوں قدرت خدا سے خلاف فطرت پیدا کئے گئے تھے۔ اس واسطے پروردگار عالم نے مسیح علیہ السلام کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام سے تشبیہ دی یا ایلیا نبی کی مثیل یحییٰ پیغمبر سمجھے گئے۔

دیکھو! ان تینوں تمثیلوں میں ایک پیغمبر ہم مرتبہ دوسرے پیغمبر کی مثیل بیان ہوئے ہیں۔ یعنی جب کسی پیغمبر کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور بجائے اس کے اس کا مثیل اتارا گیا ہے تو اس کا درجہ ویسا ہی تھا جو اصل پیغمبر کا تھا نہ یہ کہ وہ ایک امتی تھا جس کو مثیل کسی نبی کا بتلا دیا گیا۔ ہم اس بحث کو اسی موقعہ پر چھوڑتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہیں یا انتقال کر گئے ہیں۔ اگرچہ ہمارے آخیری حصہ جواب میں مسیح علیہ السلام کی زندگی کا ثبوت مفصل درج پاویں گے۔ مگر بحث کے واسطے اگر یہی فرض کر لیا جائے کہ مسیح علیہ السلام کا انتقال ہوگیا ہے تو یہ بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے کہ باوجود امتی ہونے کے اپنے آپ کو مثیل المسیح ثابت کریں۔ بشرطیکہ آپ کا دعویٰ اس درجہ سوم میں ہو۔ کیونکہ ہر تین واقعات مذکور سے ہم نے دکھلا دیا کہ مثیل ایک پیغمبر کا پیغمبر ہی ہوسکتا ہے نہ امتی اور اس قسم کی مماثلت سے بھی مسلمانوں کو انکار نہیں ہے۔ عقل تو باور نہیں کرتی کہ آپ اس درجہ سوم کے دعوے دار ہوں۔

مگر آپ کے مریدوں کی زبانی اور آپ کی بے معنی طویل اور پیچیدہ تحریروں سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس درجہ سوم کا دعویٰ ہے۔ حالانکہ جب بغور دیکھا جاتا ہے تو آپ کے وجود میں درجہ سوم کی ایک بھی مماثلت حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ پائی نہیں جاتی۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام ۳۲ سال کی عمر میں تمام اہل اسلام کے نزدیک آسمان پر اٹھائے گئے اور آپ کے نزدیک فوت ہوئے۔ (ازالہ اوہام ص ۲۹۸، خزائن ج ۳ ص ۴۲۳)

آپ نے چالیس سال کے بعد اس دعویٰ کو پیش کیا اور اس وقت تو آپ کی عمر قریب ساٹھ سال کے ہے۔ دوم وہ بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے اور آپ کا جداعلیٰ چنگیز خاں ترک تھا۔ سوم ان کی پیدائش زمین شام میں ہوئی اور آپ پنجابی ہیں۔ چہارم: وہ بن باپ

پیدا ہوئے اور آپ کے والد موجود تھے۔ (کتاب البریہ ص۱۳۴ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۱۶۲)

پنجم وہ بے اولاد تھے اور آپ صاحب اولاد ہیں۔ (ملفوظات جدید ج۱ ص۵۶۲)

ششم: ان کا ایک جھونپڑا بھی ان کی زندگی بھر تک نہیں تھا اور آپ صاحب جائیداد ہیں۔ (حقیقت الوحی ص۲۱۱، خزائن ج۲۲ ص۲۲۰،۲۲۱)

ہفتم: وہ صاحب وحی مرسل پیغمبر تھے اور ان کا نام بہت جگہ قرآن پاک میں لیا گیا ہے اور آپ ایک امتی ہیں جو صرف اپنے آپ کو صاحب الہام بیان کرتے ہیں کہ جس میں غلط فہمی کا بھی احتمال ہے اور نہ آپ کا نام قرآن پاک میں موجود ہے: ''**یأتی من بعدی اسمه احمد**'' کے آپ مصداق نہیں بن سکتے۔ کیونکہ آپ غلام احمد ہیں۔ (کتاب البریہ ص۱۴۲، خزائن ج۱۳ ص۱۷۲ حاشیہ در حاشیہ، ضمیمہ حقیقت الوحی الخاتمۃ الاستفتاء ص۷۷، خزائن ج۲۲ ص۷۰۳)

ہشتم: حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ قول ہے کہ اگر کوئی شخص ایک طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی ان کے سامنے کر دو۔ اگر ایک میل لے جائے تو دو میل ساتھ جاؤ۔ برخلاف اس کے اگر آپ کو کوئی شخص ایک کہے تو آپ پچاس سناتے ہیں۔ البتہ شق ہشتم میں آپ مسیح معکوس خیال ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ مسیح کا وہ حلم اور مدارت تھا اور آپ کا برعکس اس کے یہ ہے جو دنیا دیکھ رہی ہے۔ مسیح اکثر نیک بشارت دیتے تھے اور مفید پیشین گوئی کرتے تھے۔ بیماروں کے واسطے شفا کا پیغام پہنچاتے تھے۔ آپ کی پیشین گوئی سوائے خانہ بربادی کے اور کچھ نہیں ہوتی۔ ذرا کوئی آپ کی منشاء کے برخلاف ہوا اور آپ کی پیشین گوئی الہامی تیار ہے۔ حالانکہ الہام اختیاری نہیں ہوتا۔ آپ کی تحریر سے بجواب اعتراض ہشتم کے یہ پایا جاتا ہے کہ: ''مسیح بھی اکثر اوقات گالی دیتے تھے اور فحش کلامی کرتے تھے۔''

(ضمیمہ رسالہ انجام آتھم حاشیہ ص۵، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹)

اوّل تو اس بات کا ثابت کرنا کہ وہ مضمون گالی واقعی کلام مسیح ہے۔ آپ کے ذمہ ہے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انجیل موجودہ محرف ہے۔

دوم آپ کو یہ ثابت کرنا چاہئے کہ وہ گالیاں حضرت مسیح علیہ السلام خاص اپنے پیروؤں کو دیتے تھے۔ حالانکہ آپ کی بہت تحریروں سے ثابت ہے کہ آپ مسلمانوں کو مسلمان سمجھ کر

گالی فحش دیتے ہیں جو حضرت مسیح نے کبھی انجیل پر ایمان لانے والوں کو نہیں دیں اور نہ قرآن پاک نے اپنے پیروؤں کو گالی دی ہے۔ اگر فرض کیا جائے کہ مسیح کی بھی عادت گالی دینے کی تھی تو آپ کے ساتھ بعینہٖ مثال اس مخنث[1] شہزادہ کی صادق آتی ہے کہ جس کو تمام شاہنامہ میں سے صرف وہ بیت یاد رہا جو عورت کی زبانی تھا۔

گویا آپ نے تمام خصائل نیک مسیح کے چھوڑ کر صرف گالی دینے کی مماثلت پیدا کی۔ پس جب کہ آپ کے وجود میں ایک بھی مماثلت حضرت مسیح کی موجود نہیں ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ کا دعویٰ ان خصوص میں بالکل غلط ہے اور نہ ایک امتی کو ایک پیغمبر کی مماثلت کا دعویٰ پہنچ سکتا ہے۔

اب میں آپ کے ان خیالات کی قلعی کھولتا ہوں کہ کیا آپ خدا کی طرف سے ملہم ہیں اور خدا آپ کا مددگار ہے اور کیا آپ خدا کو مددگار سمجھتے ہیں۔ آپ کو واضح رہے کہ چونکہ آپ اپنے کو ملہم بلاقید شریعت بیان نہیں کرتے۔ بلکہ آپ کی تحریروں سے ثابت ہے کہ آپ محض پیرو شریعت اسلام ہیں۔ اس لئے آپ کے اتقاء کے امتحان کے واسطے ضرور ہے کہ شریعت اسلام ہی معیار ٹھہرائی جائے۔ اگر آپ کوئی نبی یا مستقل مرسل ہوتے تو آپ جو چاہتے کہہ سکتے تھے۔ مگر اب آپ کو بوجہ اقرار کے وہ آزادی نصیب نہیں ہے اور آپ صرف اسی دائرہ اسلام میں ہی گفتگو کر سکتے ہیں اور جو معیار شریعت اسلام نے مسلمانوں کے واسطے تقویٰ وطہارت کا مقرر کیا ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذات مبارک میں دکھلا دیویں۔

[1] ایک شہزادہ جس نے اپنے باپ کے بعد تخت نشین ہونا تھا، زنانہ صفت تھا۔ اس کے باپ کو اس کی حرکات سے سخت رنج تھا۔ جس قدر کوشش اس کی درستی کے لئے کی گئی بے سود ثابت ہوئی۔ اخیر میں حکماء وعقلاء نے یہ تدبیر بتلائی کہ شہزادہ کو کتاب شاہنامہ پڑھانی چاہئے۔ واضح ہو کہ شاہ نامہ میں ساٹھ ہزار ہیں کہ جن میں سے ۵۹۹۹۹ تو حرب وضرب کے متعلق ہیں۔ صرف ایک شعر زبانی ایک عورت کی ہے جو اپنی تعریف میں بیان کرتی ہے۔ القصہ شہزادہ کو تمام شاہنامہ پڑھایا گیا۔ بادشاہ خوش ہوا کہ ضرور اس میں صفت مردی داخل ہوئی ہوگی۔ مگر جب ایک روز اس سے امتحان لیا گیا تو اس نے تمام شاہ نامہ میں سے صرف وہی ایک شعر پڑھا جو اس عورت کی زبانی تھا اور وہ شعر یہ ہے ۔

منیژہ منم دخت افراسیاب
کہ بے پردہ رویم ندید آفتاب

سوا گر ایک شخص مسلمان پرہیزگار، عابد اور متقی ہو تو اس کی نسبت یہ خیال ہوسکتا ہے کہ وہ ایک صالح مسلمان ہے۔

دوم: اس سے بڑھ کر اگر ایک شخص کی ذات سے محدود لوگوں کو فائدہ پہنچے اور اس کے تقویٰ وطہارت کی زیادہ شہرت ہو تو وہ شخص ایک ولی کے مرتبہ میں سمجھا جاوے گا۔

سوم: اس سے بھی بڑھ کر اگر کوئی شخص فیض عام رکھتا ہو اور اس کے انفاس متبرکہ سے دور دور کے لوگ فائدہ اٹھائیں اور اس کی کلام میں نصیحت وخداترسی پائی جائے تو اس کو ہم مجدد کہیں گے۔ مجدد شروع صدی میں پیدا ہوتا ہے اور شروع صدی ۲۵ سال تک سمجھا گیا ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ شروع صدی میں مجدد پیدا تو ہوئے ہیں۔ مگر عوام میں تشخیص نہیں ہوا کہ وہ کون ہیں۔

اب ان تینوں درجات کے سواء کوئی درجہ ہمارے پاس نہیں کہ جو کسی مسلمان کے واسطے مخصوص کریں۔ البتہ درجہ چہارم حضرت امام مہدی علیہ الرضوان اور مسیح علیہ السلام کا ہے جو ان کے ہی واسطے مخصوص کیا گیا ہے۔ میرے خیال میں درجہ چہارم کے دعاوی تو درکنار درجہ اوّل کے اوصاف سے بھی آپ معرّا معلوم ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو کسی درجہ میں ثابت کریں۔ مگر میں اس قدر انتظار نہیں کر سکتا کہ آپ کے جواب طویل سننے کے واسطے تردد کروں۔ اس واسطے جو آپ کا حال کم وبیش مجھ کو معلوم ہے۔ اس کے واسطے شریعت اسلام کو معیار ٹھہراتا ہوں۔ آپ خود انصاف کر کے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کا درجہ کون سا ہے۔

ا...... واضح ہو کہ حسب احکام الٰہی ایک غنی شخص پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے۔ سوائے بیماری جسمی اور افلاس کے اور کوئی عذر مانع ادائیگی اس فرض کا نہیں ہے۔ حالانکہ بفضل خدا آپ کو دونوں مدارج نصیب ہیں۔ یعنی غنی بھی ہیں اور جسمی طاقت بھی آپ کی ایسی ہے کہ آپ بخوبی اس سفر کو برداشت کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کو مالدار ہونے میں انکار ہے تو آپ اپنے اشتہاروں کو ملاحظہ کریں جو بات بات پر آپ دس دس ہزار روپیہ انعام کا مقرر کرتے ہیں۔ اگر وہ اشتہارات سچے ہیں تو آپ بخوبی غنی ہیں اور اگر وہ صرف نمائشی اور شہرت نام کے واسطے جاری کئے گئے ہیں تو اس سے آپ کے تقویٰ میں فرق آتا ہے اور آپ مرد صالح اور متقی نہیں ٹھہر سکتے اور عذر جسمانی کے متعلق آپ اپنے اس اشتہار کو ملاحظہ کریں جس میں لندن جانے کو آپ تیار ہوتے ہیں۔ جب آپ لندن تک جاسکتے ہیں اور عذر جسمی آپ کے واسطے مزاحم سفر

نہیں ہے تو ثابت ہوا کہ آپ بخوبی بلاکسی تکلیف کے بیت اللہ تک بھی جاسکتے ہیں۔ پس دونوں صورتوں میں بلاعذر آپ اس فرض کے تارک ہیں۔ (ملفوظات جدید ج۲ ص۲۸۳)

یا کم سے کم کسی خوف جسمانی سے آپ اس فرض کو چھوڑتے ہیں۔ کیونکہ یہ بخوبی معلوم ہے کہ آپ کا یہ دعویٰ بلاد اسلام میں ہرگز نہیں چل سکتا اور آپ زیر مواخذہ ہوں گے۔ پس اس سے ثابت ہوگیا کہ رکن اعظم اسلام سے آپ محروم ہیں۔ جو کسی صورت سے ایک مرد صالح کے واسطے عذر قابل قبول پیدا نہیں کرسکتا اور جب آپ خوف جان سے ایک فرض مذہبی کے تارک ہورہے ہیں تو معلوم ہوا کہ آپ خدا کی طرف سے مامور نہیں ہیں اور نہ خدا آپ کا مددگار ہے۔

دیکھو! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود جیسے دشمن کے پاس پرورش پائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون جیسے بادشاہ کے ساتھ ہمیشہ جھگڑتے رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود میں ہمیشہ وعظ کرتے رہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جہال اور مشرکین عرب سے کبھی اپنے دین اور نصیحت کو نہیں چھپایا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ان کی مدد میں تھا۔ لہٰذا ان کو دشمن وقت سے کوئی خوف نہیں تھا اور خدا نے ہر ایک آفت سے ان کو بچایا۔ اگر آپ یہ حجت پیش کریں کہ پیغمبر خدا ﷺ نے بھی اپنی جان کو بچایا اور ہجرت اختیار فرما کر ایک غار میں چھپے رہے اور جان کو بچانا فرض اولیٰ ہے۔ سو اس کے جواب میں آپ کو واضح رہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے کسی فرض مذہبی کو ترک کر کے جان کو نہیں بچایا۔ بلکہ انہوں نے جب دیکھا کہ مکہ کے لوگ نہایت ضدی اور سنگین قلب ہیں تو انہوں نے خدا کے حکم سے مناسب سمجھا کہ مدینہ میں جاکر اپنی منادیٔ اسلام کو شہرت دیویں۔

سو اس ارادہ میں اگر ان کو خوف جان کا ہوا تو ان پر فرض تھا کہ جان کو بچاتے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ان کا فعل بہت سے امورات کے واسطے ایک گونہ تعلیم ہے اور بہت سے ان کے رفقاء کی آزمائش کے لئے تھا کہ کہاں تک وہ ان کے جان نثار ہیں اور ان کے سب اصحاب کو اس ہجرت میں رتبہ ملنا تھا۔ اب آپ فرمادیں کہ آپ کا یہ ترک فرض سوائے اپنی جان بچانے کے اور کیا فائدہ دیتا ہے اور پھر جب کہ آپ کو الہام ہوچکا ہے کہ: ’’آپ اسّی (۸۰) سال کے ہوکے مریں گے۔‘‘ (مواہب الرحمٰن ص۲۱، خزائن ج۱۹ ص۲۳۹)

تو پھر آپ کو خوف جان کیا ہے یا تو اس الہام پر آپ کو خود ہی باور نہیں ہے یا آپ خدا کو اپنا مددگار نہیں سمجھتے۔ میں کہتا ہوں کہ زیادہ آپ کے یہ دعاوی متعلق مسلمانوں کے ہیں جو ان کے گزشتہ خیالات کو بدل دینا چاہتے ہیں۔ پس ضرور ہے کہ اسلامی ملک میں جاکر اس

کی منادی کریں۔ چونکہ آپ اپنے کو خدا کی طرف سے سمجھتے ہیں تو بہرحال خدا آپ کا محافظ رہے گا۔ کم سے کم اگر درۂ خیبر تک بھی جاکر سلامت واپس آویں تو میں آپ کے اس الہام کو قطعی راست باور کروں گا جو اسّی (۸۰) سال کے متعلق ہے۔

۲...... نیز آپ نے جب کتاب براہین احمدیہ کا اشتہار دیا تھا تو اس میں مرقوم تھا کہ تین (۳۰۰) سو دلائل (سیرت المہدی قدیم ج۱ ص۱۱۲ روایت نمبر۱۲۳، سیرت المہدی جدید ص۱۰۰ روایت نمبر۱۲۳) قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے پر خاص مضمون کلام اللہ سے دیئے جاویں گے۔ ابھی آپ نے کتاب نہیں بنائی تھی کہ دس (۱۰) روپیہ اس کی قیمت مقرر کردی۔

(مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۳۱ جدید)

چنانچہ ایک ہمارے مہربان نے ستر (۷۰) روپیہ سات جلد کتاب کے واسطے بھیجے تھے۔ چار جلدیں تو آپ نے بھیج دیں اور باقی اب تک ندارد ہیں۔ مگر ان چار جلدوں میں مضمون آپ کا ختم نہیں ہوا۔ بلکہ ابھی اس کا سلسلہ جاری ہے۔ اب سنا گیا ہے کہ آپ نے ایک اشتہار اور دیا ہے کہ جس کو روپیہ واپس لینا ہو لے لیوے۔ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۳۲۸ تا ۳۳۲ طبع جدید یکم رمئی ۱۸۹۳ء، مجموعہ اشتہارات جدید ج۲ ص۲۶۴، ایام الصلح ص۱۷۳، خزائن ج۱۴ ص۴۲۱،۴۲۲)

سو آپ کی یہ تمام کارروائی برخلاف شریعت کے ہے۔ کیونکہ اوّل (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۸،۱۹) تو جب کتاب تیار نہیں ہوئی تھی تو آپ قیمت مقرر نہیں کر سکتے تھے۔

دوم: آپ نے تین سو دلائل کا وعدہ کیا اور ان چار جلدوں میں سوائے خودستائی اور تذکرہ الہامات کے اور کچھ نہیں بھرا گیا۔ البتہ ایک دلیل کو جو آپ نے بار بار دہرایا ہے موجود ہے۔ سو وہ بھی گزشتہ بزرگوں کی خوشہ چینی ہے جسے ثابت ہے کہ آپ کا اشتہار متعلق دلائل کلام پاک مسلمانوں کے واسطے محض دھوکہ دہی تھا۔ پھر جب آپ نے واپس روپیہ کا اشتہار دیا تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے تصنیف براہین احمدیہ کو چھوڑ دیا ہے۔ ورنہ اب تک ہماری امید قائم رہتی۔ جسے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آپ نے اپنے میں مادہ اس دعویٰ کے پورا کرنے کا نہیں پایا اور آپ کا اشتہار محض مشیخت پر مبنی تھا۔

پس آپ کے تین سو دلائل کا وعدہ بھی جھوٹا تھا اور جو دس روپیہ قیمت کتاب قبل از وقت مقرر کی تھی۔ وہ بھی ناجائز امر تھا۔ پھر جب آپ نے روپیہ کی واپسی کا اشتہار دیا تو وہ اشتہار بھی ناجائز تھا۔ آپ کو اشتہار دینے کی ضرورت ہی کیا تھی جب کہ ہر ایک خریدار کا نام

آپ کو معلوم تھا اور کیا بموجب شریعت اسلام کے قرض خواہوں کے ٹالنے کے لئے اشتہار کا دے دینا کافی ہے۔ جب کہ آپ جانتے ہیں کہ ہر ایک شخص کو اشتہار کا ملنا محال ہے۔ میرے دوست قسمیہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کے اشتہار کو انہوں نے نہیں دیکھا اور نہ ان کو علم ہے کہ کس اخبار میں اس کو مشتہر کرایا گیا ہے۔ آپ کے ایک مرید کی زبانی یہ حال معلوم ہوا ہے۔ اگر آپ کسی مسئلہ شرعی سے یہ بات ثابت کریں کہ قرض خواہ کے روپیہ ہضم کرنے کے لئے اس قسم کا حیلہ شرعی کافی ہے تو براہ مہربانی کسی سند شرعی کا بھی حوالہ ہونا چاہئے۔ الغرض کیا ایک مرد صالح استحصال ثواب کے واسطے اس قدر تاخیر کرنا روا رکھ سکتا ہے جو آپ ادائے فرض مذہبی میں کرتے ہیں۔ حالانکہ خدا کا حکم ہے کہ استحصال ثواب کے واسطے جلدی کرنی چاہئے۔ جیسا کہ آیت: ''**فاستبقوا الخیرات**'' میں مصرح ہے اور کیا ایک مرد صالح حصول روپیہ کے واسطے اس قدر مبالغہ آمیز اشتہار دیتا ہے جو آپ نے براہین احمدیہ کی تصنیف کے وقت دیا اور پھر قبل از مرتب ہونے کتاب کے قیمت مقرر کر سکتا ہے اور پھر روپیہ کے ہضم کرنے کے واسطے صرف ایک اشتہار دینے کو کافی سمجھتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔

۳...... آپ نے ایک یا ایک سے زیادہ عربی زبان میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور اس کے متعلق دعویٰ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی شخص مثل ان کتابوں کی طیار نہیں کر سکتا۔ اوّل حال میں صرف بزرگی کا آپ کو دعویٰ تھا۔ (ملفوظات ج اوّل ص۵۳۳، ۵۳۴ جدید) جب دیکھا کہ ایسا دعویٰ تو عام لوگ بھی کرتے ہیں تو مجددی میں قدم رکھا۔ مگر اس میں لطف نہ پایا۔ کیونکہ پہلے بھی مجددی کا گمان بہت اشخاص پر ہو چکا ہے۔ تب مسیح کے لباس میں ملبوس ہوئے لیکن اس درجہ میں پہنچ کر آپ کو امام مہدی کا کھٹکا رہا۔ (خطبہ الہامیہ ص۱۸، خزائن ج۱۶ ص۵۱) کہ کہیں وہ پہنچ کر قلعی نہ کھول دیں۔ اس پر مہدویت کو بھی اپنے وجود میں داخل کر دیا۔ پھر آپ کو اندیشہ لاحق ہوا کہ حارث خراسانی کہ جس کے انتظار میں مسلمان لوگ ہیں۔ کہیں مقابل میں لاکر کھڑا نہ کر دیویں۔ تب آپ نے از راہ دور اندیشی اس کو بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔

(تریاق القلوب ص۳۷، خزائن ج۱۵ ص۲۰۸ حاشیہ)

گویا توحید فی التثلیث اور تثلیث فی التوحید کے قائل ہوئے۔ اسی خبط میں جب نظر کیا کہ خدا تعالیٰ نے سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا ہے تو آیت خاتم النّبیین سے بھی عبور کر کے نبوت کے ظہور کو بدستور قائم رکھنے کی کوشش کی۔ کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ جب کہ ہم کو دعویٰ

مماثلت ایک پیغمبر کا ہے تو ضرور ہے کہ مثیل کا درجہ مثل اصل کے ہو۔ جب اس میں بھی بزعم خود کامیاب ہوئے اور دیوار رنگی کو بلند کر دیا اور ہر طرف سے نظر آیا کہ کوئی مرتبہ انسانی عبور کے واسطے باقی نہیں تو ضرور تھا کہ مرتبہ خدائی میں آن کودتے۔

سو وہی ہوا جو عام عقلاء کا خیال تھا۔ یعنی پہلے ہی سے یہی خیال تھا کہ جب مرزا قادیانی کے پاس کوئی منصب انسانی باقی نہیں رہے گا تو ان کا اشتہار کاذب ان کو خدائی مرتبہ میں داخل کر دے گا۔ سو بعینہٖ وہی ہوا۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص۵۶۴)

آپ مختلف اشارات میں خدا بلکہ خدا کے بھی باپ بن گئے۔ نعوذ باللہ منہا۔ چنانچہ اپنے بچے کی بابت کہا: ’’کانه نزل من السمآء‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص۹۶ طبع جدید)

اس موقعہ پر ہم افسوس بھی نہیں کر سکتے کہ مرزا قادیانی کو مثل اکبر بادشاہ کے خدا عالم بھول گیا اور بجائے پنجابی زبان کے عربی الفاظ میں ان پر الہام اور وحی کا نزول ہوا۔ کیونکہ آپ کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ یہ کتاب خدا کی طرف سے ان پر اتری۔ بلکہ خود اپنی تصنیف کی ہوئی بیان کرتے ہیں۔ (اشتہار سرمہ چشم آریہ مندرجہ خزائن ج۲ ص۳۱۹)

پس جب کہ خدا کو بھی اپنی کلام میں یہ دعویٰ ہے کہ مثل اس کی کوئی ایک سورہ نہیں بنا سکتا اور مرزا قادیانی کا بھی یہی دعویٰ ہے تو دو حالتوں میں سے مرزا قادیانی کا حال بموجب ان کے دعویٰ کے خالی نہیں یا تو یہ کہ نعوذ باللہ! مرزا قادیانی خود خدا ہیں اور لباس انسانی میں نزول فرمایا ہے یا یہ کہ بوقت تحریر اس کتاب کے آپ میں خدائے پاک نے حلول کیا اور جسم انسانی سے زمانہ کتاب نویسی تک مرزا قادیانی خالی تھے۔ **نعوذ ﷲ من شرور انفسنا!**

نہیں معلوم آپ کو کیا خبط سوجھا ہے۔ اگر واقعی مرزا صاحب! آپ کا یہ دعویٰ درست ہے اور کوئی عالم مثل کتاب آپ کی کے کتاب تیار نہیں کر سکتا تو ہمارا اعتقاد قرآن شریف کے دعویٰ سے بھی اٹھتا ہے۔ جب کہ ایک انسان بھی ایسا کلام بے مثل بنا سکتا ہے تو قرآن مجید کے دعویٰ کو کیونکر نظر وقعت سے دیکھا جا سکتا ہے اور اگر صرف یہ دعویٰ مشیخیت کے لحاظ سے ہے اور اکثر فقرات ان کی کتاب کے چوری کئے ہیں۔ جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے اور وہ کتاب بالکل ایک معمولی حیثیت کی کتاب ہے تو آپ کے اتقاء میں فرق ہے۔ آپ شائد اس موقعہ پر یہ کہیں کہ میں نے الہامات سے یہ کتاب تیار کی ہے اور وہ الہامات خدا کی طرف سے تھے اور اس وجہ سے کوئی انسان مثل اس کی تیار نہیں کر سکتا۔ سو یہ بیان آپ کا اگر درست بھی ہو تو تب بھی آپ کے

دعویٰ کی غلطی میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ ایک الہام بمنزلہ اصل کلام کے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ مرزا قادیانی پر ہر زبان میں الہام ہوچکا ہے اور خود زبان مرزا قادیانی کی پنجابی ہے۔

پس ایسے الہاموں کے متعلق یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ بجنسہٖ خدا کی طرف سے انہیں الفاظ اور شدومد میں یہ کلام اترا جو مثل اس کی تیار کرنا انسانی طاقت سے باہر ہو۔ قرآن شریف کی نسبت یہ ثابت ہے کہ بجنسہٖ الفاظ اور شدومد کے ساتھ خدا پاک کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس میں ایک نقطہ کی کمی بیشی نہیں ہے اور وہ بوساطت جبرائیل علیہ السلام کے اترا ہے کہ جس میں کوئی شک یا دھوکے کا احتمال نہیں تھا اور خدا تعالیٰ خود اس کا دعوے دار ہے۔ برخلاف اس کے جو احادیث پیغمبر خدا کی زبان مبارک سے صادر ہوئیں۔ گو وہ بھی ''وما ینطق عن الھویٰ'' کی مصداق تھیں۔ لیکن ان کے متعلق ہرگز یہ دعویٰ نہیں ہے۔

چنانچہ ہزاروں حدیثیں مصنوعی اور وضعی تیار ہوچکی ہیں کہ جن میں اب تک تنازعہ ہے۔ کیونکہ گو ان کا مضمون الہامی تھا۔ مگر لفظ غیر الہام کے ملنے سے وہ بجنسہٖ خدا کا کلام نہیں رہا۔ اسی واسطے ان میں تصرف ہوا اور مثل اس کی اوروں نے بھی بنایا اور نہ اب تک کسی پیغمبر یا بزرگ نے محض الہام کے مضمون پر دعویٰ کیا ہے لیکن آپ نے اگر خواب میں بھی کچھ دیکھا یا بوقت تحریر کتاب کے کوئی مضمون آپ کے خیال میں آیا تو اس سے ذخیرہ جمع کر کے کتاب تیار کردی اور اس پر دعویٰ وہی کیا جو خدا پاک نے کیا ہے۔ اس طور سے تو جو شخص کوئی مضمون لکھتا ہے وہ بوقت تحریر مضمون ملہم ہوتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ اس کی قلم سے نکلتا ہے یا اس کے دل میں آتا ہے وہ سب خدا کی طرف سے ہے۔ پس ہر ایک شخص کے واسطے ایسے دعویٰ کا میدان وسیع ہے۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ: ''فضّلنا بعضھم علیٰ بعض'' ہمیشہ ہوتا رہتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کا یہ دعویٰ سراسر غلط اور اشتہائے کاذب پر مبنی ہے۔ ایک مرد صالح ہرگز ایسا جھوٹا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ جو بنیاد سے ہی لائق سماعت کے نہ ہو اور جو دعویٰ لائق سماعت نہیں ہوتا تو اس پر کارروائی کرنا فضول ہے۔

۴...... جب لیکھرام مارا گیا تو ہندوؤں نے آپ کو دھمکی دی۔ اس پر آپ فوراً گورنمنٹ سے امداد کے خواستگار ہوئے اور اپنے آپ کو بوسیلہ گورنمنٹ بچانے کا استدعا کیا۔ اگر آپ کسی کتاب میں یہ دکھلا دیویں کہ کسی پیغمبر یا مشہور بزرگ نے غیر اللہ سے جان بچانے کے لئے حاکم وقت سے مدد طلب کی ہے تو اس خصوص میں آپ کو معذور سمجھوں گا۔ مگر آپ یہ ہرگز باور نہیں کر سکتے کہ کوئی پیغمبر یا واقعی بزرگ ایسا پست ہمت گزر چکا ہو جو ''ایّاک نعبد

وایاک نستعین ‘‘ سے بھاگا ہو۔ غار میں جان چھپانا غیر اللہ سے مدد مانگنا نہیں ہے۔ کیوں کہ اس سچے بزرگ ہمت (علیہ التحیۃ والسلام) نے اس وقت بھی فرمایا کہ: ’’انّ اللہ معنا ‘‘ یہ تو بشر کا اقتضاء ہے کہ ظاہری مصیبت سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے۔ مگر یہ کسی طور سے گوارا نہیں ہوسکتا کہ وہ غیر شخص سے جان بچانے کے واسطے طالب مدد ہو۔

اس مسئلہ پر خوب غور کرنا چاہئے کہ جان بچانا اور چیز ہے اور وہ فطرت انسانی میں داخل ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص سامنے سے تیر آتا ہوا دیکھ کر اپنی گردن کو پھیر دیوے اور تیر سے بچے تو اس کے واسطے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے غیر اللہ سے مدد لی یا اگر کوئی شخص مست ہاتھی سامنے سے آتا ہوا دیکھے اور راستہ چھوڑ کر درخت پر چڑھ جائے تو وہ غیر اللہ سے مدد نہیں لیتا۔ بلکہ ایسی صورت میں جان بچانا اس پر فرض ہے۔ مگر یہ ضرور عیب ہے کہ بوقت مصیبت کسی غیر شخص کو پکارے اور اس سے طالب مدد ہو اور اپنی جان کو بوسیلہ پناہ غیر بچانے کی کوشش کرے اور پھر جب کہ اسّی (۸۰) سال کی عمر آپ کو الہامی طور سے مل چکی تھی تو کوئی موقعہ نہیں تھا کہ ایسی بزدلی دکھلاتے۔ (مواہب الرحمٰن ص۲۱، خزائن ج۱۹ص۲۳۹)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خود ان کو اپنے ہی الہاموں پر یقین نہیں اور ان کا قلب مثل ایک مرد صالح کے بوقت مصیبت قائم نہیں رہتا۔ بلکہ مصیبت کی دھمکی سے پریشان ہوجاتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے ’’من انصاری الی اللہ ‘‘ کہا تھا اور ان سے آپ غیر اللہ سے مدد مانگنا مراد لیتے ہیں اور اس نظیر پر اپنی مدد مانگنے کو بھی جائز طریق پر بتاتے ہیں۔ مگر میرے نزدیک آپ کا ایسا خیال۔ اس موقعہ پر ہرگز موزوں نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی جان بچانے کے واسطے ہرگز مدد طلب نہیں کی۔ بلکہ ازروئے انجیل جب کہ ان کو سولی پر چڑھانے لے گئے تھے تو اس وقت محض نام خدا تعالیٰ کا پکارا تھا اور انصار سے ان کا مدد مانگنا بمنزلہ اس کے ہے کہ جب ایک شخص نیک کام کے واسطے وعظ کرتا ہے اور لوگوں کو اپنا مددگار بناتا ہے تو اس کے حق میں یہ اطلاق ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ غیر اللہ سے مدد مانگتا ہے بلکہ اس کا تو کام ہی یہی ہے کہ دوسروں کو بھی اس ثواب میں شریک کرے۔ پس غیر اللہ سے آپ کا مدد مانگنا صاف اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صالحین کے درجہ تک بھی نہیں پہنچے بلکہ قبل از نزول مصیبت مثیل ایک کمزور خیالات والے انسان کی جان بچانے کے واسطے غیر اللہ سے طالب امداد ہوتے ہیں اور خدا کو اپنا مددگار نہیں سمجھتے۔

۵...... آپ معجزات مسیح سے منکر ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۶ حاشیہ، خزائن ج۱۱ص ۲۹۰)

دیگر معجزات مسیح علیہ السلام کو تو تاویل سے ٹالتے ہیں اور مسیح کے معجزہ مردہ زندہ کرنے سے قطعی انکاری ہیں۔ (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۳۲۲، خزائن ج۳ص ۲۶۳ حاشیہ)

اور اس معجزہ کو خلاف فطرت انسانی سمجھتے ہیں اور دوسری طرف سے بباعث بی بی الن قوی جس کا آفتاب سے حاملہ ہونا بیان کیا جاتا ہے اس کی اولاد سے آپ ہیں۔ اگر اس اعجازی پیدائش بن باپ کو نہ مانیں تو اپنی نسل میں فرق آتا اور شبہ ہوتا ہے۔ مگر مسیح کے بن باپ ہونے کو طوعاً وکرہاً قبول کرتے ہیں۔ کیونکہ جب ایک موقعہ پر خدائی اختیارات کو وسعت دی جاتی ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ دوسرے موقعہ پر اس کو محدود کیا جائے۔ یہ تناقض اس واسطے آپ کے خیال میں پیدا ہوا ہے کہ وہاں اگر مثل سید احمد خاں کے منکر ہوں تو اپنی نسل میں علت پیدا ہوتی ہے جو ہرگز کوئی نبی یا اولیاء ایسی مشتبہ نسل سے پیدا نہیں ہوتا۔ پس مجبوراً وہاں ان کو قدرت کا قائل ہونا پڑا اور یہاں معجزات کے متعلق اس واسطے انکار ہوتا ہے کہ مثل مسیح کے آپ میں کوئی معجزہ نہیں ہے اور سوائے غلط الہام کے کوئی معجزہ یا خرق عادت یا کرامت دکھلا نہیں سکتے۔

سو اس سے ثابت ہوا کہ آپ محض خود غرض ہیں اور انصاف اور واقعی تحقیق آپ کے مزاج میں قطعی نہیں ہے۔ حالانکہ ظہور معجزات مسیح بہ نسبت ان کی پیدائش کے بہت کم وزن ہیں۔ جب کہ مسیح کو خدا نے خلاف فطرت انسانی پیدا کیا اور ان کو مہد میں گویا کر دیا تو مردہ کو ان کے ہاتھ سے زندہ کرانا کیا زیادہ کمال ہے۔ اس موقعہ پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پروردگار عالم جب کہ نیست سے ایک انسان کو ہست کرتا ہے اور پھر قیامت میں سب کو زندہ کرے گا تو اب کسی کو اگر چاہے تو کیا اب زندہ نہیں کر سکتا۔

سو میرے خیال میں جو شخص قرآن شریف کو مانتا ہے کبھی خدائی اختیارات کے محدود کرنے کی کوشش نہیں کرے گا بلکہ اپنی تقویت دعویٰ کے واسطے صرف یہی جواب دے گا کہ خدا ضرور مردہ کو زندہ کر سکتا ہے۔ مگر یہ اس کی عادت میں داخل نہیں ہے بلکہ وقت مقررہ پر جو مراد قیامت سے ہے۔ ان اختیارات کا ظہور ہوگا۔

اے ناظرین! ضرور یہ جواب مدعی کے خموش کرانے کے واسطے کافی ہوتا۔ بشرطیکہ خداتعالیٰ کا کوئی اقرار ہم لوگ اس کی کلام میں پاتے یا خلاف اس طریق کے عمل خداتعالیٰ کو بظاہر ہم لوگ مشاہدہ نہ کرتے۔ ہم کہتے ہیں کہ مثل پیغمبر آخرالزماں کے خدا کو اختیار رہے کہ

جس قدر چاہئے اور پیدا کردے۔ مگر آیت خاتم النّبیین بھیج کر وعدہ کرچکا ہے کہ آئندہ اور کوئی نبی نہیں بھیجا جائے گا۔ چونکہ خدا تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ اس واسطے ہم زور سے دعوے دار ہیں کہ قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آوے گا۔ اب آپ مردہ زندہ کرنے کی نسبت تمام قرآن شریف میں بلاتاویل کوئی ایسی آیت دکھلاویں کہ جسے ہم خدا کو پابند اس کے وعدہ کا سمجھیں اور آپ یقین کریں کہ کوئی آیت تمام قرآن پاک میں نہیں نکلے گی اور کیونکر نکلے۔ روزمرہ تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر برسات میں لاکھوں مردہ جانوروں کو بلا اتصال ان کے والدین کے صرف ان کے خمیر سے زندہ کرتا ہے اور بہت سے جانور ایسے ہیں کہ انسانی ترکیب سے بحکم خدا تعالیٰ پیدا ہو جاتے ہیں۔

پس جب کہ ایک جانور میں خلاف فطرت موجودہ خدائے پاک جان ڈال سکتا ہے تو کیا انسان میں جن کا مادہ اور قالب موجود ہو جان نہیں ڈال سکتا۔ اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ مردہ کا زندہ کرنا محض خدائی اختیارات پر منحصر ہے اور اگر کوئی انسان بھی ایسا کرسکے تو گویا اس پر شریک ہونے کا گمان کرنا پڑے گا تو میرے نزدیک ایسا خیال محض لغو ہے۔

جہاں حضرت مسیح کے مردہ زندہ کرنے کی آیت موجود ہے وہاں صاف لفظوں میں یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ وہ ''باذن اللہ'' ایسا کرتے تھے۔ جس سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ خدا خود اس مردہ کو جلانے والا تھا اور پیغمبر کے صرف سرخ رو کرنے کے واسطے ان کی دعا یا آرزو میں یہ برکت عطاء فرمائی تھی کہ جس وقت مسیح کو ضرورت اس معجزہ دکھلانے کی پڑتی تو خدائے عالم محض اپنے اختیارات سے مسیح علیہ السلام کے ہاتھ پر اس کا ظہور کرتا تھا۔ قرآن شریف میں اور موقع پر جو مردہ زندہ کرانے کی بابت ذکر آیا ہے۔ اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا نے اپنے اختیارات کو محدود کرلیا ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ از خود کوئی شخص اپنے آپ کو زندہ نہیں کرسکتا۔ اگر عقل ہے تو آپ یقین کریں کہ مسیح علیہ السلام جیسے پیغمبر کے واسطے اس قسم کے معجزہ عطاء کرنے کی بڑی ضرورت تھی۔ کیونکہ ان کی پیدائش کے متعلق عوام کو شبہ تھا۔

اسی واسطے خدا نے ان کو پیدا کرتے ہی معجزہ گویائی مہد کا دیا۔ اگر وہ مہد میں گویا نہ ہوتے تو ان کے ایام بزرگی تک ان کے اہل خاندان اور محلّہ اور شہر کے لوگوں کا وہ شبہ جو یہود نے حضرت پر لگایا تھا۔ بمنزلہ یقین کے پہنچ جاتا اور جو لوگ ایام بزرگی مسیح تک مرجاتے تو گویا وہ ایمان سے خود خدا تعالیٰ کے خلاف طریق عمل کرنے سے خالی جاتے۔ کیونکہ از

روئے قانون فطرت وہ اسی خیال میں رہتے اور مرجاتے کہ یہ لڑکا صحیح النسب نہیں ہے اور اس سے آپ خود قیاس کر سکتے ہیں کہ کس قدر لوگ گمراہی میں خود خدا کے خلاف طریق عمل کرنے سے مبتلاء ہوتے۔

پس ضرور تھا کہ جب خدا نے مسیح علیہ السلام کو خود خلاف فطرت پیدا کیا تو لوگوں کے رفع خیالات فاسد کے واسطے اس کو فوراً ہی کوئی معجزہ دیتا۔ چنانچہ مہد میں گویائی معجزہ عطاء کیا گیا جو اس وقت ان کی صفائی الزام کے واسطے اس معجزہ کے سوائے اور کوئی تجویز زیادہ مؤثر خیال انسان میں نہیں آسکتی تھی اور جب کہ وہ اپنا معجزہ دکھلا چکا تو اب خصم پر حجت تمام ہوگئی۔

ایسی حالت میں اگر کوئی بداندیش اس پر یہودیوں کی طرح عیب لگائے تو وہ مستوجب سزا کے ہے۔ کیونکہ اس کے گویا کرنے سے خدا نے اس بات کا کامل ثبوت دے دیا کہ اس کی پیدائش کی نسبت بدگمانیاں مت کرو۔ کیونکہ وہ خاص میری قدرت سے خلاف نیچر کے پیدا ہوا ہے اور خدائی اختیارات کو وسیع سمجھو۔ پھر جب مسیح بزرگ ہوئے اور چونکہ مہد کی گویائی تمام دنیا کے واسطے یقینی حجت نہ تھی۔ بلکہ وہ معجزہ محدود لوگوں کو دکھلایا گیا تھا جو اس وقت اس کی پیدائش کی نسبت اشتباہ کرتے تھے اور بزرگی میں بھی جب کہ وہ دعویٰ دار پیغمبری کے ہوئے اور تمام عالم میں ان کی شہرت ہوئی اور تمام عالم کے خیالات ان کی طرف رجوع ہوئے تو ان کی حسب ونسب دریافت کرنے کا پھر موقع پیدا ہوا، اور وہ لوگ جن کے سامنے مہد کی گویائی کا معجزہ ہوا تھا۔ اکثر مر گئے تھے اور پھر ان کی شہادت بھی خلاف نیچر عمل کے واسطے کافی تسکین بخش نہیں تھی اور یہاں حضرت مسیح بدستور بے باپ سمجھے جاتے تھے۔

ایسی صورت میں ضرور تھا کہ عوام کو پھر وہ شبہ جو یہود نے حضرت مریم پر لگایا تھا پیدا ہوتا تو پھر خدا تعالیٰ کو اس بات کی ضرورت ہوئی کہ اس کی مشتبہ پیدائش کو اس کے کسی ایسے معجزہ سے جو خلاف فطرت انسانی ہو صاف کرادے۔ یعنی جیسا کہ اس کی پیدائش خلاف فطرت انسانی تھی ضرور تھا کہ وہ معجزہ بھی خلاف فطرت انسانی ہوتا تاکہ عوام کو یقین دلانا کہ مسیح کی پیدائش مثل اس کے معجزہ کی محض قدرت خدا سے متعلق ہے۔ ورنہ اگر وہ بے معجزہ ہوتے یا فطرت کے موافق کوئی معجزہ دکھلاتے اور محض انجیل کی منادی کرتے کہ جس میں چنداں زیادہ مسائل نہیں ہیں بلکہ وہ متبع تورات کے ہے تو اس سے ضرور دور دراز ملکوں کے لوگوں کا اس کی پیدائش کی نسبت بدستور شبہ قائم رہتا اور وہ لوگ خود خدا تعالیٰ کے خلاف

طریق عمل کرنے سے مردود ہو جاتے۔ کیونکہ قانون فطرت نے ہی ہم کو یہ سکھلایا ہے کہ اگر کسی شخص کو بے باپ دیکھیں تو اس کو حرامی سمجھیں۔ اگر مسیح کو مثل اس کی پیدائش کے بوقت اس کے پیدا ہونے کے اور بوقت دعویٰ نبوت کے خلاف فطرت انسانی معجزہ نہ دیا جاتا تو محض خدا کا یہ فعل لوگوں کو دانستہ گمراہ کرانے کا وسیلہ سمجھا جاتا۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ کبھی کسی شخص کو گمراہ نہیں کرتا۔ مسیح علیہ السلام کے بن باپ پیدا ہونے کی نسبت بمقابلہ نیچرل فریق کے جن کا یہ دعویٰ ہے کہ مسیح بے باپ پیدا نہیں ہوئے ہیں۔ ہم نے علیحدہ کتاب میں ثبوت دے دیا ہے۔ آپ کا یہ خیال کہ مسیح مردہ دلوں کو زندہ کرتے تھے۔ ہرگز ان کی صفائی الزام پیدائش کے لئے کافی ثبوت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ہر ایک انبیاء اولیا مردہ دلوں کو زندہ کرتے ہیں اور یہ ایک اندرونی معاملہ ہے کہ جس کو صرف خدا یا وہ شخص جان سکتا ہے کہ جس کا مردہ دل زندہ ہو۔ حالانکہ مسیح کی پیدائش بظاہر مشتبہ تھی اور ضرورت تھی کہ اشخاص ظاہر بین کے واسطے کوئی ظاہری معجزہ عطاء ہوتا جس سے ان کا شبہ رفع ہو جاتا۔ آپ جو باوجود اس صریح دلیل کے معجزہ مردہ زندہ کرنے سے انکاری ہیں۔ آپ کا یہ عقیدہ مردود ہے اور ایسا عقیدہ ایک مرد صالح محض اپنی خودغرضی کے واسطے نہیں کرسکتا۔

۶...... آپ نے ایک اشتہار دیا تھا کہ ''مسیح کی قبر کشمیر میں ہے۔''

(ست بچن حاشیہ متعلقہ ص۱۶۴ ص ب، خزائن ج۱۰ ص۳۰۲)

حالانکہ یہ محض غلط تھا اور خود بھی آپ اس کو غلط باور کر کے خاموش ہو گئے اور ثابت نہ کر سکے۔ ابتداءً آپ نے صرف اپنے مطلب کی مفید کسی معمولی شخص سے روایت سن کر اس بے بنیاد خبر کی شہرت کرائی جو بالکل آپ کے ضعف اعتقاد پر دلالت کرتی ہے اور تحقیق کرنے کا مادہ آپ میں نہیں پایا جاتا۔ اگر آپ میں خودغرضی نہ ہوتی اور تحقیق کرنے کا مادہ آپ کی ذات شریف میں موجود ہوتا تو خود انصافاً سمجھ سکتے تھے کہ ایسی شہرت کس قدر فضول کارروائی ہے اور سوچ سمجھ کر اس مضمون کو مشتہر کرتے۔

پس جب کہ عالم بیداری میں آپ کو اس قدر دھوکہ ہو جاتا ہے اور تحقیق کرنے کا مادہ آپ میں نہیں پایا جاتا اور مجذوبوں کی بڑ سے اپنے آنے کی پیشین گوئی کا ثبوت دیتے ہیں تو پھر کیا عالم خواب میں جہاں شیطان کا دخل زیادہ ہے۔ آپ کو دھوکہ نہیں ہوتا اور آپ کا خواب یا کشف قطعی سچ ہوتا ہے۔ اس سے تو صریح یہ پایا جاتا ہے کہ آپ اپنی غرض کے واسطے

مجنون ہیں۔ عالم بیداری یا خواب میں آپ صرف اسی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ جیسا کہ بلّی کو چھیچھڑوں کا خواب۔ جہاں کوئی ضعیف روایت ہاتھ لگی جھٹ اس کو اپنے مدعا کی تائید میں پیش کر دیتے ہیں اور یہ تحقیق ہرگز نہیں کرتے کہ آیا وہ روایت یا خبر صحیح یا دخل شیطانی سے معرّا ہے یا نہیں۔ آپ کہہ سکتے کہ ایک مسلمان کی شہادت اس بات کے واسطے کافی تھی کہ وہ اس پر اعتماد کر کے مسیح علیہ السلام کی قبر کا اشتہار دیتے مگر یہ خیال نہیں فرمایا کہ شریعت میں شہادت کی معیار کیا ہے۔ یوں تو شیطان بعد مبعوث ہونے ہمارے رسول کریم ﷺ کے مسلمانوں میں ہی پھرتا ہے۔ جس کا اصلی مقصد یہی ہے کہ ہر ایک دعوے دار توحید کو گمراہی میں ڈالے۔

سو اور فرقوں کو تو اس نے اس بارہ میں گمراہ کر دیا اور جب ان کو اپنے مدعا کے موافق پایا تو پھر ان سے اس کا کیا واسطہ رہا۔ اب صرف یہی فرقہ مسلمانوں کا ہے جو توحید میں قائم ہے۔ اس میں شیطان ان کو دھوکہ نہیں دے سکتا کیونکہ ''قل ھو اللہ احد'' کا پاسبان ان کا محافظ ہے۔ بہرحال ان کو اور گمراہیوں میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے کہ اگر ان کو مطلق بے ایمان نہ کر سکے تو کبیرہ گناہوں میں تو ان کو ضرور ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ چور وہیں پڑتا ہے جہاں مال ہوتا ہے اور عام مشاہدہ بھی اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ بہ نسبت اور فرقوں کے سوائے توحید کے مسلمان زیادہ گناہ کرتے ہیں۔ اسی واسطے شریعت نے شہادت کے پرکھنے کے واسطے ایک علیحدہ معیار اور راستہ مقرر کیا ہے اور صالح اور غیر صالح شخص کے امتیاز کی ایک ضروری قید لگا دی ہے اور ساتھ ہی اس کے حتی الامکان روایت کی اصلیت کا تحقیق کر لینا ضروریات سے قرار دیا گیا ہے۔

پس جب کہ ایک مسلمان میں شیطان دخل پا کر ایک جھوٹ روایت کراتا ہے تو کیا آپ کے خواب یا کشف میں دھوکہ نہیں دے سکتا۔ اسی سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ آپ ضعیف الاعتقاد ہیں اور تحقیق کرنے کا مادہ آپ میں نہیں ہے جس کا ایک مرد صالح صاحب تقویٰ میں ہونا ضروریات سے ہے۔

۷...... آپ ایک شخص بے علم جمال پوری کی زبانی اپنی پیشین گوئی کے متعلق ایک مجذوب کے بیان کا ثبوت دیتے ہیں۔ قریباً کئی ورق پر اس شخص کے حوالہ سے کئی ایسے مضمون لکھے ہیں جو ایک اچھے ذی علم کے سمجھنے کے لائق ہیں اور ممکن نہیں ہے کہ ایک بے علم جاہل دیہاتی کی ایسی تقریر ہو جس سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ وہ روایت لفظ بلفظ شخص راوی کی تحریر نہیں کی گئی

بلکہ آپ نے ازطرف خود عبارت آرائی کی ہے اور اپنے مذاق کے موافق ایک ایک لفظ کو بار بار دہرایا ہے۔ حالانکہ روایت کو جیسی کہ راوی سے مروی ہوئی تھی۔ انہیں الفاظ میں تحریر کرنا چاہئے تھا۔ پس جب کہ آپ کا یہ عمل شاعرانہ مبالغہ میں داخل ہے اور آپ کو مبالغہ کرنے کی عادت ہے اور شاعرانہ مبالغہ کی مذمت قرآن شریف میں موجود ہے تو اس صورت میں نہ آپ کی روایت پر اعتبار ہوسکتا ہے اور نہ ایک مرد صالح اس قدر مبالغہ کرسکتا ہے۔ آپ کے اور بھی بہت سے حالات ایسے ہیں کہ ان پر حملہ کرنے کا اور کامیاب ہونے کا ہم کو موقعہ ہے۔ لیکن ہمارا مقصود یہ نہیں ہے کہ اس کو طوالت دی جائے۔ بطور مشتے نمونہ ازخروارے پیش کردیا ہے۔ ’’العاقل یکفیه الاشارة‘‘

۸…… آپ نے ایک اشتہار دیا تھا کہ مرزااحمد بیگ کی لڑکی میرے نکاح میں آوے گی۔ مگر شائد والد دختر یا خود دختر مذکور آپ کی پیشین گوئی اور الہام سے مؤثر نہیں ہوئے۔ حالانکہ الہام کا مشتہر کرنا ہی اس غرض سے تھا کہ مرزااحمد بیگ ان کی دھمکی میں آکر آپ کے حظ نفسانی کو پورا کریں۔ (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۳۶ تا ۱۳۸ طبع جدید)

جب صورت واقعہ برعکس ظاہر ہونے لگی تو آپ کو ندامت نے گھیر لیا اور بجائے اس کے اپنے نفس کو ملامت کرتے اور آئندہ ایسے جھوٹے الہاموں سے احتراز فرماتے۔ الٹے اپنا نزلہ ایک بے گناہ عورت مرزاعلی شیر کی لڑکی پر نکالا۔ (کلمہ فضل رحمانی ص۱۲۵ تا ۱۲۷)

جو آپ کے ایک لڑکے سے بیاہی ہوئی تھی اور آپ کو شبہ تھا کہ شاید مرزاعلی شیر اور ان کی زوجہ مدعا کے ہارج ہیں۔ چنانچہ ان کے نام ایک خط بھی لکھا کہ جس کی نقل بعینہ ذیل میں درج کردی گئی ہے۔ اس خط میں آپ نے لکھا ہے کہ اگر مرزااحمد بیگ کی لڑکی اور جگہ بیاہی گئی اور علی شیر نے اس کو اسی ارادہ سے نہ روکا تو اس کی لڑکی کو اپنے لڑکے سے طلاق دلادوں گا۔ اگر حسب مدعا ہمارے علی شیر نے سلوک کیا تو اس کی لڑکی بہت خوش اور آرام سے ہماری سرپرستی میں رہے گی۔

اسی خط میں از جانب دختر علی شیر کے بھی بقلم آپ کے ایک مضمون لکھا ہوا ہے۔ جس میں اپنے والدین سے التجاء کرتی ہے کہ مجھ کو تم کیوں بلاء میں ڈالتے ہو۔ اگر تم اپنے ارادہ سے باز نہ آؤ گے تو میں برباد ہوجاؤں گی اور میری تمام زندگانی خراب ہوگی۔ گویا اس لڑکی کی تحریر سے ثابت ہے کہ وہ ہرگز آپ کی خواہشات کے مخالف نہیں تھی۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ مرزااحمد

بیگ نے اپنی لڑکی مسمات محمدی بیگم اور جگہ بیاہ دی اور آپ نے بقول ایک انگریز کے کہ مسلمانوں کو انصاف کرنا ہی نہیں آتا۔ مرزا علی شیر کی لڑکی کو اپنے لڑکے سے یہ دھمکی دے کر کہ اگر تم اس عورت کو طلاق نہ دو گے تو جائیداد سے محروم اور عاق کئے جاؤ گے طلاق دلا دی۔

(سیرت المہدی ج۱ص۲۹ تا۳۱ روایت ۳۷ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ اوّل ص۲۶ تا۲۸ طبع جدید)

اب آپ سے سوال یہ ہے کہ ایک ناکردہ گناہ کو جو سزائے طلاق دلائی تو یہ کون سے اتقاء میں شمار ہوتی ہے اور کس متقی نے ایسا کیا ہے۔ بزعم آپ کے اگر علی شیر یا اس کی بیوی آپ کے خیالات کے مخالف تھے تو اس عورت دختر علی شیر نے کیا قصور کیا تھا کہ اس کی تمام زندگانی کو برباد کر دیا گیا۔ اس سے صریح ثابت ہے کہ آپ نے ظلم کیا اور دو مسلمانوں میں بجائے موافقت کے جدائی کرادی جس کی حرمت خدا نے قرآن شریف میں فرمادی ہے۔ پھر طرفہ یہ کہ آپ نے اس پر بھی اکتفا نہیں کی بلکہ اپنی خاص عورت کو اسی جھگڑے میں طلاق دے دی۔ (سیرت المہدی ج۱ص۳۳،۳۴ روایت ۱۴ طبع قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ اوّل ص۳۰،۳۱ روایت نمبر۱۴ طبع جدید)

اور اپنے بڑے لڑکے کو بھی جو اب افسر مال اکسٹرا اسسٹنٹ ہیں عاق کر دیا اور ان کے ذمہ یہی الزام قائم کیا کہ انہوں نے مرزا احمد بیگ کی دختر کے متعلق مرزا قادیانی کی خواہشات کو پورا نہ ہونے کی کوشش کی۔ اگر آپ میں ذرا بھی انصاف اور رحم ہوتا تو سمجھ سکتے تھے کہ دنیا میں کوئی ایسی عورت پیدا نہیں ہوئی کہ بلا کسی عیب جسمانی کے سوکن پر رضامند ہو۔ ایک عورت کا قدرتی حق یہ ہوتا ہے کہ جہاں تک ہوسکے سوکن سے اپنے آپ کو بچائے۔ اگر آپ کی بیوی نے اس معاملہ میں کوشش کی تو اس کا کیا قصور تھا اور کیا آپ کو پیغمبر خدا کی حدیث سے علم نہیں تھا کہ بدترین حلال یہ ہے کہ اپنی زوجہ کو بلا قصور کوئی شخص طلاق دیوے۔ دیکھو اشتہار مؤرخہ ۲؍مئی ۱۸۹۱ء۔ (مجموعہ اشتہارات ج اوّل ص۱۸۶،۱۸۷ طبع جدید)

اب غور کریں کہ یہ کام کسی متقی کا ہے جو آپ سے ظاہر ہوا۔ کیا پرلے درجہ کا جوش نفسانی نہیں ہے جو اپنی خواہشات کے پورا نہ ہونے کے عوض ایسا ناکردہ فعل ان سے سرزد ہو اور کیا یہ ایک گناہ کبیرہ کی حد تک نہیں پہنچتا۔ بزرگوں میں تو صرف نکتہ ہی دیکھا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں ایک حکیم تھا جو باعث ضعف بدنی خود تو حاضر خدمت نہ ہوسکا اور اپنے شاگرد کو حضرت کے دعوے دار نبوت ہونے کے وقت حالات کے

دریافت کرنے کے واسطے خدمت شریف میں بھیجا۔ شاگرد کا یہ کام تھا کہ ہر روز روزنامچہ اپنے استاد کے واسطے حضرت کے معجزات کا بھیجا کرتا تھا۔ مگر وہ معجزات حکیم کی تسکین قلبی کے واسطے کافی ثبوت نہیں تھے۔ آخر ایک روز کسی شہر کی گلی میں ایک مردہ کتا پڑا ہوا تھا کہ جس سے لوگوں کو از بس تنفر تھا۔ اتفاقاً حضرت مسیح علیہ السلام کا بھی اس طرف سے گزر ہوا اور وہ شاگرد واس حکیم کا بھی ساتھ تھا۔ عام لوگ تو بھاگتے تھے۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام کتے کے پاس جا کر کھڑے ہوگئے اور اس کے دانتوں کو چمکدار دیکھ کر اس کے دانت کی تعریف کرنے لگے۔ شاگرد چونکہ اسی کام پر مامور تھا۔ اس نے اس واقعہ کو بھی استاد کی طرف لکھ بھیجا۔ جس پر حکیم مذکور سنتے ہی مسیح پر ایمان لایا اور کہنے لگا کہ یہ کام سوائے پیغمبر کے کسی اور سے نہیں ہوسکتا کہ ایک بدچیز سے نیک نتیجہ نکالے۔

سو ایک عاقل کو کسی شخص دعوے دار کی آزمائش کے واسطے نکتہ ہی دیکھنے کا خیال ہوتا ہے۔ مگر آپ کی شان سے یہ نکات بہت دور ہیں۔ بلکہ برعکس اس کے نیک کام سے بدنتیجہ نکالتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کی بدزبانیوں اور عورتوں کے طلاق وغیرہ سے ظاہر ہے۔ چونکہ مجھ کو دلائل حیات مسیح کا جس پر آپ کو بہت بڑا ناز ہے کہ مسیح مر گئے ہیں۔

(ازالہ اوہام حصہ۲ ص۴۷۳، خزائن ج۳ ص۳۵۳)

مفصل بیان کرنا ہے۔ اس واسطے اور جھگڑوں میں پڑنا نہیں چاہتا۔ چنانچہ جس قدر آپ کے اتقاء کی نسبت بیان کیا گیا ہے۔ وہ کافی ثبوت اس بات میں ہے کہ آپ ایک مرد صالح کے درجہ میں بھی نہیں ہیں۔

نقل خط مرزا قادیانی مطابق اصل ہے

۴/مئی ۱۸۹۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی

والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک محمدی مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ

اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اس کو سمجھا دو اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نورالدین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے۔

سو امید کرتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آجائے گا جس کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔ سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔ سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دوں گا اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی۔ مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کروں گا اور خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے جس دن نکاح ہوگا۔ اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہے گا۔

راقم: مرزا غلام احمد از لدھیانہ محلہ اقبال گنج

ازطرف عزت بی بی بطرف والدہ

اس وقت میری بربادی اور تباہی کی طرف خیال کرو۔ مرزا قادیانی کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے۔ اگر تم اپنے بھائی میرے ماموں کو سمجھاؤ تو سمجھا سکتے ہو۔ اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی۔ اگر منظور نہیں تو خیر۔ جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ۔ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔

جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے۔ اگر نکاح رک نہیں سکتا پھر بلا توقف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دو تاکہ اس کو لے جائے۔ (کلمہ فضل رحمانی ص۱۲۷،۱۲۸)

اس خط کی نقل میں نے کی صحیح و درست ہے۔ نقل مطابق اصل اور صحیح ہے۔
(نقل کنندۂ خط کا نام شکستہ ہونے کے باعث پڑھا نہیں گیا) فضل احمد کورٹ انسپکٹر

الہامات آپ کے بالکل غلط ہیں

آپ کی تحریر میں الہامات دو قسم کے پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جس کا نتیجہ ملہم کو معلوم نہیں ہوتا۔ دوم وہ کہ جس کے نتیجہ سے ملہم کو آگاہی دی گئی ہو۔

اوّل قسم کے الہام کے واسطے پیغمبر خدا کی خواب کی مثال پیش کی گئی ہے کہ حضرت نے یہ خواب دیکھا کہ میری بیویوں سے پہلے وہ مرے گی جس کے ہاتھ طویل ہیں۔ مگر پہلے وہ فوت ہوئی جو زیادہ سخی تھی۔ اسی طرح حضرت نے خواب دیکھا کہ مکہ فتح ہوگا اور مسلمان حج کریں گے۔ چنانچہ اسی ارادہ سے آپ تشریف لے گئے۔ مگر اثنائے راہ سے لوٹنا پڑا۔ حضرت عمر نے اعتراض بھی کیا۔ مگر حضرت نے جواب دیا کہ خواب یہ دیکھا گیا تھا کہ مکہ فتح ہوگا اور مسلمان حج کریں گے، یہ کب ارشاد ہوا تھا کہ اسی سال میں یہ واقعہ ہوگا۔

غرضیکہ اسی قسم کی اور بھی چند مثال دے کر چاہتے ہیں کہ اپنے غلط الہاموں کے واسطے بھاگنے کا راستہ پیدا کریں اور ان سے بچاؤ کے لئے حیلہ بناویں اور موضوع اور ضعیف روایات سلف سے اپنا پیچھا چھوڑادیں۔ مگر آپ نے ان تمام امور کی بابت یہ خیال نہیں فرمایا کہ پیغمبر خدا کے الہاموں میں غلطی کس کو ہوتی رہی۔

آیا خود ملہم نے ان کی تفسیر میں غلطی کھائی یا دیگر مجتہدین نے یہ تو ضرور ہے کہ بعض اوقات ملہم کو خواب ایسا آتا ہے کہ جس کے معنی کا انکشاف اس وقت اس پر نہیں ہوتا۔ مگر ایسی صورت میں ملہم وہی بیان کرتا ہے جو دیکھتا ہے۔ وہ خود اپنی طرف سے اس کی تفسیر کرنے میں رنگ آمیزی نہیں کرتا۔ دیگر اشخاص جو بطور اجتہاد اس الہام کی تعبیر کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض اوقات غلطی کھا جاویں۔ یہ کوئی مثال بروایت ضعیف بھی موجود نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی موقعہ پر خود ہی اپنے الہام کے نتیجہ کو ظاہر فرمایا ہو اور برعکس اس کے اس کا ظہور ہوا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو الہام کی وقعت کیا رہتی ہے۔ یوں تو ہر ایک جھوٹا شخص دعویٰ کرسکتا ہے کہ میں ملہم ہوں اور بصورت خلاف نکلنے کے وہ کہہ سکتا ہے کہ مجھ سے تعبیر میں غلطی

ہوئی۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ملاں محمد بخش کے الہاموں کو ہم غلط سمجھیں جو آپ کے حق میں اس کو وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے ہیں۔

جب اوّل قسم کے الہام کی یہ حالت ہے تو دوسرے قسم کے الہام میں ضروری طور سے یہ ہونا چاہئے کہ اس کے نتیجہ سے ملہم کو آگاہی ہو۔ یعنی جب کسی الہام کو معہ نتیجہ مشتہر کیا جائے تو اس کو سمجھنا چاہئے کہ اس کا ضرور وہی نتیجہ ہوگا جو ملہم نے اس کی تفسیر کی ہے۔ اگر وہ بھی غلط نکلے تو لازمی قیاس یہ پیدا ہوتا ہے کہ ملہم جھوٹا ہے۔ نسبت اوّل قسم کے الہام کے ہم متفق نہیں ہیں۔ بلکہ ہم یہ ثابت کرانے کو موجود ہیں کہ الہام ایک ہی قسم کا ہوتا ہے۔ جب کسی ملہم نے اس کے نتیجہ سے اطلاع دی ہے بشرطیکہ ملہم سچا ہو۔ ضرور اس کا انجام وہی ہوتا ہے ایک یہ کہ جس کے نتیجہ سے ملہم کو مطلع نہ کیا گیا ہو۔ دوسرا وہ کہ ملہم کو اس کے نتیجہ سے آگاہی دی گئی ہو۔

تب بھی نسبت الہام آتھم کے آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ الہام کس قسم میں تھا۔ آیا وہ کہ جس کے نتیجہ سے آپ کو آگاہی نہیں ہوئی تھی یا وہ کہ جس کے نتیجہ سے آپ مطلع ہو چکے تھے۔ اس میں آپ کا ضرور یہی جواب ہوگا کہ اس کے انجام سے آپ کو ضرور خبر دی گئی تھی۔ کیونکہ اگر عدم آگاہی کا عذر ہے تو آپ کا اشتہار میں یہ فقرہ لکھنا کہ اگر عرصہ مقررہ پر آتھم نہیں مرے گا تو میرے یعنی مرزا قادیانی کے گلے میں رسی ڈال کر گلیوں میں پھرانا چاہئے۔ (جنگ مقدس ص۱۸۹، ۱۹۰، خزائن ج۶ ص۲۹۲، ۲۹۳)

صریح آپ کے کذب کو ثابت کرتا ہے اور نیز آپ کے ہر اشتہار کی نسبت یہ عام خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ مرزا قادیانی شاید اس کی تاویل میں غلطی کر گئے ہوں۔ اس لئے وہ اپنے الہاموں سے ایک مکھی کو بھی اندیشہ میں نہیں ڈال سکتے۔

علاوہ اس کے جب کہ آپ کو نتیجہ الہام سے آگاہ کر دیا گیا تھا اور اس پر آپ نے اس زور شور سے اشتہار جاری کیا تھا تو کیا وجہ تھی کہ آتھم عرصہ مقررہ میں نہیں مرا اور آپ عین روز مقررہ کے ۱۲ بجے رات تک اس کی موت کے منتظر رہے۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یا تو مضمون الہام غلط تھا یعنی آپ کو کوئی الہام نہیں ہوا تھا اور از خود واسطے خوف دلانے آتھم کے اس کی حالت کو بیمار دیکھ کر پیشین گوئی کی تھی اور یا آپ کے الہامات میں شیطان کو دخل تھا اور آپ تمیز نہیں کر سکے کہ شیطانی اغوا کیا ہے اور رحمانی الہام کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کا یہ الہام مشتہر نہ ہوتا تو آتھم ضرور عرصہ مقررہ میں مرجاتا۔ کیونکہ وہ ایسی حالت میں تھا کہ ہر ایک شخص

پیشین گوئی کر سکتا تھا کہ وہ مرجائے گا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے صرف واسطے ثبوت کذب آپ کے تقریباً ایک سال اور اس کو حیات بخشی۔ آپ جو ایک رکیک شرط اپنی عیاری سے باندھتے ہیں کہ آتھم نے اپنے دل میں توبہ کی اور توبہ کرنے سے وہ ان کی پیشین گوئی کے اثر سے بچ گیا۔

اگر واقعی یہ عذر درست ہے تو ضرور تھا کہ آپ کو قبل از روز مقررہ اس امر کا بھی الہام ہو جاتا۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کا یہ کام نہیں ہے کہ اپنے ایک بندہ سے ایک پیشین گوئی کرائے اور پھر اس کو انتظار میں رکھ کر معاملہ کو برعکس ظہور میں لاوے۔ اگر آتھم نے توبہ ہی کی تھی تو لازم تھا کہ اس کی توبہ عام ہوتی۔ گو آپ کو اس کی توبہ سے علم نہ ہوتا۔ مگر جن لوگوں نے اس کے متعلق پیشین گوئی سنی تھی۔ ضرور تھا کہ وہ اس کی توبہ کو بھی سن لیتے اور جناب کی درست بیانی کی تصدیق ہوتی۔ علاوہ اس کے دل میں توبہ کرنے سے ایک ملہم کی صداقت کے واسطے کون سی دلیل پیدا ہوسکتی ہے۔ خصوصاً جب کہ شریعت میں باطنی توبہ قبول ہی نہیں ہوتی اور نہ وقت کا قاضی فتویٰ لگا سکتا ہے۔ برعکس اس کے آتھم بذریعہ اشتہار کے مقر تھا کہ میں بدستور اپنے مذہب پر قائم ہوں اور اسلام کو ویسا ہی جانتا ہوں جیسا کہ پہلے جانتا تھا۔ پھر سوائے آپ کے ہی قول کے آپ کے پاس اور کیا دلیل ہے کہ آتھم نے توبہ کی اور آپ کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اس نے میدان میں آکر کیوں قسم نہیں کھائی تو میں کہتا ہوں کہ آپ کی پیشین گوئی سے وہ ہرگز خوف زدہ نہیں ہوا۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ وہ اپنی جان بچانے کا لحاظ نہ کرتا۔

اس لئے وہ بھی اس خیال سے کہ آپ اپنی صداقت کے واسطے اس کے قتل کی فکر میں ہیں۔ ضرور تھا کہ وہ عرصہ مقررہ تک ڈرتا رہتا۔ مگر آفرین ہے اس کی ہمت پر کہ آپ کی طرح وہ غیر اللہ سے مدد کا طالب نہیں ہوا اور نہ آپ سے ضمانت لینے کی درخواست پیش کی۔ حالانکہ آپ محض فضول ہندوؤں کی دھمکی سے بجائے خدا کے انسانی گورنمنٹ دنیا کی پناہ میں گئے۔ اس سے تو یہی ثابت ہے کہ اس کا دل بھی بے ہراس تھا اور آپ کی پیشین گوئی کو اس نے بالکل لچر سمجھا۔ ورنہ ضرور تھا کہ وہ بھی گورنمنٹ سے ملتجی ہوتا اور حسب اقرار آپ کے گورنمنٹ میں درخواست کرتا کہ مرزا کا الہام شیطانی ہے اس کو (جیسا کہ اس نے اپنے اوپر بصورت جھوٹا ہونے کے سزا مان لی ہے کہ گلے میں رسی ڈال کر کھینچا جائے اور سولی دیا جائے وغیرہ وغیرہ) سزا دی جائے۔ (جنگ مقدس ص ۱۸۹، خزائن ج۶ ص ۲۹۲، ۲۹۳)

اور اسی وجہ سے اس نے قسم کھانے کو بھی اپنی عزت کے برخلاف کسرشان خیال کیا۔ اس کو کیا ضرورت تھی کہ معتبر حیثیت کی حالت میں ایسی فضول پیشین گوئی اور آپ کی درخواست پر اپنے آپ کو خواہ مخواہ انگشت نما بناتا۔ اگر خدا پاک کی طرف سے آپ کا یہ الہام ہوتا تو ضرور تھا کہ آپ کے سرخرو کرنے کے واسطے کوئی سامان ایسا بناتا کہ جس میں آپ کی صفائی ہوتی۔ سو یہ ظاہر ہے کہ وہ الہام آپ کا جس کے نتیجہ کو بھی آپ نے مشتہر کیا تھا بجائے رحمانی کے شیطانی تھا۔ یہ جو آپ حضرت یونس کی امت کے عذاب کی مثال پیش کرتے ہیں ہرگز صادق نہیں آسکتی۔ کیونکہ اس امت پر ضرور وہ بلا نازل ہوئی اور اس سے خائف ہوکر کئی روز تک بحالت مجموعی برملا گریہ زاری کر کے بذریعہ عام توبہ کے اپنے گناہ وقصور معاف کرائے۔ گو پیغمبر کو ان کی توبہ کا علم نہیں ہوا۔ مگر ان کی توبہ بھی ایسی نہیں تھی کہ ان کے دل میں ہی محدود رہی ہو۔ بلکہ وہ بظاہر عام طور پر ایسی توبہ تھی کہ جس سے سرخ روئی پیغمبر اور ان کی دعاء کا اثر صاف طور سے ثابت تھا۔

ایسی ہی مثال قوم بنی اسرائیل کی ہے کہ جب کبھی ان پر بلا نازل ہوتی تھی تو پیغمبر کی ہی دعا سے وہ بلا ٹلتی تھی۔ لیکن آتھم کے واسطے نہ آپ نے کوئی نیک دعا کی اور نہ اس نے بظاہر کوئی توبہ کی جس سے دونوں مثالوں سے کوئی بھی آپ کے واسطے مددگار نہیں ہوسکتی۔ بہرحال آتھم کی پیشین گوئی میں مرزاقادیانی کا کوئی ثبوت کافی یا عذر معقول پیش نہیں کرسکتے جو ان کے دعویٰ کی تائید کرسکے۔

دوسرا الہام آپ کا ۱۸۸۸ء میں نسبت ازدواج دختر کلاں مرزااحمد بیگ مشتہر ہوا تھا جس کا ذکر ہم پہلے بمعہ نقل خط پیش کر چکے ہیں۔ خانگی واقعات اگر اس الہام کی بابت بیان کئے جاویں تو طوالت کا اندیشہ ہے۔ اس لئے مختصر قصہ اس طرح پر ہے کہ اوّل آپ نے جوش شہوت میں بطور خانگی اس لڑکی کے نکاح کا مطالبہ کیا جب ناکام رہے تو حسب عادت خود پیشین گوئی سے کام لینا چاہا اور یہ مشتہر کردیا کہ اس نکاح کو خداتعالیٰ نے عرش پر باندھا تھا۔
(کلمہ فضل رحمانی ص۱۲۴)

۱۸۹۱ء سے پیشتر جس قدر اس بارہ میں آپ کو الہام ہوتا رہا۔ ان کا ماحصل یہ ہے کہ وہ لڑکی کنواری مرزاقادیانی کے عقد میں آوے گی اور جب کہ خدا نے حسب قول آپ کے آسمان پر نکاح باندھ دیا تھا تو اس کا صاف یہی نتیجہ تھا کہ خدا کے کام پر اور کسی کا فعل

غالب نہیں آوے گا اور وہ لڑکی کنواری آپ کے عقد میں آوے گی اور دراصل یہ بات بھی ٹھیک نکلی کہ ہمارا خدا نعوذ باللہ! ایسا بے غیرت نہیں ہے کہ جب خود اپنے ارادے سے ایک باکرہ عورت کا نکاح کسی اپنے دوست سے باندھ دے تو پھر اس عورت کو جوٹھا کر کے اس کو پہنچاوے اور یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ ایک نکاح پر دوسرا نکاح جائز نہیں ہے اگر واقعی خدا حسب قول آپ کے اس نکاح کو باندھ چکا تھا تو پھر اس عورت کا اور سے نکاح صریح ناجائز تھا۔

الغرض جب ۱۸۹۱ء میں مرزا احمد بیگ والد لڑکی آپ کے الہامات کو پوچ سمجھ کر اپنی دختر کا ازدواج اور جگہ کرنے لگا تو اس پر آپ نے دھمکی آمیز خطوط اور لالچ دلانے کے بھیجنے شروع کئے (آئینہ کمالات ص۲۷۹، ۲۸۰، خزائن ج۵ ص۲۷۹، ۲۸۰، کلمہ فضل رحمانی ص۱۲۵، ۱۲۶) جن میں سے بطور نمونہ ایک خط کی نقل پیش کر دی ہے۔ مگر اس پر بھی اس کو کچھ اثر نہ ہوا اور آخر اس لڑکی کا نکاح دوسرے شخص سے ہوگیا۔ اب بجائے اس کے کہ آپ کی دعا سے ہمسایہ کا بیل مرتا خود آپ کے گھر کی گائے بھاگ گئی۔ لالچ تو یہ تھا کہ ایک عورت اور گھر میں آوے لیکن برعکس اس کے انہوں نے ضد میں آکر دو ناکردہ گناہ عورتوں کو طلاق دلوادی کہ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ (سیرت المہدی ج اوّل ص۲۸ تا ۳۱ روایت ۳۷ طبع قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ اوّل ص۲۶ تا ۲۸، روایت ۳۷ جدید)

یہ وہی مثال ہے کہ پرانے شگون پر اپنی ناک کٹائی۔ جب یہ کام تمام ہو چکا تو آپ کہنے لگے کہ بیوہ ہونے کی حالت میں وہ عورت میرے عقد میں آئے گی۔ چنانچہ عورت کے باپ اور اس کے شوہر کے واسطے آپ کو پھر الہام ہوا کہ اتنے عرصہ میں وہ مر جائیں گے۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۲۸۶، خزائن ج۵ ص ایضاً)

یہاں تو وہ لوگ گھر کے بھیدی تھے اور راولپنڈی کے بزرگ شخص جیسے ڈرپوک نہیں تھے کہ آپ کی دھمکی میں آجاتے بدستور اس پیشین گوئی پر بھی وہ تمسخر کرتے رہے جس کا انجام یہ ہوا کہ وہ عرصہ بھی گزر گیا اور وہ نہیں مرے۔ البتہ مرزا احمد بیگ والد لڑکی بعد انقضائے ایام مقررہ پیشین گوئی کے جیسا کہ ہر ایک انسان کے واسطے لازمی ہے اپنا وقت پورا کر کے فوت ہوگیا۔ لیکن شوہر عورت اب تک زندہ ہے اور اپنی زوجہ کے ساتھ بلا کسی طرح کے اندیشہ کے خوش وخرم رہتا ہے اور اس عورت سے چند بچے بھی پیدا ہو چکے ہیں۔

اگر اب فرض بھی کیا جاوے کہ خدانخواستہ شوہر عورت فوت ہو جاوے اور آپ کے عقد میں وہ عورت آ بھی جاوے۔ تب بھی خدا کے ذمہ سے وہ الزام دور نہیں ہوگا کہ باکرہ ہونے کی حالت میں عقد اس عورت کا باندھ کر پھر پس خوردہ کر کے اپنے دوست کو دلوایا۔ آپ غور کریں کہ یہ پیشین گوئی اور الہام آپ کے کہاں تک قابل وقعت ہیں۔ کیا اس پیشین گوئی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جوش شہوت اور لالچ میں آپ نے ازخود شیطانی خیال سے الہام بنا کر سنایا اور ان حیلوں سے مطلب براری کرنی چاہی۔

تیسرا الہام آپ کا لیکھرام کی پیشین گوئی کے متعلق ہے اور اس کی نسبت آپ بہت خوش ہو رہے ہیں اور اپنے خیال میں لیکھرام کے قتل کو اپنی پیشین گوئی کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔

(نزول المسیح ص۱۷۵، خزائن ج۱۸ ص۵۵۳، ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام ص۱ تا۳، خزائن ج۵ ص۶۴۹ تا۶۵۱)

لیکن جب ابتدائی پیشین گوئی کو جو لیکھرام کے متعلق ہے دیکھا جاوے تو اس میں ہرگز یہ ذکر نہیں ہے کہ لیکھرام اس عرصہ میں مر جاوے گا بلکہ صرف یہ ذکر ہے کہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو ذلیل وغیرہ وغیرہ ہوگا جس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بجائے مرنے کے وہ کسی ایسی خاص مرض میں مبتلاء ہوگا کہ جس سے لوگوں کو اس سے تنفر پیدا ہوگا یا کسی مکروہ کام میں گرفتار ہوگا جس سے لوگوں کی نظروں میں حقیر سمجھا جاوے گا۔ غرض کہ وہ پیشین گوئی ہرگز متعلق مرگ لیکھرام کے نہیں ہے بلکہ برخلاف مضمون الہام شخص مذکور عرصہ چار سال میں مارا گیا۔

سو اگر انصاف ہو تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کی پیشین گوئی لیکھرام کے متعلق ہرگز پوری نہیں ہوئی بلکہ برخلاف آپ کے الہام کے ایک ایسا واقعہ پیدا ہوا جس سے آپ کو عبرت ہونی چاہئے۔ بفرض محال اگر وہ پیشین گوئی حسب قیاس آپ کے پوری بھی ہوئی ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ بہت لوگ ایسی مبارک پیشین گوئی اور الہام کی آپ سے التجاء کریں گے۔ کیونکہ آپ کے اس الہام نے معکوس نتیجہ ظاہر کیا۔ یعنی لیکھرام ایک گمنام کم حیثیت شخص تھا کہ جس سے پبلک کو بالکل واقفیت نہ تھی۔ سو اس الہام کے معکوس ہونے کی بدولت وہ ایک ایسا معتبر شخص بن گیا کہ اس کے مرنے پر کل ہندو مسلمانوں میں نزاع پیدا ہوئی اور اس کے اہل خاندان کے واسطے قریباً پچاس ہزار روپیہ کے چندہ جمع ہوا۔ اس کی جان آسانی سے نکل گئی۔ مذہباً وہ بے گناہ مارا گیا۔ اس نے اپنے مذہب کے رو سے اچھی موت پائی۔ جب کہ تمام دنیا کو ایک روز فنا ہونا ہے اور ہر ایک شخص سمجھتا ہے کہ مجھ کو مرنا ہے تو پھر ایسی موت کا تو ہر ایک شخص شائق ہوگا۔

غرضیکہ الہام اوّل تو پورا نہیں ہوا اور اگر ہوا ہے تو نتیجہ اس کا معکوس ہے ہم نے آپ کے الہامات بطور مشتے نمونہ خروارے پیش کئے ہیں۔ اب ہم مسیح کے انتقال کا مسئلہ لکھتے ہیں۔ غور سے سنئے:

آپ کے دلائل مسیح کے فوت ہونے کے بارہ میں حسب ذیل ہیں

اوّل: لفظ توفی سے ہر موقعہ پر قرآن شریف اور حدیث پاک میں موت کے معنی لئے گئے ہیں۔ بشرطیکہ قرائن اس کے خلاف نہ ہوں اور اور ثبوت دعویٰ میں یہ آیت پیش کرتے ہیں جو کہ سورہ مائدہ کے اخیر رکوع میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ’’فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم...... الخ!‘‘ جب حضرت مسیح سے پروردگار پوچھے گا کہ تم نے اپنی امت کو اپنی اور اپنی ماں کی پرستش سکھائی تو وہ یہ جواب دیں کہ جب تک میں ان میں تھا میں ان کو توحید کی ہدایت کرتا رہا۔ مگر جب میں نے وفات پائی تو تو نگہبان ان کا تھا۔ اس توفی سے آپ موت کے معنی لیتے ہیں اور دیگر علماء خواب یا غنودگی یا اٹھائے جانے کی مراد سمجھتے ہیں۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۶۰۰، خزائن ج۳ ص۴۲۴)

دوم: ’’جب کہ مسیح کا انتقال بزعم آپ کے ثابت ہے اور مسئلہ تناسخ اسلام میں ثابت نہیں ہے تو پھر ایک مردہ شخص کیوں کر دنیا میں آسکتا ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص۵۶۲، خزائن ج۳ ص۴۰۳ ملخص)

سوم: ’’خدا پاک قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ جو صاحب جسم ہے اس کے واسطے خوراک لازمی ہے بنا بریں اگر مسیح زندہ ہے تو ضرور ہے وہ کھاتا پیتا ہوگا۔ حالانکہ کھانے پینے کے لئے بول وبراز لازمی ہے۔ پس اگر مسیح آسمان پر ہیں تو کہاں سے کھاتے ہیں اور کہاں بول وبراز کرتے ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۰۳ تا ۶۰۵، خزائن ج۳ ص۴۲۶ ملخص)

چہارم: یہ نہیں ہوسکتا کہ پیغمبر آخرالزمان تو انتقال کر جاویں اور زمین میں آرام فرماویں اور مسیح آسمان پر چلے جاویں اور اب تک خلاف فطرت انسانی زندہ ہوں۔

پنجم: پیغمبر خدا کی حدیث ہے کہ میرے بعد سو برس کے عرصہ میں کوئی شخص دنیا میں نہ رہے گا۔ اس صورت میں اگر مسیح بھی زندہ ہوتے تو بمصداق اس حدیث کے اب ان کی زندگی کا خاتمہ خیال کرنا چاہئے۔ (ازالہ اوہام ص۶۲۴، خزائن ج۳ ص۴۳۷ ملخص)

آپ کے اعتراضات بظاہر ایسے ہیں کہ ایک معقول اور وزنی عقل کے شخص کو بھی چکر میں لاتے ہیں۔ اس صورت میں اگر چند جہلاء بہک جائیں تو کیا تعجب ہے۔ لیکن اگر فرض بھی کرلیا جاوے کہ مسیح مر چکے ہیں تب بھی اس امر کا بار ثبوت کہ جس میں وہی مسیح موعود ہوں آپ کے ذمہ ہے اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ آپ میں تقویٰ ایک مرد صالح کے برابر بھی نہیں ہے۔

پس مسیح کی حیات وممات سے سوائے اس کے کہ ایک جدید مسئلہ لائق بحث کے پیدا ہوا اور کوئی نفع یا نقصان نہیں دیتا مگر نظر باریک سے جب غور کی جاوے تو معلوم ہوگا کہ یہ اعتراضات بالکل بے اصل ہیں۔ آپ نے جب دیکھا کہ اس زمانہ میں علماء وقت تو بے قدر ہیں اور کوئی کسی کو نہیں پوچھتا تو ایک نیا ڈھنگ ایجاد کیا تاکہ دال روٹی سے گوشت روٹی تک پہنچیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ کا مقصد پورا ہوگیا۔

قبل اس کے کہ ہم آیت: ’’فلمّا توفّیتنی‘‘ کی نسبت بحث کریں آپ کے روبرو چند تمہیدی امور پیش کرنے ضرور سمجھتے ہیں اور اللہ جل شانہ سے امید ہے کہ اگر نظر غور سے ان کا مطالعہ ہوگا تو بخوبی سمجھ میں آجاوے گا کہ مسیح علیہ السلام زندہ ہیں اور آپ نے یہ تمام جال پھیلایا ہے۔

اوّل: اس بات پر غور کرو کہ مسیح کیوں خلاف نیچر کے پیدا ہوئے اور خلاف نیچر مہد میں گفتگو کی اور پھر خلاف نیچر کے دعویٰ پیغمبری کے وقت معجزہ حیات موتیٰ ان کو دیا گیا اور ایک فرشتہ کی روح سے ان کی والدہ صاحبہ حاملہ ہوئیں۔ حالانکہ عادت اللہ یہ تھی کہ بعد آدم کے ماں باپ کے ملنے سے لڑکا پیدا ہوتا تھا۔ آپ اپنی بھی نسل صحیح ثابت کرنے کے لئے بی بی الن قوی کو جس کا بیٹا ڈنجر تھا جس کی نسل سے چنگیز خان پیدا۔ حسب قول مؤرخین آفتاب سے حاملہ ہوئی، مانتے ہیں۔ اگر نہ مانیں گے تو وہاں کیا تاویل کریں گے اور کیونکر صحیح النسب اپنی آپ کو ثابت کرادیں گے جو بزرگی اور ثبوت کے واسطے ضروری ہے۔

دوم: پروردگار فرماتا ہے کہ کل اہل کتاب مسیح کے مرنے سے پہلے اس پر ایمان لاویں گے۔ یعنی اس امر کی تصدیق کریں گے کہ مسیح قتل نہیں ہوا اور صلیب اس کو نہیں دی گئی۔ کیونکہ اس آیت سے پہلی آیت: ’’وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم‘‘ موجود ہے واضح ہو کہ یہود یہ یقین رکھتے تھے کہ ہم نے مسیح کو قتل کیا اور ساتھ ہی صلیب دیا۔ نصاریٰ کو بھی قبول تھا کہ مسیح قتل ہوا اور صلیب دیا گیا۔ مگر ساتھ اس کے ان کا یعنی نصاریٰ کا یہ بھی گمان

تھا کہ مسیح تین روز تک قبر میں رہ کر آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ صلیب پر چڑھانے سے اس زمانہ میں یہ مقصد ہوتا تھا کہ شخص مجرم کی مذموم عادت کی زیادہ شہرت کرائی جاوے اور صلیب پر چڑھنے والے شخص کو حسب قول توریت گروہ یہود ملعون سمجھتے تھے اور بعد اتارنے صلیب کے شخص مجرم کی پشت کی ہڈیوں کو بغرض اس کے ہلاک کرنے کے توڑتے تھے۔

مسیح کو یہود نے جب اپنے خیال میں قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا تو ان کا یہ عقیدہ پختہ ہوگیا کہ اگر مسیح پیغمبر ہوتا تو خدا اس کو بچالیتا اور صلیب اس کو نہ ملتی۔ چونکہ یہود اور نصاریٰ دونوں گروہ کا عقیدہ نسبت قتل اور صلیب دینے کے غلط تھا۔ اس واسطے پروردگار عالم نے قرآن پاک میں اس کا ذکر فرمایا کہ نہ وہ قتل ہوا اور نہ وہ صلیب دیا گیا بلکہ خداتعالیٰ نے مسیح کے ہم شکل اسی مخبر کو کردیا اور وہی صلیب پر چڑھایا گیا اگر اس قصہ کو صحیح نہ مانیں تو قرآن کی خبر کہ سولی پر نہیں چڑھایا گیا۔ اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کے بیان کے خلاف ٹھہرتی ہے۔ اس لئے کہ دونوں گروہ یہود ونصاریٰ عہد جدید وعتیق سے سولی پر مسیح کا چڑھایا جانا مانتے ہیں اور تاریخ بھی یہی شہادت دیتی ہے کہ ضرور مسیح سولی پر چڑھایا گیا۔

اختلاف اس میں ہے کہ نصاریٰ کے نزدیک تین روز قبر میں رہ کر آسمان پر اٹھایا گیا اور محمدیوں کے اعتقاد میں اسی وقت زندہ آسمان پر اٹھایا گیا۔ آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح قتل تو نہیں ہوا مگر صلیب پر چڑھایا گیا۔ چونکہ اس کی پشت کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں، اس واسطے وہ زندہ رہا۔

(ازالہ اوہام ص۳۷۸تا۳۸۵، خزائن ج۳ ص۲۹۴تا۲۹۹، نزول المسیح ص۱۸، خزائن ج۱۸ ص۳۹۶ حاشیہ)

میں کہتا ہوں کہ یہ عقیدہ بالکل مردود ہے۔ اگر واقعی یہ صورت ہوتی تو صرف لفظ ''وماصلبوہ'' کہنا کافی تھا۔ اسی لفظ میں دونوں امر آجاتے۔ کیا پشت کی ہڈیوں کے توڑنے سے کوئی شخص نہیں مرتا۔ حالانکہ وہ تو اسی غرض سے توڑی جاتی ہیں کہ شخص مجرم مرجاوے۔ پس خدا پاک دونوں امور کو رد کر کے یوں فرماتا ہے کہ نہ اس کی پشت کی ہڈی توڑی گئی جو مسیح مرجاتا اور نہ صلیب پر واسطے شہرت اور بدنامی کے اس کو چڑھایا گیا بلکہ ان لوگوں کو اس وقت شبہ ہوا تھا جو کسی اور شخص کو ہم شکل مسیح دیکھ کر انہوں نے صلیب دیا اور یقین یہ کرتے رہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کیا۔

اسی سلسلہ میں ''وما قتلوہ'' کو دودفعہ پروردگار عالم نے ذکر فرمایا ہے اور جتلایا ہے کہ یقیناً وہ قتل نہیں ہوا۔ اس دودفعہ کی تکرار سے یہ مراد پائی جاتی ہے کہ اہل کتاب کو کامل

یقین ہو جاوے کہ مسیح قتل نہیں ہوا۔ کیونکہ زیادہ اہم بات یہ تھی کہ اہل کتاب کے اس عقیدہ کو باطل کیا جاوے تاکہ مسیح کے دوبارہ تشریف لانے کے وقت مسئلہ تناسخ کے گرداب میں اہل کتاب نہ پڑ جاویں اور یہ ظاہر بات ہے کہ جب ایک دفعہ کوئی شخص مر جاوے اور بعد دو تین ہزار سال کے پھر زندہ ہو کر آ جاوے تو مدعیان تناسخ کو ایک دستاویز اپنے دعویٰ کے ثبوت کے واسطے مل سکتی ہے اور نیز جو اشخاص مسیح کے قتل ہونے کے قائل تھے اگر واقعی مسیح قتل ہوتا تو اس کی پیغمبری میں حرف آتا۔ چنانچہ خداتعالیٰ نے دونوں فریق یہود اور نصاریٰ کو مکرر اس واقعہ سے مطلع کیا کہ تمہارا عقیدہ غلط ہے۔

پس ضرور تھا کہ لفظ ''وما قتلوہ'' پر زور دیا جاتا۔ یہ آیت شریفہ: ''ان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالہم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ'' میں ضمیریں مسیح کی طرف عائد ہیں۔ نہ صرف روح یا جسم کی طرف اگر فیہ کی ضمیر اور ''ماقتلوہ'' کی ضمیر جسم مع الروح مسیح علیہ السلام کی طرف عائد ہو اور ''بل رفعہ اللہ الیہ'' کی صرف روح کی طرف پھرے تو انتشار ضمائر لازم آتا ہے جو فصاحت کے خلاف ہے۔ اس واسطے رفع مع الجسم ہی معنی صحیح ہوں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تسکین قلب کے واسطے چار جانوروں کا زندہ کرنا اور مسیح کا معجزہ کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ ان سے ہرگز مسئلہ تناسخ کی بنیاد قائم نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ مسئلہ تناسخ یہ نہیں ہے کہ خدا اختیارات اور معجزہ پیغمبر کو روک سکے اور نہ وہ مسئلہ کسی وقت یا زمانہ کا محتاج ہے بلکہ وہ تو خود بخود بلا کسی ارادہ کے مثل ایک گھڑی کی چال کے چلتا ہے اور خود بخود ایک لاکھ چوراسی ہزار جون بدل کر پھر اپنی جون میں وہ شخص آتا ہے کہ مسیح قتل کئے جاتے اور دو تین ہزار سال بعد تشریف لاتے تو صریح طور سے اس مسئلہ کو طاقت ہوتی کہ وہ ان جونوں کو بھگت کر پھر اپنی جون میں آئے۔

سو اس میں یہ امر داخل نہیں ہے خدا اپنی قدرت سے یا کسی پیغمبر کی تسکین قلب یا اس کے کسی مخالف کو عاجز کرنے کے واسطے کسی مردہ کو زندہ کرے۔ اس میں جب ارادہ شرط ہے تو تناسخ کہاں رہا۔ غرضیکہ یہی اسباب معلوم ہوتے ہیں جس سے خدا نے تاکیداً فرمایا کہ مسیح قتل نہیں ہوا۔ اب یہ ایک خبر تھی کہ جو مسیح کے واقعہ سے چھ سو برس کے بعد خدا نے اپنی کتاب میں اہل کتاب کے لئے بیان فرمائی جس پر وہ لوگ جو اہل ایمان تھے۔ اس خبر سے

متأثر ہوگئے اور عقیدہ ان کا باطل ہوگیا۔ مگر جحتی شخص کے واسطے یہ خبر کب درجہ یقین حاصل کرسکتی تھی۔ کیونکہ جب یہ امر ثابت تھا کہ ایک شخص کو جو ہم شکل مسیح کے تھا صلیب دیا گیا اور قتل کیا گیا ہو تو پھر کیونکر یقین ہوسکتا تھا کہ وہ تمام واقعات اس قیاس بعیدہ سے تھے۔ ان کے واسطے تو بدیہی ثبوت کی ضرورت تھی جب کہ واقعہ مسیح بدیہی تھا تو یہ خبر خدائی بھی ویسی ہی بدیہی ہونی چاہئے تھی تاکہ اس کے یقین پر اس کا یقین غالب آتا۔ ورنہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص قتل کیا گیا اور اس وقت موجود بھی نہیں ہے تو اس کے مقابلہ میں ایک خبر ہم کو کب یقین دلاسکتی ہے کہ وہ قتل نہیں ہوا۔

پس اسی واسطے پروردگار عالم فرماتا ہے کہ مسیح اس وقت تک نہیں مرے گا کہ جب تک اہل کتاب کا یہ عقیدہ باطل نہ ہو۔ یعنی جب دوبارہ تشریف لاویں گے اور ان کا دوبارہ تشریف لانا بھی ایسا ہی ہوگا جو خلاف نیچر کے ہوگا اور وہ اپنی برکات اور قوت سے ثابت کرادیں گے کہ میں وہی مسیح ابن مریم ہوں جس کو یہود اپنی زعم میں قتل کیا ہوا سمجھے ہوئے تھے تو اسی وقت اس مسئلہ کو بھی حل کریں گے کہ واقعی وہ قتل نہیں ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے تھے بلکہ تمہارا یہ شبہ تھا اور شبہ پر تم کو یقین ہوگیا تھا۔

گویا خدا نے اس خبر کی تصدیق کے واسطے مسیح کے دوبارہ بھیجنے کا وعدہ فرمایا اس موقعہ پر یہ بھی سمجھو کہ اگر یہ خبر محض خبر ہوتی اور اس کی تصدیق کے واسطے کوئی وسیلہ پیدا نہ کیا جاتا تو وہ نہ تسکین بخش ہوتی اور نہ عادت اللہ میں داخل ہوتی۔ کیونکہ جو خبر متعلق روئے زمین کے آئندہ زمانہ کے واسطے پروردگار عالم نے دی ہے بشرطیکہ اس میں استعارہ نہ ہو وہ ایسی نہیں جو کسی وقت میں اس کی تصدیق نہ ہوسکے۔ ورنہ جب خبر زمین کی ہے اور انسان اس کی تلاش کرسکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ تصدیق کو نہ پہنچے۔ خصوصاً ایسے اہم مسئلہ کے متعلق جس سے گروہ کثیر اہل کتاب گمراہی میں پڑے ہیں۔ زیادہ ضرورت تصدیق کرانے کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کی خبروں پر ہم مجبور کئے جاویں گے۔ کیونکہ ہمارے واسطے یہ بدیہی ثبوت ہے کہ جو خبر متعلق زمین ہم کو دی گئی کہ جس کی ہم خود تلاش کرسکتے ہیں۔ اس کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ حالانکہ بوقت نزول خبر اس کا گمان بھی کسی کو نہیں ہوتا تو بے اختیار قبول کرنا پڑتا ہے کہ ایسا کلام سوائے خدا کے اور کسی کا نہیں ہوسکتا جو اس قدر بعیدہ زمانہ کی خبر ہم کو پہنچاتا ہے اور جب ہم نے اس دلیل سے مان لیا کہ قرآن شریف کلام خدا ہے کہ جس کی نکات کی

تصدیق ہماری زندگی میں ہم کو ہوتی رہی تو پس ضرور ہوا کہ ہم ان اخبار پر بھی ضرور ایمان لاویں جو ہماری زندگی کے بعد کی ہیں کہ جن کا تجربہ ہم کو اپنی زندگی میں نہیں ہوسکتا۔

خدا نے اپنے کلام میں فرمایا ہے کہ نعش فرعون سالم رہے گی تاکہ ناظرین کو عبرت حاصل ہو۔ سو بوقت اس خبر کے کسی قسم کا علم نہیں تھا کہ فرعون کہاں اور کب مرا اور اس کی نعش کہاں ہے۔ اسی واسطے متقدمین نے اس آیت شریف کے یہ معنی لگائے کہ جب فرعون دریائے نیل میں غرق ہوگیا تو اس کی نعش کو دریا نے باہر ڈال دیا اور اس کی فوج نے دیکھ کر اس سے عبرت حاصل کی۔ اگرچہ یہ معنی بھی اپنے موقعہ پر ٹھیک ہیں۔ مگر لفظ: ''ننجّیک'' میں خاص کسی زمانہ کا تعین نہیں تھا۔ اس لئے اصلی معنی اس کے اب یہ ظاہر ہوئے کہ نعش فرعون ان دنوں میں دریائے نیل سے برآمد ہوئی اور لنڈن کے عجائب خانہ میں موجود ہے جس سے ناظرین کو عبرت ہورہی ہے۔

پس ایسا کلام جو تین ہزار سال پیشتر اور دو ہزار سال مابعد کی خبر دیوے کیونکر انسانی قوت سے تصور ہوسکتا ہے۔ اگرچہ خداوند تعالیٰ بدیہی ثبوت سے اس جہان میں قائل نہ کرتا تو ہرگز عذاب آخرت اور آسمانوں کی خبروں کے اعتقاد پر کہ جس کی تصدیق ہمارے احاطۂ امکان سے باہر ہے مجبور نہیں کرسکتا تھا۔ چونکہ مسیح کا واقعہ محتاج بدیہی ثبوت کا تھا تاکہ بجائے اس یقین کے جو دو گروہوں کو اب تک ہورہا ہے۔ اس یقین کو غالب کرایا جاتا کہ واقعی مسیح قتل نہیں کیا گیا اور صلیب نہیں دیا گیا۔ سو اس کے واسطے ثبوت تصدیق کرانے کا یہی ہوسکتا ہے کہ خود مسیح تشریف لاکر اس عقیدہ اہل کتاب کو باطل ٹھہرادیں۔

اب اس موقعہ پر صرف لفظ شبہ کے تصریح کرنے کی ضرورت ہے کہ جو پروردگار نے ''ولٰکن شبہ لھم'' فرمایا ہے اور جب ہم دیکھتے ہیں کہ اہل کتاب مسیح کے قتل اور مصلوب ہونے پر یقین رکھتے ہیں تو پھر کیونکر خدا نے فرمایا ہے کہ ان کو شبہ ہوا۔ سو اس کے واسطے یہ سمجھو کہ مثلاً زید نے بکر کے ہم شکل کو قتل کیا اور یہ سمجھا کہ میں نے بکر کو قتل کیا ہے۔ عمر کہتا ہے کہ تم نے بکر کو قتل نہیں کیا۔ مگر زید بدستور مصر ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے بکر کو قتل کیا اور مجھ کو اس کے قتل پر یقین ہے۔ پھر عمر جواب دیتا ہے کہ نہیں دراصل تم نے خالد ہم شکل بکر کو قتل کیا۔ یہ تمہارا صرف شبہ ہے کہ بکر کو تم نے قتل کیا اور شبہ پر تم کو یقین ہورہا ہے۔ سو چونکہ یہود نے ہم شکل مسیح کو قتل کیا جس کی تصدیق حدیث صحیح سے ہوتی ہے اور یہود مدعی تھے کہ ہم نے مسیح کو قتل کیا اس

واسطے خدا پاک فرماتا ہے کہ تم کو مسیح کے قتل میں شبہ ہوا۔ یعنی اس کے ہم شکل کو قتل کر کے یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم نے مسیح کو قتل کیا اور اس شبہ پر تم نے اپنے یقین کی بنیاد رکھی ہوئی ہے۔

اب اس تمام تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ مسیح کا دوبارہ تشریف لانا اسی غرض سے ہے کہ: ''وما قتلوہ وما صلبوہ'' کی تصدیق کرادیں۔ چونکہ مسئلہ تناسخ اسلام میں نہیں ہے۔ اس واسطے ضرور ہوا کہ ان کے دوبارہ تشریف لانے تک ہم ان کو زندہ سمجھیں اور مسیح یہود ونصاریٰ دونوں کو ان کے اعتقاد سے پھیرے گا کیونکہ دونوں کا ذکر اس آیت میں موجود ہے۔ اگر واقعی مسیح کو تشریف نہ لانا ہوتا اور صرف ان کے مثیل کے آنے کا وعدہ ہوتا تو لازم تھا کہ ان کا مثیل بھی ان دونوں عقیدوں کو مردود ٹھہراتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی مصلوب ہونے کے تو قائل ہیں اور ''ما صلبوہ'' کے غلط معنی کرتے ہیں۔ خدا تو فرماتا ہے کہ ان کو صلیب نہیں دیا گیا اور آپ کا عقیدہ ہے کہ صلیب پر چڑھائے گئے۔ مگر ان کی پشت کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں۔ آپ نے یہ پتہ نہیں دیا کہ یہ معنی ان کے خود تراشیدہ ہیں یا کسی قاعدے سے کرتے ہیں۔ سو اس میں سے نکتہ یہ نکلتا ہے کہ اگر واقعی آپ مثیل مسیح ہوتے تو دونوں عقیدوں کا رد کرتے ہیں۔

سوم: پروردگار نے حضرت مسیح کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ ''وجیہاً فی الدنیا والآخرہ'' ہوں گے۔ وجیہ کے دو ہی معنی ہیں۔ ایک خوبصورت دوسرا صاحب جاہ۔ سو خوبصورتی حضرت مسیح کی نسبت تو قرآن پاک میں کہیں ذکر نہیں ہے اور نہ کسی حدیث میں حضرت مسیح خصوصیت کے ساتھ خوبصورت جتلاسے گئے ہیں۔ صرف حضرت یوسف کی نسبت قرآن شریف اور احادیث نبوی میں ان کی خوبصورتی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر حضرت مسیح بھی خوبصورت ہوتے تو ضرور تھا کہ ان کا ذکر بھی کسی جگہ پروردگار عالم یا رسول اکرم ﷺ فرماتے۔

پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح کے متعلق لفظ وجیہ کا خوبصورتی کے معنی نہیں لیا جاسکتا اور انجیل میں بھی حضرت مسیح ایک معمولی صورت کے حلیہ کے انسان دکھلائے گئے ہیں۔ اس لئے اب وجاہت دنیاوی ان کی دیکھنی چاہیئے کہ کیا حضرت مسیح اپنی ۳۲ سالہ زندگی میں اس کو پورا کر چکے ہیں۔ حالانکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ مسیح غربت میں ہی پیدا ہوئے اور افلاس میں ہی بڑے ہوئے اور اسی حالت میں اٹھائے گئے۔ دنیا میں ایک اینٹ کے مالک نہیں ہوئے اور نہ صاحب اولاد تھے۔

یہ تو خود آپ بہت سے مواقع پر تحریر کر چکے ہیں کہ مسیح افلاس میں ہی دنیا سے اٹھائے گئے ہیں۔ اس حالت میں اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لفظ ’’**وجیھاً فی الدنیا**‘‘ کا کیا ثبوت مسیح کی نسبت ظاہر ہوا۔ کیا خدا نے یہ لفظ بیکار فرمایا ہے یا اس کے کچھ معنی ہیں۔ اگر معنی ہیں ظاہر کرو کہ وہ کیا ہیں ورنہ قبول کرنا چاہئے کہ ابھی اس لفظ کا ثبوت باقی ہے۔ پھر جب مسیح دوبارہ تشریف لاویں گے اور بمصداق حدیثوں کے صاحب حکومت اور صاحب اولاد ہوں گے تو یہ پیشین گوئی پوری ہوگی۔

غور سے دیکھو کہ اس آیت میں پروردگار نے دو لفظ فرمائے ہیں اور دنیا کو آخرت سے علیحدہ کیا ہے۔ اگر وجاہت پیغمبری سے مراد ہوتی تو لفظ ’’**فی الآخرۃ**‘‘ کافی تھا۔ لفظ ’’**فی الدنیا**‘‘ سے تو یہ ہی پایا جاتا ہے کہ دنیا میں بھی ان کو عروج حاصل ہو۔ یہ آیت واسطے زندگی اور دوبارہ تشریف آوری مسیح کی قطعی دلالت ہے۔

چہارم: اس دلیل کے لکھنے سے پہلے التماس ہے کہ ناظرین اس دلیل کے تمام مضمون کو معہ دلیل پنجم کے پڑھ کر پھر اپنی رائے قائم کریں۔ کیونکہ ان کے شبہات جب رفع ہوں گے کہ جب وہ ان ہر دو دلیلوں کو مکرر سہ کرر پڑھ کر اپنے ذہن نشین کر لیں گے۔

واضح ہو کہ پیغمبر خدا ﷺ کو پروردگار عالم نے خاتم النّبیین فرمایا ہے اور جملہ پیغمبروں کی خوبیوں کو جو متفرق طور پر ہر ایک کے وجود میں تھیں آپ کو مجموعی طور پر عطاء فرمائیں۔ چنانچہ آیت: ’’**اتممت علیکم نعمتی**‘‘ اس کی شاہد ہے یعنی کل دنیا اور دین کی نعمتیں ہمارے حضرت کی مہربانی فرمائی گئیں۔ اگر وہ پیغمبران دو قسم کے ہیں ایک تو محض نبی، دوسرے پیغمبر صاحب کتاب جس کو مرسل بھی کہتے ہیں۔

سو بہت سے ایسے پیغمبر گزر چکے ہیں کہ وہ نبی تھے مگر صاحب کتاب نہیں تھے۔ مگر ایسا کوئی پیغمبر نہیں گزرا کہ نبوت اس کو نہ ہو اور کتاب اس پر نازل نہ کی جاوے۔ خدائے پاک نے آیت خاتم النّبیین بھیج کر آئندہ کے واسطے سلسلہ نبوت کو ہی قطع فرما دیا ہے۔ اس آیت سے صاحب کتاب کا پیدا ہونا تو درکنار رہا۔ نبی بھی کوئی شخص پیدا نہیں ہوسکتا۔ آپ کا قول ہے کہ سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا اور مثال دیتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے پیغمبر جن کو چار الہام بھی ہوئے۔ پیغمبر کہلائے۔

مگر میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ایک الہام سے یا بلا الہام کے کوئی شخص زمانہ سابق میں واقعی نبی تھا تو اس کا سلسلہ اب ختم ہے۔ اس زمانہ میں یعنی اس امت مرحومہ میں خواہ دس ہزار الہام صحیح بھی کسی شخص پر ہوں تو وہ نبی نہیں کہلا سکتا۔ ورنہ آیت خاتم النّبیین بیکار جاتی ہے اور ایسی صورت میں ضرور تھا کہ خدائے کریم بجائے خاتم النّبیین کے اس آیت میں خاتم المرسلین فرماتا اور نہ محض ملہم ہونے سے کوئی شخص نبی کے درجہ تک پہنچ سکتا ہے۔ حالانکہ الہام تو ایک طرف رہا وحی تک حضرت موسیٰ کی والدہ اور شہد کی مکھیوں کو ہوئی۔ جس سے ثابت ہے کہ محض الہام بلکہ وحی کا ہونا بھی دلیل پیغمبری کی نہیں ہے۔ ورنہ ضرور تھا کہ اس امت کے بہت لوگ جن پر الہام ہوتا رہا ہے دعویٰ نبوت کرتے۔

پس جب کہ نبی کی پیدائش ہی ختم ہو چکی ہے تو صریح اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ: ’’آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری‘‘ کا مضمون غلط ہے۔ دیگر مرسل پیغمبروں کے زمانہ میں اور ان کے بعد ہمیشہ بہت سے نبی اور رسول پیدا ہوتے رہے۔ جس سے تصدیق رسالت اور کتاب الٰہی پیغمبر مرسل کی ہوتی رہی۔ مگر ہمارے پیغمبر خدا کے امت مرحومہ میں کوئی نبی یا رسول پیدا نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ سلسلہ ہی ختم ہو چکا ہے تو وہ درجہ جو دیگر مرسل پیغمبروں کو ایک نبی یا رسول کے پیرو ہونے سے ملا وہ صریح ہمارے پیغمبر کے واسطے باقی دکھلائی دیتا ہے۔

یہ تو میں شروع میں ہی لکھ چکا ہوں کہ حدیث: ’’علماء امتی‘‘ صرف مثالاً ہے نہ واقعی اور پھر جب کہ ایک امتی خواہ وہ کسی درجہ کا ہو ایک نبی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ وہ رتبہ ہی علیحدہ ہے اور اگر وہ مرتبہ علیحدہ نہ ہوتا تو خاتم النّبیین کا لفظ خدا پاک نہ فرماتا۔ بلکہ وہ ایک مخصوص درجہ تھا جو آئندہ کے واسطے قطع کر دیا گیا ہے تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ عروج جو دیگر مرسل پیغمبروں کو نبی یا رسولوں کے پیرو ہونے سے ملا جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ سے اور حضرت عیسیٰ کو یحییٰ سے وہ ہمارے پیغمبر کو اب تک حاصل نہیں ہوا۔

یہ بحث بہت باریک ہے۔ مثال دنیوی اس کے واسطے یہ ہے کہ جس بادشاہ کے تخت حکومت میں دیگر متفرق حکومتیں ہیں وہ ہی شہنشاہ یا قیصر کہلاوے گا اور اس کو زیادہ فخر حاصل ہوگا اور گو قرآن شریف ہمارے پیغمبر کو زیادہ سب سے مکرم بیان کرتا ہے۔ مگر قرآن شریف کا یہ مضمون خدا پاک کی طرف سے محض ایک دعویٰ ہے کہ جس کے واسطے شہادت زبانی کی بھی ضرورت ہے یا یہ سمجھو کہ قرآن مجید ایک دستاویز ہے جو پیغمبر خدا کے ذریعہ ہم کو پہنچا اور

اس میں خدا کی طرف سے یہ دعویٰ درج ہے کہ رسول عربی سب سے زیادہ بزرگ پیغمبر ہیں۔ پس ضرور ہے کہ اس دعویٰ کو ثبوت بھی ہونا چاہئے۔ ورنہ ایک حجتی شخص محض ایسی دستاویز کو جو ایک شخص کی زبان سے ظاہر ہو جس میں اس شخص کی بزرگی پائی جاوے بلاثبوت زائد اس کی بزرگی کے کب یقین کے درجہ تک قبول کر سکتا ہے۔

چنانچہ یہ عادت اللہ میں داخل ہے کہ جب کسی مرسل پیغمبر کا نزول ہوا تو اس کی تائید اور پیغمبروں سے بھی کراتا رہا۔ یعنی اپنے اس مرسل پیغمبر کے وجود اور اپنے کلام کی تصدیق کے واسطے اور گواہ بھی بھیجتا رہا اور چونکہ قرآن شریف بوساطت جبرائیل کے نازل ہوا ہے اور دیگر کتب آسمانی بھی بوساطت جبرائیل کے نازل ہوا ہے اور دیگر کتب آسمانی بھی بوساطت جبرائیل کے اترتی رہی ہیں اور ان کا نزول معمولی الہامات اور مکاشفات سے بالاتر ہے۔ کیونکہ یہ تو خود آپ کو بھی قبول ہے کہ دیگر الہامات اور مکاشفات نبی یا رسول میں ممکن ہے کہ خود نبی یا رسول کو بھی غلط فہمی ہو۔

پس صاف ثابت ہوتا ہے کہ معمولی الہامات کا درجہ اور ہے اور جو بطریق وحی کے بوساطت جبرائیل خبر یا پیشین گوئی یا احکام خدا پاک کی طرف سے نازل ہوں ان کا درجہ اور ہے۔ جب ایک الہام کے سمجھنے میں حسب قول آپ کے خود ملہم بھی کبھی کبھی غلطی کھا سکتا ہے مگر ایک آیت قرآن شریف میں جو بطریق وحی کے نازل ہوا ہو غلط فہمی کا امکان نہیں کیونکہ جبرائیل اس کی اصلاح کے واسطے موجود تھا اور بصورت غلط فہمی کے اس کی اصلاح کرنے کو تیار تھا اور اس عقدہ کو جو سمجھ سے بالاتر ہوتا تھا اس پاک فرشتہ سے حل کیا جاتا تھا تو اس صورت میں خدا کے واسطے انصاف کرنا چاہئے کہ کیا وحی اور درجہ الہام بصورت تشریح مذکورہ ایک ہی خیال ہوسکتا ہے۔ اگر اس وحی میں بھی جو بوساطت جبرائیل متعلق قرآن شریف وقتاً فوقتاً اترتا رہا ہے۔ غلطی کا امکان ہے تو پھر نعوذ باللہ مذہب اسلام کی بنیاد ضعیف ہے اور یہ تمام مباحثہ فضول اور رائیگاں جائے گا۔

حالانکہ ایسا عقیدہ بالکل غلط ہے بلکہ قرآن پاک کے مضامین میں تو غلطی کا امکان ہی نہیں اور نہ رسول پاک کو اس کے معنی کرنے میں غلطی کا امکان ہے۔ چنانچہ اگر الہامات کو بھی وحی کا درجہ حاصل ہوتا تو پیغمبر خدا کے مکاشفات اور خوابیں تمام قرآن شریف کے متن ہوتیں۔ مگر قرآن شریف میں وہی عبارت درج ہے جو محض خدا پاک کا کلام ہے اور دیگر

الہامات کو پیغمبر خدا نے بطریق حدیث کے بیان فرمایا ہے جو حسب قول آپ کے بعض اوقات خود پیغمبر خدا کو بھی غلط فہمی ہوتی تھی۔ پس جب آپ یہ سمجھ چکے تو آپ خود انصاف کرو کہ قرآن شریف کی تصدیق کے واسطے کس قسم کے شاہد کی ضرورت ہے۔ آیا اس کی جس نے دہلی کو نہیں دیکھا اور صرف سماعی طور سے اس کا حال بیان کرے یا اس کی جو باشندہ دہلی ہے اور اس کے گلی کوچہ سے واقفیت تامہ رکھتا ہے۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ تصدیق قرآن مجید صرف اسی شخص سے کرائی جاوے گی کہ جس نے جبرائیل کو دیکھا یا جس پر جبرائیل اترا اور وحی پہنچایا اور خود بھی ایک پیغمبر مرسل کے درجہ پر ہے۔ نہ وہ جو محض الہاموں سے وحی کے حالات کا پتہ دیوے اور نادیدہ شہادت روایت دینے لگے۔

پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تصدیق قرآن شریف کے واسطے ضرور ہے کہ مثل پیغمبر خدا کے وہ بھی صاحب وحی ہو اور جبرائیل کو اس نے دیکھا ہو۔ گویا ایک شاہد تصدیق قرآن مجید تو خود رسول عربی ہیں اور دوسرا مثل ان کے اور کوئی پیغمبر ہی ہونا چاہئے۔ کیونکہ شریعت میں دو گواہ کی ضرورت ہے اور یہ کام ایک امتی کا نہیں ہے جو معاملات وحی اور پیغمبروں کے مدارج کا شاہد ہو سکے۔ آپ بلحاظ عادت اللہ کے یہ تو قبول کرنے پر مجبور ہیں کہ ہمارے قرآن پاک کی تصدیق کے واسطے ایک اور گواہ کی بھی ضرورت ہے کیونکہ ہر ایک اولوالعزم رسول کے زمانہ میں اور بعد ان کے دیگر نبی اور رسول پیدا ہوتے رہے جو اس اولوالعزم پیغمبر مرسل کی سچائی بیان کرتے رہے۔

یہی وجہ ہے کہ آپ مسیح کے آنے کے قائل ہیں۔ اگر محض یہی حجت پیش کی جاوے کہ ہمارا قرآن مجید خود ہی اپنی صداقت کے واسطے کافی دلیل ہے تو ایک معترض کے قبول کرانے کے واسطے ہرگز تسکین بخش جواب نہیں ہے اور نہ خدا ایسا کمزور ہے کہ کسی معترض کے شبہ کی اپنے کام میں گنجائش چھوڑے ورنہ حدیثوں میں جو حضرت مسیح کے تشریف لانے کی خبر دی گئی ہے۔ سب کو بے اصل سمجھنا چاہئے اور جب کہ مسیح کے دوبارہ آنے کی ضرورت ہی نہیں ہے تو پھر اس کے مثیل کے آنے کی کیا ضرورت ہے۔

پس یہ نتیجہ نکلا کہ نہ مسیح آویں گے اور نہ ان کا مثیل۔ یہ تمام جھگڑا ہی بے اصل ہے۔ آپ جو مسیح کے آنے کی ضرورت کے قائل ہیں تو اس کی وجہ ہی یہی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کر دی ہے مگر اس میں ان کو دھوکہ ہو رہا ہے کہ جب خاتم النّبیین کا حکم آچکا ہے اور مسیح ایک

مسلم پیغمبر ہیں۔ جب آویں گے تو کیا وہ خاتم النّبیین ہوں گے۔ حالانکہ خدا نے خاتم النّبیین تو پیغمبر عربی کو فرمایا۔

دوم: کیا مسیح کا درجہ کم کیا جاوے گا کیونکہ اگر بحیثیت پیغمبری تشریف لاویں تو وہ قباحت لازم آتی ہے اور یہ بھی انصاف سے بعید ہے اور نہ عقل قبول کرسکتی ہے کہ مسیح کو خدا پہلے پیغمبر بناوے اور پھر ایک امتی کی حیثیت سے ہمارے پیغمبر کی امت میں بھیج دیوے۔ سو اسی واسطے آپ تاویل کے درپے ہورہے ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ پیغمبر خدا کی حدیث کی بھی تصدیق ہوجاوے اور یہ اعتراضات بھی وارد نہ ہوں۔ لہٰذا آپ کہتے ہیں کہ مسیح خود تشریف نہیں لاویں گے بلکہ ان کا مثیل آوے گا اور اس دعویٰ کے ثبوت کے واسطے مسیح کی موت پر زور دے رہے ہیں اور یہ جو ہم نے آپ کے خیالات کو اس موقعہ پر بیان کیا ہے اگر واقعی صحیح ہیں تو میرے خیال میں آپ کا تمام جھگڑا نیک نیکی سے خالی نہیں ہے۔ کیونکہ بادی النظر میں جو اعتراضات دوبارہ تشریف لانے مسیح کے عائد ہوتے ہیں وہ ایسے نہیں جو عام فہم لوگوں میں قابل تصفیہ کے ہوں اور جب کہ ایک بہت بڑا گروہ مسیح کی الوہیت کا بھی قائل ہے اور ہم اہل اسلام بھی مان لیویں کہ مسیح اب تک آسمان پر بہ جسم خاکی زندہ ہیں اور خلاف نیچر کے خدا نے ان کو حیات بخشی ہے تو مسیح کے زندہ تسلیم کرنے میں اور دوبارہ ان کے تشریف لانے میں ایک قسم کی الوہیت کے عقیدہ والوں کو مدد دیتا ہے، کے عقیدہ والوں کو مدد دیتا ہے۔ سو اس صورت میں اگرچہ ہم آپ کے اس معاملہ میں بشرطیکہ خیال ہمارا نسبت آپ کے عقائد کے صحیح ہو نیک نیت قرار دیتے ہیں۔

مگر ساتھ ہی اس کے یہ قبول کرنا پڑتا ہے کہ آپ کے دماغ میں فیصلہ کی قوت نہیں ہے اور آپ ان اعتراضات سے گھبرا کر تاویل کے درپے ہوگئے ہیں۔ ورنہ اگر غور کرتے اور آپ کا دماغ قوت فیصلہ رکھتا تو معلوم کرسکتے تھے کہ یہ تمام اعتراضات بے اصل ہیں۔ اس موقعہ پر ابھی مبحث مماثلت کی وجوہات بیان کرنے کی ضرورت باقی ہے۔ یہ تو ہم کو بھی قبول ہے کہ بجائے اس کے بعض اوقات مثیل بھیجا گیا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا کوئی نظیر گزشتہ واقعات کی اس وقت ہمارے پاس موجود ہے کہ جس سے ہم کو یہ تسلیم حاصل ہو کہ کسی پیغمبر کی مماثلت میں ایک امتی مثیل بھیجا گیا ہے۔

سواس وقت ہمارے پاس تین مثالیں موجود ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر کا مثیل پیغمبر ہی ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم سے خدا پاک نے مسیح کی پیدائش کی تشبیہ دی ہے۔

دوم: بجائے ایلیا نبی کے یحییٰ نبی بھیج دیا گیا۔

سوم: خدا نے پیغمبر عربی کو مثیل موسیٰ بیان فرمایا اور یہ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ آدم سے لے کر اس وقت تک گزشتہ واقعات سے یہ ثبوت ہم کو کہیں سے نہیں ملتا کہ ایک امتی شخص مثیل پیغمبر ہوا ہو اور جب کہ درجہ ہے ایک کا جدا ہے تو درایت بھی قبول نہیں کر سکتی کہ جو کام ایک پیغمبر سے لینا ہو وہ ایک امتی سے لیا جاوے کہ جس سے وہ محض ناواقف ہے۔ البتہ اگر نبوت کا خاتمہ نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ آپ زبردستی سے اپنے آپ کو اس درجہ میں قائم کر کے دعویٰ مماثلت کا کرتے۔ مگر پھر بھی ضرورت تھی کہ صاحب وحی ہوتے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محض الہام وحی کے درجہ کو حاصل نہیں کر سکتا اور وحی بھی ایسی ہوتی جو بوساطت جبرئیل کے اترتی اور اس میں کوئی مدعا ہوتا اور اس کے شائع کرنے کی خدا کی طرف سے اجازت ہوتی وہ وحی جو مکھیوں اور ام موسیٰ پر نازل ہوئی۔

پس اس تمام تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن پاک اپنے مضمون میں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا کا کلام ہوں اور پیغمبر خدا نے تصدیق کی کہ بے شک خدا کا کلام ہے۔ اس کی تصدیق کے واسطے ایک دوسرے شاہد کی ضرورت ہے جو اسی درجہ کا ہو۔ اس واسطے حدیثوں میں حضرت مسیح کے آنے کا حال درج ہے۔ ورنہ اگر مسیح کے آنے کی ضرورت نہ ہوتی تو پھر ان کے تشریف لانے کا ذکر ہی بے سود تھا اور مسیح اگر مثل ایک مجدد کے ہی ہوتے جو ہر صدی کے شروع میں پیدا ہوتے رہے ہیں تو پھر بھی کوئی وجہ معقول ان کی دوبارہ تشریف لانے کی نہ تھی۔ کیونکہ جب وہ کام ایک امتی بھی ہر شروع صدی پر کر سکتا تھا تو پھر مسیح اور ان کے مثیل کے آنے کی کیا ضرورت تھی۔

اب ہم ان اعتراضات کا جواب دیتے ہیں جو بعض کم فہم لوگوں کے ذہن میں آپ کی تحریروں سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ سو بڑا اعتراض یہ ہے کہ جب پیغمبر آخرالزمان خاتم النّبیین ہو چکے ہیں تو پھر مسیح کا ان کے بعد آنا اور ان کے بعد فوت ہونا دو حال سے خالی نہیں یا تو مسیح کی نسبت یہ خیال کرنا پڑے گا کہ وہ اپنے رتبہ کو چھوڑ کر کم رتبہ پر آویں گے۔ حالانکہ ان کے واسطے بلاقصور ایسا تنزل نہیں ہو سکتا یا ان کو خاتم النّبیین سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ وہ بعد میں

آ کر فوت ہوں گے۔ حالانکہ قرآن شریف اس شق کے صریح برخلاف ہے۔ دیکھو آیت: ’’خاتم النّبیین‘‘اور’’اتممت علیکم نعمتی ‘‘اور حدیث پیغمبر خدا کہ اگر:’’موسیٰ بھی اس وقت ہوتے تو اس دین کی متابعت کرتے۔‘‘

سو اوّل اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ پیغمبر آخرالزمان کے مبعوث ہونے سے پہلے سلسلہ رسالت اور نبوت کیونکر تھا۔ یہ تو سب مسلمان بلکہ تمام اہل کتاب کو یقین ہے کہ ایک رسول صاحب کتاب کے زمانہ میں اور بعد اس کے بہت نبی ہوتے رہتے ہیں جو ایک ایک دو دو شہر اور چند چند دیہات پر صاحب گمان ہوا کرتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ رسول اولوالعزم کے واسطے جو کتاب نازل ہوتی تھی وہ کامل نہیں ہوتی تھی اور مخلوقات مسائل دینی ودنیوی میں محتاج زاید ہدایات کے رہتی تھی۔

پس نبیوں کا یہ کام تھا کہ ایک تو شہادت رسول مرسل کی دے کر اس کی کتاب پر لوگوں سے عمل کراتے تھے اور دوم جہاں کچھ ضرورت باقی رہتی تھی، وہاں پروردگار عالم حسب اقتضائے وقت اس نبی کو براہ راست بذریعہ الہام یا صحیفہ کے زاید ہدایات بھیج دیا کرتا تھا اور اس زمانہ کی مخلوقات پر فرض تھا کہ اوّل رسول مرسل کے احکام کی پیروی کرتے اور جہاں وہ ہدایات ناکافی تھے وہاں اپنے متعلق نبی کی ہدایات پر چلتے تھے۔ چنانچہ یہ عادت اللہ پیغمبر آخرالزمان تک رہی اور اس کی وجہ کہ کیوں ایسی ہدایات اور احکام نامکمل صادر ہوتے تھے جو بہت سے رسول اور نبیوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ یہ ہے کہ پروردگار عالم نے ان کے پیچھے رسول کریم کو پیدا کرنا تھا اور ان کو خاص ایک مکمل کتاب دینی تھی۔ (احکام اسی وقت اور طبائع کے مطابق ہوتے تھے اس لئے ان کو نامکمل یا ناکافی کہا جاتا ہے)

پس جب تک مابہ الامتیاز اشخاص مقابل میں نہ ہوتے ان کو کیونکر فخر حاصل ہوتا۔ مثلاً ایک کمرہ میں سو قندیل لٹکتی ہیں اور ایک ان میں سب سے زیادہ روشن ہے تو تعریف اس کی روشنی کی اس وقت ہوگی کہ جب دوسری قندیلوں کی روشنی اس کے مدمقابل میں کمزور ہو۔ دوسری وجہ فیاضی پروردگار عالم سمجھنی چاہئے کہ بہت سے اشخاص کو خلعت نبوت سے ممتاز فرمایا گیا۔ اگر یہ کہیں کہ جب پہلے زمانہ میں بہت سے نبیوں کے بھیجنے میں خداتعالیٰ اپنی فیاضی ظاہر کرتا رہا تو ہم لوگ جو خاتم النّبیین کی امت میں ہیں۔ اس درجہ سے محروم کیوں کئے گئے۔ حالانکہ ضرورت تھی کہ جیسے ہمارے پیغمبر کا درجہ بڑھا ہوا ہے ویسا اس کی امت کا درجہ اعلیٰ ہونا چاہئے تھا۔

سو واضح رہے کہ ضرور اس امت کا درجہ بہ نسبت دیگر پیغمبروں کی امتوں کے زیادہ ہے اور اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ پیغمبر خدا نے اپنی امت کے علماء کے حق میں ''العلماء ورثة الانبیاء'' اور قرآن مجید نے ''کنتم خیر امة'' بیان فرمادیا اور نبی جو اس امت میں کسی کو نہیں بنایا جاتا تو اس کا سبب یہ ہے کہ اب نبی کے کام کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر یہی سلسلہ جاری رہتا تو ہمارے پیغمبر خدا کو جو شرف ملنا اور ان کو خاتم النّبیین بنانا تھا وہ کیونکر پورا ہوتا۔ جب اتنا واضح ہو چکا تو اب آیات قرآنی کو جن کا حوالہ بھی دیا گیا ہے مدنظر رکھ کر غور فرمائیے کہ جب اخیر میں پروردگار عالم نے ایک رسول آخرالزمان بھیج دیا اور اس کو مکمل دستاویز دے کر بھیجا۔ جس کے بعد مخلوقات کو زیادہ ہدایت کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ ہدایات مندرجہ قرآن مجید سے کوئی ہدایت متعلق نجات آخرت باقی نہیں رہی اور ایسا عمل پروردگار کو باعث ختم کرنے دنیا کے ضروری کرنا تھا تو اس کے بعد نہ کسی نبی کے پیدا کرنے کی ضرورت رہی اور نہ کسی ہدایت کے بھیجنے کی۔ یعنی جب ہدایات باقی نہیں رہیں تو نبی کا بھیجنا بے فائدہ تھا۔

اندریں صورت ثابت ہوا کہ بہ لحاظ تبلیغ احکام کے ہمارے پیغمبر آخرالزمان آخر رسول دنیا کے ہیں اور وہ خاتم النّبیین والمرسلین ہیں۔ گو آیت خاتم النّبیین میں لفظ مرسلین کا نہیں آیا لیکن جب کہ نبوت پہلا زینہ ہے اور نبی ہو کر کوئی شخص رسول ہوسکتا ہے تو اس آیت سے دونوں مراتب ختم ہو چکے اور یہ بھی واضح ہو کہ کوئی رسول یا کوئی نبی ناسخ دوسرے نبی یا رسول کا نہیں ہوتا۔ اہل اسلام کا کل دنیا کے نبی اور رسولوں پر ایمان ہے۔ زمانہ بعثت پیغمبر خدا سے پہلے یہ دستور تھا کہ بعد کے رسول اور نبی توریت کے احکام پر چلتے تھے اور بصورت زائد ضرورت کے اپنی طرف سے بموجب حکم الٰہی کے ہدایت کرتے تھے۔

ان کا یہ کام نہیں تھا کہ کسی حکم تورات کی منسوخی کا حکم لوگوں کو دیتے جس سے ثابت ہوا کہ باوجود رسول اور نبی ہونے کے نہ وہ ناسخ دین موسوی تھے نہ ان کے درجہ میں کوئی کمی تھی بلکہ مؤید دین موسوی اور بجائے خود نبی یا رسول خیال کئے جاتے تھے۔ قرآن مجید نے بھی موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبری اور ان کی کتاب کے احکام کلہم منسوخ نہیں کئے۔ البتہ چونکہ قرآن مجید توریت سے زیادہ مکمل ہے اور وہ تمام احکام اس میں شامل ہیں جو متفرق طور سے دیئے جاتے تھے۔

پس جہاں ضرورت ہوئی وہاں حسب اقتضا سے وقت ترمیم کردی گئی۔ چنانچہ بہت سے احکام پچھلے پیغمبروں کے قرآن میں داخل ہیں اور چونکہ ہمارے واسطے قرآن شریف مکمل احکام ہے اور یہ مجموعہ کل ہدایات کا ہے۔ اس لئے ضرورت نہیں کہ ہم کسی ہدایت سابقہ کو دیکھیں یا کسی ہدایت آئندہ کا انتظار کریں۔ پس سمجھو کہ جیسا موسیٰ کے بعد مسیح اولوالعزم نبی تھے اور ناسخ دین موسوی بھی نہیں تھے بلکہ مؤید تھے تو اسی طرح جب وہ پھر دوبارہ تشریف لاویں گے تو نہ ناسخ دین موجودہ کے ہوں گے، نہ ان کے مرتبہ میں کوئی فرق ہوگا۔ بلکہ صرف فرق بہ لحاظ عظمت ہمارے رسول کے یہ ہوگا کہ وہاں عیسیٰ مؤید دین موسیٰ تھے اور یہاں مطیع ہوں گے۔ وہاں زائد ہدایات دینے کے مجاز تھے اور یہاں موجودہ احکام کو ہی استعمال کریں گے۔

آیت خاتم النّبیین سے یہ مراد ہے کہ بہ لحاظ احکام ہمارے پیغمبر خاتم النّبیین ہیں اور جب کہ احکام جدید نہیں آئیں گے تو جدید نبی کے آنے کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ مسیح اس آیت سے پہلے پیدا ہو چکے ہیں اور نبوت ان کے وجود میں مضمر ہو چکی ہے بلکہ ان کا وجود بھی اسی واسطے پیدا کیا گیا کہ ان سے تصدیق رسالت اور احکام قرآن کرائی جاوے اور پھر دنیا میں بھیجے جاویں کیونکہ جب دوسرا نبی آنے سے بند ہوگیا اور ضرورت تھی کہ ہمارے پیغمبر کے مدارج کو بھی خدا پاک پورا کرتا تو سوائے اس عمل کے کہ کسی گزشتہ پیغمبر سے اس شہادت کی تکمیل کراتا اور کوئی طریق نہ تھا کہ یہ منشاء پورا ہوتا۔

چنانچہ شہادت کی ضرورت آیت: ''واذ اخذاللہ میثاق النبیین'' الیٰ آخرہ سے ثابت ہے جو سورۂ آل عمران میں ہے۔ اگر شہادت کی ضرورت نہ ہوتی تو پروردگار انبیاء علیہم السلام سے نبی آخرالزمان کی بابت کیوں اقرار لیتا اور جب کہ وہ اقرار ایسے وقت میں لیا گیا کہ جب دنیا موجود نہیں تھی تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس کا نمونہ دنیا میں اب غیرضروری سمجھا جاوے۔ حالانکہ کل جھگڑا اسی دنیا کے متعلق ہے پھر جب کہ مسیح علیہ السلام اسی قرآن کے احکام کی تعمیل کرادیں گے تو وہ کیونکر خاتم النّبیین ہو سکتے ہیں۔ ایک شخص خاتم حکومت بہ لحاظ احکام کے ہوتا ہے نہ بہ لحاظ موت کے ورنہ حسب اعتقاد مسلمانوں کے خضر والیاس بالباس پیغمبر زندہ ہیں اور جب تک دنیا رہے گی وہ زندہ رہیں گے اور مسیح سے زیادہ زندگی کریں گے۔

پس ان میں سے خاتم النّبیین اس کو کہنا چاہئے جو سب سے پیچھے مرے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے بلکہ خاتم النّبیین وہ ہے کہ جس کے احکام اخیر تک جاری رہیں۔ مسیح کے

دوبارہ بھیجنے سے خدا پاک کا یہ مقصد معلوم ہوتا ہے کہ ایک تو عقیدہ یہود ونصاریٰ کو نسبت ’’وما قتلوہ وما صلبوہ‘‘ کی باطل ٹھہراوے جس کے بطلان کی وجوہات بیان ہو چکی ہیں۔

دوم: جیسے کہ ازل میں پیغمبروں سے خدائے پاک نے اقرار لیا ہے۔ضرورت ہے کہ اب دنیا میں بھی اس کو نمونہ دکھلاوے اور انبیاء نے جو پیشین گوئی بموجب عہد میثاق کی قبل ازظہور ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنی اپنی کتاب میں کی ہے وہ ایک خبر کے درجہ پر تھی کہ جس کی تصدیق کی ضرورت باقی تھی۔

سوم: جب کہ دیگر اولوالعزم پیغمبروں کے اور بہت سے نبی اور رسول پیرو ہوتے رہے ہیں تو ضرور ہے کہ ہمارے اولوالعزم پیغمبر کا بھی کوئی پیغمبر مطیع ہوتا تاکہ جو ناز اور فخر اور پیغمبروں کو دیگر انبیاء کی تائیدات سے حاصل ہوا ہے۔ ہمارے رسول فخر موجدات کو بھی ہوتا اور مضمون ’’اتممت علیکم نعمتی‘‘ پورا کیا جاتا۔دیگر اولوالعزم پیغمبروں کے زمانہ میں صرف انبیاء علیہم السلام ہی مؤید ہوتے رہے۔

اب یہاں زیادہ فخر کی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح جو انہیں اولوالعزم پیغمبروں میں داخل ہیں کہ جن کی تائید دوسرے پیغمبروں سے کرائی گئی ہے۔ یہاں وہ مطیع ہو کر آتے ہیں۔ گویا ایسے پیغمبر کے اتباع سے کہ جو اپنے وقت میں خود اولوالعزم تھے۔وہ سب پیغمبر ہمارے پیغمبر کے مطیع خیال کئے جاسکتے ہیں۔ چونکہ صد آمد نود ہم پیش ماست۔

اب دیکھو کہ اس سے ہمارے پیغمبر کی زیادہ عظمت ثابت ہوتی ہے یا یہ کہ ان کے درجہ میں کمی ہوتی ہے اور بصورت انکار یہ کیونکر باور کیا جاسکتا ہے کہ جب کل نعمتیں ہمارے پیغمبر کو عطاء ہو چکی ہیں تو یہ نعمت جو سب سے زیادہ باعث فخر کی ہے۔ ہمارے پیغمبر کو حاصل نہ ہوتی۔ کیا پیغمبروں کے حلقہ میں ہمارے پیغمبر اس نعمت کے نہ ملنے سے کیا جواب دیتے کہ اور مرسل پیغمبروں کے پیرو نبی ہوں اور ہمارے پیغمبر کے پیرو محض امتی۔ کیا وہ شہادت اور تصدیق قرآنی جس کی ضرورت تھی بدوں بھیجنے دوسرے پیغمبر کے مکمل ہوسکتی ہے اور کیا آیت: ’’وما قتلوہ وما صلبوہ‘‘ کے متعلق اعتقاد اہل کتاب باطل قرار دیا جاسکتا ہے۔ جب تک مسیح خود آکر اپنی صفائی نہ کرادیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ مسیح صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے جس کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ وہ اسی اسلام کے دین کا ہی بول بالا کریں گے۔ یعنی تصدیق مذہب اسلام میں اس کے منکرین کو سزا دیں گے۔

جائے غور ہے کہ اگر ضرورت تصدیق کرانے دین اور کتاب آسمانی کی نہ ہوتی تو کیا مسیح جیسے اولوالعزم پیغمبر محض سوروں کا شکار کھیلنے کے واسطے دوبارہ تشریف لاتے۔ اس موقعہ پر اگر آپ یہ کہیں کہ کیا یہ دین یعنی اسلام اور قرآن مجید اب تک تصدیق اور مکمل نہیں ہوا جو مسیح کے دوبارہ تشریف لانے کی حاجت باقی ہے اور جن لوگوں نے مسیح کے آنے سے پیشتر انتقال کیا۔ گویا وہ اس بارہ میں حالت تذبذب میں مرے۔

سو اس کا جواب آیت:''وما قتلوه وما صلبوه '' کی تشریح میں مفصل دیا گیا ہے اور یہ اعتراض بجنس وہی ہے اور وہی جواب اس کے واسطے کافی ہے۔ یعنی یہ امر عادت اللہ میں داخل ہے کہ وہ اپنی خبروں کی تصدیق کراتا ہے اور حسب ارشاد ''یؤمنون بالغیب '' کے ہر ایک خبر خدا پر سب کو ایمان لانا چاہئے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ایک خبر ہماری زندگی میں تصدیق نہیں ہوئی تو مثل اس کے دیگر خبریں ہماری زندگی میں ہی تصدیق ہوتی رہتی ہیں۔ پس ہم کو یقین کرنا چاہئے کہ جو خبر قرآن شریف میں محتاج ثبوت کے دی گئی ہے وہ ضرور تصدیق کرائی جاتی ہے۔ اگر عادت اللہ میں یہ بات داخل نہ ہوتی اور ہم کوئی نظیر موافق اپنے ذہنوں کے نہ پاتے تو ضرور تھا کہ مسیح کے دوبارہ تشریف لانے کے متعلق بھی ہم مذبذب حالت میں رہتے۔

مگر اب گنجائش تذبذب کی نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن پاک کو ہم خدا کا کلام بباعث اس کے اعجاز کے قبول کر چکے ہیں۔ پس ہم مجبور ہیں کہ اس کی پیشین گوئی کی صدق دل سے تصدیق کریں۔ البتہ ہم اس حالت میں مجبور نہ ہوتے جب عادت اللہ میں تصدیق کرانا نہ ہوتا۔

پنجم: آپ حدیثوں کے پابند معلوم ہوتے ہیں اور حدیثوں ہی کی خبر سے اپنے آپ کو مہدی اور مسیح اور حارث دکھلاتے ہیں۔ ورنہ قرآن پاک میں تو سوائے مسیح کے اور کسی کا نام بھی نہیں ہے بلکہ مسیح کی نسبت بھی صاف طور سے قرآن مجید میں یہ ذکر درج نہیں ہے کہ وہ خود یا ان کے مثیل دوبارہ دنیا میں تشریف لاویں گے۔ مگر آپ حدیثوں کے ظاہری معنی کو اکثر تبدیل کرتے ہیں۔ اگرچہ بعض اوقات جب دو حدیث بالمقابل ہوں تو وہاں تاویل کرنے کی ضرور حاجت ہوتی ہے اور یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ حدیثوں میں اکثر استعارات بھی ہیں۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام کتب حدیث کو ہم استعارات ہی سمجھیں اور ظاہری معنی ان کے ایک بھی نہ لیویں۔ بلکہ جہاں قرینہ ہم کو اجازت دیتا ہے وہاں ہی تاویل کرنے

کی ضرورت ہوتی ہے اور جب کوئی قرینہ نہ ہو اور حدیث کا لفظ صاف ہو اور ظاہری معنی کرنے میں کوئی قباحت پیش نہیں آتی تو کیوں اس لفظ کی تاویل کریں۔

اس صورت میں تو صریح ہماری ہٹ دھرمی ہوگی کہ ایک صاف عبارت میں دست انداز ہوکر اپنی طرف سے اپنے مدعا کے مطابق اس کو گھڑ لیں کہ عرب کی زبان میں عموماً ایک شخص ایک باپ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ مگر چونکہ حضرت مسیح بے باپ تھے۔ اس واسطے قرآن شریف اور کتب حدیث میں وہ ہمیشہ ابن مریم کے نام سے پکارے گئے۔ اس سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ ایک تو وہ بے باپ تھے۔ دوم قرآن شریف اور کتب احادیث کا مطلب اسی مسیح سے ہے جو بے باپ اور صاحب وحی تھا یہ تو ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اسی ایک لفظ کے موجب اطلاق قرآن شریف کے ایک معنی لیویں۔ یعنی جہاں قرآن میں مسیح ابن مریم کا لفظ آیا ہے وہاں تو اس مسیح سے مراد لیویں جو بے باپ اور صاحب وحی تھا اور جہاں حدیث میں یہ لفظ آیا ہے وہاں اس کا مثیل اس کی مراد میں سمجھا جاوے۔ حالانکہ اگر مسیح سے ہی مراد پیغمبر خدا ہوتا تو ابن مریم کے کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ صرف مسیح کا نام لینا ہی کافی تھا۔

پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ احادیث میں بھی جہاں کہیں لفظ مسیح کا آیا ہے اور ابن مریم کے لقب سے خالی نہیں ہے تو اس سے پیغمبر خدا کی مراد وہی ہے جو خدا پاک کی مراد تھی۔ خود مسیح علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں دوبارہ آؤں گا۔ رسول عربی فرماتے ہیں کہ مسیح ابن مریم دوبارہ تشریف لاویں گے۔ آپ ان الفاظ میں یعنی لگا کر معنی کرتے ہیں کہ گویا بجنسہٖ میری مثیل آوے گا یا مثیل ابن مریم نازل ہوگا۔ حالانکہ ایک امتی مثیل صاحب وحی نہیں ہوسکتا اور نہ اس معنی لگانے کی گنجائش ہی ہے۔ کیونکہ جب صریح ایک ہی لفظ قرآن اور حدیث میں بلاکم وبیش کے آیا ہے تو پھر اس کے معنی میں گنجائش نکالنا سراسر آپ کا تصرف نہیں ہے تو اور کیا ہے یہ جو آپ بار بار ایلیا نبی کے متعلق پیشین گوئی کا حوالہ دیتے ہیں کہ بجائے ایلیا کے یحییٰ تشریف لائے اور یہود کو دھوکہ ہوا۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۵۴۷، خزائن ج۳ ص۳۹۴)

اس موقع پر مثال کا لفظ ہماری تائید میں ہے کیونکہ ہم مماثلت سے منکر نہیں ہیں۔ بشرطیکہ اس قسم کی مماثلت میں درجہ اصل اور مثیل کا ایک ہو۔ یحییٰ بھی پیغمبر تھے جو ایلیا نبی کے بدلے بھیجے گئے تھے۔ نیز اس وقت تک سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا تھا اور اب سلسلہ ختم ہے۔ جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب ایک پیغمبر کا مثیل بھی صرف پیغمبر ہی ہوسکتا ہے نہ امتی اور جب

سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے تو مثیل بھی اس قسم کا اب نہیں آ سکتا۔

یہودیوں کی یہ ضد تھی کہ باوجود سمجھانے مسیح کے وہ ایلیا کے منتظر رہے۔ حالانکہ اس وقت تک سلسلہ نبوت ختم نہیں ہوا تھا اور ان کے سامنے مثیل آ دم خود مسیح موجود تھا۔ گویا اس کے واسطے مسیح کے فرمان قبول کرنے کا خاطر خواہ ثبوت تھا۔ مگر مسیح ابن مریم کے لفظ میں نہ تاویل کی گنجائش ہے اور نہ مثیل مسیح جیسے پیغمبر کی ہم کو سمجھ آئی۔ ایلیا نبی کے نام کے ساتھ اس کے ماں باپ کا نام نہیں تھا۔ برخلاف اس کے مسیح کے نام کے ساتھ ان کی ماں کا نام بار بار لیا گیا ہے اور مسیح پیغمبر نے یحییٰ کی تصدیق کی۔ یہاں خود آپ اپنے آپ کو تصدیق کرتے ہیں۔ حالانکہ امتی ہیں: ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا۔

ششم: لفظ توفی بہت جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اور ہر جگہ بہ لحاظ قرائن اس کے معنی مختلف ہیں۔ گویا لفظ کلیۃً موت کے واسطے موضوع نہیں کیا گیا بلکہ شرطیہ ہے اور نہ کسی زبان میں کوئی لفظ کلیۃً ایک معنی میں ایجاد ہوا ہے۔ اسی باب توفی سے قرآن میں دیگر آیات موجود ہے کہ جو خواب کے واسطے بھی استعمال ہوا ہے اور کسی طور سے خواب کا واقعہ موت سے مراد نہیں ہوتا۔ موت وہ چیز ہے کہ ہمیشہ کے واسطے انسان کا دم بند ہو جاوے اور خواب میں برخلاف اس کے دم برابر آتا جاتا ہے۔ موت کے بعد اگر جسم کاٹا جاوے تو وہ حرکت نہیں کر سکتا۔ حالانکہ خواب میں اگر ایک کانٹا بھی چبھ جاوے تو انسان کو فوراً خبر ہو کر اذیت پہنچتی ہے اور بہت سے ایسے لوگوں کو خواب ہوتا ہے کہ مثل بیدار شخص کے تمام باتوں کو سنتے ہیں اور خوشبویوں سے دماغی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

پس اس صورت میں یہ کہنا کہ خواب سے ہی مراد موت اور خواب ہی موت کے معنوں میں داخل ہے صریح ہٹ دھرمی ہے۔ کہاں موت اور کہاں خواب۔ اگر قبض ارواح کے یہی معنی لئے جاویں تو خواب کا قبض ارواح اور ہے اور موت کا اور ہے۔ چنانچہ اسی آیت سے دونوں کا فرق ثابت ہوتا ہے۔ پس جہاں قرینہ موت کا ہوگا وہاں ہی اس لفظ کے معنی موت کئے جاویں گے۔ اس صورت میں کلیہ اس کا ٹوٹ گیا۔ اب تمام قرآن شریف کو دیکھو کہ مسیح کے واسطے کوئی ایسا لفظ نہیں آیا کہ ہم نے مار دیا بلکہ صرف لفظ ''متوفیک'' مذکور ہوا ہے کہ جس کے معنی یہ ہیں کہ مارنے والا ہوں یعنی جب خدا کی مرضی ہوگی ان کو مار دے گا جو عام مسلمان بھی اس کے قائل ہیں کہ مسیح ایک وقت میں مر جائیں گے۔

ہفتم: نہایت نیک نیتی سے امید ہے کہ آپ ان ہر ششں تمہیدات کے سمجھنے کے بعد لفظ ’’توفیتنی‘‘ کے معنی کی نسبت غور کریں جو حضرت مسیح کی زبان سے قرآن شریف میں خدائے پاک نے بیان فرمایا ہے اور آپ کے اعتراض اوّل میں درج ہے جس کے معنی آپ موت کے لیتے ہیں اور اسی لفظ پر دعویٰ کی کل بنیاد قائم ہے۔غور کرو کہ جب مسلمان لفظ توفی کے اور بھی معنی لیتے ہیں۔(۲)اور جب کہ قرآن پاک میں کہیں بھی مسیح کے مار دینے کا ذکر نہیں۔(۳)اور جب کہ خود مسیح اپنے آنے کو بیان فرماتا ہے۔(۴)اور جب حدیثوں میں مسیح ابن مریم کے آنے کی خبر ہم کو پہنچ چکی ہے۔(۵)اور جب کہ بموجب اطلاق قرآن مجید کے مسیح ابن مریم کے لفظ سے وہی مسیح مراد ہے جو بے باپ اور صاحب وحی تھا۔(۶)اور جب کہ قرآن شریف کی تصدیق اور رسول خدا کی تصدیق کے واسطے ہم کو ایک پیغمبر کی شہادت کی ضرورت ہے نہ مثیل امتی کی۔کیونکہ مسیح کی بابت پیشین گوئی توارت میں ہوچکی تھی۔اگر وہ کافی ہوتی تو یحییٰ کو خدا تعالیٰ تصدیق کے واسطے نہ بھیجتا۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض پیشین گوئی ثبوت کے اعتراض کو پورا نہیں کرسکتی (۷)اور جب کہ آیت:’’وماقتلوہ وماصلبوہ‘‘ کی تصدیق کرنے کے واسطے خود مسیح کے آنے کی ضرورت ہے۔(۸)اور جب کہ وحی اور الہام میں بین فرق ہے یعنی ایک الہامی شخص کبھی بھی صاحب وحی نہیں کہلاتا۔(۹)اور جب کہ مثیل پیغمبر صرف پیغمبر ہی ہوسکتا ہے نہ امتی۔(۱۰)اور جب کہ ہم سلسلہ نبوت کو ختم مان چکے ہیں۔(۱۱)اور جب کہ اوّلین وآخرین اہل اسلام اسی اعتقاد پر مرے ہیں کہ مسیح ضرور دوبارہ نازل ہوگا۔حالانکہ صریح حدیث پیغمبر خدا یہ ہے کہ میری امت کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی۔(۱۲)اور جب کہ حضرت مسیح کو اب تک وجاہت دنیاوی کا مرتبہ حاصل نہیں ہوا اور نہ صاحب اولاد ہی ہوئے۔حالانکہ صحیح حدیث میں ہے کہ جب مسیح دوبارہ تشریف لاویں گے تو صاحب اولاد اور صاحب حکم ہوں گے۔(۱۳)اور جب کہ مسئلہ تناسخ اسلام میں مردود ہے اور اگر مسیح واقعی مرچکے ہیں اور پھر دوبارہ دنیا میں نہیں آویں گے تو ہماری تمام امیدیں اور خدا اور رسول کی تمام پیشین گوئیاں رائیگاں جاتی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم لفظ’’توفیتنی‘‘ کے معنی پھرنا خواب یا غنودگی کا نہ لیویں اور ان تمام صحیح حالات پر پانی پھیر کر مسیح کے مرنے کا قیاس پیدا کریں۔

حالانکہ یہ تمام دلائل ثابت کرتے ہیں کہ وہ دوبارہ تشریف لاویں گے اور ان کے

تشریف لانے کی اشد ضرورت ہے تو قرینہ صاف طور سے یہ چاہتا ہے کہ اس لفظ کے معنی کو موافق مذاق جملہ معتبرین کے پھرنا لگایا جاوے۔ یہ جو بعض علماء جواب دیتے ہیں کہ اگر لفظ ''توفیتنی'' کے معنی موت بھی ہوں تو اس سے وہ موت مراد ہے جو مسیح پھر دنیا میں آ کر مرجاویں گے اور قیامت میں ان سے یہ سوال ہوگا۔ میں ان سے متفق نہیں ہوں۔ میرے خیال میں پروردگار عالم ان کی امت کو شرمسار کرنے کے واسطے ان کو گواہ اپنا کر ان سے دریافت مسئلہ تثلیث کا کریں گے اور یہ گواہی دیں گے کہ میں نے ان کو تثلیث ہرگز نہیں سکھائی۔

دیکھو یہاں سے بھی شہادت کی ضرورت پائی جاتی ہے جو ہماری تحریرات کی موئد ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسئلہ تثلیث ان کی عدم موجودگی میں اس وقت پیدا ہوا کہ جب وہ دنیا سے پھیرے گئے اور جواب ان کا اسی وقت یعنی پہلی مرتبہ کے متعلق ہے۔ مگر بحث اس میں یہ ہے کہ اس لفظ کے معنی لگانے ہیں قرینہ کیا ہے۔ سو جب ثابت ہوتا ہے کہ اسی اصل مسیح کے دوبارہ تشریف لانے کی ہم کو ضرورت ہے اور مسئلہ تناسخ مردود ہے تو موت کے معنی لگانا ہرگز قرینہ نہیں رکھتا اور پھر جب کہ ہم اس لفظ کے معنی پھیرنا لگاویں تو اس سے زیادہ کوئی معتبر لفظ قرآن مجید میں نہیں ملتا کہ جس سے حیات مسیح کو تردد کی نظر سے دیکھیں۔

موجودہ علماء کے موت کے معنی ماننے بطریق تنزل کے ہیں۔ آپ کی مورچہ بندی کا زور بہت اسی لفظ پر ہے اور باقی جس قدر اور حوالہ دیئے جاتے ہیں۔ گویا اس مورچہ کی مدد میں پیش کرتے ہیں۔ سو ہم نے بہ فضل خداتعالیٰ مورچہ لے لیا۔ جواب اعتراض دوم کا بھی اس میں آ گیا۔ یعنی جب کہ مسیح زندہ ہیں تو ان کے آنے میں کیا تردد ہے۔ حالانکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اسی مسیح ابن مریم کے آنے کی ہم کو خبر دی گئی ہے جو بے باپ اور صاحب وحی تھا اور انہیں کے آنے کی اشد ضرورت ہے۔ سبحان اللہ! یہاں تو خدا کو پابند نیچر کیا جاتا ہے اور وہاں یعنی بے باپ پیدا ہونے میں قدرت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ حالانکہ جب خلاف نیچر پیدائش مسیح ثابت ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ خلاف نیچر اس کی زندگی کی نسبت حجت کی جاوے اور خدائی اختیارات محدود کرنے کی کوشش کی جاوے۔

بات یہ ہے کہ سید احمد خاں نے ہمیشہ یہ اصول قائم رکھا کہ نیچر کو موافق عقل کے بناویں۔ اسی واسطے وہ تاویلوں میں پڑ گئے تھے اور یہ ایک غلط اصول تھا کیونکہ عقل کامل نہیں ہے اور ہمیشہ اس میں تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ آپ جو ان کے پیرو ہیں اور انہیں کی خوشہ

چینی سے باتیں بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اسی اصول پر چلنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ اگر عقل پر ہی مدار قدرت کا ہو تو عقلاً اپنے آپ کو مثیل مسیح کیونکر ثابت تسلیم کرا سکتے ہیں۔ یہ آپ بار بار علمائے وقت کو طعنہ دیتے ہیں کہ کیا مسیح آسمان سے نزول کرے گا اور مینارہ دمشقی پر دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے گا جو بمنزلہ ناممکنات کے ہے۔ یہ عقل ہی کی پیروی کا نتیجہ ہے۔

سو میں کہتا ہوں کہ اگرچہ بمقابلہ قدرت خدائی کے یہ بات ناممکن نہیں ہے۔ تاہم اس بارہ میں جو آپ تاویل کرتے ہیں اس پر ہم کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ مگر وہ تاویل خلل انداز ایمان ہے کہ ہم قدرت خدائی کو محدود کرنے کی کوشش کریں اور صریح الفاظ کے معنی اپنی خودغرضی کے واسطے بدلیں۔ خلاف نیچر مسیح کی پیدائش سے مراد یہی تھی کہ تمام دنیا پر ظاہر کیا جاوے کہ خداوند عالم جو سب سے زیادہ قوی اور شہنشاہ اعظم ہے کسی نیچر کا پابند نہیں ہے۔ کیونکہ خدائے پاک کو عالم غیب سے معلوم تھا کہ بہت لوگ دنیا میں پیدا ہوں گے جو دنیا کو اسی طرح تمادی اور نیچر کا پابند سمجھیں گے اور خاص بوقت پیدائش مسیح کے بھی دہریوں کا بہت زور تھا تو ان سب کے زعم توڑنے کے واسطے خداوند نے مسیح علیہ السلام کو خلاف نیچر پیدا کیا اور اس کو اس قدر برکت دی کہ قریباً ۳ حصہ دنیا نے مان لیا کہ خداوند کو ہر طرح قدرت حاصل ہے اور وہ پابندی کسی طرق کا نہیں ہے۔ اگر دس ہزار شخص بے باپ پیدا کرتا تو ان کی اس قدر شہرت نہ ہوتی جیسی مسیح کی ہوئی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہزاروں لڑکے لڑکیاں جو بن باپ کے پیدا ہوتی ہیں وہ سب حرامی کہلاتے ہیں۔ خدا نے رفع محبت کے واسطے ایک پیدا کیا اور اس کو اس قدر عزت دی کہ اس کی نسبت گمان بھی حرامی ہونے کا نہیں ہوسکتا۔ اگر ایک سے زیادہ اس قسم کی پیدائش میں عادت اللہ ثابت ہوتی وہ بھی ایک فطرت بن جاتی۔

پس خلاف نیچر اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ تمام کائنات میں ایک ہی شخص کو اس قسم کا پیدا کیا۔ میں کہتا ہوں کہ بمقابلہ دہریوں کے خدا کے وجود کے اثبات کے واسطے مسیح کے پیدائش اور اس کے تمام حالات بمدد دیگر جوابوں کے اہل کتاب کے ہاتھ میں ایک اعلیٰ درجہ کی دستاویز ہے۔ پھر نہ معلوم بعض کوتاہ اندیش کیوں اس سے منکر ہیں۔ اسی موقعہ پر اس نکتہ کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ کیا سبب ہے کہ فرشتہ کی روح کی آمیزش سے مسیح پیدا کئے گئے کہ جس کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ اس کا سبب صاف طور سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وجود

سے شہادت پیغمبر آخرالزمان دلانی تھی اور ان کی عمر خلاف نیچر کے طولانی کرنی تھی۔ اگرچہ بنی اسرائیل کے مرسل پیغمبروں کے زمانہ میں دیگر نبی اور رسول ان کے مؤید تھے۔ مگر ہمارے پیغمبر چونکہ بزرگی میں زیادہ تھے۔ ان کے واسطے ضرورت تھی کہ ایک مرسل پیغمبر بنی اسرائیل ان کی شریعت کے پیرو ہوں اور متبع کے طور پر کلمہ اس بزرگ پیغمبر کا پڑھیں تاکہ عوام میں نہیں بلکہ حلقہ پیغمبروں میں یہ اعتراض باقی نہ رہے۔

چنانچہ سرالشہادتین میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے شہادت کے مرتبہ اعظم کو ہمارے پیغمبر کے واسطے بذریعہ امامین ثابت کیا ہے۔ اسی طور سے سمجھو کہ اصل مسیح کے دوبارہ تشریف لانے سے یہ مرتبہ بھی ہمارے پیغمبر کا پورا ہوگا اور ابھی یہ مرتبہ ان کے مراتب میں باقی ہے۔ اگر باقی ہے تو ''**اتممت علیکم نعمتی**'' کا مضمون کس طرح کامل سمجھا جاوے۔ حیف ہے ان عقلوں پر کہ اتنی مرتبہ عظیم کو ایک مثیل امتی سے پورا کرانا چاہتے ہیں۔

اب ہم جاننا چاہتے ہیں کہ خدا نے اس دنیا کو فانی پیدا کیا اور انسان کی پیدائش سے اس کو زینت دی اور ضرور تھا کہ انسان کے واسطے جزا سزا مقرر کی جاتی ورنہ دنیا کی پیدائش بھی بے فائدہ ہوتی۔ حالانکہ فعل حکیم خالی از حکمت نہیں ہوتا۔ جزا وسزا کے واسطے ضرور تھا کہ آزمائش انسانی کے واسطے نیکی بدی بھی پیدا کی جاتی۔

چنانچہ پروردگار عالم نے جو نیکی اور بدی کا علت العلل ہے۔ ان دونوں چیزوں کو پیدا کیا۔ مگر دنیا کو آباد رکھنا تھا۔ بدی کا سبب شیطان ہوا یا اگر کوئی شخص وجود شیطانی سے منکر ہے تو نفس امّارہ کو اس کا قائم مقام سمجھو۔ بمقابلہ اس کے جسم انسانی میں عقل کا پیدا کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ اگر انسان محض گرفتار نفس امّارہ ہوتا اور اس کی بدی کی تمیز کرنے والا خود ہی جسم میں نہ ہوتا بے انصافی تھی کہ انسان سزا کا مستوجب ہوتا مگر باوجود اس کی عقل سے نفس امّارہ زیادہ شریر پیدا ہوا۔

اس سے مقصود یہ تھا کہ دنیا کو آباد رکھنا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ بہ نسبت اہل دانش کے جو خدا کو سمجھتے ہیں اور دنیا کو فانی جانتے ہیں۔ دوسرے طریق کے لوگ بکثرت ہیں۔ پس ضرور تھا کہ عقل کو پیغمبروں کے وجود سے مدد دی جاتی۔ کیونکہ تنہاء عقل ایک شے کی موجودگی کو تحقیق نہیں کر سکتی اور خدائے پاک انسان کو نظر آنے سے پاک ہے۔ وہ خود واسطے ہدایت اور امورات دنیوی کی رہنمائی کے واسطے ہر ایک شخص کے پاس نزول نہیں فرما سکتا جو محالات سے

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبروں کے وجود کو پیدا کیا اور بوسیلہ ان کے عام مخلوق پر ہدایات بھیجیں۔ چونکہ دنیا کو ایک روز ختم کرنا ہے۔ پس حسب مقتضائے وقت وقتاً فوقتاً پیغمبروں کو ہدایت ہوتی رہی۔ آخر میں ضرور تھا کہ ایک ایسی مکمل ہدایت بھیجتا جو دنیا کے خاتمہ تک کافی ہوتی۔ کیونکہ اگر یہ سلسلہ جاری رکھا جاتا تو دنیا کا خاتمہ بھی محال تھا۔

خدائے پاک نے اس فخر کا لباس ہمارے پیغمبر کو پہنایا اور اس کے واسطے کل نعمتوں کو ختم کردیا۔ پس اب کوئی ضرورت کسی اور ہدایت کے بھیجنے کی نہیں رہی۔ کیونکہ جب مطابق حیثیت انسان کی کل نعمتوں کو پروردگار نے ہمارے پیغمبر کو عطاء کردیا تو پھر اور پیغمبر یا نبی کے بھیجنے کی کیا ضرورت باقی رہی جو بے فائدہ بھیجا جاتا۔

چنانچہ اب اگر کوئی شخص دعوے دار نبوت ہو اور الہام کے ذریعہ سے جدید ہدایت کرنا چاہے تو چونکہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس واسطے وہ محض بے فائدہ ہے اور فعل حکیم بے فائدہ نہیں ہوتا۔ البتہ مجدد جو شروع صدی میں پیدا ہوتا ہے اس کی ضرورت باقی تھی تاکہ انہیں ہدایات کو ہمیشہ جلا دیتا رہے اور گرد وغبار کو جو ایک تیز تلوار پر عرصہ سو سال میں پڑتا ہے اس کو دور کرے۔ مگر وہ کوئی جدید بات نہیں نکالتا بلکہ وہ پچھلی ہدایات کو ہی روشن کرتا ہے۔ پیغمبروں کو جو پروردگار عالم پیدا کرتا ہے تو ان کے واسطے یہ بھی لازمی اور ضروری ہے کہ ان کو کوئی دستاویز عطاء کرے تاکہ اس کے مطابق وہ ہدایت کرتے رہیں اور نیز خلق اللہ کے سامنے اس کے پاس سند ہو۔ مگر ساتھ ہی اس کے ضروری ہے کہ اس دستاویز کو اور اس پیغمبر کے وجود کو ادائے شہادت زبانی سے بھی تصدیق کرادی۔ کیونکہ خود پیغمبری کا دعوے دار ہونا اور خود ہی دستاویز پیش کرنا کافی نہیں ہے۔ اسی واسطے کسی دوسرے ہم رتبہ پیغمبر سے کہ جن کے انفاس متبرکہ مثل اس پیغمبر دعوے دار کے ہوں۔ تصدیق رسالت اور اپنے کلام کی کرادے۔ چنانچہ یہی سلسلہ ہمارے پیغمبر تک جاری رہا۔ مگر چونکہ ان کے بعد پیغمبر یا نبی کی پیدائش بند ہوگئی۔ کیونکہ دنیا کو ختم کرنا ہے اور خاتم النّبیین کی ہدایت سے بڑھ کر دوسری کسی ہدایت کی ضرورت وحاجت باقی نہیں رہتی جو اس کے بھیجنے کی ضرورت ہو، اس واسطے ضرورت تھی کہ اس پیغمبر کی تصدیق رسالت اور اپنے کلام پاک کی کسی گزشتہ پیغمبر سے کراتا۔

چنانچہ جو پیغمبر اس تصدیق کے واسطے نامزد ہوتا، اس کے واسطے یہ بھی ضروری تھا کہ خلاف نیچر انسانی پیدا ہوتا اور اس کی زندگی بھی خلاف نیچر انسانی طوالت دی جاتی۔

باوجود اس کے کہ مسیح کی پیدائش خلاف نیچر انسانی ہوئی۔ تب بھی آپ جیسے عقل والے صاحب غرض دعوے دار ہوگئے ہیں کہ خلاف نیچر انسانی اس کی زندگی محال ہے۔ اگر مطابق خیالات انسانی مسیح کی پیدائش ہوتی تو پھر بہت مشکل تھا کہ مسیح کی زندگی کو باور کرایا جاتا اور اس پر لوگوں کا ایمان قائم رہتا۔ مجھ کو قبل از دعویٰ آپ کے ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا کہ کیوں خدا نے مسیح کی پیدائش کو خلاف فطرت انسانی پیدا کیا اور پھر اپنے وجود کے واسطے ہمیشہ یہ سوچا کرتا تھا کہ بے فائدہ میں کیوں پیدا ہوا۔ مگر جب سے آپ نے سلسلہ وفات مسیح نکالا تو معلوم ہوا کہ خداوند نے بے حکمت مسیح کو بے باپ پیدا نہیں کیا اور اس مسئلہ کے سمجھانے کے واسطے میرا وجود پیدا ہوا۔

اب آپ خود انصاف سے غور کریں کہ اس عادت اللہ کو جو تمام پیغمبروں کی تصدیق کے واسطے جاری رہی آپ توڑتے ہیں یا ہم توڑتے ہیں اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایک پیغمبر کی شہادت کی ضرورت ہے اور امتی سے اس کو پورا کرادے۔ اسی اعتراض سیوم کے متعلق دیکھو حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ فرماتی ہیں کہ: ’’ایک روز جب جہاد میں حضرت تشریف لیجانے والے تھے۔ میں ان کی کمر میں دوپٹہ باندھ رہی تھی اور جب دوپٹہ کو کھینچتی تھی تو حضرت کی کمر سے باہر نکل جاتا تھا۔‘‘

اس حدیث کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ ایک پیغمبر کا جسم محض خاکی نہیں ہے جو اس کی لطافت کو محال قیاس کریں بلکہ پیغمبر ذوصفتیں ہوتے ہیں اور خدا پاک کی قدرت وسیع ہے اور مسیح میں جب کہ فرشتہ کی بھی تأثیر ہے تو یہ قیاس کیونکر غلط ہوتا ہے کہ جب اس کو خدا نے پھیر لیا تو جسم لطیف عطاء کیا۔ اب جہاں فرشتہ رہتے ہیں۔ وہاں ہی حضرت مسیح رہتے ہیں اور جہاں سے وہ کھانا پینا کرتے ہیں وہ بھی کھانا پینا کرتے ہیں اور جہاں بول وبراز ان کا ہوتا ہے وہاں وہ بھی بول وبراز کرلیتے ہیں یا کم سے کم اصحاب کہف کی مثال سمجھو جیسا کہ وہ اس قدر عرصہ تک بے تمام عیوب جسمی زندہ رہے تو کیا ممکن نہیں ہے کہ مسیح بھی زندہ رکھا جاوے۔ ہم کو صرف زندگی مسیح سے مطلب ہے اور یہی ثابت کرانا تھا۔ باقی جس قدر تاویل آپ کریں ہم کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مسیح خواہ آسمان سے نازل ہوں یا زمین سے دمشق میں ان کا ظہور ہو یا مکہ شریف میں نمودار ہوجاویں۔ غرض کہ کہیں سے آویں وہی آویں گے جو ابن مریم اور صاحب وحی ہیں اور ان کے ہی آنے کی ہم کو ضرورت ہے۔

جواب اعتراض چہارم

اگرچہ اس کا جواب بھی پہلے جوابات میں آچکا ہے، مگر آپ کو ایسے اعتراض کے وقت ذرا سوچنا چاہئے تھا جب کہ مسیح کی زندگی اسی کام کے واسطے ہے تو فخر کس کو حاصل ہے۔ آیا مسیح کو یا ہمارے پیغمبر کو اور کیا زندگی بہ نسبت آرام عقبی زیادہ عزیز ہے؟ ہرگز نہیں۔

جواب اعتراض پنجم

اس اعتراض کے متعلق پھر ایک دفعہ مضمون حدیث پر غور کرنا چاہئے جس سے صاف ثابت ہوگا کہ وہ حدیث انہیں اشخاص سے متعلق ہے جو اس وقت اس جلسہ میں موجود تھے۔ کلام ایسے شخص کا بے سود نہیں ہوتا جو تمام زمانہ نے اس کو عقل مند اور ایک گروہ کثیر یعنی اہل اسلام نے اس کو پیغمبر مانا ہے۔ اگر کوئی شخص اس حدیث کے صدور سے ایک دو گھنٹہ پہلے جزیرہ انڈمان میں پیدا ہوا ہو اور جزیرہ انڈمان میں ہی رہتا ہو تو اس کی نسبت کیونکر تصدیق ہوسکتا تھا کہ وہ واقعی سو برس کے عرصہ میں مرگیا۔ ایسا تحقیق محالات سے ہے اور ایسے محال کے واسطے پیشین گوئی بے سود ہوتی ہے۔ پیشین گوئی کا تو مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ موقع پر تصدیق ہوجاوے اور اس سے صداقت کلام کا نتیجہ نکلے کہ جس سے اس شخص کی بزرگی میں شک باقی نہ رہے۔ یہ پیشین گوئی دنیوی مثل اخبار آخرت کے نہیں ہے جو اعتقادی طور سے ختم کی جاوے۔

اب انصاف کرو کہ اگر اس حدیث سے وہ معنی مراد سمجھیں جو آپ نے اعتراض میں لئے ہیں تو کیا یہ پیشین گوئی محض اعتقاد پر ہی ختم نہیں ہوتی اور کیا اس کی تصدیق محالات سے نہیں اور پھر جب کہ دیکھتے ہیں کہ بعض اشخاص کی سو برس سے زیادہ عمر ہوتی ہے اور اس وقت بہت لوگ موجود ہیں جو سو سال سے زیادہ عمر کے ہیں تو پھر کیونکر وہ حدیث عوام کل دنیا سے متعلق کی جاسکتی ہے اور بفرض محال اگر عوام سے ہی تعلق اس حدیث کا ہو تو پھر بھی مسیح کے متعلق وہ حدیث نہیں ہے۔ کیونکہ وہ حدیث روئے زمین کے اشخاص کے واسطے ہے اور مسیح حسب اعتقاد مسلمانان آسمان پر ہے اور مسیح کی پیدائش بھی اس حدیث سے پہلے ہوچکی ہے۔

اب میں آپ کی کتابوں سے بتاتا ہوں کہ آپ اسلامی اصول یعنی ''آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر ...... الخ!'' کے منکر ہیں اب بھی اگر آپ توبہ نہ کریں اور اسلام میں داخل نہ ہوں تو آپ کی بدنصیبی ہے۔

مرزا صاحب کے عقائد

۱...... ایمان مجمل جس کو آپ ہمیشہ پڑھا کرتے ہیں اور مسلمان لوگ اپنی اولاد کو ابتداءً ہی سکھاتے ہیں۔ ’’**اٰمنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ...... الخ!**‘‘ اور اسی پر اپنا ایمان ظاہر کیا کرتے ہیں۔ آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کے قائل نہیں ہیں۔ چنانچہ خدائے واحد کی نسبت آپ کا یہ خیال ہے جس کو آپ نہایت زور سے اپنی تصانیف میں بیان کرتے ہیں: ’’اللہ پاک کی نسبت ہم کو شرع محمدیہ نے یہ بتلایا ہے کہ خدا ایک ہے۔ کسی کا باپ ہونے یا فرزند بننے سے پاک ہے نہ وہ جسم ہے اور نہ وہ کسی جسم میں تشکل لیتا ہے وہ اپنی ذات وصفات میں یگانہ ہے۔ اللہ کو ثالث ثلاثہ کہنے والے ملعون ہیں۔ روح القدس، مسیح، جملہ ملائکہ اور انبیاء سب اس کے بندے ہیں۔‘‘

یہی عقیدہ اہل اسلام کا ہے مگر بہ خلاف اس عقیدہ کے اپنی نئی تصانیف میں اپنے آپ کو کہیں اپنے فرزند کو خدا یا خدا کا بیٹا بناتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی عبارت یہ ہے: ’’فرزند دلبند گرامی ارجمند **مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء**۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۱۵۶،۶۳۵، خزائن ج۱۸۰،۳ ۴۴۳)

کیا تشکل ہوگیا یا نہیں۔ یہ اختلاف صرف اسی واسطے ہے کہ آپ کے الہامات رحمانی الہام نہیں ہیں۔ رحمانی الہام میں اختلاف نہیں ہوا کرتا۔ قرآن کی نسبت حکم ہے: ’’**ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا**‘‘

(ترجمہ) اگر قرآن رحمان کا کلام نہ ہوتا تو اس میں بہت اختلاف ہوتا۔ آپ کے الہام میں اختلاف ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کا الہام رحمانی نہیں ہے۔ پھر آپ کو الہام ہوتا ہے: ’’**انت منی بمنزلۃ ولدی**‘‘ (حقیقت الوحی ص۸۶، خزائن ج۲۲ ص۸۹)

اور قرآن میں حکم ہے: ’’**لم یلد ولم یولد**‘‘

۲...... **ملائکتہ** کی نسبت شریعت محمدیہ میں جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل کا تو صریح ذکر ہے۔ ’’آپ وجود ملائکہ سے منکر ہی نہیں بلکہ ستاروں کے ارواح کو فرشتہ کہتے ہیں۔‘‘ (توضیح المرام ص۳۳، خزائن ج۳ ص۶۸ حاشیہ)

’’چنانچہ آفتاب کی روح کو جبرائیل جو کبھی زمین پر نہیں آیا جبرائیلی نور ہر ایک پر

پڑتا ہے نبی پر بھی اور فاسق پر بھی۔‘‘ (توضیح المرام ص۸۴،۸۵، خزائن ج۳ ص۹۴،۹۵)

۳…… کتابوں کی نسبت ’’شرع محمدیہ نے ہم کو سکھایا ہے کہ جملہ کتابوں پر ایمان لانا چاہئے، تورات، زبور، انجیل کو نور وہدایت سمجھنا چاہئے اور قرآن مجید کو ان سب کا مہیمن اور قول فیصل تسلیم کرنا چاہئے۔‘‘ (ازالہ۱،۲،۶۱۶،۱۷، خزائن ج۳ ص۱۰۳،۴۳۳)

پھر خود ہی تورات کے قصہ ایلیاہ نبی کے بجسدہ العنصری آسمان پر جانے سے انکار ہے اور انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام نے صاف اور صریح الفاظ میں اپنا دوبارہ آنا قبل از قیامت بیان فرمایا ہے اس سے منکر ہیں۔

۴…… انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں آپ کا اعتقاد ’’شرع محمدیہ نے ہم کو بتلایا ہے کہ جملہ انبیاء صداقت اور تبلیغ میں مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ سب پر ایمان لانا ہم پر فرض ہے۔ ایک نبی کی توہین یا تکذیب جملہ انبیاء کی تکذیب اور توہین ہے۔ انبیاء پر جو وحی نازل ہوتی ہے اس میں کوئی شک یا غلط فہمی نہیں ہوتی۔ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اولوالعزم رسول ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں۔ قیامت تک نہ آپ کے بعد کوئی نبی آوے گا اور نہ رسول۔ یہ اعتقاد اہل اسلام کے ہیں اور (براہین احمدیہ حصہ دوم ص۱۱۱، خزائن ج۱ ص۱۰۳ حصہ سوم ص۲۶۳، خزائن ج۱ ص۲۹۲ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر۱۱) ودیگر کتب میں آپ بھی اس کے قائل ہیں مگر بوجہ ’’آں کہ…… حافظہ نباشد۔‘‘

ازالہ میں لکھتے ہیں: ’’انبیاء کی جماعت کثیر نے جھوٹی پیشین گوئیاں بھی کی ہیں۔ انبیاء نے دھوکا کھا کر شیطانی الہام کو جھوٹی وحی سمجھ لیا ہے۔ شیطانی کلمہ کا دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کے وحی میں بھی ہو جاتا ہے۔ کچھ تعجب نہیں کہ آنحضرت ﷺ کو قرآن مجید کے بعض الفاظ ومعانی وحقیقت معلوم نہ ہوئی ہو۔‘‘ (ازالہ ص۶۲۸،۶۲۹،۶۹۱، خزائن ج۳ ص۴۳۹،۴۷۳)

’’مسیح کا مکاشفہ صاف نہ تھا۔ حضرت مسیح ہدایت وتوحید دینی کے کام میں ناکامیاب رہے۔ مسیح کے معجزات اعجوبہ نمائی تھے۔ میں ان کو مکروہ قابل نفرت سمجھتا ہوں۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۳۰۱،۳۰۹،۶۹۰، خزائن ج۳ ص۲۵۳ تا۲۵۸ حاشیہ۴۷۲)

کیا اس تعلیم سے انبیاء ورسل کی عصمت ومعجزات اور معرفت وکمالات ثابت ہوتی ہے یا کہ انبیاء کی توہین ہے۔ نعوذ باللہ اخیر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا سب کو سیدھا راستہ دکھلاوے۔

تمت!

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اسلامی اعلان

جناب سید احسن شاہ مونگیر

[illegible]

اسلامی اعلان

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عاشقان سید الکونین و پیروان رسول الثقلین کو ضروری اطلاع

برادران اسلام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا یا سنا ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ملک پنجاب کے قصبہ قادیان کا رہنے والا پڑھا لکھا شخص تھا۔ پہلے کچہری میں نوکر تھا۔ مختارکاری کا امتحان دیا اس میں ناکام رہا۔ غصہ میں آکر نوکری چھوڑ دی۔ مزاج میں تکبر اپنے علم کا تھا، اسی وجہ سے نوکری چھوڑ دی۔ اس وقت امرتسر میں مولوی عبداللہ صاحب غزنوی ایک بزرگ تھے، ان کے پاس جاکر یہ درخواست کی کہ تسخیر کا کوئی عمل یا وظیفہ بتائیے تاکہ مسلمانوں کو میری طرف توجہ ہو۔ معلوم نہیں کہ ان بزرگ نے کیا جواب دیا مگر مرزا قادیانی نے کمانے کی دوسری تدبیر سوچی۔ اتفاق سے اس وقت پادریوں نے ہر جگہ زور کیا تھا اور اسلام پر اعتراض کرتے تھے۔

اس میں مرزا قادیانی کو مسلمانوں کے متوجہ کرنے کا موقع ملا اور ایک کتاب لکھنا شروع کی اور اسلام کی حقانیت پر ایک دلیل لکھی اور اسے ایک نہایت موٹے اشتہار کے ساتھ مشتہر کیا۔ اس کا حاصل یہ تھا کہ حقانیت اسلام پر اسی طرح کی تین سو دلیلیں لکھیں گے۔ اس کی قیمت پیشگی دو تاکہ ہم اسے چھپوا کر مشتہر کریں۔ چونکہ اس وقت مسلمان پادریوں کی یورش سے پریشان ہوگئے تھے۔ اس لئے اس اشتہار نے ان پر بہت اثر کیا اور مرزا قادیانی کو روپیہ بھیجنا شروع کیا۔ ان کے بعض پرانے احباب نے لکھا ہے کہ دس ہزار روپیہ اس ذریعہ سے انہیں ملے۔

اسی اثنا میں ایک پادری سے چھیڑ چھاڑ ان کی ہوگئی اور انہوں نے اپنی طبعی شہرت پسندی کی وجہ سے اس سے خوب اشتہار بازی اور دورے کئے اور مناظرہ اس سے کیا اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی پادری اسلام کے مقابلہ میں کبھی جیت نہیں سکتا۔ وہ پادری بھی ناکام رہا اور مسلمانوں میں ان کی وقعت ہوئی۔

اس وجہ سے مرزا قادیانی کا دماغ بہت بلند ہوا اور دعویٰ کیا کہ میں اس وقت کا امام ہوں، مجدد ہوں۔ اس کو کچھ لوگ مان گئے، پھر انہوں نے اور ترقی کی جس کا بیان آئندہ آئے گا۔ جب علماء کاملین نے دیکھا کہ ان کے دعوؤں سے بہت مسلمان گمراہ ہوگئے اور

ہورہے ہیں۔ اس لئے ان کی حالت کے بیان میں رسالے لکھے خصوصاً فیصلہ آسمانی اور صحیفہ انواریہ، وہدیہ عثمانیہ وغیرہ خانقاہ رحمانیہ مونگیر صوبہ بہار سے شائع ہوئے اور الہامات مرزا وغیرہ امرتسر سے۔

مگر میرا خیال ہے کہ یہ سب رسالے آپ کے پیش نظر نہ ہوں گے اور ہمارے بھائیوں کو اس عظیم الشان فتنہ کی طرف توجہ کر کے ان کتابوں کے ذخیرے کو ملاحظہ کریں۔ اس لئے میں مرزا کی حالت کا نمونہ ان کتابوں سے انتخاب کر کے آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، تاکہ ہر ایک طالب حق آئندہ سے حق وباطل کا فیصلہ کر سکے۔

اور یقینی طور سے معلوم ہو کہ یہ شخص اپنے آپ کو حامی اسلام بنا کر درپردہ اسلام کی بیخ کنی کرتا ہے، اس کا اختلاف دوسرے کلمہ گویوں کی طرح نہیں ہے۔ وہ درپردہ مخالف اسلام بلکہ عام مذہب کا مخالف اور ایک قسم کا دہریہ ہے۔ اس کے دعویٰ اور عقائد باطلہ دیکھ کر آپ خود ہی اس کا فیصلہ کر لیں گے اور بے اختیار میرے قول کی تصدیق فرمائیں گے۔ مگر عجیب نہیں کہ مرزا قادیانی کے دعوے حمایت اسلام اور وہ تحریریں آپ نے دیکھی ہوں جو بالکل ہمارے اسلام کے مطابق ہیں۔ جنہیں مرزائی مسلمانوں کے سامنے پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر اس کا آپ یقین کر لیں کہ وہ بالیقین ایسی ہی ہیں جیسے وہ عمدہ دانہ جسے شکاری جانور کے پھانسنے کے لئے ڈالتا ہے اور جس کی وجہ سے شکار اس کے دام میں آتے ہیں۔

اگر وہ شکاری پہلے دانہ نہ ڈالے تو شکار کا دام میں آنا دشوار ہوتا ہے۔ اسی طرح قادیانی حضرات نے مسلمانوں کے دام میں پھانسنے کے لئے عجیب عجیب طرح سے تخم پاشی کی ہے اور خوب باتیں بنائی ہیں اور اکثر رسالوں میں وہی باتیں لکھی ہیں جو اسلام کے بالکل مطابق ہیں۔ مگر جب مسلمانوں کے ایک گروہ نے اپنی ناواقفی سے انہیں بزرگ اور امام مان لیا تو پھر انہوں نے اسلام خلاف دعوے کئے ہیں جن سے ان کی اصلی حالت معلوم ہوتی ہے۔

چونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ میرے بعد میری امت میں جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہوں گے۔ مگر علمائے حقانی کی جماعت غالب رہے گی۔ اس لئے ہمارے علماء نے ان کی حالت معلوم کر کے ان کے کذب کو آفتاب کی طرح روشن کر کے اپنے رسالوں اور کتابوں میں دکھایا ہے۔ البتہ ہمارے بھائیوں کو ان کے دیکھنے کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ بالخصوص اس

وجہ سے کہ وہ رسالے کچھ بڑے ہیں اوراس نازک وقت میں مسلمانوں کو دینی امور کی طرف توجہ نہیں ہے۔ مذہبی باتوں کو فضول جھگڑا خیال کرتے ہیں۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ ہمارے بزرگ صحابہ کرام اور تابعین عظام وغیرہ نے دین اسلام کی اشاعت میں کیسی جان توڑ کوششیں کی ہیں اور جان و مال کو صرف کیا ہے۔

افسوس ہے کہ اب ہمارے بھائیوں سے اس کی حفاظت بھی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے خیرخواہانہ کہتا ہوں کہ آپ کا یہ فرض ہے کہ اس اشتہار کو آپ غور سے ملاحظہ کریں اور ناواقف مسلمانوں کو اس کے مضمون سے اطلاع دیں اور اسے خوب مشتہر کریں اور جہاں جہاں مسلمان ہوں وہاں اس کو پہنچائیں۔

جس طرح آپ کے امکان میں ہو اور عوام بے پڑھوں کو اچھی طرح سمجھائیں کہ جو مرزا کا نام لے اور اسے اچھا بتائے، اس سے پرہیز کریں اور خوب سمجھ لیں کہ یہ ہمیں جہنم کا راستہ بتاتا ہے۔ ہمارا ایمان لینا چاہتا ہے۔ یہ وہی مرزا غلام احمد ہے جس نے دنیا کے سارے مسلمانوں کو کافر وجہنمی قرار دیا ہے اور اپنے عہد میں اپنے کلام سے دنیا کو اسلام سے گویا خالی کر دیا ہے۔ مرزا محمود کے رسالہ (تشحیذ الاذہان ج۶ بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء) وغیرہ کو دیکھو۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے اور عقائد

(۱) اللہ تعالیٰ تمام برائیوں سے پاک نہیں۔ (۲) جھوٹ بولتا ہے۔ (۳) وعدہ خلافی کرتا ہے۔ (۴) اپنے رسول کو فریب دیتا ہے۔ (۵) نہایت پختہ وعدہ کر کے اور بار بار کے الہام سے اس کا یقین دلا کر اور برسوں اس کو پورا ہونے کے انتظار میں رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ انجام کار اسے ضرور پورا کروں گا۔ مگر پھر بھی پورا نہیں کرتا۔ (۶) لوگوں کو ماننے کا حکم کرتا ہے اور اپنے رسول کو اعلانیہ طور سے اس کا جھوٹ دکھاتا ہے اور اس کی وحی والہام کو جھوٹا ثابت کرتا ہے۔

منکوحہ آسمانی کے نکاح میں نہ آنے سے یہ سب الزام مرزا قادیانی کے خدا پر ضرور آئے اور تمام مخلوق ان کو جھوٹا ماننے پر مجبور ہوگئی۔ دو وجہ سے ایک یہ کہ جب ایسا پختہ الہام جو برسوں ہوتا رہا اور مرزا اپنی صداقت کا اسے بہت بڑا معیار بتاتے رہے اور اس کے پورا نہ ہونے سے اپنے آپ کو جھوٹا اور ہر بد سے بدتر کہتے رہے۔ جب وہ جھوٹا نکلا تو دوسرے دعوے مثلاً مسیح موعود ہونے کے، الہام کو سچا ماننے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔ اس کی

تفصیل فیصلہ آسمانی میں اچھی طرح دیکھنا چاہئے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جس خدا کی یہ صفات ہوں جو ذکر کئے گئے اسے کون دانشمند خدا مان سکتا ہے اور جس مدعی رسالت کو خدا اپنی مخلوق کے روبرو علانیہ جھوٹا ثابت کردے، اس کو کون صاحب عقل سچا مان سکتا ہے اور بالفرض ایسے شخص سے اگر کوئی عجیب بات بھی ظہور میں آئے تو وہ دجل وفریب یا اتفاقی بات سمجھنے پر مجبور ہے۔ کیونکہ خدا اپنے رسول کو اس کی وحی والہام میں اسے جھوٹا ہرگز نہیں کرسکتا۔ خصوصاً اس وحی والہام میں جسے اس نے اپنا معیار صداقت قرار دیا ہو۔

(۷) ساتواں عقیدہ یہ ہے کہ نبی یعنی خدا کا رسول جھوٹ بولتا ہے۔ (۸) کسی وقت وحی الٰہی کے معنی نہیں سمجھتا۔

(۹) کسی وقت وحی کے معنی غلط سمجھتا ہے اور وہی غلط معنی مخلوق سے بیان کر کے جھوٹا ٹھہرتا ہے اور خداتعالیٰ اس غلطی سے اطلاع نہیں دیتا تاکہ مخلوق کے روبرو کاذب قرار نہ پائے اور مخلوق اس کی تکذیب پر مجبور نہ ہو۔ اس کا حاصل یہ ہوا کہ خداتعالیٰ فریب دیتا ہے۔ نعوذ باللہ!

چونکہ مرزاقادیانی نے بہت جھوٹ بولے ہیں۔ اس لئے مرزائی عام طور سے کہتے ہیں کہ رسول جھوٹ بولتے ہیں اور عقل ایسی سلب ہوگئی ہے کہ جب رسول کا جھوٹ ثابت ہوگیا تو تمام دنیا کے صاحب عقل اس کی شہادت دیتے ہیں کہ اس کے کسی وحی والہام پر اعتبار نہ رہا۔ اسی طرح اگر وحی کے معنی نہ سمجھے یا غلط سمجھے اور اس غلط معنی کو خلق پر ظاہر کرے تو اس کی تمام وحی کا بیان غیرمعتبر ہو جائے گا۔ کیونکہ ہر وحی میں غلطی کا احتمال ہوگا۔

غرض کہ مرزائیوں کے خیال کے بموجب خدا کی باتیں اور اس کے اقوال کوئی لائق اعتبار نہیں ہوسکتے اور خدا کا رسول کو بھیجنا اور ان پر اپنا کلام نازل کرنا بے کار ہے۔ ان عقائد سے تو خدا کی اور اس کے تمام رسولوں کی حالت معلوم ہوئی جس سے صاف طور سے دہریوں کی تائید اور اسلام کی ہتک ہوتی ہے۔

اب مرزاقادیانی کی تعلّی الہامات ملاحظہ ہوں۔ (۱۰) پہلے یہ دعویٰ تھا کہ میں ظلی نبی اور رسول ہوں میرا منکر کافر نہیں ہے۔ (۱۱) پھر یہ دعویٰ کیا کہ میں مستقل نبی ہوں، صاحب شریعت ہوں۔ (۱۲) یہ بھی دعویٰ ہے کہ نوح ہوں، ابراہیم ہوں، موسیٰ ہوں، یہاں

تک جوش جنون ہوا کہ کہہ دیا: ’’منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد‘‘ یعنی جو مرتبہ ان انبیاء کا ہے وہ میرا بھی ہے۔ اس برابری دکھانے کے لئے انہوں نے اور بھی الہامات بیان کئے ہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ (۱۳) مقام محمود کا مستحق میں ہوں۔ یہ بات اکثر اہل اسلام جانتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ قیامت کے روز مقام محمود میں کھڑے ہوکر گناہگاروں کی شفاعت کریں گے۔ مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اس مقام کا مستحق میں ہوں۔

برادران اسلام! غور کریں کہ جس نے دنیا میں آ کر کسی جہنمی کو مستحق جنت نہیں بتایا اور چالیس کروڑ مسلمانوں کو جہنم کا مستحق کر دیا۔ اس کے منہ پر یہ دعویٰ زیب دیتا ہے کہ میں قیامت کے روز مقام محمود میں کھڑا ہوکر شفاعت کروں گا۔ (استغفر اللہ) یہ بھی دعوی ہے کہ (۱۵) میں معصوم ہوں۔ سبحان اللہ جس کے سینکڑوں جھوٹ اعلانیہ چھپے ہوئے موجود ہوں۔ اس بے شرم کو معصوم ہونے کا دعویٰ ہو۔ یہ بھی دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (۱۶) رحمۃ اللعالمین مجھے بنایا ہے۔ یعنی سارے جہان کے لئے میں رحمت ہوں۔

یہ صفت خاص حضرت سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ اب چونکہ مرزا حضور انور ﷺ کی برابری ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے یہ الہام اتارا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ان کے دوسرے الہامات اس کو غلط بتا رہے ہیں۔ کیونکہ پہلے تو ان کا مقولہ تھا کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں ہے۔ پھر یہ کہا کہ: ’’جو مجھے نہیں مانتا وہ جہنمی ہے کافر ہے۔‘‘

اب آپ کے ماننے والوں میں نہ کوئی جماعت یہود ونصاریٰ کی ہے نہ ہنود وآریہ کی چند ہزار یا بقول مرزائیوں کے چند لاکھ مسلمان انہیں مان گئے ہیں۔ اب مرزائی رحمت کا نتیجہ ملاحظہ کیجئے کہ تمام کفار کی جماعتیں جو پہلے سے جہنم کی مستحق تھیں وہ اسی حال پر رہیں۔ اہل اسلام کی جماعت چالیس کروڑ تھی جو مرزا کے پہلے قول کے بموجب سب جنت کے مستحق تھے۔ ان میں کوئی کافر نہ تھا۔ مگر مرزائی رحمت نے یہ جوش مارا کہ بجز دو چار لاکھ کے سب کو جہنم میں دھکیل دیا۔ یہ تو آخرت کے لئے رحمت ہوئی۔

اب دنیا کی رحمت دیکھئے کہتے ہیں کہ جس وقت یعنی جب سے مرزا کا دعویٰ شروع ہوا اس وقت سے جس قدر بلائیں طاعون کی، قحط کی، ملیریا وغیرہ امراض عامہ مخلوق خدا پر آرہے ہیں۔ یہ سب مرزا کے نہ ماننے کے طفیل ہیں۔

اب ان دونوں جہان کی آفتوں کو ملاحظہ کیجئے جو مرزا کے وجود شریف سے تمام مخلوق خدا پر آئیں اور آ رہی ہیں اور ان کے جھوٹے دعویٰ رحمت کو دیکھئے۔ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے ان کے دعویٰ رحمت کو زحمت سے بدل کر ان کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیا۔ اس کے بعد اور ترقی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: (۱۶) ’’عیسیٰ علیہ السلام سے میں ہر شان میں بڑھ کر ہوں۔‘‘

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اولوالعزم انبیاء میں ہیں۔ صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہیں، قرآن مجید میں ان کی بار بار تعریف آئی ہے۔ اس سے اپنے آپ کو ہر شان میں افضل کہتے ہیں اور اسی پر بس نہیں ہے۔ بلکہ تمام انبیاء سے افضل ہونے کا دعویٰ ہے۔

(۱۷) کہتے ہیں کہ: ’’میرے لئے تین لاکھ سے زیادہ معجزے ہوئے اور کسی نبی کے لئے اس قدر معجزے نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ ہمارے رسول اللہ ﷺ کے تین ہزار معجزے کہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کے نزدیک میرا مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ سے سو حصے زیادہ ہے۔‘‘

ان متکبرانہ دعوؤں سے سچے مسلمانوں کے دل کو کس قدر صدمہ ہوتا ہے۔

انجام آتھم وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ: (۱۸) ’’میرا منکر جہنمی ہے کافر ہے۔‘‘

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چالیس کروڑ مسلمان جو دنیا میں ہیں۔ ان میں سے چند ہزار یا دو چار لاکھ تو مسلمان رہے اور قریب چالیس کروڑ کے سارے مسلمان جو حضرت سرور انبیاء، رحمۃ اللعالمین کو جان ودل سے مان رہے ہیں وہ سب جہنمی ہوگئے، حضرت سرور انبیاء خاتم الرسل کے ماننے اور ان پر جان ودل قربان کرنے کا نتیجہ کچھ بھی نہ ہوا۔

بھائیو! یہ حضور انور سید الکونین کی کیسی توہین ہے کہ ان کے تمام سچے ماننے والوں کو جہنمی بتایا جاتا ہے اور اپنے آپ کو سو حصہ بلند مرتبہ قرار دیا جاتا ہے۔ یہ دعوے تو درجہ نبوت تک کے تھے۔ مگر مرزا قادیانی کی بلند حوصلگی اسی پر بس نہیں کرتی بلکہ اور زیادہ ترقی کر کے خدائی اختیارات ملنے کا دعویٰ بھی آپ کو ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں کہ: (۱۹) ’’کن فیکون کا اختیار دیا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ جس وقت جس بات کے ہوجانے کو میں کہہ دوں۔ وہ فوراً ہوجاوے گی۔‘‘ اس کا حاصل یہ ہے کہ خدائی اختیارات مرزا کو ملے جو چاہیں وہ کر سکتے ہیں۔

مگر خدا نے یہ فضل کیا کہ ادنیٰ سے ادنیٰ ان کی آرزوئیں پوری نہ ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دعویٰ میں جھوٹا ثابت کر دیا۔ اب اس عظیم الشان دعویٰ پر نظر کی جائے کہ کسی پیغمبر نے یہ دعویٰ نہیں کیا۔ مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ یہ مرتبہ مجھے ملا جس سے معلوم ہوا کہ پیغمبری کے درجہ سے ترقی کر گئے اور خدائی اختیارات انہیں مل گئے۔ (اس کا حوالہ اور تفصیل دعویٰ نبوت مرزا میں دیکھنا چاہئے)

مگر افسوس یہ ہے کہ تمام عمر محمدی بیگم کے لئے رویا کئے اور اس کے شوہر کے مرنے کے تمنا میں رہے۔ مگر یہ آرزو پوری نہ ہوئی اور اس کے وصال کی حسرت قبر میں لے گئے۔ واہ رے خدائی اختیارات!

یہ تو الہامی دعویٰ تھا اب کشفی دعویٰ بھی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں: (۲۰) ’’میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں، میں نے آسمان وزمین پیدا کیا۔‘‘

لیجئے جناب! الہام کے ذریعہ سے تو خدائی اختیارات ملے تھے۔ اب کشف کے ذریعہ سے پورے خدا ہو گئے اور آسمان وزمین کے قلابے ملا دیئے۔ یہ سب کچھ ہوا مگر محمدی کی آرزو میں اور مولوی ثناء اللہ صاحب اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کی موت کی تمنا میں مر گئے۔ مگر یہاں نہ خدائی اختیارات کام آئے نہ کشفی خدائی نے مطلب براری کی اور دنیا سے نامراد گئے اور دنیا کے نزدیک قرآن مجید کی نصوص قطعیہ کے بموجب جھوٹے قرار پائے۔

ان کے کبر وتعلّی کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے تمام انبیائے کرام اور اولیائے کرام کی سخت توہین کی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے کبر میں مست ہوکر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ: (۲۱) ’’موجب تخلیق عالم میں ہوں۔ میرے طفیل سے تمام انبیاء کرام اور اولیائے عظام اور ساری مخلوق پیدا ہوئی اور یہ مراتب علیا تمام انبیاء اور اولیاء کو میرے وسیلہ اور میرے طفیل سے ملے۔‘‘

حضرت سرور انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ بھی اس میں داخل ہیں اور انہیں بھی یہ مدعی اپنا طفیل بتاتا ہے اور سچے مسلمانوں کے دلوں کو پاش پاش کرتا ہے۔ یہ دعویٰ ہے کہ کوئی چمار تمام معززین اسلام اور بادشاہ کے مقابلہ میں یہ کہے کہ یہ سب ہمارے طفیل ہیں۔ ہماری وجہ سے انہیں عزت اور بادشاہت ملی ہے۔ اب خیال کیا جاوے کہ یہ ادنیٰ چمار اسلام اور تمام معززین اسلام کی کس قدر توہین کرتا ہے اور کیسی سخت سزا کا مستحق ہے۔

اب وہ مرزائی جو یہ کہتے ہیں کہ مرزا کو جناب رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے نبوت ملی وہ اپنے مرشد کے اس دعویٰ کو دیکھیں کہ تمہارا مرشد تو تمہارے خلاف کہہ رہا ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ تم جھوٹے ہو یا تمہارے مرشد کا الہام جھوٹا ہے۔ یہ تو ایک دعویٰ کے ضمن میں تمام انبیائے کرام اور اولیاء عظام کی تحقیر تھی۔

اب علانیہ توہین اور تذلیل ملاحظہ ہو۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی نست یہ کہا ہے کہ:

(۲۲) ''ان کے پاس سوائے مکروفریب کے کچھ نہ تھا۔''

(۲۳) ''اور حق بات یہ ہے کہ ان سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔''

اس کا نتیجہ ضرور یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو انہیں ''وجیھاً فی الدنیا والآخرۃ'' کہا ہے اور انہیں مقرّبین میں فرمایا ہے اور ان کے معجزات بیان کئے ہیں۔ وہ سب غلط ہیں۔ اس علانیہ انکار کے بعد اگر باتیں بنائی جائیں تو محض فریب کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ انبیاء کی تحقیر کسی طرح جائز نہیں ہے۔

(۲۴) ''وہ (یعنی حضرت مسیح) مسمریزم کے ذریعہ سے اور تالاب کے مٹی سے کچھ علاج کیا کرتے تھے ان کا اعجاز کچھ نہیں تھا۔''

(۲۵) ''ان کی نانیاں اور دادیاں کسبی اور چھنال عورتیں تھیں۔''

(۲۶) ''اور وہ بھی کسبیوں سے میل جول بہت رکھتے تھے۔''

(۲۷) ''اعلانیہ ان سے تیل ملواتے تھے اور ان نامحرموں کو چھوتے تھے۔''

یہ سب باتیں حضرت مسیح کی مذمت میں بیان کر کے لکھتے کہ: (۲۸) ''سمجھنے والے سمجھ کہ کہ ایسا آدمی کس چال وچلن کا ہوسکتا ہے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۷)

اہل اسلام دیکھیں کہ یہ شخص ایک اولوالعزم نبی کی نسبت کیسے سخت الزامات لگا رہا ہے اور عوام کو بدگمانی کا موقع دے رہا ہے۔ یہ تمام اقوال ان کے پکے دہریہ ہونے کو ثابت کررہے ہیں۔ وہ درحقیقت خدا اور رسول کو نہیں مانتے تھے۔ سب میں نہایت جھوٹ دکھا کر دہریوں کو درپردہ وعدہ دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے مریدین کے دلوں میں انبیائے کرام کی کوئی وقعت وعظمت نہیں ہے۔ انہیں شریعت محمدیہ سے واسطہ نہیں ہے مگر جس وقت جو کچھ شریعت کے موافق کہہ دیں یا کرگزریں وہ فریب کی غرض سے ہے۔

خواجہ کمال کا لندن میں اشاعت اسلام کرنا اور مرزائی نبوت سے انکار کرنا محض روپیہ کمانے کے لئے ہے۔ اس وقت نہایت معتبر اور اعلانیہ دو شہادت تعلیم یافتہ حضرات کی پیش کرتا ہوں۔ تمام مسلمانوں اور خصوصاً بار یافتگان رئیسہ معظّمہ بھوپال ملاحظہ کریں۔ نہایت مشہور اور بے طرفدار اخبار (وکیل امرتسر ۸/دسمبر ۱۹۱۷ء ص۳) میں لکھتا ہے:

(جناب ابوالمنصور صاحب) علی گڑھ کی طرف سے ایک طویل مراسلہ موصول ہوا ہے جس میں اس انہوں نے دکھایا ہے کہ درپردہ خواجہ صاحب بھی لوگوں کو احمدی بنانا چاہتے ہیں۔ اگرچہ وہ اس کا اظہار پبلک پر نہیں ہونے دیتے۔ (ابوالمنصور صاحب) نے اس کی تصدیق میں ایک واقعہ بھی لکھا ہے کہ جب خواجہ صاحب دوران قیام ہند میں دورہ کرتے ہوئے علی گڑھ پہنچے تو انہوں نے علی گڑھ کالج کی عالی شان مسجد کی طرف نگاہ تک نہ کی اور قادیانیوں کی قلیل جماعت کے ساتھ ایک چھوٹے سے کمرہ میں نماز پڑھی اور اسی پر اکتفاء نہیں کی بلکہ اپنے دوستوں سے انہوں نے کہا کہ میاں تم گھبراتے کیوں ہو۔ ایک وقت آئے گا کہ میں ان شاءاللہ! تمام مسلمانوں کو احمدی بناؤں گا۔

وہ حضرات اس پر غور کریں جو فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحب تو تبلیغ میں مرزا کا نام بھی لیتے ہیں۔ یہ محض غلط ہے البتہ جہاں موقع نہیں دیکھتے وہاں نہیں لیتے۔ ورنہ انہوں نے اکثر مقام پر بڑی عظمت سے مرزا قادیانی کو مسیح موعود اور مہدی مسعود کہا ہے۔

دوسرا شاہد یہ ہے مولوی عبدالحمید صاحب پورینوی بھاگلپوری بی۔اے۔ بی۔ایل علی گڑھ کالج کے تعلیم یافتہ ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ وہ فارغ ہوکر آئے ہیں۔ خواجہ صاحب جس وقت علی گڑھ میں آئے تھے وہ وہاں موجود تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب خواجہ صاحب نے مسجد میں نماز نہ پڑھی تو خاص طلباء کی مجلس میں طلباء نے پوچھا کہ آپ ہمارے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کیا ہمیں آپ مسلمان نہیں سمجھتے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہاں ہمارا اسلام اور ہے اور آپ کا اسلام اور۔ یہ کسی مولوی عربی دان کا مقولہ نہیں ہے، لائق انگریزی دان کا قول ہے۔

اب دیکھا جائے کہ صاف بات نہیں کہتے۔ مگر اسلام میں فرق بتارہے ہیں۔ اس طرح کہنے میں بات بنانے کی بہت گنجائش ہے۔

تیسرا اشاہدان کا رسالہ ہے جس میں انہوں نے خاص حضور نظام والی دکن کو تبلیغ کی ہے اور اس کا نام ’’تبلیغ بحضور نظام‘‘ رکھا ہے اور (صحیفہ آصفیہ) بھی اسے لکھا ہے اور چھپوا کر ہزاروں تقسیم کیا ہے۔

اس رسالہ کے (ص۲۸) سے مرزا قادیانی کی پیشین گوئی لیکھرام کے متعلق بڑے زوردار الفاظ میں بیان کی ہے اور (ص۳۰) میں اس کے پورا ہونے کو علم غیب قرار دے کر لکھتے ہیں کہ: ’’علم غیب کے راز کسی نجوم یا جفر کا نتیجہ نہیں ہوتے بلکہ وہ انہی پر ظاہر ہوتے ہیں جو خدا کے برگزیدہ مرسل ہوتے ہیں۔‘‘ (اس میں صاف طور سے مرزا قادیانی کو خدا کا برگزیدہ رسول قرار دیا ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں غیب کی بات انہوں نے بیان کی)

پھر اپنے دعویٰ میں آیت پیش کرتے ہیں: **’’عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہٖ احدا...... الخ!‘‘**

(ترجمہ) اللہ کسی کو غیبی امور سے اطلاع نہیں دیتا مگر اپنے خاص رسول کو ’’جب لیکھرام کی پیشین گوئی سچی ہوگئی تو قرآن پر ایمان رکھنے والوں کا فرض تھا کہ اس غیب کے بتلانے والے کو قبول کرتے۔ لیکن ایسا نہ کیا گیا۔ لوگوں نے نص قرآنی کی تکذیب کی۔ اس لئے ان کا وہی حشر ہوا جو مکذبین آیات الٰہی کا ہوسکتا تھا۔

ناظرین! ملاحظہ کریں کہ یہاں خواجہ صاحب اپنے خیال میں آیت قرآنی سے مرزا کی نبوت کو ثابت کر کے ان کے منکر کا وہی حشر بتاتے ہیں جو منکر آیت قرآنی کا ہے یعنی جہنم اور یہ بیان ایک ہی جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ ہے۔ (ص۱۰،۱۱،۱۲،۱۳) دیکھا جائے۔ مگر ہر مقام پر اس طریقہ سے لکھا ہے کہ اکثر عوام دیکھ کر خوش ہوں مگر ان کا دلی مقصد ہر ایک نہ سمجھے۔ اس چال کا اصل مقصد یہی ہے کہ حضور علی نظام دکن خلد اللہ ملکہ کو مختلف طریقہ سے متوجہ کر کے مرزا قادیانی کی نبوت کو ثابت کریں اور ان کے منکر جہنمی بنا کر حضور عالی کو توجہ دلائیں۔

خیر خواہ مسلمین

احسن شاہ

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

السیف الاعظم

علیٰ

الدلیل المحکم

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ سہسرامی

یاایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ۵

الحمد للہ والمنہ کہ رسالہ فیض مقالہ یعنے

السیف الاعظم علی الدجال الاکلم

مولفہ عالم نبیل فاضل جلیل حامی دین محمدی مولوی غلام مصطفےٰ صاحب سہسرامی

حسب فرمایش عالیجناب سید محمد مکرم علی صاحب رئیس کٹک

اہتمام سے

محمد فخر الدین مالک و مہتمم مطبع کے فخر المطابع پریس لکھنؤ محلہ وزیر گنج میں طبع ہوا

مارچ سنہ ۱۹۰۱ء

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی اعوذبہ من الشیطان الرجیم ونصلی علیٰ رسولہ النبی الکریم واصحابہ الذین ھم سلکوا علی الصراط المستقیم. امابعد!

خاکسار غلام مصطفیٰ سہسرامی ابن شیخ فخرالدین الصدیقی نسباً والحمدی مذہباً بخدمت جمیع حضرات اہل اسلام عرض پیرا ہے کہ عرصۂ قلیل سے ایک مذہب جدید جس کے موجد مرزا غلام احمد قادیانی تھے۔ اکثر اطراف وجوانب میں پھیلایا جارہا ہے جس نے اپنے جدید مخترعات سے اسلامی گروہ میں ہلچل مچادیا۔ مرزا قادیانی مسیح موعود بھی تھے، اگرچہ اب ان کا وجود تو باقی نہ رہا مگر اس وقت ان کے متبعین میں بعض ایسے بھی ہیں جن کی ہمت اس اختراعی جدید مذہب کی اشاعت کی طرف شب وروز مصروف رہا کرتی ہے اور عوام الناس دیہاتی آدمیوں کو اپنے دام تزویر میں پھانسنے کی سرگرم کوششیں کیا کرتے ہیں۔ خصوصاً ملک اڑیسہ شہر کٹک اور اس کے قریب کے دیہات کی کچھ عجیب وغریب حالت ہے۔ کہیں ایسا ہے کہ کل دیہات کے باشندگان الا ماشاءاللہ! قادیانی ہو بیٹھے اور کسی جگہ اکثر تعداد ان حضرات کی پائی جاتی ہے مگر اس مقام خاص پر اظہار شکر باری تعالیٰ ایک ضروری امر ہے۔ کیونکہ ابھی تک خاص شہر کٹک کے مسلمانوں میں عام طریق سے ان خیال والوں کو اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں جیسا کہ اہل اسلام کی شان ہے۔

سال موجودہ ۱۳۲۷ھ ماہ ربیع الاوّل میں خاکسار کو جناب سید مکرم علی صاحب رئیس کٹک نے اسی فتنہ نو خاستہ کے فرو کرنے کی غرض سے طلب کیا۔ سید صاحب موصوف ایک بلند خیال اولوالعزم عالی حوصلہ شخص ہیں اور ماشاءاللہ اس پرآشوب زمانہ میں اسلامی امور سے کمال دلچسپی رکھتے ہیں۔ میں نے ان مرزائیوں کی حالتیں اور ان کی جان توڑ کوششیں عقائد باطلہ کے پھیلانے میں نہایت ہی سرگرم دیکھیں۔ خواص کا تو کیا ذکر عوام جہلاء کا وہ جوش متجاوز الحد دیکھنے میں آیا کہ اللہ اللہ! ایسی حالت میں میں نے مناسب جانا کہ اس گروہ کے ذی علم شخص کو جن کی وقعت علمی عوام میں مسلمہ ہو۔ انہیں طلب کر کے مباحثہ کر لیا جائے تو بہتر ہے اور کثیرالتعداد آدمیوں کے جلسہ میں مسائل متنازعہ فیہا کا تصفیہ ہو جائے اور اس صورت میں الحق اور الباطل کا معیار فریقین کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ انہیں خیالات

بالا کی وجہ سے میں نے ایک خط سید عبدالرحیم صاحب کٹکی دریاپوری کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ حضرت اپنی پارٹی میں نہایت ذی علم اور مرزائیوں کے مایۂ ناز ہیں۔ مرزائی سید صاحب کا وطن خاص شہر کٹک سے کچھ دور ایک دیہات سونگڑا دریاپور ہے۔ یہی وہ حضرت ہیں جن کی بزرگی اور تقدس مآبی کا اثر اطراف دریاپور میں پڑا ہوا ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد جواب خط آیا۔ مگر شرائط مناظرہ کی عدم قبولیت کی وجہ سے مجھے جواب الجواب دینا پڑا۔ اس کے بعد کچھ تعلّی سے کام لینے لگے۔ ہم نے یہ سوچا کہ اگر کسی صورت سے جلسۂ مباحثہ کا انعقاد نہ ہوا تو ان حضرات کو موقع گریز کا ہاتھ آئے گا۔ اس خیال سے مرزائی دریاپوری قادیانی نے جس قدر شرائط مناظرہ اپنی جانب سے لکھے تھے منظور کئے گئے۔ مگر اس کے ساتھ ہم نے یہ عرض کیا تھا کہ جب آپ کی مرضی کے موافق تحریری مباحثہ ہوگا اور یہ کہ جلسہ عام نہ ہو یہ اسی صورت میں منظور کیا جاتا ہے جس صورت میں خود بدولت ہی شہر کٹک میں میرے مقابلہ کے لئے تشریف لائیں اور اگر اس امر میں آپ کو ننگ وعار ہو تو اس خاکسار ہی کو اجازت دیں کہ آستانہ عالی پر حاضر ہو اور تحریری اور تقریری مباحثہ ہو جائے اور اس طریق احسن سے مسائل متنازعہ فیہ کا تصفیہ قرار پا جائے۔

اس کے جواب میں جو خط آیا اس کا مضمون اصل یہ ہے کہ اس جلسہ مباحثہ کے بانی سید مکرم علی صاحب ہیں اور وہ ابتداء ہی سے ہر دو فریق کے علماء کو بلانے کے کفیل ہو چکے ہیں اور میں (یعنی مرزائی دریاپوری قادیانی) تو بیمار ہوں مجھ ضعیف سے مباحثہ نہیں ہوسکتا۔

جب یہ تحریر آخری مرزائی دریاپوری کی میرے پاس پہنچی اس وقت تک ایک مایوسی ہوئی اور اپنی مدت قیام کا کوئی ثمرہ نہ پانے سے مجھے بہت ہی حسرت رہی جس کی وجہ سے یہ شعر مایوسانہ لہجہ میں میری زبان پر آ گیا:

باعث ترک ملاقات بتاتے بھی نہیں ۔۔۔ آپ آتے بھی نہیں ہم کو بلاتے بھی نہیں

اگرچہ دوران قیام میں دو ایک ایسے مرزائیوں سے گفتگو کا موقع تو آیا مگر چونکہ میں خود ان کے مقابلہ کا اظہار کرنا کسر شان سمجھتا ہوں۔ اس واسطے ان لوگوں کو لااعتبار سمجھ کر میں نے ان کے ذکر سے اعراض کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مرزائی حضرات تحریری تحریری کا شور مچاتے ہیں اور جب تقریری مناظرہ کا ذکر آتا ہے۔ اس وقت حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ بلکہ

آج تک میں نے کہیں سنا بھی نہیں کہ کسی فاضل مرزائی نے کسی جلسہ عام میں تقریری مناظرہ کیا ہو۔ حالانکہ علماء محمدی کی طرف سے ہمیشہ اس بات کی کوشش رہی۔ مگر صدائے برنخاست۔ صاحبو! جب سید عبدالرحیم مرزائی نے تاب مقابلہ نہ لاکر حیلہ وعذر سے جان بری اور مخلصی کی راہ نکالی اس وقت ہم نے یہ ارادہ کرلیا کہ خیر یہ رسالہ جس کے مؤلف خود بدولت ہی ہیں اور انہیں دلائل پر ان لوگوں کو بڑا ناز ہے۔ بس اس کی تردید لکھ کر اہل اسلام کے سامنے پیش کردیا جائے۔ رسالہ تو کچھ ایسا جسیم نہیں ہے اور نہ اس قابل ہی ہے کہ کوئی شخص اس کے جواب کی طرف التفات کرے۔ مگر ہم نے یہ خیال کیا کہ اگر ان دلائل کا جواب لکھ کر عوام میں شائع نہ کیا جائے گا۔ اس وقت ان مرزائیوں کو تعلّی اور تفاخر کا پورا پورا موقع ہاتھ آئے گا اور اس وقت معہودہ عادت کے موافق اغواء عوام اور تضلیل انام میں وہ لوگ سرگرم ہوجائیں گے۔

ناظرین! اس رسالہ ’’الدلیل المحکم‘‘ کے تین حصہ کئے گئے ہیں۔ پہلے حصہ میں ادلّہ حیات مسیح پر بحث کی گئی ہے اور اپنے زعم باطل میں ہر ایک دلائل حیات مسیح پر احتمالات مخالفہ ایک نہیں دو دو چار چار تک بھر دیئے ہیں اور دوسرے حصہ میں منشی کرم الٰہی صاحب کے کسی رسالہ یا سوال کا جواب ہے۔ مگر اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔ بلکہ حصہ اوّل ہی کا رونا رویا گیا ہے۔ تیسرے حصہ میں یہ بحث ہے کہ صلوٰۃ وسلام کا لفظ بلحاظ عموم معنی کے حضرت کرشن قادیانی کے لئے واجب الاستعمال ہے اور اس میں کسی قسم سے محظورات شرعیہ کا ارتکاب نہیں ہے۔

حضرات ناظرین! ہمیں اس تیسرے حصہ سے کوئی تعلق نہیں اور دوسرے حصہ میں کوئی نئی بات اور کسی قسم کی جدت اختراعی سے کام نہیں لیا گیا ہے بلکہ ایک ہی بات ہے جس کو ایرا پھیری کر کے عوام کے دکھلانے کو اوراق رسالے کے سیاہ کئے گئے ہیں۔ اس لئے ہم نے اپنے اس رسالہ میں جس کا نام ’’السیف الاعظم‘‘ ہے۔ حصہ اوّل ہی کے ان دلائل مخالفہ کا جواب دیا ہے جس پر ہمارے برادران یوسف کو بڑا ہی ناز ہے۔ مرزائی کے رسالہ الدلیل المحکم جس کے نام ہی سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ بس یہی دلائل ہیں جنہیں آپ لوگوں نے ایک زبردست دلیل اور اپنے دعاوی کا مبادی پتھر قرار دے رکھا ہے۔ اس کی محکمیت یہیں تک ہے اور اس میں مرزائی دریاپوری نے اپنی ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے۔ اسی لئے فی الحال خاکسار نے قلت فرصت کی وجہ ہی سے اس ایک ہی حصہ کے جواب پر اکتفاء کر کے کہیں

تو ہم نے رسالہ مذکور کی پوری عبارت نقل کر کے جواب دیا ہے اور کسی مقام پر بنظر اختصار تحریر اور تحرزاً عن التطویل مقصود بیان پر کفایت کی ہے۔

دوسران سفر اور عدم استقلالی کی صورت میں ایسے امورات کا انجام پاجانا محض خداوندی تائید اور احباب خاص کی دعا کا اثر ہے جس میں بالتخصیص ہم اپنے مکرم مہربان سید مکرم علی صاحب رئیس کٹک کا شکریہ اور ان کی مخلصانہ عنایتوں کا اظہار کرتے ہیں۔ جنہوں نے اس رسالہ کی تیاری میں اصرار بلیغ سے کام لیا اور اس کی اشاعت وطبع کا بار اپنی ذات ستودہ صفات پر گوارا کیا۔ **’’اللھم ضاعف حسناته وبارک اللھم فی الدنیا والآخرة برکة طاھرة وما توفیقی الا باللہ وتوکلت علیه وھو رب العرش العظیم وھو حسباً ونعم الوکیل ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم‘‘**

قول مرزائی...... متمسکات برحیات مسیح علیہ السلام

’’قائلین حیات جناب مسیح اس آیت کریمہ کو سند میں لاتے ہیں: **’’وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته‘‘** ضمیر بہ اور موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع کر کے اس آیت کو حیات پر قطعیۃ الدلالت ٹھہراتے ہیں کہ اہل کتاب ان کے نزول من السماء کے بعد اور مرنے سے پہلے ان پر ایمان لائیں گے۔ لیکن اہل علم خوب جانتے ہیں کہ جو آیات واحادیث محتمل الوجوہ ہوں، وہ ہرگز قطعیۃ الدلالت اور احتجاج کے لائق نہیں ہوسکتیں۔ تفسیر معالم التنزیل، بیضاوی، مدارک، کشاف، ابن کثیر، مظہری، کبیر، فتح البیان وغیرہ میں مختلف اقوال منقول ہیں جس طرح کہ بہ کی ضمیر حضرت مسیح کی طرف راجع کی ہے۔ اسی طرح اللہ جل شانہ اور قرآن اور ہمارے رسول کریم ﷺ کو باقوال صحابہ اس کا مرجع ٹھہرایا ہے اور قرأۃ شاذہ قبل موتھم سے جو خبر آحاد کا حکم رکھتی ہے۔ اس کی تائید کی ہے۔

اور وہ قرأت بھی کس کی حضرت ابی ابن کعب کی جن کو رسول اللہ ﷺ نے تمام صحابہ کرام میں اقرأ یعنی بڑا قاری فرمایا ہے اور حسب ارشاد باری عزاسمہ رسول اللہ ﷺ نے ابی ابن کعب کو قرآن پڑھ کر سنایا ہے اور یاد رہے کہ قرأت شاذ وقرأت مشہورہ کی اقویٰ تفسیر ہوا کرتی ہے۔ نیز امام نووی شرح صحیح مسلم نے اکثر ائمہ تفسیر سے اسی امر کو ثابت کیا ہے۔ بس

جس آیت میں اتنے احتمالات ہوں بھلا وہ کیونکر متمسک بہا ہو سکتی ہے۔ علی الخصوص باب اعتقادات میں اور اصول کا مشہور مقولہ ہے۔ **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** بلند آواز سے کہہ رہا ہے کہ یہ آیت حیات مسیح کے بارے میں ہرگز قابل احتجاج ہو نہیں سکتی کوئی اور آیت قطعیۃ الدلالت علی حیات المسیح پیش ہونی چاہئے۔''

قول مصطفائی

ناظرین یہ ہے اصل عبارت مرزائی قادیانی کے رسالہ الدلیل المحکم کی۔ اس عبارت میں نقطہ ایک دعویٰ ہے اور اس پر ایک دلیل بھی قائم کی ہے۔ دعویٰ تو یہ ہے کہ آیت مذکورہ یعنی''**وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته**''حیات مسیح کے ثبوت کے لئے قطعی الدلالت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ آیت محتمل الوجوہ ہے اور جو آیت محتمل الوجوہ ہو وہ قطعیۃ الدلالت نہیں ہو سکتی یہ دلیل ہوئی۔ مگر اس دعویٰ اور دلیل کی عدم مطابقت ہم بعد کو دکھلائیں گے۔ یہاں ہمیں ایک بات گزارش کرنی ہے۔ وہ یہ کہ مرزائی نے دو نمبر قائم کئے ہیں اور قائلین حیات مسیح علیہ السلام کی مستدل بہا آیات میں سے فقط دو ہی آیتوں کو اپنے خیال میں قطعیۃ الدلالت سمجھا ہے۔ چنانچہ عنوان تحریر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ کا بیان ہے کہ کتب تفاسیر میں مختلف اقوال منقول ہیں۔ اس وقت ہماری نگاہوں میں رنج ومسرت جو فی الحقیقت آپس میں باہم متناقضین ہیں ان دونوں کی دو تصویریں الگ الگ کھڑی ہوئی ہیں۔ ہمیں مسرت تو اس بات کی ہے کہ بحمد اللہ! آپ نے در پردہ ہمارے مدعا کی تائید کی اور تضمناً آپ نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ جن کتب تفاسیر میں حیات مسیح کا ثبوت ہے، انہیں تفاسیر میں اس کا خلاف بھی ہے۔ خیر اس خلاف کا اختلاف تو ہم آگے چل کر دکھلائیں گے۔ مگر حیات مسیح کا ثبوت تو آپ کی ہی تحریر سے ثابت ہو گیا یہی ہماری مسرت اور خوشی کا باعث ہے۔

وعدۂ وصل اشاروں میں کیا کر یہ اشارہ تو سمجھتے ہیں سمجھنے والے

اب رنج کا پہلو دیکھئے: آپ نے یہاں حق سے چشم پوشی کی ہے۔ انصاف تو یہ تھا کہ جس طرح ان دو آیتوں پر نمبر قائم کر کے اس کی قطعیت کا بطلان بیان فرمایا ہے، اسی طرح

کل آیات جو حیات مسیح پر دلالت کرتی ہیں۔ نقل کر کے ہر ایک آیتوں پر نمبر قائم کرتے اور سرے سے ہاتھ صاف کرتے۔ مگر ایسا نہیں کیا گیا۔ بلکہ نمبر ثانیہ کے ضمن میں ہر آیات کا ترجمہ اپنی مطلب برآری کے لئے کر کے کہیں خود سائل اور خود ہی مجیب بن کر چند صفحات سیاہ کئے ہیں۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس مقام پر ان کل آیات قرآنیہ کو ایک جگہ لکھ دیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حیات جسمانی اور رفع آسمانی کے لئے قطعیۃ الدلالت ہیں۔ ہمارے ناظرین فیصلہ کرلیں گے۔

پہلی آیت: ''وان من اهل الكتاب الّا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا'' (آل عمران:۱۹۹)

دوسری آیت: ''يا عيسىٰ انّى متوفيك ورافعك الىّ'' (آل عمران:۵۵)

تیسری آیت: ''وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه'' (النساء:۱۵۸،۱۵۷)

چوتھی آیت: ''وكنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلمّا توفيتنى كنت انت الرقيب عليهم'' (المائدہ:۱۱۷)

پانچویں آیت: ''ويكلم الناس فى المهد وكهلا'' (آل عمران:۴۶)

چھٹی آیت: ''وانه لعلم للساعة'' (الزخرف:۶۱)

ساتویں آیت: ''وجعلنى مباركا اينما كنت'' (مریم:۳۱)

آٹھویں آیت: ''وما اٰتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا'' (الحشر:۷)

یہ آٹھ آیتیں قرآن پاک کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں اور احادیث صحیحہ مرفوعہ تو اس مدعا کے اظہار میں بکثرت بلکہ حد تواتر کو پہنچی ہیں۔

آپ یہ فرماتے ہیں کہ جو آیات واحادیث محتمل الوجوہ ہوں وہ ہرگز قطعیۃ الدلالت نہیں ہوسکتیں۔ کیوں جناب محض سماعی اور غیر محقق باتوں کو لکھنے کا کیا فائدہ کچھ تحقیق سے بھی کام لینا چاہئے۔ کیا کل علوم عربیہ کی مشینیں آپ لوگوں کو مل گئی ہیں کہ جس قاعدہ کو چاہا گڑھ لیا اور پبلک کے سامنے پیش کردیا۔ قرآن کریم کی آیات کے ساتھ ایسا معاملہ مناسب نہیں ہے۔ بھلا یہ تو فرمائیے مجرد اختلاف المفسرین لاینافی القطعیۃ کا مشہور مقولہ کسی تفسیر میں

دیکھ تو لیا ہوتا۔ بات یہ ہے کہ مجرد احتمال اور اختلاف مفسرین کا کسی آیات واحادیث کے لئے منافی قطعیۃ اور مخالف دلالت صریحہ نہیں ہے۔ کیونکہ بطلان قطعیۃ اسی وقت ہوا کرتا ہے کہ جب احتمالات مخالفہ من کل الوجوہ قوی ہوں اور قابل ابطال نہ ہوں۔ جناب من! آپ مہربانی فرما کر اسی قاعدہ پر قائم رہیں تو بڑا ہی لطف آئے گا۔

آپ ایمان سے فرمائیں کہ وہ کل آیات واحادیث جو آپ حضرات نے وفات مسیح علیہ السلام پر قطعی الدلالت قرار دی ہیں۔ کیا واقعی اس کی قطعیت ایسی ہی ہے جیسا کہ حضور عالی نے قاعدہ مقرر کیا ہے یا کچھ دال میں کالا ہے۔ غور کیجئے اور ہم تو اسے ڈنکے کی چوٹ بآواز بلند پکار کر کہتے ہیں کہ کتب تفاسیر میں مختلف اقوال ضرور منقول ہیں۔ مگر اس اختلافی اقوال کی وجہ سے دلائل حیات مسیح اور آیات قرآنیہ کی قطعیت کو کیا نقصان ہوتا ہے کچھ بھی نہیں کیونکہ جب کثرت رائے مفسرین کی حیات مسیح کی طرف مستحکم قرار پا چکی۔ اب اگر قرأت شاذہ ابی ابن کعب جو ناقابل احتجاج اور جس کے رواۃ مجروح ہوں پیش کرنے سے کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ ایک شخص واحد کا خلاف جمہوری رائے پر سبقت کرسکتا ہے۔ (کچھ بھی نہیں)

جناب من! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور نزول من السماء کے لئے یہ آیت بآواز بلند پکار رہی ہے کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آپ کی موت سے پیشتر ایمان نہ لائے۔ ’’وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ‘‘ (آل عمران:۱۹۹) کے اندر اگر مفسرین کے اختلاف ہیں تو وہی اختلاف ہیں جس کو آپ نے اپنی خوش فہمی سے اتنے احتمالات یعنی ہزار دو ہزار یا خدا معلوم کس قدر احتمال سمجھا ہے جس کی وجہ سے اس کی قطعیت تسلیم کرنے میں آپ کو شبہ واقع ہوا ہے۔

جمہور مفسرین کی تو یہی رائے ہے کہ ضمیر بہ اور موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی طرف راجع ہے کیونکہ اس آیت میں جس قدر ضمیروں کا مرجع قرار پایا ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور انہیں کا ذکر بھی اس آیت میں ابتداء سے چلا آتا ہے۔ پھر اس کی کوئی وجہ نہیں کہ جس آیت میں پہلے ہی سے حضرت مسیح کا ذکر چلا آتا ہے اور کل ضمیروں کا مرجع بھی انہیں کو قرار دیا گیا تو بلاضرورت اور بغیر مصارف کے ایک بہ کی ضمیر حضرت رسول کریم یا قرآن کی طرف پھیری جائے۔ کیا ایسے وقت پر اجنبی محض کا داخل کرنا کلام بلاغت نظام میں لازم نہیں آتا اور فصاحت قرآنیہ کو مخل نہ ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ جن معدودہ چندافراد ومفسرین نے بہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع کی ہے وہیں ان کا جواب منقول اور مدلل بھی موجود ہی ہے۔ کیونکہ نصوص قطعیہ کا کوئی صارف قطعی جب تک نہ پایا جاوے اس وقت تک ظاہر معنی سے پھیرنا الحاد ہے۔ کیا آپ کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے کہ اس آیت میں قرآن کا لفظ یا رسول کریم ﷺ کا ذکر ماقبل یا مابعد کہیں بھی ہے۔ اگر ہے تو آپ ضرور بیان کریں۔ اب یہ خلاف قوی ہے یا جمہور مفسرین کی رائے کو قوت حاصل ہے جن کا یہ کلام ہے کہ جس طرح اور ضمیریں اس آیت میں حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہوتی ہیں۔ اسی طرح بہ اور موتہ کی ضمیر بھی حضرت عیسیٰ ہی کی طرف لوٹتی ہے۔ فتح البیان کا بیان دیکھئے کہ جماعت سلف کا یہی قول ہے اور بہت سے تابعین وغیرہم اسی طرف گئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ضمیر بہ اور موتہ کی لوٹتی ہے۔

فتح الباری شرح صحیح البخاری میں کہ ابن جریر نے اسی قول کو اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح یہی قول منقول ہے۔ ابومالک، حسن بصری، قتادہ، عبدالرحمٰن بن زید اسلم کا یہی قول ہے۔ جب اتنے حضرات مفسرین صحابہ جلیل الشان کے بیان سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہوگئی کہ موتہ اور بہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ ہی کی طرف راجع ہوتی ہیں۔ پھر آپ حضرت ابی بن کعب کی قرأت شاذہ کو اقویٰ تفسیر کس منہ سے فرماتے ہیں۔ آپ کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس قرأت کی روایت جن جن طریق سے آئی ہے ہر طرق میں اس کے جرح اور ضعف نمایاں ہے۔ ایک روایت میں اس کا راوی سئ الحفظ ہے۔ یہی روایت جو دوسرے طریق سے آئی تو دوسرا راوی مجہول ہے۔ تیسرے طرق میں راوی مدلس۔ چوتھے طریق میں راوی ضعیف۔

اب آپ خود ہی انصاف فرمائیں کہ ایسی قرأت صارف قطعی کیونکر ہوسکتی ہے۔ علاوہ اس کے یہ خبر آحاد ہے اور خبر آحاد مشتمل بظنیات ہوا کرتی ہیں اور نصوص قرآنیہ قطعیات ویقینیات کو محتوی ہوتی ہیں۔ پھر خبر ظنی نص قطعی کی کیا صارف ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

ہماری اس تحریر سے آپ کے دعویٰ اور دلیل کی عدم مطابقت تو ظاہر ہوگئی۔ کیونکہ آیات واحادیث میں احتمال ضعیف اور خلاف بے اصل پیدا کرنے سے اس کی قطعیت کا بطلان نہیں ہوسکتا۔ ’’ومن ادّعی فعلیه البرهان‘‘ ہاں! حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قیاس

اور حجت پر جو آپ نے تین اعتراض کئے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوہریرہ نے لفظ شک کا استعمال کیا ہے جس سے یقین کے معنی نہیں لئے جاسکتے۔ ابوہریرہ نے پڑھنے نہ پڑھنے کا قاری کو اختیار دیا۔ ابوہریرہؓ کا قیاس حجت شرعی نہیں۔ کیونکہ ان کی غلط فہمی محدثین کے یہاں ظاہر ہے۔ ابوہریرہؓ کے استدلال پر آپ نے یہی تین اعتراض کئے ہیں۔ اب ان تینوں اعتراضوں کا جواب ٹھنڈے دل سے سنئے۔

ابوہریرہ نے لفظ شک استعمال کیا ہے۔ اس کے متعلق ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ بخاری شریف کی وہ پوری حدیث جس میں امام بخاری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول من السماء پر نہ صرف ابوہریرہ کا استدلال یہاں کیا ہے بلکہ اس حدیث کے ضمن میں استدلال ابوہریرہ کو بیان کر کے آیت کی قطعیت کا ثبوت دیا ہے۔

اس حدیث کو بلفظہ نقل کر کے اس کا ترجمہ بیان کردیں جس سے شک ویقین کے معنی میں ناظرین کو امتیاز کرنے کا موقع حاصل ہو۔ وہ حدیث یہ ہے: ’’**عن ابی هريرةؓ قال قال رسول اللهﷺ والذی نفسی بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خيراً من الدنيا وما فيها ثم يقول ابوهريرة فاقرؤا ان شئتم وان من اهل الكتاب الّا ليؤمنن به قبل موته متفق عليه**‘‘ (بخاری ج۴ص۱۶۸باب نزول عیسیٰ بن مریم، شاملہ)

(ترجمہ) ابوہریرہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول خداﷺ نے کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ البتہ بہت ہی قریب زمانہ ہے کہ عیسیٰ ابن مریم تم لوگوں کے درمیان میں آسمان سے مع جسم عنصری کے نازل ہوں گے حاکم وعادل بن کر تو صلیب کو توڑ دیں گے اور حلت خنزیر کو اٹھا کر نابود کردیں گے اور اس وقت مال کی بہت زیادتی ہوگی۔ یہاں تک کہ کوئی شخص اس کے لینے کو قبول نہ کرے گا، اس وقت کی عبادت کا یہ حال ہوگا کہ ایک سجدہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر ابوہریرہؓ کہتے ہیں پڑھو اس دلیل کو قرآن پاک خدا کے کلام میں اگر تم چاہتے ہو کہ قرآن سے حضرت عیسیٰ کے نزول من السماء کا پتہ معلوم ہو تو دیکھو ’’**وان من اهل الكتاب...... الخ**‘‘ کی آیت کو کہ خداوند کریم نے بھی

حسب پیش گوئی سرکار دو عالم ﷺ کے قرآن میں صاف ارشاد فرمایا کہ کل اہل کتاب نزول من السماء کے بعد حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے۔

حضرات یہ ہیں لفظ حدیث کے اور یہ ہے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام جس میں نہ شک کا لفظ ہے نہ کسی تردد کا لگاؤ ہے بلکہ اگر سچ پوچھئے ابوہریرہ نے شکی المزاج کے شک اور تردد کو دور کردیا اور نزول من السماء اور حیات مسیح پر برہان قاطع آیت قطعیت الدلالت سے بیان کر کے اس مسئلہ حیات کو خوب ہی واضح کر دیا۔ **فجزاہ اللہ خیر الجزاء!**

دوسرا اعتراض کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھنے نہ پڑھنے کا اختیار دیا ہے۔ ہم اس کا کیا جواب دیں۔ ہمیں سخت حیرت اور کمال استعجاب ہو رہا ہے کہ:

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا　　جو چیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا

کیا یہی حال آپ کا ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ جس قدر آپ نے اپنا عزیز وقت اس رسالہ کے لکھنے میں صرف کیا ہے، اگر کاش! آپ اپنے امراض لاحقہ کے علاج میں صرف کرتے تو یہ بہتر ہوتا۔ کیوں مولوی صاحب! آپ کو بے چارے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہاں کہا ہے کہ آپ اس آیت کو پانچ وقت نماز میں پڑھا کریں یا بطور وظیفہ کے اس کا معمول ٹھہرا لیں۔ آپ اس آیت کو نماز میں قرأت کیجئے نہ وظیفہ بنا کر حزبی معمول لیجئے نہ پڑھئے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ آپ یا تمام زمانے کے لوگ اگر کسی آیت کو نہ پڑھیں تو کیا اس کی قطعیت باطل ہو جائے گی۔ یہاں نزول عیسیٰ سے بحث ہے اسی کو مان لیجئے اور یہی منشاء ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ہے پڑھنے نہ پڑھنے کا کیا ذکر ہے اسی موقع پر کسی نے کہا ہے ؎

بریں عقل و دانش بباید گریست

تیسرے اعتراض کا جواب کہ ابوہریرہ کا قیاس حجت شرعی نہیں۔ کیونکہ ان کی غلط فہمی مسلّم ہے۔ ناظرین! ابھی ابھی ہم نے جو روایت ابوہریرہ کی نقل کی ہے اسے کس نے روایت کیا ہے۔ امام بخاری نے، امام مسلم نے خیر اور محدثین کو جانے دیجئے حضرت امام المحدثین محمد بن اسماعیل نے اپنی کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ البخاری میں ابوہریرہ کی روایت ایک نہیں بیسیوں روایتیں نقل کی ہیں اور یہ ایک مشہور بات ہے کہ روایتوں کی جانچ اور اس کی صحت حضرت امام المحدثین امام بخاری کو اس درجہ منظور تھی کہ اس کی نظیر کسی محدث میں نہیں ملتی جب کہ ابوہریرہ غلط فہم تھے تو بھلا ان کی روایت امام بخاری اپنی کتاب میں کیوں لانے لگے۔

ہمارے مرزا قادیانی کے اعتراض کی رو سے کل کتاب امام بخاری کی غلط فہم راوی کی روایات سے بھری ہوئی ہے اور پھر وہ اصح الکتب ہونے کے لائق نہ رہی۔ حضرت امام مسلم کا بھی یہی حال ہوا تمام محدثین جنہوں نے اس غلط فہم راوی کی روایت کی ہے۔

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کم فہم، غلط فہم تھے۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۲۳۴،۲۳۵، خزائن ج۲۱ ص۴۱۰، حقیقت الوحی ص۳۴، خزائن ج۲۲ ص۳۶)

سب پر یہی الزام عائد ہوا افسوس بیچاروں کو کیا خبر تھی کہ کسی زمانہ میں ابوہریرہ کی غلط فہمی دکھلائی جائے گی اور یہ محنت برباد گنہ لازم کا حال آپ کے ساتھ رہے گا اور یہ کون لوگ ہوں گے جو ایسے احفظ الصحابہ صحابی کو غلط فہم قرار دیں گے۔ حضرات مرزائی ہوں گے اور کون کہہ سکتا ہے۔ صاحبو! ہمارا ایمان یہ ہے کہ جیسی صفت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اسماء الرجال میں آئی ہے جس مرتبہ اور جس شان کا راوی امام المحدثین امام بخاری نے قرار دیا ہے ہم ویسا ہی مانتے ہیں۔ سنئے اسماء الرجال کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ دیکھئے اور انصاف کیجئے۔

’’قال الحاکم ابواحمد اصح شئی عندنا فی اسم ابی هريرة عبدالرحمن بن صخرة غلبت عليه كنية فهو كمن لا اسم له اسلم عام خيبر شهدها مع النبی ثم لزمه وواظب عليه راغبا فی العلم راضيا بشبع بطنه وكان يدور معه حيث ما دار وكان من احفظا لصحابةويحضر ومالايحضر احدمنهم بملازمة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم‘‘

(ترجمہ) حاکم ابوالاحمد کا قول ہے کہ ابوہریرہ کا صحیح نام عبدالرحمٰن بن صخرہ ہے یہ اپنی کنیت کے ساتھ بہت مشہور ہوگئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سال خیبر کو اسلام لائے اور اس کے بعد سرکار دوعالم کی غلامی اختیار کی اور ہمیشہ خدمت عالی میں حاضر رہا کرتے تھے اور نہایت دلی توجہ سے علوم دینیہ کو حاصل کیا کرتے تھے۔ باوجودیکہ بھوکے رہنا گوارا کرتے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت پاک سے جدا نہ ہوتے جن جن مقامات پر رسول اکرم تشریف لے جاتے وہاں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہمراہ رہا کرتے اور صحابہ سے ان کا حافظہ بہت قوی اور تیز تھا جس قدر احادیث اور جو کلام رسول خدا کی زبان پاک سے سنا کرتے ما حضر کر لیتے بلکہ ایسا ملکہ اور ایسا حافظہ اور صحابہ کا نہ تھا۔ یہ کیوں چونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے سرکار دوعالم حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی اختیار کی اس کی یہ برکت ہے۔

’’وقال البخاری روی عن ابی هریرة اکثر ثمان مائة رجل من بین صحابی وتابعی فمنهم ابن عباس وابن عمر وجابر وانس وغیرهم‘‘

(ترجمہ) حضرت امام بخاری فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ سے اٹھ سو صحابہ اور تابعی سے زیادہ نے روایت کی ہے جن میں ابن عباس، ابن عمر وغیرہ ہیں۔ اب فرمایئے! کیا یہ آٹھ سو صحابہ اور تابعین نے غلط فہم صحابی سے روایت کی ہے۔ کیا کسی کو ان کی غلط فہمی معلوم نہ ہوئی۔ مولوی صاحب! ایسے جلیل القدر صحابی کی شان میں کیسی کھلی گستاخی ہے کہ آپ نے بے دھڑک یہ جملہ لکھ دیا کہ ابوہریرہ جیسے صحابی کا فہم جن کی غلط فہمی اہل حدیث پر مخفی نہیں۔ اس سے آپ نے نہ صرف متاخرین بلکہ متقدمین صحابہ اور تابعین کو ایک غلط فہم صحابی کا تابع قرار دیا۔ ابوہریرہ تو وہی صحابی ہیں جن کی روایت کو حضرت ابن عباس وابن عمر نے لیا ہے۔ سرتاج اہل حدیث امام بخاری نے اپنی کتاب میں بے شمار روایتیں ان سے لی ہیں۔

کیا ان سب لوگوں سے یہ بات مخفی تھی کہ آپ غلط فہم ہیں۔ خیر یہ تو آپ حضرات کا کام ہے کہ محدثین صحابہ کرام تابعین جسے چاہیں بلاتحقیق حال غلط فہم بنائیں اور کسی الزام کا نشانہ بنا کر تائید خیال میں جو چاہیں کہیں۔ ہم لوگ تو کسی صحابی کی شان عالی میں ایسی بے باکی سے کلام نہیں کر سکتے اور ہمارے واسطے اس وقت تمام جہان کے علماء فقہاء کی رائے وقیاس پر صحابی کا قیاس بڑھا ہوا، اور حجت شرعیہ ہے۔ مگر دیکھئے اب ابوہریرہؓ جب غلط فہم نکلے تو ان کا قیاس ان کی روایت آپ کسی موقع پر نہ لائیں گے۔

اور اس موقع پر ہم ایک بات آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ غلط فہمی ابوہریرہؓ کی (بقول آپ کے) دو حال سے خالی نہیں ہوسکتی یا سرکار دوعالم ہی کے زمانہ محمود سراپا مسعود میں اور آپ کی ہی صحبت پاک میں یہ عارضہ غلط فہمی کا آپ کو پیدا ہو چکا تھا اور یا بعد حضور انورﷺ کے زمانہ پاک کے یہ بلا غلط فہمی ابوہریرہؓ کے سر لگی۔ بصورت اولیٰ یہ بات لازم آتی ہے کہ جس قدر احکامات شرعیہ اور کلمات نبویہ سنے ہوں گے اپنی غلط فہمی کی وجہ سے ہر کلام کا مطلب ہی کچھ کا کچھ سمجھا ہوگا۔ کیونکہ غلط فہمی کا تو یہی خاصہ ہے کہ متکلم کے خلاف منشاء ومقصود کلام سمجھا جائے۔ مثلاً آپ نے صلوٰۃ کا لفظ فرمایا تو بجائے ارکان مخصوصۂ نماز کے اور ہی کچھ سمجھا ہو۔ جنت دوزخ کل احکام شریعت کا اصلی رخ ضروری ہی

بدل دیا ہوگا اور اس بات کو ہمارے سرکار دوعالم ہادی برحق ﷺ دیکھتے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی اس غلط فہمی کلام سے آپ بخوبی واقف ہی ہوں گے۔

اب اس مقام پر بڑا الزام خاص ذات ستودہ صفات محمدی ﷺ پر عائد ہوتا ہے کہ یہ روزمرہ کی غلط فہمی کا جو ایک ظاہری نتیجہ ہے اور اس کا ظہور جو آپ کی خدمت میں ہوا کرتا تھا۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ آپ نے انہیں کبھی ان کی غلط فہمی کی اصلاح نہ کی ہو اور لوگوں کو اس غلط فہمی سے خبردار نہ کیا ہوگا کہ دیکھو ابو ہریرہؓ تم لوگوں میں ایک غلط فہم آدمی ہیں۔ میری بات اگر یہ بیان کریں تو بلا تحقیق اصل حال اس پر عمل نہ کرنا اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو ضرور ہے کہ آپ نے (باوجود اس کے کہ بیچارہ ابو ہریرہؓ شبانہ روز خدمت گاری کیا کرتے تھے اور معیت نبوی کو تمام عالم کی دولت وراحت پر ترجیح دے رکھی تھی) ایسے وفادار جان نثار کو ورطۂ ضلالت میں چھوڑ دیا اور آپ کی ہدایت ناقص رہی ہو اور بصورت ثانیہ کل صحابہ کرام اور تابعین عظام کے سر یہی دھبہ بلکہ اس سے زیادہ وہ خرابی لازم آتی ہے جس کا اشارہ ہم اوپر کی تحریر سے ظاہر کر چکے کہ ایک غلط فہم راوی کے استدلال کو بڑے بڑے صحیح الفہم کے استدلال پر ترجیح کیوں دیا اور ان کے استدلال کو خواہ قرآن پاک کے آیات میں ہو خواہ احادیث نبویہ کے اندر ہوں بجائے اس کے کہ اس کے خلاف اس کی عدم صحت ان کی غلط فہمی کا اظہار کی جاتی ہے اور اپنی اپنی کتابوں میں لکھ دیتے ہیں۔ کیا یہ الزام ایک جلیل القدر صحابی کی شان میں سن کر ایک سچے مسلمان کے دردمند دل کو حرکت میں لانے والا نہیں ہے؟ کیا اس گستاخی کی سزا ایسے گستاخ کو حاکم حقیقی کے دربار عالی سے بروز جزا نہیں ملے گی۔ ضرور ضرور!

اچھا مذکورہ بالا اعتراضات کی تطبیق ہم ایک اور طرح سے کرتے ہیں اور اے مسلمانو تمہیں اس میں غور کامل کرنے کا اعلان دیتے ہیں کہ یہی تین اعتراض جو ابو ہریرہؓ کے استدلال نزول مسیح پر کیا گیا ہے جس کو امام المحدثین امام بخاری نے اپنی اصح الکتب میں بیان کیا ہے۔

ایک دوسرا استدلال بھی سنئے کہ وہی امام المحدثین بخاری شریف **باب فضل صلٰوۃ الفجر فی جماعۃ** میں انہیں الفاظ سے بروایت ابو ہریرہ ایک حدیث لاتے ہیں جس پر ہمارے مرزائی صاحب کو شک واختیار وغلط فہمی کا اعتراض دکھلائی دیا ہے۔ ہم اس استدلال ابو ہریرہ کو بھی نقل کر کے ناظرین کے انصاف پر چھوڑتے ہیں۔

بخاری شریف میں یہ روایت ہے کہ: ''ان ابا هريرة قال سمعت رسول اللہﷺ يقول تفضل صلٰوة الجميع صلٰوة احدكم وحده بخمس وعشرين جزأ وتجتمع ملائكة اليل وملائكة النهار فى صلوٰة الفجر ثم يقول ابوهريرة فاقرؤا انّ شئتم ان قرآن الفجر كان مشهودا'' (بخاری ج۱ص۱۳۱باب فضل صلٰوۃ الفجر فی جماعۃ،شاملہ) ''وان من اهل الكتاب الّا ليؤمنن به قبل موته'' دیکھئے دونوں استدلالوں کی ایک ہی صورت ہے۔ وہی امام المحدثین دونوں روایت کو لائے ہیں۔ ''فاقرؤا ان شئتم'' وہاں ہے تو یہاں بھی ہے۔ بقول مرزائی صاحب شک کا لفظ اختیار قرأت کی صورت الزام غلط فہمی۔

اب ان تینوں اعتراض پر اس حدیث مذکورہ بالا کی نسبت ہم دریافت کرتے ہیں کہ کیا فضیلت جماعت نماز فجر میں ابوہریرہ کو شک اور تردد تھا کیا انہوں نے نماز فجر باجماعت پڑھنے نہ پڑھنے کا مصلی کو اختیار دیا ہے اور غلط فہمی کی بناء پر ''انّ قرآن الفجر كان مشهودا'' کے صحیح معنی کچھ اور ہیں جس کو ابوہریرہ نے اپنی غلطی سے نہ سمجھا۔ اچھا تو اب آپ ہی اس آیت کے صحیح معنی سے امام بخاری کی روح کو آگاہ کر دیں اور کہہ دیں کہ ایسے غلط فہم راوی کا استدلال کیوں اصح الکتب میں لائے اور عالم ارواح میں امام المحدثین سے اجازت حاصل کر کے ان کل استدلالوں کو نکال باہر کیجئے۔ دیکھو مرزائیو! اگر تم لوگوں نے یہ کام کیا تو واقعی بڑی جواں مردی ہوگی۔ بھئی چوکنا نہیں؟:

لگا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی ۔۔۔ رکے نہ ہاتھ ابھی ہے رگ گلو باقی

اب آپ کا یہ لکھنا کہ بالفرض والتسلیم فہم ابوہریرہ حجت شرعی بھی قرار پائے تو قائلین حیات مسیح کو کسی طرح فائدہ نہیں ہوسکتا۔ جناب عالی ہمیں فائدہ نہ سہی آپ کی بلا سے فائدہ ہونا یا نہ ہونا تو ہم آگے چل کر بتلائیں گے مگر جب ابوہریرہؓ آپ کے نزدیک غلط فہم ثابت ہو چکے تو پھر فرض وتسلیم کے کیا معنی ہوئے اور جب ابوہریرہؓ کا فہم حجت شرعی پاجائے گا تو پھر قائلین حیات مسیح کو فائدہ نہ ہونا یہ بھی عجیب بات ہے۔

اس کے بعد آپ نے اصول فقہ کا مسئلہ بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں اس آیت: ''وان من اهل الكتاب الّا ليؤمنن به قبل موته'' سے حیات مسیح بطور اشارۃ النص

کے ثابت ہے اور ''انی متوفیک'' سے وفات بطور عبارت النص کے ثابت ہے۔ آگے چل کر آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''انی متوفیک'' قرآنی محاورہ اور بخاری کی تفسیر ممیتک کے رو سے نص محکم ہے اور یہ ارشاد ہوتا ہے کہ بفرض والتسلیم آیت: ''وان من اھل الکتاب'' اگر حیات مسیح پر دلیل ہو تو دلیل واضح نہیں۔ کیونکہ اس کے ضمائر ذوالوجوہ ہیں اور اس میں مفسرین کا اختلاف ہے اور اسی کو متشابہ کہتے ہیں اور متشابہ کے متعین پر وعید آئی ہے۔

میرے مرزائی صاحب یہ تو ہم کہتے نہیں کہ آپ نے مسلم الثبوت توضیح وتلویح وغیرہ اصول فقہ کی کتابیں پڑھیں نہیں، پڑھی تو ضرور ہوں گی ان کتابوں کو دیکھا تو ہوتا کہ عبارت النص اور محکم کا کیا حکم ہے۔ حضرت من یہ دو قسمیں جدا جدا ہیں یا ایک ہیں۔ ایک ہی آیت کو عبارت النص اور محکم ساتھ ہی قرار دینا آپ کے تبحر علمی کی دلیل ہے اور پھر ایک ہی آیت پر اشارۃ النص اور متشابہ کا اطلاق یہ بھی نمونہ کمال ہے یہ تو آپ کے من گھڑت قاعدہ کی اصلاح تھی۔ مگر ناظرین کو ہم ایک بات دکھلاتے ہیں۔ وہ یہ کہ آیت: ''وان من اھل الکتاب'' بقول مرزائی صاحب متشابہ ٹھہری اور متشابہ کے متعین پر وعید آئی ہے تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مذکورہ بالا آیت کے متعینین کی کس قدر تعداد ہے خیر اور صحابہ کرام تابعین تو بے شمار ہیں جنہوں نے اس کی تفسیریں کی ہیں اور معنی متعین کئے ہیں۔

ہم کل مفسرین کی فہرست تو اس وقت دکھلا نہیں سکتے مگر ہاں حضرت ابن عباس کا ذکر خیر کئے بغیر رہ نہیں سکتے جنہوں نے ''وان من اھل الکتاب'' کے یہ معنی متعین کئے ہیں کہ قبل موتہ ای قبل موت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام۔ کہئے آٹے کے ساتھ گھن بھی پس گیا۔ آپ نے جن کی تفسیر ممیتک سے سہارا ڈھونڈا تھا انہیں بھی اس وعید میں شامل کر لیا افسوس:

بل بے چتون تری غفلت رے نگاہ کیا کریں گے یہ ناز کیا جانے

قول مرزائی

''اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے فرض بھی کر لیں کہ یہ آیت حضرت مسیح کے زندہ رہنے پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے ساتھ وہ اپنی نبوت تامہ کے ساتھ نزول فرمائیں گے اور وہ خاتم الانبیاء بھی کہلائیں گے۔ اس کلام کی سخافت کسی ذی علم پر مخفی نہیں ہے۔ ہم اس کی تفصیل ان شاءاللہ تعالیٰ! آگے چل کر کریں گے۔

قول مصطفائی

بہتر جس مقام پر آپ اس کی تفصیلی بحث کریں گے ہم بھی وہیں تشریحی بیان سے اس کی قلعی کھول دیں گے۔ یار باقی صحبت باقی۔ مگر حضرات خدارا انصاف کریں کہ پہلے مرزائی صاحب نے صحابی پر ہاتھ صاف کیا جب اس سے بھی کام نہ چلا تو فرض وتسلیم کر کے ان کے فہم کو حجت شرعی قرار دیا۔ کہیں حضرت ابن عباس کو متشابہ کے متعین میں داخل کیا کسی مقام پر ابی ابن کعب کی قرأت شاذہ سے کام لینا چاہا۔ غرض کچھ عجیب حالت ہے یہ مذبوحی خیالات کیوں پیدا ہوئے۔ فقط انکار حیات عیسیٰ ابن مریم سے کس کس پہلو سے قرآن پاک کی تراش خراش کی جارہی ہے۔ اس سے بھی کام نہ چلا تو اصول فقہ پر اتر آئے۔ پھر اس پر بھی اطمینانی صورت پیدا نہ ہوئی خاتم الانبیاء کا استحالہ نکالا۔ اب ان بیانات انتشاری اور اضطرابی تحریرات کا نتیجہ لازمی ہے کہ سرے سے یہ خیال ہی باطل اور دلیل ہی بے اصل ہے۔ مخالفت جمہور اور تحریف کلام الٰہی کا بھی وبال ہوتا ہے جس کو آپ حضرات نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا:

زاہد نہ داشت تاب جمال پری رخان　　　　کنجی گرفت خوف خدارا بہانہ ساخت

قول مرزائی

آیت دوم در حیات جسمانی ابن مریم علیہ السلام ''وما قتلوہ یقینا بل رفعه الله الیه'' وجہ تمسک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یقینی طور پر یہودیوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو جسد اور روح کے ساتھ اپنی طرف اٹھالیا۔ میں کہتا ہوں کہ رفع سے مراد رفع جسم نہیں ہے بلکہ رفع روح اور رفع درجات مراد ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آیت: ''یاعیسیٰ انّی متوفیک ورافعک الیّ'' (آل عمران:۵۵) میں جن دو باتوں کا وعدہ فرمایا تھا ان کو اس طرح پورا کیا۔ ''وکنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی'' (المائدہ:۱۱۷) میں ''انی متوفیک'' کے وعدہ کو وفا فرمایا اور ''رافعک الیّ'' کے وعدہ کو ''بل رفعه الله الیه'' سے پورا کیا۔ الخ!

قول مصطفائی

کیا لطف جو غیر منہ کو کھولے　　　　جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

عبارت مذکورۂ بالا مرزائی صاحب کی صاف ہے۔ اس میں فقط دو باتیں دکھلائی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ رفع سے مراد رفع جسم نہیں ہے بلکہ رفع روح ودرجات مراد ہے۔ دوسری یہ کہ: ’’یاعیسیٰ انّی متوفیک ورافعک الیّ‘‘ میں جن دو باتوں کا وعدہ فرمایا تھا انہیں ’’فلمّا توفیتنی‘‘ اور ’’بل رفعه الله‘‘ سے پورا کیا گیا۔

اور اس عبارت میں تین آیتیں قرآن کریم کی لکھی گئی ہیں۔ مگر چونکہ ان آیات کا پورا نقل کرنا اور ترجمہ لکھنا ایک ضروری امر تھا جسے قصداً مطلب برآری کے لئے ترک کیا گیا۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ پہلے ہر آیات کو بتمامہ مع ترجمۂ مناسبہ نقل کردیں تاکہ ہمارے ناظرین کو انکشاف معنی اور مطلب فہمی میں کسی قسم کی دقت نہ ہو اور اس کے بعد ہم مرزائی صاحب کے توجیہہ بلیغ کا جواب باصواب لکھیں گے۔

پہلی آیت: ’’وقولهم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم وان الذین اختلفوا فیه لفی شک منه مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه یقیناً بل رفعه الله الیه‘‘ (النساء:۱۵۷)

(ترجمہ) اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے قتل کر ڈالا مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو جو اللہ کا رسول تھا۔ حالانکہ نہ اس کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھادیا لیکن ان کے لئے اس جیسی صورت کا آدمی بن گیا تھا اور جو لوگ اس بارہ میں اختلاف کرتے ہیں تو وہ اس جگہ شک میں پڑے ہوئے ہیں ان کو اس کی کچھ خبر تو ہے نہیں مگر اٹکل پر چل رہے ہیں اور عیسیٰ کو یقیناً انہوں نے قتل نہیں کیا بلکہ اسے اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا۔

دوسری آیت: ’’اذ قال الله یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطهرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامة‘‘ (آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) جس وقت فرمایا اللہ نے کہ اے عیسیٰ میں دنیا میں تیرے رہنے کی مدت پوری کروں گا اور تجھ کو اٹھالوں گا اپنی جانب اور تجھے پاک کروں گا ان سے جنہوں نے کفر کیا ہے اور رکھوں گا ان کو جنہوں نے تیری پیروی کی ہے ان لوگوں سے اوپر جنہوں نے کفر کیا قیامت کے دن تک۔

تیسری آیت:''واذ قال اللہ یاعیسیٰ ابن مریم أانت قلت للناس اتخذونی وامّی الٰھین من دون اللہ قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب. ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیم علیھم وانت علیٰ کل شئ شھید'' (المائدہ:۱۱۶،۱۱۷)

(ترجمہ)اور جب فرمائے گا اللہ کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مانو مجھ کو اور میری ماں کو دو خدا اللہ کے سواء تو عیسیٰ جواب دیں گے کہ تیری ذات پاک ہے مجھ سے کیونکر ہوسکتا ہے کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کیا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا تو تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے دل میں ہے بیشک تو ہی غیب کی باتیں خوب جانتا ہے۔ میں نے ان سے سوائے اس کے کچھ نہیں کہا جو تو نے مجھ کو حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا تمہارا رب ہے اور میں ان کا نگران رہا جب تک ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو تو ہی ان کا نگہبان تھا اور تو ہر چیز سے خبردار ہے۔

آپ ان ہر سہ آیات مذکورہ بالا کے ترجموں میں غور فرمائیں خصوصاً آیت مؤخرالذکر جس کا سیاق بدیہی البیان ہے کہ یہ سوال حضرت عیسیٰ سے بروز قیامت ہوگا اور ایک عمیق نگاہ کی ضرورت اس امر کو بتلادیتی ہے کہ:''انی متوفیک ''اور''رافعک الیّ '' یہ کوئی مختلف وعدے نہیں ہیں بلکہ ایک ہی وعدہ ہے اور اسی کے نسبت ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:''بل رفعہ اللہ الیہ ''یعنی خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کے مدت قیام دنیاوی کو پورا کر کے آسمان پر مع جسم عنصری کے اٹھالیا اور قتل وصلیب سے بچالیا۔ علاوہ اس کے ایک بات اور بھی غور کے لائق ہے کہ جب رفع سے مراد رفع درجات اور رفع روح مجرد لیا جائے گا۔ جیسا کہ آپ حضرات مرزائیوں کا مقولہ ہے تو کیا جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موت ہوئی۔ اس وقت رفع درجات نہ ہوا اور مرنے کے کچھ دنوں کے بعد رفع روحانی حاصل ہوا۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ متوفیک کے وعدے کو''فلما توفیتنی ''کا جملہ ظاہر کررہا ہے اور ''رافعک الیّ'' کے وعدہ کو''بل رفعہ اللہ الیہ'' سے بتلایا ہے۔

اب فرمایئے! اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہم تسلیم بھی کر لیں تو کیا اس لزوم میں نقص نہ ہوگا جو قاعدہ عامہ اور مسلمہ جمہور ہے کہ جب عام مؤمنین کو موت ہوتی ہے تو اس کے ساتھ ساتھ رفع روح اور رفع درجات بھی لازم غیر منفک ہے اور چہ جائیکہ انبیاء کرام کہ انہیں ایک بار موت ہو اور دوسری بار رفع روح دیکھئے۔ آپ کی توجیہ بلیغ پر کیا یہ بات لازم نہیں آتی کہ جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وفات دے دی اور مار دیا تو ان کی روح یہیں ٹھہری رہی اور عالم بالا تک رسائی نہ ہوئی جب تک کہ اس وعدۂ ثانیہ کا وقت نہ آیا۔ ہاں! اگر آپ یہ فرمائیں موت کے ساتھ ہی وعدۂ ثانیہ کا ایفاء ہوا ہو تو پھر حقیقت میں لازم وملزوم میں ایک مبائنت اور تفریق پیدا کرنا ہے اور ایک ہی وعدے کو دو وعدہ قرار دینا ہے۔

جناب عالی! یہ تقریر ہماری مجملاً تھی اب اس مقام پر ایک تفصیلی بیان سے آپ کو سمجھانا چاہتے ہیں۔ شاید کوئی انصاف پسند مرزائی اسے ایک نظر دیکھے اور اپنے خیال باطل سے رجوع لائے۔ دیکھئے جب ''انی متوفیک'' اور ''رافعک الیّ'' دو وعدے ہوں گے تو ان دونوں میں ترتیب بھی ہوگی جس کو تاخیر زمانی مستلزم ہے۔ یعنی وفات مسیح کے بعد رفع درجات ہو حالانکہ بعدیت کا اعتبار نقصان مراتب کی دلیل ہے۔ بلکہ اگر وفات مسیح تسلیم کی جاوے تو روحانی رفع کی معیت بھی واجب التسلیم ہوگی جس کو علیحدہ نہیں کر سکتے۔ آپ غور کریں ''اذا کان الشمس طالعة فالنهار موجود'' جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کے ساتھ ہی ساتھ وجود نہار بھی ہوتا ہے۔ اب یہی وہ مقام ہے کہ ہر ذی علم غور کر سکتا ہے کہ متوفیک اور رافعک کوئی مختلف وعدے نہیں ہیں اور نہ ترتیب کی صورت ہے بلکہ توفی کا ایک نوع رفع ہے جس کی تعیین قرآن پاک ہی نے کر دی اور نہ یہاں تکرار کا لفظ ہے۔ کیونکہ حقیقی معنی توفی کے پورا لینا اور اخذ الشئ کے ہیں اور معنی مجازی جو اس معنی موضوع لہ کلی کے افراد ہیں وہ چند ہیں۔ اس لئے قرینہ لفظیہ یہاں خود موجود ہے اور اسی کا اظہار آیت وعدہ میں کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے توفی کے معنی رفع الی السماء کے ہیں اور اسی واسطے قیامت کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام ''فلمّا توفیتنی'' کہیں گے جو ''فلمّا رفعتنی'' کے معنی میں ہے اور اگر حقیقتاً متوفیک اور رافعک الیّ دو وعدے ہوتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور ان دونوں وعدوں کا اظہار کرتے کہ اے میرے خدا جب تو نے مجھ سے دو وعدہ کیا تھا ایک

وفات اور ایک رفع روح و درجات اس کے بعد جب تو نے مجھے وفات دے دیا اور اٹھالیا میری روح کو تو اس وقت تو ہی نگہبان تھا۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بروز قیامت ''فلمّا توفیتنی'' ہی کہیں گے۔ کیا ''فلمّا رفعتنی'' کو فراموش کر جائیں گے۔ وعدہ تو خدا کا دو ہوا اور وقت اظہار پر حضرت عیسیٰ ایک ہی وعدے کا اظہار کریں جس سے ان کی ناشکری اور احسان فراموشی معلوم ہوتی ہو۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ''فلما توفیتنی'' فرمانا ہی دلیل کامل ہے کہ توفی بمعنی رفع الیٰ السماء کے ہیں اور یہی وعدہ تھا۔ اس احکم الحاکمین قادر مطلق کا جس کے قبضہ قدرت میں ساری باتیں ہیں۔

ہاں! ایک بات سوچنے کی ہے کہ جب انبیاء کرام اور کل مخلوقات خداوندی کے لئے موت کا ایک وقت مقرر شدہ ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خوب اچھی طرح جانتے تھے اور اس پر ان کا یقین کامل تھا کہ ہم کیا کل عالم اپنے اپنے اجل مقررہ پر مرنے والے ہیں۔ ایسے یقینی اور حتمی امر کا وعدہ کرنا کہ اے عیسیٰ میں تجھے مار ڈالوں گا۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے مرنے کا یقین نہ تھا جو اللہ تعالیٰ نے موت کا وعدہ فرمایا۔

صاحبو! غور سے کام لینا چاہئے۔ ہاں! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے رفع الی السماء کا یقین نہ تھا اور اسی کا وعدہ خداوند کریم کی طرف سے ہوتا ہے کہ: ''انی متوفیک ورافعک الیّ'' اور اس وعدہ کا ایفاء ''بل رفعه الله الیه'' میں بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ دعویٰ یہود کا یہی تھا کہ عیسیٰ ابن مریم جو اللہ کا رسول تھا اسے ہم لوگوں نے قتل کر دیا۔ اس کے جواب میں خداوندی ارشاد ہے کہ تم لوگوں نے عیسیٰ ابن مریم کو نہ قتل کیا، نہ سولی پر چڑھایا بلکہ حسب وعدہ اسے ہم نے اپنی طرف مع جسم عنصری کے اٹھالیا۔

اب دیکھئے: ''انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم وما قتلوه یقینا بل رفعه الله الیه'' اس آیت کریمہ میں جس قدر ضمیریں آئی ہیں کل ضمیروں سے مرجع روح مع الجسد ہی مراد ہے اور ضمیر کا مرجع روح مع الجسد ہی ہوا کرتا۔ اب رفعه سے رفع روحه و درجاته مراد لینا ایک مضاف مقدر بلاضرورت ماننا اور تحریف قرآن کا مرتکب ہونا ہے یا نہیں۔ پروردگار عالم نے نفی فرمائی ہے یہودیوں کے اس خیال کی کہ جس کا وہ دعویٰ کرتے تھے۔ دعویٰ یہودیوں کا یہی تھا کہ جسم کو سولی پر چڑھایا گیا

اور جسم ہی قتل کیا گیا۔ اس کے مقابل میں ارشاد خداوندی ہوا کہ تم نے نہ قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کو مع جسم اور روح کے ہم نے آسمان پر اٹھالیا۔ حضرت ابن عباس کا قول جس کی صحت مستند ہے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح مع الجسم اٹھا لئے گئے اور کلام عرب کے ماہرین سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ رفع کا لفظ اجسام وصفات دونوں ہی کے لئے موضوع ہے بخاری شریف میں امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاریؒ نے متعدد مقامات پر رفع کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے رفع اجسام مراد ہے نہ رفع درجات۔ ہاں! رفع کا تعلق درجات وغیرہ صفات پر بھی ہوا کرتا ہے۔ مگر جب تک وہاں درجات یا کسی صفات کا مذکور نہ ہو ہرگز ہرگز رفع درجات معنی نہیں ہو سکتے۔

پھر آپ کا یہ لکھنا کہ یعنی وعدہ تھا کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو موت طبعی دے کر عزت کے ساتھ اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ اس کا ایفاء اس آیت میں یوں فرمایا گیا کہ یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا نہ صلیبی موت سے مارا بلکہ اللہ نے اس کو طبعی موت دے کر عزت کے ساتھ اٹھالیا۔

خیر اس عبارت میں آپ نے اقرار تو کرلیا کہ حضرت عیسیٰ مع جسم عنصری کے اٹھائے گئے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ عزت کے ساتھ اللہ نے انہیں اپنی طرف مگر زندہ مع جسم عنصری کے اٹھالیا۔ ان کی عزت اسی میں ہوئی کہ روح مع الجسد کے ساتھ آسمان پر اٹھالئے گئے اور یہودیوں کے منصوبے خاک میں مل رہے اور طبعی موت کی زیادتی تو ایجاد بندہ ہے اس کا ذکر کلام بلاغت نظام میں کچھ بھی نہیں ہے۔

اب آپ کے ترجمہ میں دو باتیں قابل التفات خاص ہیں کہ جب آپ نے توفی کے معنی موت کے اور اس موت کی پھر دو قسم نکالی۔ ایک طبعی موت اور غیر طبعی موت اور ایک عزت کے ساتھ اٹھانا اور ایک بے عزتی کے ساتھ اٹھانا۔ میرے مہربان ان کل اختراعات کا کوئی ثبوت بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی طبعی موت کا وعدہ کیا گیا اور انبیاء کرام علیہم السلام اس طبعی موت کے وعدے سے مستثنیٰ ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع عزت کے ساتھ ہوا، اور حضرات کو یہ رفع عزت نصیب نہ ہوا، اور اگر آپ نے اس تحقیقی بیان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات کے ساتھ وابستہ کیا تو اس میں کیا شک ہے کہ ہمارا مدعا ثابت ہو جائے گا کہ اور

انبیاء کرام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس بات میں خصوصیت حاصل ہے کہ وہ زندہ مع جسم عنصری کے آسمان پر اٹھا لئے گئے اور اگر آپ نے اس زیادتی ترجمہ کا کوئی ثبوت نہ دیا تو پھر من فسر القرآن برایہ کی وعید سے آپ کو ڈرنا چاہئے۔ مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے۔ ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں۔

ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اہل لسان ماہر اسرار قرآن کی تفسیر کو اس زمانہ کے تمام مفسرین پر ترجیح دیتے ہیں جن کا بیان حکماً مرفوع اور بمقابلہ حدیث رسول کریم ﷺ کے ہے اور اس رفع مسیح کی تفصیلی کیفیت کا اظہار جو آپ کے بیان صداقت عنوان سے ہوئی ہے جس کو ہم کسی موقع پر نقل عبارت کے ساتھ بیان کریں گے۔ ایسے ایسے حضرات اجل صحابہ کے بیان کے مقابل اب کیا کسی کے بیان ورائے کی کچھ وقعت ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

جناب من! خدائے علیم وخبیر کو اس بات کی خبر تھی کہ چودہ صدی میں ایسے لوگوں کا بھی خروج ہوگا کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے لے لیں گے۔ اس وجہ سے ضرورت ہوئی کہ متوفیک کے بعد ''رافعک الیّ'' کا ذکر تصریحاً ارشاد ہو، تاکہ کسی قسم کی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہ رہے اور ہر ایک ذی علم اس بات کو سمجھ لے کہ یہ توفی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بصورت رفع الیٰ السماء ہوا ہے نہ بصورت موت۔

اب آپ کا یہ لکھنا کہ اگر اس مقام پر توفی کا معنی موت نہ لیا جاوے تو جو وفات توفی کے لفظ سے متبادر فی الذہن ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جس طرح ایک شخص دیہاتی تلاوت قرآن کر رہے تھے۔ ایک مقام پر ''جلابیبھن'' لکھا دیکھا پھر کیا تھا بازاروں میں اچھلتے پھرتے اور کہنے لگے: جناب! جلابی شیرینی بڑی متبرک شئے ہے کہ اس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ مگر ہمیں اس تبادر ذہنی سے آپ کے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں! ایک بات کا تو ہمیں بھی اعتراف ہے کہ جسے آپ نے انصاف پسندی اور اظہار حق کی راہ سے لکھ دیا ہے کہ پورا حق لینا اور قبض تام معنی لیا جائے جیسا کہ کتب لغت میں آیا ہے۔ پھر اس بیان پر آپ نے کلام الٰہی کی فصاحت کا تنزل اور زیادت غیر نافع کا ارتکاب فرمایا ہے جس میں آپ کی قلت فہم اور عدم احساس تفکر کا ثبوت ہے کہ جس وقت لغوی معنی اور حقیقی مفہوم کسی

لفظ کا ثابت ہوگیا۔اب بلاضرورت اور بغیر صارف قطعی اصلی معنی سے پھیرنا کسی ذی علم کا کام نہیں اور نہ اس میں کسی قسم کا تعذر اور زیادت غیر نافع ہے۔اگر لغوی معنی کے اعتبار سے فصاحت و بلاغت قرآنیہ میں خلل واقع ہوتا ہے تو اس قرآن کا اہل لسان کے محاورہ اور لغت عرب کے طریق پر اس کا نزول ہی مہمل ہوجائے اور اصل بات یہی ہے کہ توفی کے حقیقی معنی قبض بتمامہ کے ہیں لیکن موت ونوم اور رفع معنی موضوع لہ کلی کے افراد ہیں جس کو علم بلاغت کا مشہور قاعدہ بتلا رہا ہے کہ وہ لفظ جو کسی معنی کلی کے لئے وضع کیا گیا ہے جب اس کے بعض افراد میں استعمال کیا جائے گا اس وقت کسی قرینہ لفظیہ یا حالیہ کا پایا جانا لازم ہے۔والّا فلا!

اس واسطے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے کلام بلاغت نظام میں متوفیک کے بعد رافعک الیّ جو رافع ابہام اور قرینہ المجاز ہے ارشاد فرمادیا جس نے احتمال غیر مقصود کو دور کردیا۔اب دیکھئے کہ فصاحت قرآنیہ اور بلاغت کلام باری کا کیسا پرزور مضمون ادا ہوا کہ جس میں کوئی کلمہ بیکار اور غیر نافع نہیں ہے۔لیکن آپ نے ترجمہ کی بے ربطی ظاہر کرتے ہوئے ''**لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا**'' کی مخالفت بلکہ ربوبیت ورحمانیت وخالقیت پر حملہ کرنے والا بتلایا ہے اور اس بیان میں سوال از آسمان وجواب از ریسمان کا نمونہ پیش کیا ہے۔اس کے جواب کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔اس لئے کہ ایک لالہ جی کسی اپنے دوست سے کہنے لگے کہ بھئی تم ہمارے سماچار مجلس میں کیوں نہیں آتے۔اس نے جواب دیا کہ جناب آپ کے والد صاحب نے میری دعوت کی تھی تو نمک زائد نہیں ڈالا تھا بیچارے لالہ صاحب نے کہا کہ میاں اس بات کو ہماری بات سے کیا تعلق ہے۔اس نے کہا کہ بات سے بات نکل آئی ہے اور کیا؟

اس کے بعد آپ نے مسلم وغیرہ کی حدیثیں نقل کر کے یہ دکھلایا ہے کہ قبض تمام کے معنی لینے میں بھی مخالفین کو کوئی فائدہ نہیں اور اس کے متعلق حضرت عمرؓ اور امام بخاری وترمذی شریف کے وہ جملے نقل کئے ہیں جس سے بظاہر اپنے مطلب کا حصول سمجھا ہے۔اس لئے ہم آپ کو اس قدر بتلا دیتے ہیں کہ: ''**فلا یبقی علی الارض احد**'' یہی قرینہ مجاز ہے حضرت عمرؓ کا مدینہ طیبہ سے لوٹتے ہوئے ایک تودہ ریگ پر چت لیٹ کر یہ فرمانا کہ اے میرے رب میرے اعضاء سست ہوگئے اور میں بوڑھا ہوگیا ''**فاقبضنی الیک**'' کہنا

یہی قرینہ مجاز ہے امام بخاری کا جملہ بھی اسی قسم سے ہے اور امام ترمذی کی روایت میں ’’اذا مات الانسان‘‘ کا جملہ قرینہ مجاز پڑا ہوا ہے۔ غور فرمایئے؟

اس کے بعد آپ نے لکھا ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ توفی بمعنی انامت ہے کیوں جناب معنی مجازی کے اعتبار سے اگر توفی کے معنی نوم وموت ورفع لئے جائیں تو پھر ترجمہ کیسے غیر موزوں ہوگا اور اسے تو آپ نے بھی ایک آیت میں تسلیم ہی کرلیا ہے کہ نوم معنی مجازی کے رو سے ہے نہ حقیقتاً۔ اس کے بعد یہ کہنا کہ ظاہر ہے کہ جس کو قبض کیا تھا اسی کا رفع ہے نہ یہ کہ روح کو تو قبض کریں اور جسد خاکی کو اٹھالیں۔ اس لئے کہ رفع کے لئے قبض لازمی ہے۔ سبحان اللہ! ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ رفع کے لئے قبض بتامہ لازم ہے اور ظاہر ہے کہ جس کو قتل وصلیب کیا جاتا ہے اسی کا رفع کیا گیا نہ کہ جسم کو قتل کریں اور روح کا رفع ہو۔

پھر اس کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ بعض بعض مترجموں نے توفی کا معنی بھر لینے کا کیا ہے اور اس میں آپ نے مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی شاہ عبدالقادر صاحب، شاہ رفیع الدین صاحب محدث کی نسبت اہانت واستہزاء سے کام لیا ہے اور ان بزرگوں کے ترجمہ پر آپ نے یہ گلفشانی کی ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تم کو تھیلے میں بھرنے والا ہوں وغیرہ ذالک اور اس ترجمہ کا یہ مطلب نکالا ہے کہ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں کہ جس زمانہ میں شاہ عبدالقادر وشاہ رفیع الدین صاحب تھے مرنے کے معنی بھرنے کے مستعمل تھے۔

اس لکھنے پر ہمارے خیال میں بھی ایک بات آگئی ہے کہ آپ کے مرزا قادیانی نے جو اس آیت کا ترجمہ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا بلفظہ (براہین احمدیہ ص۵۲۰، خزائن ج۱ ص۶۲۰ حاشیہ در حاشیہ نمبر۳) میں لکھا ہے اور پھر دوسرے مقام پر وہی مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا (براہین احمدیہ ص۵۵۷، خزائن ج۱ ص۶۶۴، ۶۶۵ حاشیہ در حاشیہ نمبر۴) حکیم نورالدین قادیانی آپ کے خلیفۃ المسیح نے تصدیق (براہین احمدیہ ص۸) میں ’’یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی‘‘ کا ترجمہ اے عیسیٰ میں لینے والا ہوں کیا ہے اور اب وہی حضرت مرزا قادیانی وہی خلیفۃ المسیح قادیانی نے ’’انی متوفیک‘‘ کا ترجمہ اے عیسیٰ میں وفات دینے والا ہوں کرتے ہیں تو کیا اس زمانہ میں ان کے یہاں وفات دینے کے معنی مع جسم عنصری کے زندہ آسمان پر اٹھالینے کے نہیں ہوسکتے۔

میرے خیال میں اب آپ لوگوں کے محاورہ میں وفات دینے والا ہوں کے معنی زندہ آسمان پر اٹھا لینے کے ہی ہیں۔

ناظرین! باتمکین ان ترجموں کو دیکھ کر یقیناً سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ ساری خرابیاں توفی کے حقیقی معنی اخذ الشئی وافیاً کے ترک کے نتیجے میں ہیں اور یہ ایک دعویٰ بلا دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور جس قدر روایتوں سے ان کا آسمان پر اس جسم عنصری کے ساتھ جانا معلوم ہوتا ہے وہ بتمامہا مخدوش اور غیر معتبر ہیں نہ کسی حدیث کو نقل کر کے بتلایا نہ کوئی قوی دلیل سے عدم رفع عیسیٰ کا ثبوت دیا۔ مگر ''**منها خلقناکم وفیها نعیدکم**'' کے عموم میں داخل کر کے یہ لکھ دیا کہ حضرت ادریس کا اس قاعدہ کے بموجب وفات پانا ضرور ہے۔

جناب عالی ہم کب کہتے ہیں کہ کوئی شخص موت سے بچ رہے گا سب کو فنا ہے جس کا جو وقت مقرر ہے کہ: ''**اذا جاء اجلهم لا یستاخرون ساعة ولا یستقدمون**'' اس وقت میں اسے موت کا ہونا بھی لازمی ہے۔ مگر آپ کا کیا ارادہ ہے کیا وقت مقررہ سے پہلے انسان کو پیوند زمین کریں گے اگر ایسا اختیار ہے تو کر گزریئے:

کوئی تازہ ستم ایجاد کرنا ہمیں بھی او ستم گر یاد کرنا

اس کے بعد آپ کا یہ لکھنا کہ موت دخول جنت و دوزخ کے لئے موقوف علیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی جب مرتا ہے جب ہی جنت میں داخل کیا جاتا ہے۔ اب ہم آپ سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ: ''**قلنا یاآدم اسکن انت وزوجک الجنة**'' کا کیا مطلب ہے آپ تو یہی فرمائیں گے کہ حضرت آدم وحوا آسمان پر مرگئے تھے۔ اس کے بعد دخول جنت نصیب ہوا۔

اب اے ناظرین! ہمیں یہ دکھلانا ہے کہ جب توفی کے لفظ میں معنی حقیقی اور معنی مجازی دونوں کا اعتبار کیا جانا ہمارے مرزائی نے تسلیم کرلیا پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم کی موت ثابت کرنے کے واسطے معانی متعارف اور قاعدہ جمہور سے انحراف کرتے ہیں اور اپنے دل سے قرآن پاک کی آیات کے معنی تراشتے ہیں۔ اگر یہ الحاد اور تحریف نہیں تو پھر اور کیا ہے:

اس سادگی پہ کیوں نہ مرجایئے یا خدا لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اس کے بعد ہم آپ کی یہ تحریر نقل کرتے اور دیکھتے ہیں کہ آپ کو اس کی کہاں تک پابندی ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ: ''یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ الفاظ قرآنیہ اپنے معنی کے تفہیم کے لئے غیر کے ہرگز محتاج نہیں ہیں۔'' بہتر ہم نے تو آپ کی اس بات کو یاد کر لیا مگر یہ تو فرمائیے کہ قرأت شاذہ ابی ابن کعب قبل موتہم عین قرآن ہے یا غیر۔ حضرت ابن عباس کا قول ممیتک کی تفسیر عین قرآن ہے یا غیر۔ کیا وہاں آپ کو یہ بات یاد نہ رہی تھی۔

اب رہا صوم وصلوٰۃ وغیرہ لکھ کر توفی کے معنی پر قیاس کرنا تو ہمارے مطلب کی ہی تائید ہے کہ کہیں صلوٰۃ کے معنی مجازی ہوتے ہیں اور کہیں لغوی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر آپ اسی قیاس پر قائم رہتے تو پھر جھگڑا ہی کاہے کو ہوتا لیکن افسوس ہے کہ آپ حضرات کو اپنے قیاس اپنے قواعد مقررہ کا بھی لحاظ نہیں رہتا ہے۔ موقع اور محل پر حذف کر جاتے ہیں جس طرح یہاں آپ لکھتے ہیں کہ حالانکہ لغت میں بھی جابجا توفی کے معنی موت ہی ہیں۔ پھر (ص۴) کی عبارت دیکھئے پورا حق لینا قبض تام معنی لیا جاوے۔ جیسا کہ کتب لغت میں آیا ہے اور اس کے بعد کی عبارت تو کچھ اور بھی قابل داد ہے اپنے کلام کا آپ خود نتیجہ نکالیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ اسی طرح توفی کے معنی اصطلاح ومحاورۂ قرآنیہ کے رو سے بلاشبہ وشک اپنے معنی متعارف میں قطعیۃ الدلالت بلاشبہ وشک ہے۔

ان عبارتوں پر آپ غور کریں یا ناظرین اپنی خاص توجہ سے مرزائی صاحب کے کلام کی داد دیں اور ہم تو اسے بلاشبہ وشک تسلیم کر ہی لیتے ہیں اور بس **فتامل فیه**۔

اب ''**اللہ یتوفی الانفس...... الخ !**'' اور ''**ھو الذی یتوفکم باللیل**'' کی نسبت آپ کا یہ ارشاد کہ ان دونوں آیتوں میں باتفاق طرفین توفی سے نیند مراد ہے۔ پس ان دونوں آیتوں میں توفی کا نوم پر اطلاق مجازاً ہے نہ حقیقتاً جس پر قرینہ صارفہ بھی موجود ہے۔ یعنی باللیل اور فی منامہا۔ الحمدللہ کہ خداوند کریم نے آپ ہی کی زبان فیض ترجمان سے اس مشکل کو حل کرا دیا اور قرینہ کی ضرورت مان گئے آپ اپنی جماعت کو بھی یہی ہدایت کر دیں بہت بڑا اجر ہوگا۔ موت اور نوم جو ایک معنی کلی کے افراد ہیں ان کی تعیین کے لئے قرینہ کی ضرورت ہے:

آئے صد بار التجاء کر کے کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

اور یہ بھی آپ ہی کا مقولہ ہے کہ: ''**النوم اخو الموت**'' اس کے اعتبار سے

نوم اور موت تو دونوں بھائی ٹھہرے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک بھائی کے لئے قرینہ قائم ہو اور دوسرا بھائی اس حصہ سے محروم کیا جائے۔ اس مجاز سے دونوں کو سرفراز کر دیجئے۔ بس مقدمہ فیصل ہے بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا۔

مگر افسوس آپ کی فراموش کاری انتہاء کو پہنچ گئی کہ آپ اس کے بعد کہتے ہیں بخاری شریف جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس جیسے صحابی مفسر قرآن سے ''یاعیسیٰ انی متوفیک'' کا معنی ممیتک لکھا ہے اور وہ جملہ سہو ہو گیا کہ الفاظ قرآنیہ اپنے معنی کے تفہیم کے لئے غیر کے محتاج نہیں ہیں۔ اچھا جب آپ نے ممیتک کی تفسیر عباسی لگا کر قرآن کریم کے معنی کی تفہیم کی تو اب ممیتک کے بعد ''الی اجلک'' بھی لگا۔ لیجئے! پھر اس میں کیا خرابی ہوئی جس طرح وہ غیر قرآن ہے اسی طرح یہ بھی غیر قرآن ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ آپ اپنے مطلب کی تفسیر پر اس قدر زور دیں اور خلاف منشاء سے اعراض کریں۔ کیا حقانیت اسی کا نام ہے۔ (حلوہ منہ میں اور کڑوا تھوک)

قول مرزائی

''حضرت امام الوقت ازالہ میں فرماتے ہیں: امام بخاری اسی غرض سے آیت کریمہ: ''فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم'' کو کتاب التفسیر میں لایا ہے اور اس ایراد سے اس کا منشاء یہ ہے تاکہ لوگوں پر ظاہر کرے کے ''توفیتنی'' کے لفظ کی صحیح تفسیر وہی ہے جس کی طرف آں حضرتﷺ اشارہ فرماتے ہیں یعنی مار دیا اور وفات دے دی اور حدیث یہ ہے: ''عن ابن عباس انہ یجاء برجال من امتی فیوخذ بھم ذات الشمال فاقول یا رب اصحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم'' (بخاری ص۶۶۵، ص۶۹۳)

قول مصطفائی

منشاء اس تحریر کا فقط دو باتوں پر ختم ہوتا ہے ایک تو یہ کہ رسول اللہﷺ نے اپنی توفی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے توفی کے جیسا قرار دیا۔ دوسرے یہ کہ بخاری نے جو باب التفسیر میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ اس سے غرض یہی ہے کہ امام بخاری کا بھی یہی خیال ہے جیسا کہ

خود بدولت (یعنی مرزا قادیانی) کا ہے۔ مگر جواب کے پہلے ہم مرزائی مغالطے کا اظہار کرتے ہیں کہ امام بخاری نے جو حدیث ابن عباس کی نقل کی ہے اس کو میرے مہربان مرزائی نے پوری نہیں بیان کی تا کہ ناظرین کو غور وفکر کا موقع ملتا۔

اب دیکھئے کہ اسی حدیث میں جس طرح ''کما قال العبد الصالح'' کا جملہ ہے۔ اسی طرح اس کے شروع میں ''کما بدأنا اوّل خلق نعیده'' بھی ہے۔ اب ان دونوں مقولوں پر ناظرین خود غور کر سکتے ہیں۔ اگرچہ یہ جملہ قرآن کریم کا ہے جس کو حضور انور نے بہ تصدیق بیان اور تناسب معانی کے طور پر بوجہ مشابہت ادنیٰ ملابست کے ارشاد فرمایا ہے کہ خداوند کریم ایک تھوڑی سی مناسبت اور جزئی مشابہت کی وجہ سے یوں فرماتا ہے کہ جس طرح ہم نے پہلی دفعہ پیدا کیا ہے، اسی طرح دوسری دفعہ بھی پیدا کریں گے اور اسی جزئی مناسبت کی وجہ سے قیامت کے روز ہم بھی اپنے معزز بھائی بندۂ صالح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ''فلما توفیتنی'' کہیں گے مگر اس سے یہ نہ سمجھنا کہ ہماری توفی اور عیسیٰ علیہ السلام کی توفی میں کلی مناسبت ہے اور اسی واسطے سرکار دو عالم نے پہلے ہی قرآنی آیت سے استدلالاً لوگوں کو آگاہ فرمادیا کہ خداوند کریم کے فرمانے کا یہ منشا نہیں ہے کہ جس طرح تم لوگ ماں کے شکم سے بوساطت نطفۂ منی کے انقضائے نو ماہ کے بعد پیدا ہوئے ہو اسی طرح بروز قیامت پیدا ہوگے۔ بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ کاف تشبیہ جو دلیل مغائرت ہے خداوند کریم نے تفریق بدأت دنیاوی واخروی کے لئے بیان کی ہے۔ اسی صورت سے ہمارے مقولہ ''کما قال العبد الصالح'' کا مطلب سمجھنا یہ نہیں کہ من کل الوجوہ ہماری توفی سے مسیح ابن مریم کے توفی کے ساتھ مناسبت ہے بلکہ انتقال مکانی جو ایک مشابہت جزئی ہمارے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان میں ہے۔ اس کی وجہ سے بحضور رب الانام ہم بھی ''فلما توفیتنی'' ہی عرض کر کے برأت تعلیم شرک والحاد بیان کریں گے۔

میرے مرزائی صاحب! اگر حضور انور ﷺ اس طرح ارشاد فرماتے کہ: ''فاقول ما قال العبد الصالح'' تو البتہ آپ کا استدلال صحیح تھا ''ما امرتنی'' اور ''کما امرتنی'' میں بہت بڑا فرق ہے۔ کلمہ کما کے ماقبل ومابعد کے لئے یہ لازمی نہیں ہے کہ وہ ہر طرح اور ہر وصف اور ہر حکم میں ایک ہی جیسے ہوں۔ کیوں جناب پہلی دفعہ تو اللہ تعالیٰ نے

ماں کے شکم سے نطفہ منی کے ذریعہ سے انسانی تخلیق فرمائی ہے۔ کیا بعینہٖ اسی طرح قیامت کے دن بھی لوگ پیدا ہوں گے۔

اگر آپ اسے تسلیم کرلیں تو خیر ہم بھی وہاں ویسے ہی مماثلت قبول کرلیں گے۔ حضور انور ﷺ رسول خدا افصح عرب وعجم کے صدقے اور نثار؟ آپ تو امیوں کی تعلیم کے واسطے آئے تھے بھلا وہ مسئلہ جو قرآن پاک خدا کی مبارک کتاب سے ثابت اور متحقق تھا۔ اس کے متعلق ایسا لفظ کیوں فرماتے جس سے ان پڑھ لوگوں کو اشتباہ کا سامنا کرنا پڑتا۔

اب امام المحدثین حضرت امام بخاری کا قول جس پر آپ اکثر بزور الفاظ چیخا کرتے ہیں۔ انصاف پسند تو ضرور ہی کہیں گے کہ آپ نے حدیث فہمی میں سخت ٹھوکریں کھائی ہیں۔ آیئے ہم آپ کو بتلائیں کہ امام المحدثین کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا خیال تھا۔ کتاب احادیث الانبیاء میں نزول عیسیٰ ابن مریم کرکے باب کا منعقد کرنا حضرت ابوہریرہؓ کا استدلال پیش کرنا حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں توفی کا مختلف معنی لحاظ کیا جانا ابوہریرہؓ کی حدیث کو مسنداً بیان کرنا۔ اس سے کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ امام بخاری کا خیال وفات عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کا تھا۔

اس کے بعد آپ نے درمنثور اور ابن کثیر کی روایت پر چارطرح سے زور لگایا ہے کہ یہ حدیث بالاسناد نہیں بشرط صحت حدیث مرسل ہے۔ قرآن کی تیس آیتیں اس کی مکذب ہیں۔ امام بخاری کی روایت ابن عباس سے موت ثابت ہے۔

پہلے تو آپ نے اسناد حدیث کا انکار کیا اس کے بعد اس کی صحت تسلیم کرکے حدیث کو مرسل قرار دیا اور قرآن کی آیتوں کو اس کی مکذب ٹھہرایا۔ ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ جب حدیث مرسل ٹھہری تو غایۃ مافی الباب اس کی صحت میں ضعف واقع ہوا اور بہت سے بہت یہ حدیث ضعیف ہوگی جس کی نسبت آپ کے حضرت اقدس کا فرمان واجب الاذعان یہ ہے کہ آخر حدیث ہی تو ہے۔ یہ ثابت نہ ہوا کہ وہ کسی مفتری کا قول ہے۔ مرزا قادیانی تو ضعیف حدیث کی بھی اتنی وقعت کرتے ہیں اور اثبات مدعا کے لئے اس کا دامن نہیں چھوڑتے اور آپ کیسے مرید ہیں کہ ایسے ایرے غیرے رطب ویابس روایتوں کو بجز اس کے کسی بڑے صندوق کے کونے میں ڈال رکھیں۔ ہمارے نزدیک کیا بلکہ جمیع اہل اسلام کے نزدیک کچھ وقعت نہیں فرماتے ہیں۔

اب فرمایئے کیا مرزا قادیانی اہل اسلام سے نہ تھے جنہوں نے ضعیف حدیث کی وقعت کی کیا مرزا قادیانی کے پاس وہ بڑا صندوق نہ تھا جس کے کونے میں رطب و یابس حدیثوں کو ڈال رکھتے۔ شاید قادیان سے آپ بڑے صندوق کو لے بھاگے ہوں گے اور دریا پور سونگڑا میں لا کر رکھا ہوگا۔ بس اب جو حدیثیں اس قسم کی آپ کے سامنے پیش ہوں انہیں اپنے بڑے صندوق کے کونے میں ڈالتے چلے جایئے۔ مبارک باشد۔

پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ کا جو مذہب رفع الی السماء کا ہے اس کی تاویل بلیغ یوں کی جاتی ہے کہ یہ سچ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رفع الی السماء کا ہے مگر بعد موت کے اور ہم اس کی کب مخالفت کرتے ہیں۔ مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ ابن عباس بعد موت کے رفع الی السماء کے قائل تھے۔ یہ دعویٰ بلا دلیل کوئی کیوں کر تسلیم کرے گا۔

اچھا آپ کی خاطر سے ہم اسے بھی مان لیتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رفع الیٰ السماء بعد الموت کے قائل تھے لیکن یہ تو آپ نے بھی تسلیم کرلیا کہ یہ سچ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ رفع الی السماء کا ہے اور ہم اس کی کب مخالفت کرتے ہیں۔ خدا ایسا ہی کرے۔ کہیں آپ پھر اس کی مخالفت نہ کریں۔

ہاں! یہ تو فرمایئے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لاش آسمان پر اٹھائی گئی اور حسب قرارداد آپ کے امام بخاری بھی اسی کے قائل ہوئے تو کیا ایسی حالت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ اور امام بخاری نے اس عام قاعدۂ فطرت کا خلاف نہ کیا۔ جس کی نسبت آپ زور دیا کرتے ہیں کہ عام قاعدہ یہی ہے کہ آدمی دنیا میں پیدا ہوکر مرے اور اس کی لاش زیر زمین مدفون ہو یہ مخالفت عقیدہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا کس دلیل سے ہوا، اور اب جس دلیل سے اس عام قاعدہ کی مخالفت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کی ہے اسی دلیل سے ہم کہتے ہیں کہ خدا نے زندہ مع جسم عنصری کے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اٹھالیا۔ فما هو جوابکم وهو جوابنا!

قول مرزائی

سوال: آیت: ''ثم بعثناکم من بعد موتکم الایة'' اور حضرت عزیر وغیرہ کے واقعات میں موت سے مراد غشی لی گئی ہے۔ متوفیک کے معنی ممیتک جو بخاری کی کتاب

التفسیر میں آیا ہے چاہئے کہ وہاں بھی غشی کا معنی لیا جائے۔

جواب: جب اکثر آیات واحادیث صحاح اس بات پر یقین دلاتی ہیں کہ مردہ دوبارہ دنیا میں آ کر زندگی بسر نہیں کرتا جس سے بعد دخول کے جنت دوزخ سے نکلنا اور دوبارہ موت کا مزہ چکھنے کا استحالہ لازم آتا ہے۔ اس لئے ان دوتین آیتوں میں غشی کا معنی لے کر تعارض قرآنیہ کو دفع کیا گیا۔ بخلاف اس مقام کے کہ معنی متعارف سے انحراف کے لئے وجہ وجیہ معلوم نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولیٰ کریم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے ہوش کر کے اٹھا لینے میں کیا مصلحت تھی کیا باہوش اٹھانا اس کے قبضۂ اقتدار سے خارج تھا جو ایک امر مستحسن ہے۔

قول مصطفائی

یہ سوال وجواب دونوں ہی غلط ہیں۔ اب مجھ سے سنئے کہ آیت: ’’ثم بعثناکم من بعدموتکم‘‘ اور حضرت عزیر وغیرہ کے واقعات میں موت سے مراد حقیقی موت ہے اور غشی مراد لے کر استحالوں کا لزوم دکھلانا آپ کی خوش فہمی ہے۔ ’’ثم بعثناکم من بعد موتکم‘‘ یہ آیت پہلے پارہ سورہ بقرہ کی ہے۔

پوری آیت یہ ہے کہ: ’’واذ قلتم یٰموسی لن نؤمن لک حتی نری اللّٰہ جھرۃ فاخذتکم الصاعقۃ وانتم تنظرون ثم بعثناکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون‘‘

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اور یاد کرو جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز تیرا یقین نہ کریں گے جب تک نہ دیکھ لیں اللہ کو سامنے۔ پھر تمہیں پکڑ لیا بجلی نے اور تم دیکھتے تھے پھر ہم نے تم کو اٹھا کھڑا کیا تمہارے مرنے کے بعد تاکہ تم احسان مانو۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہے کہ اپنی قوم سے ستر آدمی چن کر اپنے ساتھ کلام الٰہی سنانے کو طور پر لے گئے تھے۔ ان لوگوں نے کلام الٰہی سننے کے بعد اللہ کے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور کہا کہ جب تک ہم کھلم کھلا اپنے سامنے اللہ کو نہ دیکھ لیں گے تمہارا یقین نہ کریں گے۔ اس بے ادبی پر آسمان سے بجلی ٹوٹی اور ان کو جلا گئی۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کے جی اٹھنے کی دعا مانگی تو خدا نے انہیں جلا اٹھایا۔ یہ ہے واقعہ اس آیت پاک کے متعلق غالباً آپ تو سنی سنائی باتیں آدھا تیتر آدھا بٹیر لکھتے ہیں۔ ایک ٹکڑا آیت کا لکھ کر گول

مول کہہ کر چلتے ہوئے بھلا جن لوگوں پر بجلی گری ہو کیا وہ لوگ غش میں آ کر اٹھ کھڑے ہوسکتے ہیں۔ کلام الٰہی تو صاف لفظوں میں یہ واقعہ بیان کر کے دکھلاتا ہے کہ مردے کا دوبارہ زندہ کرنا یہ کوئی استحالے کی بات نہیں۔ اس قسم کے واقعات ایک نہیں متعدد واقعات ایسے گزرے ہیں جن سے مردوں کا دوبارہ زندہ ہونا اور پھر زندہ ہوکر دنیا میں زندگی بسر کرنا معلوم ہوتا ہے ایک تو یہی واقعہ ہے۔

اب ایک اور آیت آپ کو سناتا ہوں۔ ’’**الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم**‘‘ (البقرہ:۲۴۳)

(ترجمہ) کیا تم نے نظر نہیں کیا ان کے حال پر جو نکلے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے۔ موت کے ڈر سے پھر کہا اللہ نے کہ مر جاؤ پھر انہیں جلا اٹھایا۔

حضرت من یہ بھی بنی اسرائیل کے چند لوگوں کا ایک واقعہ ہے جو وبا کے ڈر سے وطن چھوڑ کر بھاگ نکلے تو وبا نے ان کو وہیں آ دبایا اور سب کے سب مر گئے پھر ایک عرصہ کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام پیغمبر وہاں سے ہوگزرے اور ان کے دوبارہ جی اٹھنے کی دعا کی تو سب زندہ ہوگئے۔

نمرود ابن کنعان کا بھی یہی خیال تھا کہ خدا مردے کو زندہ نہیں کرسکتا اس وقت حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے یہ فرمایا کہ: ’’**ربی الذی یحیی ویمیت**‘‘ یعنی او بیوقوف میرا رب تو ایسا قادر مطلق ہے جو مردے کو زندہ کرتا ہے اور زندے کو مردہ اور اسی کی تصدیق بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حاصل کی کہ اے میرے رب تو کیونکر مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ حکم ہوا کہ کیا تمہیں اس بات کا یقین نہیں ہے۔ ابراہیم خلیل اللہ نے کہا کہ ہاں یقین تو بہت ہی کامل ہے۔ مگر اپنے اطمینان قلبی کے واسطے ہم اس کو ایک نظر دیکھنا بھی چاہتے ہیں حکم ہوا کہ اچھا چار جانوروں کو لو اور ہر ایک کے اعضاء علیحدہ کر کے پھینک دو اس کے بعد بلاؤ وہ سب زندہ ہوکر دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آئیں گے۔ دیکھئے یہ واقعہ بھی قرآن کی آیت ہی سے معلوم ہوا ہے۔

حضرت عزیر کا واقعہ تو ایسا روشن ہے کہ جس سے انکار کرنا آفتاب پر خاک ڈالنا ہے اور فی الحقیقت قرآنی آیات اور معجزات انبیاء کا انکار ہے۔ ’’**او کالذی مرّ علیٰ قریۃ**

وھی خاویۃ علٰی عروشھا قال انی یحیی ھٰذہ اللّٰہ بعد موتھا فاماتہ اللّٰہ مائۃ عام ثم بعثہ ’’(البقرہ:۲۵۹) جب بخت نصر بادشاہ بیت المقدس کو اجاڑ کر بنی اسرائیل کو قید کر کے لے گیا تو حضرت عزیر علیہ السلام جن کو یہود خدا کا بیٹا کہتے تھے بیت المقدس پر ہو گزرے اور اس کی ویرانی دیکھ کر بنظر تعجب بولے کہ وہ اللہ خلاف عادت احکام کیونکر نازل فرمائے گا اور یہ بستی مرنے کے بعد کیوں کر زندہ اور آباد ہو جائے گی۔ اس پر اللہ پاک نے ان کو سو برس تک مردہ کر رکھا اور پھر زندہ کر دیا:

دیکھئے قرآن حضرت دیکھئے اس کی قدرت شان حضرت دیکھئے

اور یہ مقولہ تو آپ کا ہمیں آب زر سے لکھنا لازم تھا کہ مولیٰ کریم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیہوش کر کے اٹھا لینے میں کیا مصلحت تھی۔ کیا باہوش اٹھانا اس کے قبضۂ اقتدار سے خارج تھا جو ایک امر مستحسن ہے۔ واللہ ہم اسی امر مستحسن کی نسبت اس قادر مطلق کی طرف کرتے ہیں۔ جناب آپ کیوں ہم پر خفا ہوتے ہیں اور اصل مدعا رفع جسمانی اور حیات مسیح ابن مریم کو چھوڑ کر کج راہ اختیار کرتے ہیں۔ ہمیں اس سے بھی انکار نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور ہی اپنی اجل مقررہ پر مریں گے۔ اب آپ ناطق کی دردسری کیوں اختیار کر رہے ہیں اور آیات واحادیث میں کہیں استعارہ، کہیں ترک حقیقت اور تاویلات بے اصل سے کھینچا تانی کر رہے ہیں۔

جب یہ بات آپ کو خود ہی تسلیم ہے کہ لفظ توفی کے معنی لغت میں متعدد ہیں۔ اب اس قدر بھی آپ نہیں سمجھتے کہ جس لفظ کے معنی متعدد ہوں، اسے مشترک کہا کرتے ہیں اور ادنیٰ طالب علم بھی اس قاعدۂ مشہورہ کو جانتا ہے کہ جب لفظ مشترک اپنے مختلف معانی میں سے کسی ایک معنی میں مستعمل ہوگا، وہاں قرینہ کی احتیاج ہے اور بلا قیام قرینہ کسی خاص معنی کی تعیین خلاف قاعدہ ہے اور اسی کو ترجیح بلا مرجح کہتے ہیں۔

اب وہ فیصلہ ہمیں دکھلایئے جس کی نسبت امام المحدثین امام بخاریؒ کی طرف آپ نے کی ہے کہ: ’’**یا عیسٰی انی متوفیک** ‘‘ سے سوائے موت کے کوئی دوسرا معنی نہ لیا جاوے۔ کیا واقعی امام بخاری نے ایسا ہی قطعی فیصلہ جاری کر دیا ہے یا آپ کی خوش فہمی اور نکتہ رسی ہے کہ جسے آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے ایسا سمجھا ہے۔ اگر یہی بات ہے تو آپ

اس فیصلہ کو بھی کیوں نہیں قبول کرتے کہ: ’’یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ‘‘ میں تقدیم وتاخیر ہے جن حضرات کا وہ فیصلہ ہے انہیں بزرگ کا یہ بھی فیصلہ ہے اور امام بخاری تو فقط ناقل فیصلہ ہیں۔ انہیں کیوں سمیٹ رہے ہیں۔ کیوں جناب اس تقدیم وتاخیر کے ماننے میں کون سی قیامت ٹوٹ پڑی جس کی نسبت آپ جامہ سے باہر ہوگئے اور آگے چل کر اس تقدیم وتاخیر کے قائلین پر تبرہ بازی شروع کردی ہے۔

دیکھئے! امام المحدثین کا قطعی فیصلہ ہم بتاتے ہیں۔ امام بخاری نے اس بات کا البتہ قطعی فیصلہ کردیا ہے کہ توفی کے معنی حقیقتاً متعدد ہیں اور اس توفی کی چند صورتیں ہیں جسے حضرت ابن عباسؓ کی روایت: ’’فاقول کما قال العبد الصالح‘‘ سے صاف ظاہر کردیا کہ توفی کی دو صورتیں ہیں ایک بطور رفع اور ایک بصورت موت جس کو سرتاج اہل لسان افصح عرب وعجم کی زبان پاک سے ثابت کر دکھلایا۔

بھلا اب ایسے اہل لسان افصح عرب وعجم محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقابلہ میں ہم کس کو مان سکتے ہیں یہ تو آپ ہی حضرات کی ہمت ہوگی کہ حضور انور کے کلام بلاغت نظام کو چھوڑ کر دوسرے اہل لسان کی تلاش کرتے ہوں گے۔ اس کے بعد ایک عجیب وغریب قاعدہ کو گڑھا ہے کہ توفی بمعنی موت اور موت بمعنی غشی ہے اور غشی بمعنی فلان اور فلان بمعنی الیٰ غیر نہایہ درحقیقت الفاظ کی تفسیر کے لئے تسلسل کے سلسلہ کو رواج دینا ہے جو بالبداہۃ باطل ہے کسی لفظ کے معنی بیان کرنے میں تسلسل کے سلسلہ کا پایا جانا ہماری سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ علم منطق میں یہ نئی جدت ہے۔ تسلسل کے تو یہ معنی ہیں کہ بے شمار امور جانب ازل میں لگاتار ہوتے ہوئے چلے جائیں اور یہ سلسلہ کہیں ختم نہ ہو اور عقل اس کے ناممکن ہونے کا اس لئے حکم لگاتی ہے کہ اس سے متعدد محالات لازم آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو چیز مستلزم محال ہوتی ہے وہ خود محال ہوتی ہے اور اس تسلسل کے باطل ہونے کی بہت سی دلیلیں ہیں۔ ہم آپ کے اس تسلسل کو اگر تسلیم بھی کرلیں تو اس کا ابطال برہان تطبیق سے ہوگا یا برہان سلمی سے جو بات ہے، حضور کی وہ لاجواب ہے۔

اس کے بعد آپ نے ہزاری اشتہار کی طرف اشارہ فرما کر حضرات واعظین وعابدین جو پروردگار عالم مالک حقیقی کے متبرک مکان سے دلی موانست اور قلبی تعلق رکھتے ہیں اور جن لوگوں کی صفت حضور انور رسول خدا ﷺ نے ان الفاظ میں ادا فرائی ہے کہ:

’’رجل تعلق بالمساجد ‘‘اور جنہیں کفارو بے دین مسجدی ملا جیسے تمسخرانہ آمیز لفظوں میں کہا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو آپ نے مخاطب قرار دے کر ان کے شان عالی میں جو الفاظ آپ نے یاد فرمائے ہیں، ہم اس کی نسبت کچھ عرض نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہم اس کلام کو ایسا ہی سمجھتے ہیں کہ جیسا مولوی ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان امرتسری نے الہامات مرزا کے جواب لکھنے والے کو دو ہزار کا وعدہ کیا ہے۔ اس لئے ہم بھی کہتے ہیں کہ کدھر ہیں وہ مرزائی ملّاں اور قادیانی واعظ جو چندہ حاصل کرنے کی غرض سے گاؤں گاؤں پھر کر منارۃ المسیح وغیرہ کے لئے پیسہ دو پیسہ بٹورتے ہیں۔ آج اٹھیں اور مولوی ثناء اللہ صاحب سے اس رقم کثیر لینے کی کوشش کریں۔(وانی للهم ذالک)

اس کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ اگر قائلین حیات مسیح مایوس ہوکر ’’وانه لعلم للساعة ‘‘وآیت:’’ویکلم الناس فی المهد وکهلا ومن الصالحین ‘‘پیش کریں تو ہمیں اس کے جواب میں یہی کہہ دینا کافی ہے کہ ان دو آیتوں کو مابہ النزاع سے کچھ تعلق نہیں۔ بس اس کے جواب میں ہمیں بھی یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ان تیس آیتوں کو جنہیں مرزا قادیانی نے وفات مسیح پر دلیل قائم کیا ہے، وفات مسیح سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر ان دو آیتوں کو بلا دلیل مابہ النزاع سے کچھ تعلق نہیں ہے تو ایسا ہی آپ کے کل استدلالوں کو وفات مسیح سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ چلو چھٹی شد۔

تمہاری تیغ کا سر چڑھ کر کے لے لیا بوسہ کسی طرح سے نہ کم تم سے بانکپن میں رہے

ہمارے مرزائی صاحب نے ’’منصفو!‘‘ کی سرخی کے تحت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہؒ، امام بغوی حافظ ابن کثیر وغیرہ مفسرین قرآن کے شان میں سخت بے باکی سے کام لیا ہے اور تقدیم وتاخیر آیات قرآنیہ کے ماننے والوں پر کورانہ حملہ کیا ہے۔ وہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جن کی تفسیر ممیتک پر کس قدر سراہا گیا تھا اور جدید عقیدہ کی تائید میں کیسا کچھ نہیں زور دیا گیا۔ اب وہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جو اسی آیت:’’انی متوفیک ‘‘میں تقدیم وتاخیر کے قائل ہوئے تو خلاف مقصد ہونے پر گالیوں سے خبر لی گئی۔ اے میرے مالک تو ہم مسلمانوں کو ایسی نفسانیت سے دور رکھ۔

صاحبو! سوچو اور خدا واسطے غور کرو کہ کلام ربانی کی کیسی کھلی توہین ہے اور نظم قرآنی

کی کس قدر تحریف ہے کہ استعاروں سے تمام قرآن پاک کو بھر مارا۔ ہر ایک آیات قرآنیہ کا مورد اپنے حضرت اقدس کو قرار دے دیا۔ کہیں ''انا انزلناہ قریباً من القادیان'' کا جملہ قرآن پاک میں لگا کر اپنا دل خوش کیا گیا۔ اللہ اللہ جو کلام حد اعجاز تک پہنچ گیا ہو جس کا حرف حرف مکتوب لفظ لفظ محفوظ اس کو اپنے خیال فاسد کی تائید میں کس طرح ردوبدل کر کے مفسرین متقدمین کی رائے کی تغلیط کی جارہی ہے۔

اس کے بعد آپ نے ایک سوال کے ذیل میں کچھ قواعد نحویہ کی مٹی پلید کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: ''فلمّا توفیتنی'' سے ممات مسیح ثابت ہے اور اس کی بناء دو مقدموں پر قائم کی ہے۔ مقدمہ اولیٰ تو یہ ہے کہ توفی کے معنی موت کے ہیں۔ مقدمہ ثانیہ یہ ہے کہ یہ سوال وجواب زمانہ ماضی میں ہوا ہے۔ کیونکہ آیت میں صیغہ ماضی کا ہے اور وہ بھی اذ کے ساتھ جو مخصوص برزمانہ ماضی ہے۔ یہ ہے خلاصہ آپ کی اس تقریر کا۔

جناب عالی توفی کے حقیقی معنی تو وہی ہیں جو ہم نے پہلے بیان کئے ہیں۔ اسی وجہ سے آیت: ''فلمّا توفیتنی'' میں رفعتنی کا ترجمہ ہوتا ہے جس کے قراین قویہ یہاں پائے جاتے ہیں۔ اس لئے مقدمہ اولیٰ تو بالبداہتہ باطل ہے اور مقدمہ ثانیہ کا ابطال بھی اجلی بدیہات سے ہے کہ ماضی کا صیغہ اذ کے ساتھ آنے میں اس کی کوئی خصوصیت نہیں ہے کہ یہ قصہ ہی قیامت کا نہ ہو۔ دیکھئے! قرآن کریم میں ایک نہیں ہزاروں مقامات پر اللہ جل شانہ نے صیغہ ماضی کا ارشاد فرما کر زمانۂ استقبال ہی مراد لیا ہے۔ دیکھئے! ''اذ تبرء الذین اتبعوا. ونادی اصحاب الجنة اصحاب النار وغیر ذلک'' الحاصل حالات قیامت اور کیفیات آخرت جو بزمانہ ماضی معتبر ہوتے ہیں اور وہ فی الحقیقت زمانۂ مستقبل کے ساتھ متعلق ہیں۔ یہ اس واسطے کہ تحقق وقوع حکایت حال کا امر کچھ ایسا یقینی اور ضروری ہے کہ جس کو ماضی کے لفظوں میں بیان کر دیا جاتا ہے نہ یہ کہ فی الحقیقت وہ واقعہ ہو چکا۔

چنانچہ ''یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم'' ابتداء آیت سے پڑھ کر دیکھ لیجئے کہ یہ قصد زمانۂ ماضی کا ہے یا زمانہ استقبال کا اور آپ کا یہ ارشاد تو معارف قرآنیہ کا نمونہ ہے کہ قیامت سے پہلے اور مرنے کے بعد ہی انسان سے حساب وکتاب ہو جایا کرتا ہے۔ ہم اس کے متعلق کیا کہیں واقعی آپ لوگوں کی معارف دانی اور نکتہ رسی کی داد دینا

چاہئے۔ کیوں نہ ہو بھئی کیا خوب کام کیا ہے چلو چھٹی ہوئی قیامت کا کھٹ کھٹ تو چھوٹا۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

قول مرزائی

اس مسئلہ حیات حضرت مسیح ناصری میں مرزا غلام احمد قادیانی منفرد ہیں، کوئی ان کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ اعتراض عدم فکر وخوض سے پیدا ہوا ہے جس کے پلے خدا اور رسول ہوں اور کتاب وسنت اس کی تائید کرے تو اس کو دوسرے کی عدم شرکت سے کیا پرواہ ہے۔ نیز امام مالکؒ وفات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل ہیں۔ ان کے مقلد بھی اس باب میں اپنے امام کے تابع ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وربیع ووہب وامام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری کا عقیدہ اس طرف ہے اور ابن تیمیہ وابن قیم حنبلی وابن حزم کا بھی یہی مسلک ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بلکہ کل صحابہ کا اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات پر نزاع پیدا ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر کوئی کہے گا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے تو میں اس کو قتل کردوں گا۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور یہ آیت پڑھی: ''وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل'' (آل عمران:۱۴۴)

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے اور یہ فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ابھی اتری ہے۔ اب اگر رسول اللہ ﷺ سے پہلے کوئی نبی زندہ تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس استدلال پر اعتراض کیا جاتا مگر نہیں سب صحابہ نے تسلیم کرلیا اور اس مسئلہ پر اجماع ہوگیا۔ کیا اب بھی مرزا قادیانی کو منفرد کہو گے۔ پھر حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے فوز الکبیر میں اپنا یہی مذہب لکھا ہے۔

قول مصطفائی

حضرات ناظرین! یہ عبارت ہمارے دریاپوری مرزائی کی ہے جس کا مطلب بہت صاف ہے اور ہمیں اب اس متنازعہ فیہ مسئلہ کا تصفیہ کرنا بہت آسان ہوگیا۔ اگرچہ مرزائی دریاپوری نے عبارت مذکورہ میں جو اس قدر طول وطویل فہرست مندرج کی ہے، اس کے ساتھ کسی ایک کا بھی قول بیان نہ کیا۔ اسی واسطے میرا دل یہ چاہتا تھا کہ میں اسی موقع پر اس

بیان کا خاتمہ کردوں لیکن ہم ناظرین کو فقط ایک بات یاد دلائے دیتے ہیں۔ ذرا خوب غور کریں۔ مذکورۂ بالا عبارت میں ہمارے مرزائی دریاپوری نے یہ پرزور تحدی اور ایک زبردست دعویٰ کیا ہے کہ جس طرح وفات مسیح کے قائل ہمارے مرزا قادیانی ہیں۔ اسی طرح خدا رسول وامام مالک صحابہ وغیرہ حتیٰ کہ مولوی شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی بھی وفات ہی کے قائل ہیں اور اس پر اجماع ہو چکا ہے۔

دیکھئے! آگے چل کر اس سے بھی انکار کیا گیا ہے اور اسی بیان پر ہماری تحریر کا اختتام ہوگا۔ ہم اس وقت اشارۃً ناظرین کو آگاہ کر دیتے ہیں تاکہ مرزائی صاحب کی روباہ بازی کا اظہار ہوتا چلے۔ مگر اس مقام پر بھی ہم ایک عیاری دریاپوری صاحب کی دکھلاتے ہیں۔ آپ گل فشانی فرماتے ہیں کہ کتاب وسنت جس کی تائید کرے تو اس کو دوسرے کی عدم شرکت سے کیا پروا ہے؟ بھئی اپنے منہ میاں مٹھو بننا اچھا۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ نے تو آپ کی ذرہ بھر بھی تائید نہ کی۔ بھلا کتاب وسنت جس کی تائید کرے اس کی تکفیر کیوں مشہور عام ہوتی یہ تو اس کی مخالفت ہی کا اثر ہے جس نے اس حبل المتین عروۃ الوثقیٰ کی مخالفت کی اس کی یہی گت ہوگئی ہے۔

پیارے مرزائی! اگر کتاب وسنت ہی آپ کی مؤید تھی تو پھر امام مالک اور ان کے مقلدین کو جھوٹ موٹ کیوں شریک کر لیا۔ اگرچہ اسی تحریر سے اختلاف بیانی کا پتہ چلتا ہے کہ ابھی تو آپ نے یہ فرمایا کہ دوسرے کی عدم شرکت سے کیا پروا ہے؟ اس کے ساتھ ساتھ کہیں امام مالکؒ کو کہیں ابن عباسؓ وامام بخاری بلکہ کل صحابہ کرام حتیٰ کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی بھی شرکت گوارا کر لیا۔ خدا ورسول کی شرکت سے جب آپ نے کام ہوتے نہ دیکھا تو جھٹ پٹ ان حضرات کو بے فائدہ کا شریک کر لیا جس سے رہا سہا بھانڈا آپ کا اور بھی پھوٹ گیا اور کل کیا دیاں اور ہر طرح کی روباہ بازیاں ظاہر ہوگئیں۔ بھلا امام مالک کا کوئی قول تو دکھلایا ہوتا جس کو مقلدین امام مالکؒ نے ان کی جانب وفات مسیح کا خیال ظاہر کیا ہو۔ کیا مجمع بحارالانوار امام مالکؒ کی تصانیف سے ہے۔ آپ نے امام مالکؒ کا وہ قول جس کو بحارالانوار والے نے کسی یہودی کا قول منسوب با امام مالکؒ کر کے لکھا ہے اس کی بناء پر امام مالکؒ کو قائل وفات مسیح ٹھہراتے ہیں۔

افسوس ہے ایسے استدلال پر، اچھا مجمع بحارالانوار کا یہ بیان کہ امام مالکؒ کا یہ قول ہے تینتیس برس کی عمر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قضاء کی، اگر صحیح ہے تو اسی بحارالانوار والے نے اکثروں کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہیں۔ اسے آپ نے کیوں چھوڑ دیا۔ ایک یہودی کا بیان جس نے امام مالکؒ کی طرف اس کی نسبت کردی اس بناء پر کیسا زور لگایا اور مخالف مدعا سمجھ کر جمہور کا قول پس پشت ڈال دیا گیا اور جب امام مالک کے مقلدین کا کوئی قول نہ ملا اور کوئی سند آپ کو نہ ملی اس وقت آپ نے یہ لکھ دیا کہ ان کے مقلدین بھی اس باب میں اپنے امام کے تابع ہوں گے۔ اس کے بعد آپ نے فہرست لکھی محض بے سود ان میں کسی ایک کا بھی یہ مسلک نہ تھا۔

صحابہ کرام کا اجماع ہم اس کی حقیقت ''**وما محمد الّا رسول قد خلت من قبله الرسل**'' کی بحث میں دکھلائیں گے۔ مگر مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے فوز الکبیر میں جو عبارت لکھی ہے جس سے آپ نے وفات مسیح کا خیال ان کی طرف منسوب کیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ فوز الکبیر کی عبارت درج کردیں۔ بس یہیں سے اس مسئلہ کا تصفیہ ہوجائے گا اور ناظرین پر آپ کی کیا دی ظاہر ہورہی گی۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب فوز الکبیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''نیز اختلافات ایسان یعنی نصاریٰ یکی آن است کہ جزم می کنند کہ حضرت عیسیٰ مقتول شدہ است وفی الواقع در قصہ عیسیٰ اشتباہی واقع شدہ بود رفع برآسمان راقتل گمان کردند الخ۔''

قول مرزائی

جب کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات پر نزاع پیدا ہوا اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ اگر کوئی کہے گا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پاگئے تو میں اس کو قتل کردوں گا۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خطبہ پڑھا اور یہ آیت پڑھی: ''**وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل**'' اس پر حضرت عمرؓ خاموش ہوگئے اور یہ فرمایا کہ یہ آیت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اتری ہے۔ اب اگر رسول اللہ ﷺ سے پہلے کوئی نبی زندہ تھا تو حضرت ابوبکرؓ کے اس استدلال پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ مگر نہیں سب صحابہ نے تسلیم کرلیا اور اس مسئلہ پر اجماع ہوگیا۔ الخ

قول مصطفائی

اکثر مرزائیوں کا آیت مذکورہ بالا پر بڑا ناز ہے۔اس لئے ہم بھی چاہتے ہیں کہ اس کی تشریح میں دل کھول کر بحث کریں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہورہے۔ سب سے پہلے اس آیت کا شان نزول سننا چاہئے۔ یہ آیت تو ہمارے سرکار دوعالم محمد مصطفیٰ ﷺ کے حیات پاک ہی میں نازل ہوئی تھی جس وقت آپ جنگ احد میں تشریف لے گئے اور خلفشار عام میں یہ غلط خبر مشہور ہوگئی کہ حضور انور رسول خدا تو شہید ہوگئے تو اس خیال فاسد کی وجہ سے اکثروں کے خیالات منتشر اور پریشان ہوگئے۔ادھر کفار کا یہ عام خیال کہ نبوت وموت میں منافات کلیہ ہونا چاہئے۔اس طرف نصاریٰ کا یہ گمان کہ جب قرآن کریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ مع جسم عنصری کے آسمان پر اٹھ جانا معلوم ہوا تو آپ تو خاتم الانبیاء ہیں۔آپ کو ہمیشہ ہمیشہ زندہ ہی رہنا چاہئے اور یہی نشان نبوت ہے۔

انہیں خیالوں کی وجہ سے اکثر کفار سرکار دوعالم کی خدمت عالی میں آتے اور کہا کرتے کہ اگر آپ فی الواقع نبی اور رسول برحق ہیں تو بھلا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اور اب تک زندہ ہیں۔اسی طرح آپ بھی آسمان پر چڑھ جائیں اور وہاں سے کوئی کتاب بھی لے آئیں اور اس آمدورفت کو ہم دیکھ بھی لیں۔

ان گستاخانہ سوالات پر حکم آیا کہ اے پیارے رسول ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ خدا پر یہ سب زور وتحکم زیبا نہیں ہے اور ہماری شان تو خدائی کی نہیں ہے کہ اپنے زور وقوت سے آسمان پر چڑھ جائیں۔ ہم بھی تو آخر انسان ہی ہیں۔ ہاں! جب اس کی مشیت ان کاموں کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اور جس کے ساتھ جو کام لائق سمجھتا ہے کرگزرتا ہے۔اب تم لوگوں کا یہ خیال کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے اسی طرح میں بھی زندہ رہوں اور تم لوگوں میں ہمیشہ زندگی بسر کروں یہ خیال اور قیاس غلط ہیں۔''**وما محمد الّا رسول**'' محمد بھی تو ایک رسول ہے۔''**قد خلت من قبله الرسل**'' اس کے پہلے بہت سے رسول ہوگزرے کیا تم نہیں دیکھتے کہ کسی پیغمبر کی عمر زیادہ ہوئی کسی پیغمبر کی عمر کم ہوئی کوئی نبی قتل کیا گیا کسی کے سر پر آرہ چلایا گیا، کوئی نبی اپنی موت سے قضاء کرکے زیر زمین مدفون ہوا، کسی کو آسمان پر زندہ مع جسم عنصری کے اٹھالیا۔

الغرض رسولوں کے مختلف حالات ہیں، اسی طرح اگر ہم بھی اس دنیا میں اپنی موت سے قضاء کر جائیں یا قتل کئے جائیں، اس سے یہ نہ سمجھو کہ ہم نبی برحق نہیں ہیں اور نبوت وموت میں منافات ہے جس وقت جنگ احد میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس وقت کفاروں کے خیالات میں فوراً سکون ہوگیا۔ اب بعد وفات سرکار دوعالم کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا خطبہ میں لوگوں کو سمجھانا کچھ اس وجہ سے تو تھا نہیں کہ اب تک کوئی نبی زندہ ہی نہیں ہے کیوں یہ خیال تو حضور انور نے دلا ہی دیا تھا کہ: ''**وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل**''

جس سے لوگوں کے وہ منافات نبوت وموت کے خیالات میں اصلاح ہوچکی تھی اور حضرت عمرؓ بھی اس آیت پاک کے نازل ہونے کی کیفیت سے بخوبی واقف ہی تھے۔ بلکہ تلاوت بھی کیا کرتے تھے بھلا انہیں یہ کیونکر خیال ہوسکتا تھا کہ نبوت وموت میں منافات ہے۔ البتہ بعد وفات سرکار دوعالم ﷺ کے معاندین کے وہی سابقہ خیالات پھر عود کر آئے اور اسی کی اصلاح حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمادی کہ جب یہ مسئلہ قرآن پاک سے طے پاچکا ہے کہ دنیا میں جس قدر رسول آئے ان کی حالتیں مختلف ہیں کسی کو رفع الی السماء ہوا اور کوئی مدفون زمین ہوا، کوئی مقتول ہوا، اسی طرح اگر ہمارے سید ومولیٰ آقائے نامدار بھی اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر رہگزرائے عالم بقاء ہوئے تو اس سے آپ کا نبی برحق نہ ہونا اور تمہارا یہ خیال کرنا باطل ہے۔

اسی مقصد کا اظہار خطبہ صدیقی میں تھا اور اس کا ثبوت ''**وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل**'' کی آیت پڑھ کر سمجھا دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کل انبیاء کرام کو اگر رفع الی السماء ہوا ہوتا تو تمہارا یہ قیاس صحیح تھا۔

اب ناظرین انصاف کریں کہ اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حیات کا ثبوت ہے یا وفات کا ثبوت ہے۔ خلت کا ترجمہ امات کرنا کس قدر خلاف محاورہ عرب ہے۔ یہاں محاورات قرآنیہ کا خیال تک نہ رہا کہ: ''**سنة الله التی قد خلت**'' اور ''**قد خلت من قبلکم سنن**'' میں کیا ترجمہ ہوگا۔ کیا اللہ کی کل سنتیں مرگئیں؟ پیارے مرزائی! خلت کا اشتقاق خلو سے ہے جس کے معنی جگہ خالی کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''**واذا خلوا الٰی شیاطینهم**'' یعنی جس وقت یہ منافق

گزرتے ہیں اپنے رئیسوں کے پاس۔ آپ کے لغت کے روسے اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ جس وقت منافقین مرجاتے ہیں اپنے رئیسوں کے پاس۔ اس کے بعد الرسل کے الف لام پر زور طبع صرف کیا گیا ہے کہ یہ الرسل کا الف لام استغراقی ہے اور خلو کے معنی موت کے ہیں۔ اگر الف لام کو استغراق ہی تسلیم کرلیا جائے تو آیت کے نازل ہونے کے وقت حضور انور ﷺ کا مرنا بھی ماننا ہوگا۔ حالانکہ وقت نزول آیت آپ زندہ سلامت باکرامت تھے۔

اچھا مرزائی صاحب ہم آپ کی خاطر سے اسے مان بھی لیں کہ یہ قضیہ کلیہ ہے اور اس میں کل انبیاء کرام داخل ہیں جب بھی تو آپ کا مقصد نہیں ثابت ہوتا کیونکہ غایت مافی الباب یہ دلیل عام ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا ثبوت دلیل خاص سے ہے اور عام دلیل معارض دلیل خاص نہیں ہوتی۔ دیکھئے! عام قاعدہ تو یہ ہے کہ انسان نطفہ منی کے وساطت سے پیدا ہوا۔

اب دیکھئے حضرت آدم وحوا علیہما السلام اس دلیل عام سے علیحدہ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ کیا کوئی عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوساطت ابوت نطفہ منی کے ذریعہ سے پیدا ہوئے۔ اگر آپ اس بات کو ثابت کردیں۔ اس وقت ہم ضرور اس عام قاعدہ کے روسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات تسلیم کرلیں گے۔ (فانّٰی لھم ذالک)

اس کے بعد آپ کی فخریہ تحریر یہ ہے کہ: قائلین حیات مسیح کے لئے جب قرآن کریم سے کچھ تائید نہیں ملتی تو ’’وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا‘‘ پڑھ کر بڑے زورشور سے احادیث نبویہ پر ہاتھ ڈالتے ہیں۔ الخ!

جناب من! خدا ہمیں ایسی ہی توفیق مرحمت فرمائے یہ کلام آپ کا ہمارے واسطے باعث فخر ہے کہ آیت مذکورہ پڑھ کر احادیث نبویہ پر ہاتھ ڈالتے ہیں اور خدا آپ کو اس دولت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ سے محروم ہی رکھے۔ مگر یہ ارشاد کہ قائلین حیات مسیح کے لئے جب قرآن کریم سے کچھ تائید نہیں ملتی۔ سراسر جہالت اور تعصب نفسانی ہے۔ میں سچ آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ میرا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن پاک کی سو آیتوں سے حیات مسیح کا ثبوت پیش کرسکتا ہوں۔

آیئے! آپ کو تو معارف قرآنیہ کا دعویٰ ہے کہ میرے مقابلے میں کوئی شخص اسرار ومعارف قران کو نہیں بیان کرسکتا۔ اس موقع پر ہم تمام مرزائیوں کو پکار کر کہتے ہیں کہ جس آیت قرآنیہ کو وہ وفات مسیح میں پیش کریں گے ہم اسی آیت سے حیات مسیح کا ثبوت دیں گے اور یہی ہے ہماری معارف دانی۔ (ہے کوئی مرزائی آئے)

مگر افسوس ہے تو ہمیں آپ کی ذات عالی پر کہ باوجود قبولیت اصل حال اپنی غرض حاصل ہونے کے واسطے ایک استعارہ کی قید لگادیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب صحیح ودرست ہے۔ ہم بھی نزول مسیح موعود کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر پیارے مرزائی آپ تو بطور استعارہ کے ایک مرد مسلمان کو قرار دے رہے ہیں اور پیشین گوئی حضور انور ﷺ کو اپنے مرزا قادیانی کی ذات سے ملحق کیا چاہتے ہیں اور اسی کے واسطے آیات قرآنیہ میں حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجاز کی طرف دوڑنا ہوا۔ لیکن بفرض محال ہم اسے بطور استعارہ کے ایک مرد مسلمان ہی سمجھیں تو بھلا وہ مرزا قادیانی ہی کیونکر ہوئے۔

علاوہ اس کے آپ تو خود فرماتے ہیں کہ مرد مسلمان مراد ہونا چاہئے۔ مرد مسلمان تو وہی ہے جو حضور انور رسول خدا ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والا ہو اور قرآن واحادیث کا مخالف نہ ہو۔ بہرکیف آپ نے ایک ضعیف حدیث کے ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھا ہے۔ حالانکہ آپ کے مرزا قادیانی نے ضعیف حدیث کی بڑی وقعت کی ہے اور اسے استدلالاً پیش بھی کیا ہے۔ اس اعتبار سے بھی آپ کے مرزا قادیانی بحکم جناب مرد مسلمان نہ ٹھہرے۔ پھر آپ کا زور صرف کرنا اور خواہ مخواہ مرزا قادیانی کو مسیح موعود بنانے کی خاطر آیات واحادیث میں استعاروں کو بھر دینا ایک فعل عبث ہے۔

اچھا ہمارے اور آپ کے درمیان میں اسی امر پر مباحثہ قرار پائے کہ آپ مرد مسلمان مرزا قادیانی کو ثابت کردکھائیں جس وقت آپ مرزا قادیانی کو مرد مسلمان ثابت کردیں گے۔ ہم لوگ بشوق آپ کے ساتھ ہوجائیں گے۔ لیجئے! یہ بہت آسان طریقہ ہم نے بتلادیا ہے۔

اگر اب بھی آپ نے کوشش نہ کیا اور ہمارے مقابلہ میں نہ آئے تو اس وقت ہمیں ضرور یہ کہنا ہوگا:

مشکل بہت بڑے گی مقابل کی چوٹ ہے ۔۔۔ آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

مسلمانو! سوچنے اور سمجھنے کا مقام ہے کہ حضور انور محمد مصطفیٰ نبی عربی ﷺ کی ذات بابرکات تو ان پڑھ جاہلوں کے تعلیم وتربیت کے لئے دنیا میں آئی تھی جن کا کلام یہ تھا کہ: ’’تکلم النّاس علی قدر عقولهم ‘‘لوگو تم بھی جو کسی سے کلام کرو تو اس کے عقل وفہم کے مطابق کلام کرو نہ یہ کہ وحشی بدوی ان پڑھ کے سامنے چیستان اور پہیلی کی سی باتیں کرنے لگو۔

یہی وجہ تھی کہ حضور انور ﷺ نے ان عربوں کو کس کس طرز پر سمجھایا ہے۔ روزمرہ جو ان کی حالتیں تھیں۔ اسی پر دلائل قائم کئے اور مشاہدات سے مغیبات کا یقین دلایا۔ اگر آپ استعاروں سے کام لیا کرتے تو ان پڑھوں کی کیا اصلاح ہوتی اور پھر وہ بھی کسی مہتم بالشان پیشین گوئی میں جس کا سمجھا دینا ایک ضروریات سے تھا اور ایک بہت بڑے غلط خیالی کی اصلاح تھی۔ ایسے مقام پر آپ کیونکر ابن مریم کا لفظ فرما کر ایک مرد مسلمان کا استعارہ رکھتے اور تیرہ سو برس سے آج تک کے مسلمانوں کو اینچ پینچ میں رکھتے۔ آپ کا تو یہ فرض تھا کہ ہر ایسے مسائل جن سے لوگوں کو دقتیں پیش آتی تھیں، اس کا تصفیہ صاف لفظوں میں کر دیا کرتے تھے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے تھے تو پھر ابن مریم فرمانا کیا الجھن نہیں پیدا کرے گا۔

اچھا اگر ابن مریم سے ایک مرد مسلمان ہی مراد لیا جائے تو آپ کے مرزا قادیانی کے اس شعر کا کیا مطلب ہوگا کہ:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　اس سے بہتر غلام احمد ہے

کہئے! اس شعر میں ابن مریم سے کیا مراد ہے وہی مرد مسلمان یا حضرت عیسیٰ ابن مریم بصورت اوّل آپ کے مرزا قادیانی مرد مسلمان نہ ٹھہرے اور بصورت ثانی عیسیٰ علیہ السلام سے مرتبہ میں اعلیٰ ہوئے اور یہ کسی طرح درست ہی نہیں ہوسکتا۔ خیر اس کو جانے دیجئے۔ یہ تو معلوم ہوگیا کہ ابن مریم کے حقیقی معنی عیسیٰ علیہ السلام آپ کے مرزا قادیانی نے بھی لیا ہے۔ آپ اپنے پیغمبر کا کیوں خلاف کرتے ہیں کہ حدیث رسول میں استعارہ قائم کرتے ہیں۔

اب فرمائیے کہ جملہ اقسام کی قباحتیں قائلین وفات مسیح کو پیش آئیں یا قائلین حیات مسیح کو، قائلین حیات مسیح کے لئے نہ تو کوئی استحالہ عقلی ہے اور نہ کوئی محال نقلی۔ یہ سب خرابیاں قائلین ممات مسیح کو ہی ہوتی ہیں۔ دیکھئے! کیسی رکاوٹ پیدا ہوئی کہ جب استعاروں سے بھی کام نہ چلا تو آپ نے جھٹ پٹ دو مسیح کہہ دیا کہ بھئی سنو ایک مسیح اسرائیلی ہے اور

ایک مسیح محمدی ایک کو امتی قرار دیا ایک کو نبی بھلا یہ کون سی دانشمندی ہے کہ تمام احادیث رسول میں اس طرح کی خرابیاں پیدا کر دیں اور اصل غرض جو ٹیپ کا بند ہے کس صفائی سے لکھ دیا کہ بس نہایت صفائی سے اس مسئلہ کا حل اس طرح ہوسکتا ہے کہ جب اکثر پیشین گوئیاں استعارہ سے بھرلی ہیں تو یہاں ابن مریم سے ایک مرد مسلمان امت محمدی ﷺ مراد ہے جس کا لقب عیسیٰ مسیح دوران ہے۔

یہ ہے آپ کی اصلی غرض اسی کے واسطے تمام قرآن پاک کی تحریف اور احادیث نبویہ میں استعاروں کا بھرمار ہے۔ بھئی واللہ ہم بھی آپ کی اس صفائی کی داد دیتے ہیں۔ کیا صفائی کا کام کیا ہے۔ اس صفائی کی خدمت تو آپ کے ہی حصہ میں پڑی ہے۔ ’’کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم ‘‘ جس کے معنی آپ کے یہاں یہ ہوئے کہ: ’’کیف انتم اذا نزل فیکم مرزا غلام احمد قادیانی ‘‘ بس یہ ہے آپ کا اصل منشاء۔

ناظرین! کیا اب ہر مرد مسلمان کو یہ مجاز نہیں ہے کہ اپنے کو یوں کہے کہ: ’’کیف انتم اذا نزل فیکم میاں مٹھو، میاں بدھو ‘‘ وغیرہ وغیرہ لو مسلمانو مزہ ہی مزہ ہے۔ اب ہر شخص مسیح موعود ہوسکتا ہے۔ شعر:

زائل بہار حسن ہوئی خط یار سے　　اس باغ میں خزاں نظر آئی بہار سے

اس کے بعد جو آپ نے بخاری ومسلم کی حدیث: ’’کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم ‘‘ کے اندر دو نحوی قاعدے لگائے ہیں۔ اس بیان سے آپ کی نحویت معلوم ہوگئی۔ ’’امامکم منکم ‘‘ کو ابن مریم کی صفت یا نزل کے فاعل سے حال قرار دینا اور لطف تو یہ ہے کہ یا مفسر بھی فرماتے ہیں: ’’امامکم منکم ‘‘ کو جو آپ صفت مسیح ابن مریم لکھتے ہیں تو اس سے اگر یہ مطلب ہے کہ جملہ بن کر یہ صفت مسیح ابن مریم کی واقع ہوا ہے تو یہ صریح غلطی ہے۔ کیونکہ ابن مریم معرفہ ہے اور جملہ حکم میں نکرہ کے ہوا کرتا ہے اور صفت وموصوف میں مطابقت شرط ہے تو جب یہ شرط نہ پائی گئی۔ پھر بھلا صفت وموصوف جو مشروط ہیں، کیسے بن سکتے ہیں۔

اور اگر یہ مطلب ہے کہ بغیر جملہ کے صفت واقع ہے تو صفت وموصوف کے درمیان میں واؤ کا ہونا خلاف جمہور نحویین ہے اور نزل کے فاعل ابن مریم سے جب

’’امامکم منکم‘‘ حال قرار دیا جائے گا۔اس صورت میں ضمیر مظہر کا مضمر کے جگہ ماننا ہوگا اور ضمیر مظہر کا مضمر کی جگہ رکھنا خلاف ظاہر ہے۔اگر بفرض محال ہم اس قاعدہ کو تسلیم بھی کر لیں جب بھی تو آپ کا مقصد حاصل نہیں ہوتا ہے۔کیونکہ’’امامکم منکم‘‘ کا ابن مریم سے حال ہونا کچھ اسی پر موقوف نہیں ہے کہ مسیح ابن مریم جو آنے والا ہے وہ اس امت میں سے ایک امام ہو، اور بقول آپ کے تمہارے جیسا ایک مسلمان میرا غلام اور تمہارا امام ہے بلکہ ’’امامکم منکم‘‘ مسیح ابن مریم سے اس وقت بھی حال ہوسکتا ہے کہ مسیح ابن مریم سے عیسیٰ علیہ السلام کی ذات بابرکات مراد لی جائے اور’’امامکم منکم‘‘ سے حضرت امام مہدی جن کی بشارت احادیث رسول اکرم ﷺ میں آئی ہے، مراد ہوں اور ان کی صفت یہ ہے کہ ان کا سلسلہ خاندان ہاشمی ہوگا۔ان کا نام محمد ہوگا، ان کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا۔

بھلا یہ سب صفات میرے غلام اور تمہارے امام میں کہاں پائی جاتی ہیں۔اب یہ بات جب پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ نہ آپ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوئی اور نہ مردے کے دوبارہ زندہ ہونے پر کسی قسم کا استحالہ رہا جس کو ہم نے براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ سے اوپر بیان کر دیا۔ پھر آپ کا مسیح اسرائیلی اور مسیح محمدی کہنا سراسر فریب اور دھوکا دہی ہے۔حدیثوں میں نہ دو حلئے ہیں نہ تین حلئے ہیں۔ یہ آپ کی خوش فہمی ہے کہ ایک شخص کے دو حلئے قرار دے رکھے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ تو حضور انور نے ان الفاظ میں فرمادیا ہے کہ:’’مربوع الی الحمرۃ والبیاض‘‘ اور بخاری شریف میں جو احمر کا لفظ ہے اس میں فقط ایک رنگ سرخ کا بیان کیا گیا ہے اور دونوں کے مجموعہ سے جو رنگ پیدا ہوتا ہے۔اس کو دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت من! غور کیجئے یہ ہے مطابقت اس حدیث کی جس میں آپ نے تعارض سمجھ کر دو عیسیٰ اور دو حلیہ جدا جدا سمجھا ہے۔فتکفروا یا اولی الباب لعل اللہ یفتح علیک ابواب الصواب!

قول مرزائی

(آپ ایک سوال کی جواب دہی اس طرح فرماتے ہیں) اجماع کا رتبہ کتاب

وسنت کے بعد ہے۔ جب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ وفات عیسیٰ علیہ السلام پر بالصراحت دلالت کرتی ہیں تو پھر اجماع کا ذکر عبث ہے۔ نیز اجماع کا دعویٰ بے دلیل سا معلوم ہوتا ہے۔ الخ!

قول مصطفائی

صاحبو! اس عبارت میں جس قدر دجل سے کام لیا گیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے معزز ناظرین اپنی ادنیٰ توجہ کو اس طرف کام میں لاکر انصاف فرمائیں۔ دیکھئے! بعینہٖ یہی سوال وجواب صفحہ ۱۵ پر آپ نے بیان کئے ہیں اور اسی کو یہاں دوسرے لفظوں میں اعادہ کرتے ہیں۔ (ص۱۵) کی عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ مرزاغلام احمد قادیانی جو وفات مسیح کے قائل ہیں۔ اس میں ان کے پلے پر خدا بھی ہے اور رسول بھی اور امام مالک بھی ان کے مقلدین بھی۔ ابن عباس، ربیع وغیرہ کل صحابہ وتابعین کا اس وفات مسیح پر اجماع ہوگیا ہے۔ حتیٰ کہ حکیم الامت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کو بھی اس میں لپیٹ لیا گیا ہے اور اب حیات جسمانی کا اعتراض قائم کر کے آپ یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ اجماع کا رتبہ کتاب وسنت کے بعد ہے۔

اس مقام پر ہم اپنے چالاک مرزائی سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ بقول جناب اجماع کا رتبہ جب کتاب وسنت کے بعد ہے تو پھر وفات مسیح کا ثبوت کتاب وسنت سے کہاں ہوا، اور اس مسئلہ میں مرزا قادیانی کے پلے میں نہ خدا ہوا نہ رسول ہوا۔ فقط اجماع کی دلیل آپ کے بیان سے آپ کی مؤید ٹھہری۔ کیونکہ جب کسی مسئلہ کا تصفیہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے قرار پاچکا۔ اب اسی مسئلہ میں اجماع امت ہونا اس کے کیا معنی ہیں۔ دلیل قطعی تو خود مستقل بذاتہ ہے اور دلیل اجماعی یہ خود بھی مستقل بذاتہ ہے۔

دو دلیلیں مستقل بذاتہ ایک دعوے کے اثبات میں دونوں کے ضعف کی صورت ہے۔ جب ایک دلیل سے اثبات مدّعا ہوچکا۔ پھر اب دوسری دلیل کو یا بے اصل مانا جائے گا یا دلیل ضعیف قرار دے کر دلیل اوّل کی تائید کی جائے گی۔ اس مقام پر نہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے وفات کا ثبوت ہوا نہ دلیل اجماعی سے وفات ثابت ہوئی۔ کیونکہ اجماع کا رتبہ تو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کے بعد ہے۔

دیکھئے! اجماع کی تعریف آپ کو معلوم نہیں اصول فقہ کی کتابیں اگر پڑھیں نہ ہوں تو کیا مضائقہ ہے ایک بار پڑھ جائیے۔ مسائل شرعیہ کی چار دلیلیں ٹھہرائی گئی ہیں۔ پہلی تو یہی قرآن پاک کی آیات ہیں جب کسی امر کا تصفیہ خداوندی کلام سے ہو چکا۔ اب اس کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسری دلیل سنت ہے یعنی حضور انور محمد عربی خاتم الانبیاء ﷺ کے اقوال ہیں۔ اگر قرآن پاک سے کسی مسئلہ کا تصفیہ معلوم نہ ہو۔ اس وقت حدیث رسول پر نظر کی جاتی ہے۔ اگر حدیث میں پتہ چل گیا تو وہی حدیث اس مسئلہ کی دلیل ہو جاتی ہے۔ اگر اس میں بھی اہل علم کے فہم ودانش نے کامیابی حاصل نہ کی۔ اس وقت اسے دلیل اجماعی کی حاجت پکارتی ہے۔ پھر اگر اس میں بھی کوتاہی ہوئی اس وقت اہل علم کو ایک ایسے قیاس کی ضرورت لاحق ہوتی ہے جو کتاب وسنت کے موافق ہو۔ اس میں اگر اس نے صواب کو راہ دیا تو اجرین عظیمین کا مستحق ہوا اور اگر بمقتضائے بشریت اس سے لغزش ہوگئی۔ اس وقت بھی وہ اپنی نیک نیتی سے ایک اجر کا مستحق ہوتا ہے۔

پیارے مرزائی! اجماع کا رتبہ کتاب وسنت کے بعد اور ضرور ہے۔ مگر وفات مسیح کا ثبوت جب کتاب وسنت سے ہو چکا۔ پھر ایسی حالت میں اجماع کا ذکر لانا ہی عبث تھا، کیونکہ آپ بار بار اجماع اجماع کا رٹ لگا رہے ہیں۔ حالانکہ بقول جناب اجماع بھی ثابت نہیں ہوتا۔ آپ اسی سوال وجواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تفاسیر معتبرہ میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دوسرے اقوال جو اس کے منافی ہیں موجود ہیں اور کتب اصول میں مصرح ہے کہ جس مسئلہ میں ایک صحابی یا تابعی کا اختلاف بالدلیل ہو تو وہ مسئلہ اجماعی نہیں کہلا سکتا ہے۔ یہ ہے آپ کا ارشاد ہم اس کو دیکھتے ہیں کہ آپ نے یہاں بھی جو اصول قائم کیا ہے۔ اس اصول سے آپ کا مدّعا کہاں تک ثابت ہوتا ہے۔ تفاسیر معتبرہ میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کا بیان تو آپ کے ہی بیان سے ثابت ہوا۔ اب رہا اس کے منافی اقوال بھی ہیں۔ ہمیں اس سے کب انکار ہے۔

اسی منافی اقوال کی وجہ سے آپ وفات عیسیٰ علیہ السلام پر زور لگا رہے ہیں واللہ ہمیں سخت تعجب ہے کہ یہ لڑکوں کی سی باتیں جن کا نہ سر ہے نہ پیر کہیں تو آپ نے وفات عیسیٰ پر کتاب وسنت کی شہادت پیش کی کہیں اجماع پر زور لگایا اور اب حیات جسمانی مسیح ابن مریم کے مٹانے کے لئے یہ نیا قاعدہ ایجاد کیا کہ جس مسئلہ میں ایک صحابی یا تابعی کا اختلاف ہو تو وہ

مسئلہ اجماعی نہیں کہلاسکتا۔اس قاعدہ سے آپ کتب معتبرہ میں وہ اقوال جو حیات جسمانی کے لئے مصرح بیان ہیں، اس کو اجماعی نہیں قرار دیتے ہیں اور اپنے منافی اقوال کو تمام عالم کے بیان سے جمیع کتب معتبرہ کے اقوال سے ترجیح دیتے ہیں۔

اچھا! آپ کی خاطر سے ہم اسے بھی مان لیتے ہیں۔مگر اس کا تو انکار نہیں کیجئے گا کہ کتب معتبرہ میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال ہیں۔اب فرمایئے جن کتب تفاسیر معتبرہ میں حیات عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ اس کے منافی اقوال بھی پائے جاتے ہیں تو یہ منافی اقوال اجماعی کیونکر ہوئے۔کیونکہ اس میں بھی تو وہی شق پیدا ہوئی کہ جس مسئلہ میں ایک صحابی یا تابعی کا اختلاف بالدلیل ہو تو وہ مسئلہ اجماعی نہیں کہلاسکتا۔

میرے مرزائی! خدا کے لئے انصاف کر وفات مسیح جس کی منافی حیات عیسیٰ علیہ السلام کا بیان کتب معتبرہ میں پایا جاتا ہے اور اس وفات مسیح کے اندر ایک صحابی اور تابعی نہیں بلکہ سو دو سو سے زیادہ صحابی اور تابعین آئمہ دین علماء امت کا اختلاف و انکار موجود ہو اور اسے ہم ان شاءاللہ! آئندہ کسی موقع پر دکھلائیں گے کہ کس قدر حضرات حیات مسیح کے قائل ہیں اور یہی معدودۂ چند بقول جناب وفات مسیح کے قائل ہیں۔حالانکہ یہ بھی جھوٹ ہے کہ فلاں فلاں وفات مسیح کے قائل ہیں۔اس کی قلعی بھی ہم آگے چل کر کھولیں گے۔لیکن خیر یہ تو آپ کے ہی بیان سے ثابت ہوا کہ وفات مسیح کا ثبوت نہ کتاب وسنت سے ٹھہرا اور نہ اب اس پر اجماع ہی قائم رہا اور غایۃ مافی الباب یہ فقط آپ کا غلط قیاس ہوا۔چلئے ہم کو اس سے کام نہیں۔آپ گھر بیٹھے قیاسی گھوڑے دوڑایا کریں۔

یار ما امسال دعوائے نبوت کردہ است   سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شود

محض اپنی رائے وقیاس سے اگر حیات جسمانی ابن مریم کا انکار کیا ہے تو اس کا جواب ہمارے پاس نہیں ہے۔کیونکہ قیاس میں بڑی وسعت ہے ممکن ہے کہ وجود خداوندی، رسالت محمدی کا بھی انکار کسی دن آپ کے قیاس میں آجائے اور قیامت کا انکار تو آپ نے قیاساً کر ہی دیا ہے۔اب فقط خدا اور رسول باقی ہیں۔دیکھئے! اب ان دو کا حشر آپ کے قیاس سے کیا ہوتا ہے۔بھئی! ایسے قیاس سے ہماری جوتیوں کو کیا غرض۔تو دانی وخدا داند!

ناظرین! اس موقع پر ہمارا دل یہ تقاضا کر رہا ہے کہ جس طرح ہمارے چالاک

مرزائی نے چند حضرات کے اسمائے گرامی جھوٹ موٹ بلانقل اقوال قائلین وفات مسیح شمار کردیئے ہیں۔ ہم بھی نمونہ ازخروارے چند حضرات کے اسماء گرامی بہ نقل اقوال چند بیان کردیں جس سے یہ بات بھی معلوم ہوجائے گی کہ قائلین حیات مسیح کی تعداد کہیں زیادہ ہے بلکہ وفات مسیح کے قائل بجز مرزائی گروہ کے اور کوئی بھی نہیں۔

دیکھئے! حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: ''لمّا اراد اللہ ان یرفع عیسٰی الی السماء ''(تفسیر طبری ج۲۲ص۶۲۲ باب فاٰمنت طائفة من بنی اسرائیل وکفرت) دوسرا قول ابن عباس کا یہ ہے کہ: ''فاخبرہ اللہ تعالٰی بانہ یرفعہ الی السماء...... الخ! '' (تفسیر بیضاوی ج۲ص۱۰۷، شاملہ، النساء:۱۵۷) حضرت ربیع کا قول یہ ہے ''الستم تعلمون ان ربنا حی لا یموت وان عیسٰی یاتی علیہ الفناء ''(تفسیر طبری ج۵ص۱۷۴باب القول فی تاویل قولہ الم اللہ لا الہ الا ہو الحیی القیوم) ربیع فرماتے ہیں کہ عیسٰی علیہ السلام پر زمانہ مستقبل میں موت آنے والی ہے اور شیخ الاسلام احمد النفراوی جو امام مالک کے مقلد ہیں۔ اپنے امام کا قول اس طرح بیان کرتے ہیں کہ: ''للساعة اشراط وعلامات یجب الایمان بھا وھی علی قسمین کبری وصغری فالکبری عشرة خمس متفق علیھا خروج الدجال ونزول عیسٰی ابن مریم''

اب رہے حضرت امام بخاری ان کا قول اور ان کا مذہب ہم اوپر بیان کرآئے ہیں۔ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا خیال جو فوز الکبیر کے حوالہ سے آپ نے ظاہر کیا۔ اس کی عبارت بھی ہم نے اوپر نقل کردی ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ ابن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ، حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عمر ابن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ابن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، حضرت ابن سیرین رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال حیات ورفع الجسد مع العنصر عیسٰی ابن مریم کی طرف تصریح دار بیان موجود ہیں۔

امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام نووی شارح صحیح مسلم، امام عبدالوہاب

الشعرانی، امام ابواسحاق ائمہ دین رحمۃ اللہ علیہم کا بیان حیات عیسوی کے ساتھ کتب معتبرہ میں موجود ہیں اور چلئے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، حضرت عبدالقادر جیلانی، شیخ جلال الدین سیوطی، شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی، مولانا رفیع الدین صاحب محدث دہلوی، مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم۔ یہ کل حضرات حیات مسیح کے قائل ہیں اوراس کے علاوہ اکثر حضرات ہیں جن کی فہرست کرنے سے ایک رسالہ علیحدہ قائم ہوجائے گا۔

دیکھا مرزائی صاحب! ہم نے خلفاء اربعہ اور دیگر صحابہ، مجتہدین، ائمہ دین کے اقوال سے حیات مسیح کو ثابت کردکھایا۔ اب انصاف کیجئے کہ اجماع علی حیات المسیح ہوا یا اجماع علی وفات المسیح ہوا؟ اب اس کے بعد بھی کوئی اپنی جبلی گمراہی وفطری ضلالت کو نہ ترک کرے تو کیا کرنا ہے:

ہم نیک وبد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں　　　مانو نہ مانو جان جہاں اختیار ہے

قول مرزائی

اور یہ اصول بھی یاد رہے کہ اوامر ونواہی میں اجماع امت بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ پیشین گوئی سے اس کو کچھ بھی تعلق نہیں کیونکہ یہ امور غیبیہ ہیں۔ نہیں معلوم کہ ان کا وقوع کس طرح اور کس وقت اور کس پہلو پر ہوتا ہے۔ ظاہر الفاظ پر واقع ہوں گے یا استعارہ کے لباس میں وہ پیشین گوئی پوری ہوگی۔ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ **احفظہ فانہ ینفعک!**

قول مصطفائی

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اجماع امت اوامر ونواہی میں ایک وقیع الامر ہے اور پیشین گوئیاں تو امور غیبیہ میں داخل ہیں جس کے اندر کسی قسم کی مداخلت جائز ہی نہیں۔ مرحبا کیسی حق بات آپ کے زبان فیض ترجمان سے نکل پڑی۔ اب ہماری گزارش یہ ہے کہ نزول عیسیٰ ابن مریم بھی تو ایک پیشین گوئی ہے اور امور غیبیہ میں سے ہے نہ معلوم اس کا وقوع کس طرح اور کس وقت ہو۔ اس کو ظاہر الفاظ ہی پر چھوڑ دیجئے۔ مہربان من ازراہ کرم تحریر بالا کے مطابق آپ کیوں استعاروں سے کام لیتے ہیں۔ صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ: ''اذا نزل فیکم ابن مریم'' بھی ایک پیشین گوئی ہے۔ اپنے ظاہر الفاظ ہی پر رہنا مناسب ہے اوراس کا علم اللہ ہی کو ہے کہ ابن مریم کو کس طرح اور کس وقت اللہ تعالیٰ آسمان سے مع جسم عنصری کے

نازل فرمائے گا جس سے ہمارے مخبر صادق محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیشین گوئی پوری ہو جائے:

شکر للہ کہ میاں من وتو صلح فتاد　　صلح جویان بخوشی نعرۂ شکرانہ زدند

کون کم بخت بدنصیب یہ کہتا ہے کہ ابن مریم کی جگہ مرد مسلمان قرار دے کر پیشین گوئی پوری کرلی جائے۔

قول مرزائی

یہاں ہمیں ایک عقدہ مالاینحل پیش آیا ہے۔ اگر قائلین حیات مسیح حل کر کے بتلاویں تو ہم ان کے ممنون ومشکور ہوں گے۔ وہ یہ ہے کہ جب بقول شما عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ بعد نزول من السماء چالیس سال زندہ اور بذریعہ جبرئیل امین وحی نازل ہوا کرے گی تو فرمایئے خاتم الانبیاء کون ہوگا۔ محمد رسول اللہ یا عیسیٰ نبی اللہ علیہم السلام اس وقت کی وحی جدید آپ ناسخ بن کر اس قرآن کریم قدیم کو منسوخ کرے گی یا نہیں اور وحی رسالت کا دروازہ جس پر تیرہ سو برس سے ختم رسالت کا بھاری قفل پڑا ہوا ہے، اس کے کھولنے کی آسمانی کنجی حضرت مسیح علیہ السلام کو مرحمت ہوگی یا نہیں۔

قول مصطفائی

جناب عالی یہ عقدہ مالاینحل جو حضور کو پیش آیا ہے اگر اس کا حل اس خاکسار نے باحسن وجوہ کردیا تو مجھے امید ہے کہ آپ ضرور ہی میرے ممنون اور مشکور ہوں گے یعنی مرزائی سے مصطفائی ہو جائیں گے۔ خاکسار بھی اسی خیال سے آپ کے مالاینحل عقدہ کا حل کیا چاہتا ہے کہ آپ اس کے بعد مصطفائی ہونے میں عذر نہ کریں گے۔ خدا آپ کو اس کی توفیق بھی عنایت کرے۔

اچھا سنئے! آپ کے عقدۂ مالاینحل کا حل تو بعد کو کیا جائے گا مگر ایک بات ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ (ازالہ اوہام ص۵۳۳، خزائن ج۳ ص۳۸۶) میں آپ کے مرزا قادیانی کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے کہ: ’’خدائے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔‘‘

اور (دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱) میں لکھتے ہیں کہ: ’’سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔‘‘

کہئے حضرت! اب خاتم الانبیاء کون ہوگا؟ محمد رسول اللہ ﷺ ہوں گے یا قادیانی رسول ہوگا؟

اور سنئے (تذکرہ ص۳۴۴ طبع چہارم) میں ہے کہ: ''خدائے رحیم وقدوس نے مجھے وحی کی ''انی انا الرحمن دافع الاذی'' اور پھر وحی ہوئی ''انی لایخاف لدی المرسلین'' (تذکرہ ص۳۴۴ طبع چہارم) اور پھر رسالہ (دافع البلاء ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۲۵) میں یہ فرماتے ہیں کہ: ''خدا کی پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی۔'' اس کی عبارت یہ ہے کہ: ''ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم انہ اوی القری''

کہئے جناب من! آپ کے حضرت اقدس کی یہ جدید وحی قرآن کریم قدیم کو منسوخ کرے گی یا نہیں اور وحی رسالت کا دروازہ جس پر تیرہ سو برس سے ختم نبوت کا بھاری قفل پڑا ہوا ہے، اس کے کھولنے کی آسمانی کنجی قادیانی رسول کو ملی یا نہیں۔ آپ اس میں کیا فرماتے ہیں؟

خیر یہ تو میری طرف سے ایک سوال ہے۔ لیکن چونکہ ہم نے آپ کے عقدۂ مالاینحل کے حل کرنے کا ذمہ لیا ہے، اس لئے ہم آپ کے عقدے کا حل کیا چاہتے ہیں۔ مگر یہاں بھی اس کے پیشتر ہم آپ کے مرزا قادیانی ہی کے فرمان واجب الاذعان سے آپ کے مالاینحل عقدے کا حل کردیتے ہیں۔ اگرچہ آپ کو وہ بیان جو آپ کے مرزا نے فرمایا ہے یاد نہ رہا ہو۔ مگر جناب! ہم تو خوب ہی یاد رکھتے ہیں۔ لیجئے سنئے۔

(توضیح المرام ص۱۸، خزائن ج۳ ص۶۰) میں آپ کے عقدۂ مالاینحل کا حل آپ کے مرزا قادیانی نے اس طرح کیا ہے فرماتے ہیں کہ: ''میں کہتا ہوں کہ نہ من کل الوجوہ باب نبوت مسدود ہے اور نہ ہر ایک طور سے وحی پر مہر لگائی گئی ہے بلکہ جزئی طور پر وحی اور نبوت کا دروازہ اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ کھلا ہے۔''

دیکھئے! ختم نبوت کے بھاری قفل کو کس طرح کھول دیا گیا۔ آپ کے مرزا قادیانی کے اس بیان سے بھی آگاہی نہیں ہے۔ آپ کیسے مرید ہیں کہ اتنی بھی واقفیت نہیں۔ مگر شاید آپ فرمائیں کہ ہم تو قائلین حیات مسیح سے اس عقدۂ مالاینحل کا حل چاہتے ہیں اور یہ تو ہمارے گھر کی ہی باتیں ہیں۔ اس لئے عرض ہے کہ حضرت مسیح نہ تو نبی ہوکر آئیں گے نہ مسلوب النبوۃ

ہو کر تشریف لائیں گے بلکہ وصف نبوت سابقہ جو انہیں پہلے حاصل تھا،اس کے ساتھ آئیں گے اور تابع شریعت محمدی ہوں گے۔ احکام وہی نافذ کریں گے جو شریعت محمدیہ میں نازل ہو چکے ہیں۔ جیسے پہلے بھی وہ توریت کے تابع تھے وقت نزول قرآن پاک کے تابع ہوں گے اور بس اس میں نہ کوئی ان کی نبوت کا خلاف ہے نہ خاتم النّبیین کی مہر ٹوٹتی ہے۔

حضرت من! خاتم النّبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا اور مسیح علیہ السلام کی بعثت آنحضرت ﷺ کے بعد نہیں ہوگی بلکہ بعثت ان کی پہلے کی ہے۔ **فافهم و كن من الشاكرين!**

قول مرزائی

اور بعض شارحین حدیث کا یہ کہنا کہ اخذ جزیہ کا حکم عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک محدود ہے، عجب حیرت انگیز ہے اور اس میں ایک قسم کی تحریف معنوی پائی جاتی ہے اور حکم قرآنی کے نسخ کی بو آتی ہے۔ ہمارا یہ جواب یضع الجزیۃ کے تسلیم پر موقوف ہے۔ اس لئے کہ بخاری کے معتبر اور صحیح نسخوں میں یضع الحرب آیا (اس کے بعد آگے دو سطر کے یہ عبارت ہے) ابھی بیان کر آئے ہیں کہ اس کے تسلیم میں سخت قباحتیں پیش آتی ہیں۔ لہٰذا یضع الحرب کی روایت قابل اخذ و استناد ہے جس سے قرآنی تعارض بکلی مرتفع ہو جاتے ہیں۔

قول مصطفائی

ناظرین! غور فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ یضع الجزیۃ کی روایت جو بخاری میں ہے اس کے تسلیم کرنے میں سخت قباحتیں پیش آتی ہیں۔ اس لئے بجائے یضع الجزیۃ کے یضع الحرب ہونا چاہئے جو بخاری کے صحیح اور معتبر نسخوں میں آیا ہے۔ کیوں نہ ہو جس طرح قرآن پاک کے معتبر اور صحیح نسخوں میں ''**انا انزلناه قريباً من القاديان**'' آیا ہے۔ اسی طرح بخاری شریف اصح الکتب کے معتبر اور صحیح نسخوں میں یضع الحرب آیا ہوگا۔ ہم بھی یہی رائے دیتے ہیں کہ جب کسی مقام پر حضور عالی کو سخت قباحتیں پیش ہوا کریں، بس وہاں یہی کام کیا کیجئے کہ اس عبارت ہی کو نکال باہر کیا کریں۔ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

خیر یہ تو فرمائیے وہ اصل اور معتبر نسخہ کون سے کتب خانہ میں ہے اور کس مطبع میں چھپا ہے قلمی ہے یا مطبوعہ۔ بخاری شریف مطبوعہ مصر میں تو یضع الجزیۃ ہی آیا ہے۔ علامہ

قسطلانی نے یضع الجزیۃ ہی لیا ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے یضع الجزیۃ ہی اختیار کیا ہے۔ امام مسلم نے بروایت ابوہریرہؓ یضع الجزیۃ ہی کی روایت لی ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی، مستدرک حاکم، مسند امام احمد، ابن ماجہ وغیرہ نے یضع الجزیۃ ہی کی روایت لی ہے۔ کیا ان کتابوں کے بھی کوئی معتبر اور اصل نسخے آپ کے پاس موجود ہیں۔ کیا کسی بندۂ خدا کو وہ اصل نسخہ بخاری شریف کا نہ ملا جس میں بجائے یضع الجزیۃ کے یضع الحرب لکھا ہوا ہے۔

حضرات! ملاحظہ فرمائیں ہمارے مرزائی صاحب سے جب اور کچھ بن نہ آیا تو اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنی بخاری شریف پر ہاتھ صاف ہی کر دیا۔ ابھی تک تو استعاروں سے کام لیا جا رہا تھا۔ جب اس میں بھی کچھ قباحتیں پیش آئیں تو بس جملہ ہی غائب کیوں نہ ہو۔ واہ بھئی واہ۔ آپ حضرات کے کیا کہنے ہیں۔ اب کہئے یہ تحریف لفظی اور معنوی کون کرتا ہے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وحی والہام کے متعلق آپ نے اپنی علمیت کا زور صرف کیا ہے۔

لکھتے ہیں کہ: ''جب حضرت مسیح کی زبان مادری عربی نہیں ہے تو کس طرح وحی عربی کو سمجھ سکیں گے اور نیز عجمی پر وحی رسالت عربی زبان کی جس پر کلی وجزئی سارے وامر ونواہی کا دارومدار ہو یقیناً تکلیف مالایطاق وفعل عبث ہے۔''

پیارے مرزائی! ان ساری باتوں کے جواب میں ہمیں یہی کہہ دینا کافی ہے کہ جس طرح آپ کے مرزاقادیانی کی مادری زبان پنجابی ہے اور وحی عربی کو سمجھ لیتے ہیں۔ ایسے ہی حضرت مسیح کو بھی خیال فرمالیجئے اور جس طرح آپ کے مرزاقادیانی ہندوستانی پنجابی پر عربی زبان کی وحی حتیٰ کہ انگریزی زبان کی وحی تکلیف مالایطاق وفعل عبث نہ ہوئی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سمجھ لیجئے۔ اگر پنجابی پر وحی رسالت انگریزی عربی میں تکلیف مالایطاق وفعل عبث خیال کرتے ہیں تو خیر عجمی پر بھی ممکن ہے۔

اب اس کے آگے آپ نے پھر کچھ ایسا جوڑ توڑ ملایا ہے جس میں یہ دکھلایا چاہا ہے کہ مریم اور ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام مسیح ایک مسلمان کا نام اور لقب قرار دیا جائے تو تمام محالات عقلی ونقلی دور ہو جاتے ہیں۔ اس سے مطلب مرزائی کا یہ ہے کہ ابن مریم سے ہمارے مرزاقادیانی مراد لئے جائیں اور قرآن پاک میں جہاں کہیں لفظ مریم کا آیا ہے اس سے مرزاقادیانی کی والدہ ماجدہ مراد لی جائیں۔

اچھا جناب! آپ کو مریم اور ابن مریم کے ساتھ اگر ایسی ہی عداوت پیدا ہوگئی ہے تو بہتر ہمیں منظور ہے کہ جس طرح ہو آپ محالات عقلیہ ونقلیہ کے توجیہ سے اپنے سر کو ہلکا کر جائیں۔ مگر یہ خیال رہے کہ ابن مریم مرزا قادیانی ہوں گے اور مریم تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام تھا۔ اب اس کی جگہ پر بھی کوئی تجویز کیا جائے۔ یہاں ایک اور بات سمجھنے کی ہے کہ آگے چل کر آپ نے وحی والہام کے معنی بیان کرنا چاہا ہے۔ مگر بدقسمتی سے نہ اس تقریر کا سر ہے نہ پیر۔ اس لئے (ص۲۰ تا۲۱) کے آخر تک کا جواب دینا تضیع اوقات سمجھتے ہیں۔

ہاں! اس کے بعد: ''**ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقه کانا یاکلان الطعام**'' (المائدۃ:۷۵) اور پھر دوسری آیت: ''**واوصانی بالصلوٰة والزکوٰة ما دمت حیا وبراً بوالدتی**'' (مریم:۳۱،۳۲) بس انہیں دو آیتوں کے متعلق خوب خوب زور لگایا گیا ہے اور ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا گیا ہے۔ اس لئے ہم بھی یہ چاہتے ہیں کہ ان دو آیتوں کے متعلق ایک بسیط مضمون لکھ کر اس کا تصفیہ کریں۔

اوّل الذکر آیت: ''**ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقه کانا یأکلان الطعام**'' کا ترجمہ آپ نے یہ کیا ہے کہ ابن مریم صرف ایک رسول ہے۔ اس کے پہلے بہت سے رسول فوت ہوچکے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ ہے وہ دونوں زمانۂ ماضی میں کھانا کھایا کرتے تھے اور ''**وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل**'' (آل عمران:۱۴۴) کا جو ترجمہ ہمارے مرزائی صاحب نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول اور اس کے پیشتر کل رسول فوت ہوچکے ہیں۔

کہئے ناظرین! کیسی دیانت داری کی گئی ہے کہ: ''**من قبله الرسل**'' کا ترجمہ ایک جگہ بہت سے رسول کیا گیا اور ایک جگہ کل رسول کیا گیا۔ خیر اس کی بحث تو ہم نے گزشتہ مضمون میں دکھلا دی ہے۔ یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ اب رہی یہ بات کہ کانا ماضی کا صیغہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ماں بیٹے دونوں اپنی زندگی میں مرنے سے پہلے کھانا کھایا کرتے تھے اور مرنے کے بعد کھانے سے روکے گئے۔

حضرت من! اگر آپ نے کچھ قواعد کی کتابیں نہیں پڑھیں ہیں تو کسی سے دریافت ہی کرلیا ہوتا۔ قرآن پاک کے آیتوں کے ساتھ ایسی جسارت اسلامی شان سے بعید ہے۔ مجھ

سے سنئے یہ آیت چھٹے پارہ سورۂ مائدہ کی ہے۔ پوری آیت کا مفاد فقط توحید باری تعالیٰ عزاسمہ کا اثبات اور حضرت مسیح کی الوہیت کا ابطال ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نصاریٰ کہا کرتے تھے کہ عیسیٰ اور مریم دونوں ماں بیٹے وصف الوہیت ذات باری تعالیٰ میں شرکت رکھتے ہیں۔ان خیالات فاسدہ کی تردید من جانب اللہ برحق اس طرح کی گئی۔مسیح ابن مریم تو صرف رسول ہے خدانہیں ہے خدا تو وہ ذات پاک ہے جس کو کسی طرح کی احتیاج ہی نہ ہو اوراس کی ماں کی نسبت جوتمہارا گمان ہے وہ موصوف بوصف رسالت تونہیں ہے۔

مگر ہاں! صدیقہ ہے اوران دونوں کے خدانہیں ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب تک یہ دونوں اس زمین پر سکونت پذیر تھے کھانا بھی کھایا کرتے تھے اور جب دونوں کھانا کھاتے تھے تو ضرور ہے کہ دونوں محتاج بھی ہوں۔اب جومحتاج ٹھہر چکا تو وہ قابل وصف الوہیت کیونکر ہوسکتا ہے۔

اس آیت پاک میں علاوہ اس کے کہ پروردگار عالم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ماں کے ذریعہ سے پیدا ہونا بیان فرمادیا۔اس کے ساتھ ہی احتیاج طعام کا بھی ذکرفرمادیا اس آیت میں کہیں بھی موت وحیات کا ذکرتک نہیں ہے اور اگر ہمارے مرزا قادیانی یہ فرمائیں کہ وصف طعام کی مشارکت اس باب کی مقتضی ہے کہ دونوں کو وصف موت میں بھی مشارکت حاصل ہو۔ بھلا یہ بھی تو ممکن ہے کہ وصف طعام کی مشارکت مشارکت بوصف رسالت کی مقتضی ہوکہ دونوں ہی رسول ہوں۔ایسے ہی یہ کیوں نہیں فرمادیا کہ دونوں مرنے کے پہلے کھانا کھایا کرتے تھے۔دونوں مرنے کے پہلے رسول تھے اوراب فوت ہونے کے سبب دونوں کھانے سے روکے گئے۔

مجھ ایک حکایت یادآئی ہے کسی مدرسہ میں دوطالب علم پڑھا کرتے تھے۔ایک بیچارے سیدھے آدمی سادہ لوح نے جوسنا توسمجھا کہ دونوں ہی عالم ہوگئے ہوں گے۔دونوں ہی کے علم میں مساوات من کل الوجوہ ہوگی۔زمانۂ امتحان میں ایک پاس کرگیا اورایک فیل ہوگیا۔جب اس کی خبراس سادہ کوپہنچی اس نے کہا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ دونوں ایک کتاب میں شریک ہوں ایک مدرسہ میں پڑھیں اورایک کامیاب ہواورایک اس سے درجہ میں کم رہے۔ بس یہی مثال آپ کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم جب دونوں کھانا کھایا کرتے تھے تو

ضرور ہی مرنے میں بھی دونوں شریک ہوں گے۔

اب دوسری آیت: ''**واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیاً وبراً بوالدتی**'' (مریم:۳۱،۳۲) اس کے متعلق بھی آپ نے خوب ہی قیاسی گھوڑے دوڑائے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ نماز کہاں پڑھتے ہوں گے، زکوٰۃ کس کو دیتے ہوں گے اور زکوٰۃ کے لئے مالک نصاب ہونا لازم ہے تو تجارت بھی کرتے ہوں گے اور وہ آسمانی فقراء کہاں ہیں جو زکوٰۃ لیتے ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ من المزخرفات! خیر اس کا جواب بعنوان شائستہ مجھ سے سنئے۔

جناب عالی! بیان زکوٰۃ کے معنی طہارت اور پاکیزگی کے ہیں اور نماز سے مراد ذکر اللہ ہے۔ مگر شاید آپ یہ فرمائیں کہ صلوٰۃ اور زکوٰۃ سے متبادر فی الذہن معنی متعارف ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے ''**حناناً من لدنا وزکوٰۃ**'' (مریم:۱۳) جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے واسطے اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا ہے، آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ دیکھئے! اس آیت میں بھی زکوٰۃ کے معنی پاکیزگی کے ہیں کی آپ کہہ سکتے ہیں کہ پیش کردہ آیت میں زکوٰۃ سے معنی متعارف ہی مراد ہے۔ یہی صورت آیت متنازعہ فیہ میں پائی جاتی ہے۔ یہ آیت جو آپ نے لکھی ہے اس میں بھی آپ نے اصل واقعہ پر پردہ ڈال کر لکھا ہے۔

اصل واقعہ یہ کہ جب حضرت مریم کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، اس وقت حضرت مریم نے بسبب شرم وحیاء کے یہ خیال کیا۔ اب اس کا جواب لوگوں کو ہم کیا دیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل وہاں پہنچے اور کچھ کلام کرنا چاہا۔ حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ میں تو روزہ سے ہوں۔ کلام نہیں کر سکتی جو کچھ تمہیں دریافت کرنا ہو، اس لڑکے سے دریافت کرو۔ وہ تمہارے سوالوں کا جواب دے گا۔ اس کہنے پر لوگوں کو ایک تعجب معلوم ہوا کہ بھلا دودھ کا بچہ کیونکر بول سکتا ہے۔

بہرکیف حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''**انی عبداللہ اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیاً. وجعلنی مبارکاً اینما کنت واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیاً. وبراً بوالدتی...... الخ!**'' (مریم:۳۰ تا ۳۲) یعنی میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے کتاب دی گئی ہے اور اللہ نے مجھے نبی بنایا ہے اور اللہ نے مجھے عالی مرتبہ بنایا جس جگہ میں رہوں اور مجھے یاد الٰہی اور طہارت ظاہری وباطنی کا حکم دیا گیا ہے۔ جب تک میں زندہ رہوں اور اپنی ماں کے ساتھ احسان کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

یہ ہے اصل قصہ اس آیت پاک کے متعلق ہم نے ناظرین کے سمجھنے واسطے پورا واقعہ مختصراً لکھ دیا ہے۔ اب یہاں غور کرنے کا مقام ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کلام عالم طفولیت میں فرمایا تھا جو زمانہ کہ کلام کرنے کا نہ تھا اور اس وقت آپ یہ فرماتے ہیں۔ مجھے کتاب دی گئی۔ حالانکہ اس وقت نہ تو آپ نبی ہوئے تھے اور نہ آپ کو انجیل دی گئی تھی اور نہ اس وقت مکلّف بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ہی تھے۔ بعد عطائے نبوت البتہ کتاب بھی دی گئی اور مکلّف بھی ہوئے۔ مگر یہ بھی یاد کر لینا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو تمام عمر اپنی جنگل اور صحرا ہی میں بسر کی۔ بقول آپ کے دنیا میں جب تک زندہ رہے زکوٰۃ دیتے ہوں گے۔ بھلا ثابت تو کیجئے کہ کبھی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں مالک نصاب زکوٰۃ ہوئے تھے۔

اگر یہی آپ ثابت کر دیں کہ حضرت عیسیٰ مالک نصاب تھے اور وہ زکوٰۃ دیا کرتے تھے تو البتہ آپ کے مشکل اعتراضات واجب التسلیم ہوں گے اور ہم تو یہ کہتے ہیں کہ پروردگار عالم نے بیشک انہیں صفات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موصوف فرمایا کہ جب تک وہ آسمان پر زندہ رہیں گے یاد الٰہی اور پاکیزگی اور طہارت ہی میں بسر کریں گے اور یہی دلیل ان کے حیات جسمانی اور رفع آسمانی پر کافی ہے۔ کیونکہ اس آیت پاک میں: ''ما دمت حیاً'' جو دوام مدت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ''اینما کنت'' کا جملہ تو اور بھی وسعت پذیر ہے جس سے آسمانی رفع اور حیات جسمانی کا ثبوت بین ہے۔

کیوں جناب! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا تو عالم طفولیت میں ہوا تھا۔ بھلا اس وقت اصلاح خلق، ادائے زکوٰۃ، عبادات خداوندی، اطاعت ماں کس طرح کرتے ہوں گے؟ اگر آپ ان کے لڑکپن کے زمانہ کو ان صفات سے متصف کر کے دکھلائیں اس وقت بیشک یہ اعتراض قابل قبول ہوگا کہ آسمان پر اٹھ جانے سے عبادت اور اصلاح خلق ادائے زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ سے روک دیئے گئے۔ بیشک جس طرح لڑکپن کے زمانہ میں ان باتوں کے کرنے پر مکلّف نہ تھے۔ اسی طرح رفع الی السماء کے بعد بھی جب تک زندہ رہیں گے یاد الٰہی طہارت ظاہری و باطنی جو ایک جامع عبادت اور صلاح وفلاح ہے کرتے ہی رہیں گے اور یہی ہے۔ اس آیت پاک کا مطلب سمجھئے اور غور کیجئے۔

اس کے بعد آپ نے مکرر خاتم النّبیین کی بحث چھیڑ دی جس میں آپ نے اپنے مرزا قادیانی کا خلاف کیا ہے۔ کیونکہ مرزا قادیانی نے تو ختم رسالت کے بھاری قفل کو توڑ ہی

دیا ہے۔ پھر آپ کیوں اس کے درپے ہیں کہ وہ بند ہی رہے۔ حضرت من! دیکھئے پیرو مرشد کا خلاف اچھا نہیں۔

اس کے بعد آپ کا یہ فرمانا کہ انسان ارذل عمر میں پہنچ کر اپنے دینی کاموں میں بیکار ہو جاتا ہے اور اس دعویٰ میں دو آیتیں پیش کی ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے کہ: ''ومنکم من یتوفی ومنکم من یرد الیٰ ارذل العمر...... الخ'' (النحل:۷۰)

اور ''من نعمرہ ننکسہ فی الخلق...... الخ'' (یٰسین:۶۸)

ناظرین! یہاں پر ہمارے مرزائی صاحب نے اس آیت پاک کی تعمیم بلا استثناء سے فائدہ اٹھا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اس میں لپیٹ لیا ہے۔ حالانکہ اس قدر آپ مان لیتے ہیں اور اب اس بات کا آپ کو اقرار ہو گیا کہ ہم ان کا آسمان پر جانا مانتے ہیں اور زندہ رہنا بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن کلام ہے تو اس میں کہ اتنے زمانے گزرے پر اور ارذل عمر کے پانے سے پیر فرتوت ہو گئے ہوں گے اور مخبوط الحواس بن گئے ہوں گے۔ (معاذ اللہ)

خیر از خدا خواہیم توفیق ادب، پڑھ کر ہم یہ عرض کرتے ہیں بھلا ایک جلیل القدر پیغمبر کے شان عالی میں مخبوط الحواس پیر فرتوت وغیرہ ہتک آمیز الفاظ استعمال کرنا کس اسلام نے تعلیم کیا ہے۔ ''ومن یعظم شعائر اللہ من تقوی القلوب'' (الحج:۳۲) پر بھی نظر کیجئے۔ بہرکیف ہمیں اس کے جواب کی بھی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اس لئے کہ مابہ النزاع جو امر تھا اسے تو آپ نے قبول ہی کر لیا کہ وہ زندہ ہیں آسمان پر ہیں۔ مگر خیال اس قدر ہے کہ اتنے زمانے کے گزرنے سے وہ دینی کاموں کے لائق نہ ہوں گے لیکن یہ قرآن پاک کی عدم واقفیت کا باعث ہے جس میں ہم آپ کو معذور سمجھتے ہیں۔ بہرکیف آپ کے تعلیمی لحاظ سے گزارش ہے کہ: ''وکان اللہ عزیزاً حکیماً'' میں بھی تعمیم بلا استثنا ہی ہے، اس پر ایک ذرا نگاہ کر لیجئے۔ حضرت آدم ونوح علیہما السلام کی عمر کا بھی خیال کر لیجئے سب جانے دیجئے۔ اپنے مرزا قادیانی ہی کی عمر پر غور کیجئے کہ مدت ارذل عمر کو پہنچے تھے یا نہیں۔

کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت آدم وحضرت نوح علیہما السلام کی عمر ہزار ہزار سال کی نہیں ہوئی جس طرح یہ حضرات باوجود اتنی عمر پانے کے دینی کاموں کو انجام دیتے رہے اور بس۔

ناظرین! ایک اور قیاس سنئے۔ مرزائی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو پیدا ہوئے تو اسی صورت پر پیدا ہوئے جس طرح دنیا میں اور بچے پیدا ہوتے ہیں۔'' کہئے

کیا ہی صحیح قیاس ہے؟ آپ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اور بچے بوساطت نطفۂ منی کے پیدا ہوتے ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی پیدا ہوئے۔ کیوں نہ ہو ہم بھی اسے مانتے ہیں۔

قول مرزائی

یہاں اور ایک بات قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’او ترقی فی السماء ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ قل سبحان ربی هل کنت الا بشراً رسولا...... الخ!‘‘

قول مصطفائی

یہ آیت سورۂ بنی اسرائیل کی ہے۔ یہاں بھی حسب عادت پوری آیت نقل نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ وہی مثال ہمارے مرزا قادیانی کی ہے جیسا کہ ایک شخص نے درمیان مجلس وعظ کسی عالم سے یہ آیت سنی کہ: ’’ولا تقربوا الصلٰوۃ وانتم سکاریٰ‘‘ اس شخص نے اپنے مطلب کا جملہ یاد کر لیا کہ: ’’ولا تقربوا الصلٰوۃ‘‘ اور آگے کی بات حذف کیونکہ وہ تو خلاف مقصود ہی ہے۔ وہ کیوں زبان پر لانے لگا۔ یہی حالت مرزائی دریاپوری کی ہے جہاں تک مطلب کی بات تھی اسے تو آپ نے نقل کر دیا۔ بقیہ جو خلاف مقصد اور مطلب برآری میں قباحت پیدا کرنے والا جملہ تھا اسے ہضم کر گئے۔

صاحبو! جس طرح یہ جواب ’’قل سبحان ربی هل کنت الّا بشرا رسولا‘‘ کافروں کے اس سوال پر کہ یا آسمان پر چڑھ جائیں اور وہاں سے ایک کتاب بھی لے آئیں وغیرہ ملا۔ اسی طرح پوری آیت میں بہت سے سوالات کافروں نے کئے تھے اور یہ سوالات جو حضور انور محمد عربی ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے تھے وہ تحکمانہ تھے۔

چنانچہ وہ سب سوالات یہ تھے کہ ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم اے محمد ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری نہ کر دو یا ہمارے واسطے کھجور اور انگور کا باغ ابھی ابھی پیدا ہو اور اس کے نیچے نہریں جاری ہو جائیں یا ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا ہی برسا دیجئے۔ جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو دکھلا دیجئے اور بلا لیجئے یا ہمارے لئے کوئی گھر ہی سونے کا بن کر تیار ہو جائے یا آپ آسمان ہی پر تو چڑھ جائیں اور ہم اس آمدورفت کو دیکھ بھی لیں اور کوئی کتاب بھی وہاں سے لے آیئے جسے ہم خود پڑھ لیں۔ ان سارے سوالوں

کے جواب میں یہی حکم ہوا کہ اے پیغمبر آپ کہہ دیں میرا رب پاک ہے کہ کوئی اس پر زور و تحکم کیا کرے اور ہم تو صرف ایک فرمانبردار بندے اس کے ہیں اور رسول بھی۔

یہ ہے اصل ترجمہ اس آیت پاک کا۔ اب ہم آپ سے یہ دریافت کرتے ہیں کفار نے جو یہ سوال سرکار دو عالم محمد عربی خاتم الانبیاء سے کیا تھا کیا سمجھ کر۔ کیونکہ کفار کے سوال دو حال سے خالی نہیں ہو سکتے یا تو یہ کلی امورات ممکن الوقوع تھے یا نہیں اور یہ جواب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتلایا گیا، ان سارے سوالوں کے جواب میں تھا۔ یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا ایسا ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت وشان سے محال تھا یا ممکن۔ کیونکہ قرآن پاک کی آیات میں تعارض اسی وقت ہوگا کہ یہ سوالات کفار نے یہ سمجھ کے کیا ہو کہ خداوند کریم کی قدرت کا یہ مقتضاء ہی نہیں کہ کسی بندے کو آسمان پر چڑھاوے، زمین سے چشمہ جاری کر دے، آسمان کا ٹکڑا گرا دیا جاوے، کسی کے لئے سونے کا محل بناوے اور ایسا کرنا خلاف قانون قدرت ہے۔

اور جب دوسری آیات قرآنیہ سے ان سب سوالوں کا ممکن الوقوع ہونا موافق قانون قدرت کے کلام الٰہی سے معلوم ہو جاوے اس وقت آپ کو کیا عذر ہوگا کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر جانا تسلیم کر لیں۔ چنانچہ اس کے امکان کی تصریح پروردگار عالم نے متعدد مقامات پر بیان فرما دیا ہے۔

جناب من! حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تمام دریا اور پہاڑ جن وغیرہ مسخر کر دیئے گئے تھے اور شیش محل بھی بنا دیا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے پتھر سے چشمہ جاری کر دیا گیا۔ باغات وانہار ومحلات وغیرہ بھی انبیاء کرام کے لئے ہوا کئے ہیں۔ قرآن پاک میں اس کے امکان وقوع کو بڑے زور وشور سے بیان کیا گیا ہے۔ قرآن میں یہ بیان ہے کہ اگر خدا چاہے تو آسمان کا ٹکڑا گرا کر لوگوں کو ہلاک کر دے۔ قرآن پاک میں یہ بھی آیا ہے کہ خدا اگر چاہے تو آسمان کا دروازہ کھول دے اور لوگوں کو اوپر آسمان کے بلا لے۔ قرآن پاک میں حضور انور محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے سیر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک بجسم عنصری بالتصریح موجود ہے۔ یہ کل واقعات اور یہ کل باتیں خدا کے مشیت وارادے پر موقوف تھیں۔ اس لئے یہ جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا زور اور کسی کا تحکم نہیں ہوتا۔

اگر ہر شخص کے کہنے پر ان باتوں کا وقوع ہو جایا کرے تو پھر وہ خدا خدا کاہے کو ہوا۔ ایک بازیچۂ اطفال ہو گیا کہ جب چاہا کسی بات کو پیش کر دیا۔ اگر اس کے مطابق ظاہر

ہونے میں کچھ تاخیر ہوئی تو رسالت ووحدانیت کا ہی انکار کر بیٹھے۔ یہی وجہ تھی کہ کافروں کے ان سوالوں پر حضور انور نے فرمایا کہ:''ھل کنت الّا بشرا رسولا '' کا مطلب یہ ہے بھلا ہم بھی آخر انسان ہی ہیں۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ اس کے شان عالی کے خلاف اس پر کسی قسم کا تحکم کیا جائے۔ دنیا کے ادنیٰ بادشاہوں پر تو کوئی تحکم کر ہی نہیں سکتا اور وہ تو احکم الحاکمین ہے۔ وہاں کس کی مجال ہے کہ دم ہلائے جس وقت جو کام وہ مناسب سمجھتا ہے اپنے مشیت وارادے سے کرگزرتا ہے۔ یہ ساری باتیں جو تم نے کہیں ہیں خدا کی قدرت وشان سے تو کوئی بعید ہی نہیں۔

میرے مرزائی صاحب! اگر یہ کل سوالات محالات ہوتے اور ان کا وقوع ممتنع بالذات ہوتا تو پھر اس کا ذکر قرآن پاک میں کیوں بیان ہوتا۔ اب کافروں کے سوال کرنے پر جو یہ باتیں نہ ہوئیں تو اس سے ہمارے سرکار دوعالم کے مراتب میں فرق ہی کیا ہوا۔ ہاں! جس صورت میں آپ اس کو محال یا ممتنع بالذات تسلیم کریں گے۔ اس صورت میں آیات قرآنیہ کے اندر بیشک تعارض واقع ہوگا اور انبیاء کرام کے معجزات منصوصہ کا انکار بھی کرنا پڑے گا۔

آپ کا یہ فرمانا کہ بھلا جو امر آنحضرت ﷺ کے لئے جو افضل الانبیاء تھے جائز نہیں، وہ دوسرے پیغمبروں کے لئے کیوں جائز ہوا۔

اب آپ کی یہ بات دھوکا دہی نہیں تو اور کیا ہے۔ ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ حضرت آدم وحوا کو خدا نے بے ماں باپ کے پیدا کیا اور یہ بات افضل الانبیاء کے لئے کیوں جائز نہیں کی گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا پر چلا کرتا تھا، حضور انور خاتم الانبیاء کے واسطے کیوں نہیں یہ رکھا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ کا سا ہوجاتا تھا۔ حضور انور سرتاج انبیاء کے لئے ایسا کیوں نہ ہوا۔ حضرت من! حضور انور کی ذات عالی جامع صفات کاملہ تھی۔ جب کمالات علمیہ اور عملیہ دونوں ہی عطاء ہوگئے پھر کسی خاص معجزوں میں اور پیغمبروں سے درجہ کیوں کم ہونے لگا۔

آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اور یہ تو ہاتھی کے دانت ہیں کہ جس سے عوام کو یہ معلوم ہوجائے کہ ہم مرزائی پارٹی والے حضور انور کا کمال ادب ملحوظ رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی یہ تحریر کہ یہ کمال بے ادبی ہوگی۔ ہم آنحضرت کی نسبت ایک کمال کو مستبعد خیال کریں اور پھر وہی کمال حضرت مسیح کے نسبت

قرین قیاس مان لیں کیا کسی سچے مسلمان سے ایسی گستاخی ہوسکتی ہے۔

ہاں! جناب ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ کیا کسی سچے مسلمان سے ایسی گستاخی ہوسکتی ہے کہ حضور انور محمد مصطفیٰ ﷺ روحی فداہ کے معراج جسمانی کا انکار کرے اور وہ کمال مستبعد خیال کر کے اسے اعلیٰ درجہ کا کشف قرار دے اور ایسا ہی کشف اپنی طرف منسوب کرے بلکہ اپنے کو صاحب تجربہ بھی کہے۔ کیا کسی مسلمان کا یہ کام ہوسکتا ہے ہرگز نہیں۔ یہی تو وجہ ہے کہ ہم ایسے ویسے کو مرد مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ ہمسری با انبیا برداشتند۔

ہماری اس تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ کافروں نے جو حضور انور ﷺ سے سوالات پیش کئے تھے وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ جس طرح اور پیغمبروں سے ایسے ایسے معجزات ظہور میں آئے ہیں۔ اگر یہ بھی اپنے دعویٰ رسالت میں سچے ہیں تو ان ان باتوں کا سوال کرو۔ مگر جواب یہ ملا کہ تصدیق رسالت کے لئے کلام الٰہی کافی ہے اور یہی ابین المعجزات ہے۔ جب آپ کے صداقت رسالت کے لئے کلام الٰہی نازل کر دیا گیا۔ پھر اے حبیب اب کافروں کی واہیات باتوں کا خیال ہی نہ کرو۔ کیونکہ خدا پر کسی کا زور تو چلتا ہی نہیں جو ہر کس وناکس کے سوالوں پر اس کا ظہور بھی ہو جائے۔ فافہم ایہا المرزائی!

میرے پیارے دریاپوری آپ کو صدقے اور نثار ہونا چاہئے۔ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے اور مصطفائی احسان مان لینا چاہئے جس نے آپ کے ضلالت انگیز خیال اور خدا کی رفعت وشان مٹانے والی عقیدت سے آپ کو سدھار دیا۔ آپ کے امام قادیانی کے دجل وخدع کو روز روشن کی طرح ظاہر کر دیا اور یہ تو فقط آپ کی حسن عقیدت کا ثمرہ ہے جو آپ نے یہ خیال کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے ان مسائل کی اچھی تطبیق کی ہے۔

ہم کہتے ہیں کیا تطبیق اسی کا نام ہے کہ احادیث رسول کریم ﷺ کو اٹھا کر قرآنی آیات کے معنی بدل کر معراج جسمانی کو کشفی خواب قرار دے کر معنی بیان کئے جائیں۔ اگر ارتفاع تعارض اور تطبیق بین الاحادیث اسی کا نام ہے تو بسم اللہ! یہ آپ کو ہی مبارک ہو۔ ایسے امام کو ہمارا دور ہی سے سلام ہے۔

قول مرزائی

ہم کو بھی نزول عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ امور جو صحیح حدیثوں میں آئے ہیں کچھ شک وتردد

نہیں۔مگر شکر خدا کا کہ لفظ نزول میں ہمیں دھوکا نہیں ہوا۔جیسا کہ ایک عالم اس دھوکے میں پڑ کر محالات عقلی ونقلی کے مورد بن بیٹھا ہے۔ بفرض محال نزول سے نزول من السماء مراد ہی لیا جائے تو اس وقت ضرور صعود الی السماء کا نشان دینا پڑے گا۔

قول مصطفائی

ہمارے مرزائی نے یہاں یہ بیان کیا ہے، نزول عیسیٰ ابن مریم بجسد عنصری تو ہم مانتے ہیں مگر ہمیں صعود الی السماء کا پتہ نہیں معلوم۔اس لئے ہم اپنے دریاپوری مرزائی کو صعود الیٰ السماء کا نشان دیتے ہیں۔ امید ہے کہ اس کے بعد اب کسی طرح شبہ ہمارے مرزائی کو حیات مسیح اور نزول عیسیٰ میں نہ رہے گا۔ **وباللہ التوفیق وبیدہ ازمة التحقیق!** احادیث صحیحہ کثیرہ جن کو محدثین نے تواتر کے درجے میں مانا ہے اور نیز آیات قرآنیہ سے بالتصریح یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صعود الیٰ السماء بجسد عنصری ہوا جس میں کسی مرد مسلمان کو شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

پہلی آیت جس سے صعود الیٰ السماء بہ نص صریح ثابت ہے وہ یہ ہے کہ:’’**وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ**‘‘ دوسری آیت:’’**ورافعک الیّ**‘‘ اسی صعود الیٰ السماء کا پتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ہمارے مرزائیوں کو صاف لفظوں میں بتا دیا ہے۔مگر اب کوئی بدنصیب، ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کہنے کو نہ مانے تو اس کا جواب ہی کیا ہے جس کو ان الفاظ میں ارشاد فرماتے ہیں:’’**ورفع عیسٰی من روزنة فی البیت الی السماء**‘‘ لیجئے! ہمارے مہربان آپ نے جن کی تفسیر ممیتک پر اس قدر شور مچایا تھا ہم نے انہیں کے قول سے صعود الیٰ السماء ثابت کر دیا۔قطع نظر اس بات کے کہ نزول کا لفظ ہی اجسام کی صفت میں آیا کرتا ہے۔**النزول والصعود والحرکات من صفات الاجسام** اور اس کے ماوراء صاحب تفسیر بیضاوی فرماتے ہیں:’’**والانزال نقل الشئ من الاعلیٰ الی الاسفل**‘‘ اس کی بدیہی مثال یہ ہے کہ مثلاً کہیں کوٹھے میں سے پتھر گرا کوٹھے پر زید چڑھا۔اس کے یہی معنی ہیں کہ زید مع اپنے جسم عنصری کے کوٹھے پر چڑھا اور جب کوٹھے پر زید کا چڑھنا معلوم ہوگیا تو اس کا نزول بھی بجسد عنصری ہی ہوگا۔مگر یہ سوال آپ کا خوب ہی ہے۔اس سوال میں آپ ایک بات بھول گئے جس کو ہم یاد دلا دیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں نزول من السماء کا لفظ کہیں نہیں آیا ہے۔ اگر ہے تو کوئی پیش کرے۔ ہم اس میں غور کریں گے۔ جناب ایک لفظ اور بڑھانا لازم تھا کہ نزول من السماء الیٰ الارض کا لفظ نہیں آیا ہے۔ اگر ہے تو کوئی پیش کرے۔ اگر آپ یوں سوال کرتے تو بہت موزوں ہوتا۔ کیا خوب سمجھ ہے آفرین اور مرحبا صد آفرین!

اچھا! اب وہ محاورہ عرب ہی پر نگاہ کیجئے جس کا بیان آپ نے کیا ہے کہ جو شخص اپنے وطن کو چھوڑ کر سفر کرتا ہے اور کسی مقام پر ٹھہر جاتا ہے تو اسے نزیل کہتے ہیں۔ آپ کو اسی مقام پر شرم کرنا لازم تھا کہ مسافر مع جسد عنصری سفر کرتا ہے اور بجسم عنصری کسی مقام پر ٹھہرتا ہے یا اصل تو اس کا اس کے جگہ پر قائم رہے اور مثل اس کا کہیں ٹھہرا رہے تو اسے نزیل کہیں گے۔ مثلاً زید نے کلکتہ سے سفر کیا اور دریاپور میں آکر ٹھہرا تو اب نزیل کا اطلاق زید پر صحیح ہوگا نہ یہ کہ زید تو اپنے مقام ہی پر رہے اور اس پر نزیل کا لفظ بولا جاوے۔

یہی وجہ ہے جو حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اذا نزل فیکم ابن مریم'' یعنی جب ابن مریم بجسد عنصری آسمان سے تم لوگوں میں نازل ہوں گے۔ جن حدیثوں میں نزول کا لفظ آیا ہے وہاں صرف اجسام ہی مراد لی گئی ہے۔ اب آپ کا یہ کہنا کہ کسی نے کپڑے کے تھان یا پائجامہ آسمان سے اترتے دیکھا ہے۔ کیا کسی کے نہ دیکھنے سے یہ لازم ہوگیا کہ وہ شئی آسمان سے نازل ہی نہ ہوئی۔ کیا آپ نے آدم علیہ السلام کو آسمان سے اترتے دیکھا ہے۔ آپ نے کیا اس وقت کے کل انسان نے نہیں دیکھا ہے۔ اس سے یہ لازم آگیا کہ آدم علیہ السلام زمین پر آسمان سے نہیں اتارے گئے اور یہ تو آپ بھی مانتے ہیں کہ پانی اور ملائکہ اور وحی اور قرآن وغیرہ آسمان سے اترے ہیں۔ اس لئے کہ یہ اشیاء آسمانی ہیں۔ جب یہ سب اشیاء جن میں صفات اجسام پائے جاتے ہیں ان کا قیام بقول آپ کے آسمان پر ثابت ہوگیا۔ پھر اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بجسم عنصری آسمان پر قیام پذیر ہوں اور بجسم عنصری نازل ہوں تو اس میں کیا استحالہ ہے۔ جس طرح بقول آپ کے پانی آسمانی اشیاء میں داخل ہے تو ضرور ہے کہ وہاں دریا بھی ہوگا اور دریا ہوگا تو مچھلی کا ہونا بھی ضروری ہے۔ مگر مچھ وغیرہ دریائی جانور بھی ہوں گے اور اس میں فرشتے غسل بھی کرتے ہوں گے۔

یہ سب لوازمہ ہونا ضرور ہے جس طرح آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عالی شان میں فرمایا ہے کہ آسمان پر سنڈاس اور باورچی خانہ وغیرہ وغیرہ بھی ان کے لئے ہوگا۔ اگر آسمانی

اشیاء کے لئے ان کے لوازمات بھی ہونے چاہئے تو اس وقت ضرور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے یہ بھی کل اشیاء ہوں۔ آپ ثابت تو کیجئے کہ پانی آسمانی اشیاء ہے۔ اگر ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ مع جسم عنصری کے بھی رہنا ثابت ہے۔ وھذا ھو المطلوب!

اب آپ اپنے اردو کے شعروں کا مطلب سنئے۔ شاعر کہتا ہے کہ:

حضرت آدمؑ نبی نیچے زمین کے چل بسے ۔۔۔ نوحؑ کشتیبان عالم بھی یہاں سے چل بسے
یوسفؑ ویعقوبؑ واسماعیل واسحاقؑ وخلیلؑ ۔۔۔ اور سلیمانؑ زمانہ مہر والے چل بسے
ہودؑ اورادریسؑ ویونسؑ شیثؑ وایوبؑ وشعیبؑ ۔۔۔ دعوت اسلام کر کے ٹھہرے چندے چل بسے

اب دیکھئے! ان تمام الفاظ میں چل بسے ہی کی ردیف بیان کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ اور کوئی دوسرا لفظ کسی مصرعہ میں نہیں بیان کیا گیا ہے جس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ چل بسنا جو ایک مشترک المعنیٰ لفظ ہے، اس کی تعیین فقط ایک معنی میں ہوجاوے اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر شعر میں لایا گیا، اس وقت بضرورت ایک ایسے لفظ کو بڑھانا ہوا جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا استثناء معنی مشہور سے ہوجائے۔

چنانچہ شاعر لکھتا ہے کہ:

حضرت عیسیٰؑ نبی داؤدؑ موسیٰؑ خاک میں ۔۔۔ لیکے توراۃ وزبور انجیل حق سے چل بسے

ملاحظہ فرمائیے! یہاں بیان ہے کہ داؤد اور موسیٰ علیہما السلام تو خاک میں چل بسے اور حضرت عیسیٰ بالائے آسمان چل بسے۔ اس کا قرینہ یہی ہے کہ شاعر نے فقط اسی شعر میں خاک کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اگر چل بسے سے موت ہی کے معنی ہوتے جس سے انسان خاک میں چل بستا ہے تو پھر یہاں یہ لفظ زائد بلا فائدہ کا استعمال خوبی شعر کے لئے غیرموزوں ہوتا ہے۔ مگر نہیں چل بسنا اس کے معنی انتقال مکانی کے ہیں جسے عرف عام میں موت پر بھی بول لیا کرتے ہیں۔ مگر چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چل بسے ہیں۔ اس لئے شاعر نے جب ان کا بھی شمول اور پیغمبروں کے ساتھ کیا تو اس کے ساتھ ہی ایک ایسا لفظ بھی لکھ دیا جس سے وہ معنی جو عرف عام میں لیا جاتا ہے نکل جائے اور داؤد علیہ السلام وموسیٰ علیہ السلام کے بعد خاک میں لکھ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور داؤد وموسیٰ گو سب کے سب چل بسے۔ مگر اس کی حالت جداگانہ ہے۔ داؤد وموسیٰ تو خاک میں چل بسے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فقط چل بسے یعنی آسمان پر۔

اب کہئے اس شعر کے اور بھی معنی ہیں۔ بھلا ان شعروں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

وفات پر استدلال پیش کرنا کیا ہنسی کی بات ہے۔ جب آپ کو قرآن قدیم واحادیث رسول کریم سے کوئی مدد نہ ملی۔ اس وقت آپ نے شعراء کے شعروں سے مطلب نکالنا شروع کیا۔ کیوں نہ ہو کہیں تو سہارا ملے ہی گا۔

اس کے بعد آپ نے ''**وما جعلناهم جسداً لا يأكلون الطعام**'' سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنی چاہی ہے اور یہیں آپ نے اکثر ایسے کلمات حضرت مسیح روح اللہ کے عالی شان میں استعمال کئے ہیں جس سے ایک سچے مسلمان کا دل بہت ملال آلودہ ہو جاتا ہے۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ ملائکہ بھی تو اہل جسد میں داخل ہیں۔ بھلا وہ کیا کھاتے ہوں گے۔ اچھا سب جانے دیجئے جب حضرت آدم وحوّا آسمان پر پیدا کئے گئے تو یہ تو اہل جسد ضرور تھے اور بقول آپ کے ہر اہل جسد کے لئے احتیاج طعام لازم ہے تو پھر آدم وحوّا بھی تو پیدا ہوتے ہی کچھ نہ کچھ کھاتے ہوں گے۔ جب ان کے واسطے سنڈاس ہوگا اور نائی بھی ہوگا باورچی ہوگا، باورچی خانہ بھی ہوگا۔ بس اب یہی سمجھ لیجئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی سنڈاس میں اسی باورچی خانہ میں اپنی گزران کر لیتے ہوں گے۔

لیجئے! اب تو آپ خوش ہوئے۔ اس کو بھی جانے دیجئے حضور انور ﷺ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے کہ: ''**ابيت عند ربي يطعمني ويسقيني**'' حضور انور روحی فداہ کو خدا کیسا کھانا کھلاتا تھا اور کون سے دریا سے پانی پلاتا تھا۔ کیا خدا باورچی ہے؟ کیا خدا سقائی بھی کرتا ہے جو حضور انور اس طرح ارشاد فرماتے ہیں۔ میرے پیارے مرزائی اس طرح کے اعتراضات اگر ہم کرنا چاہیں تو ہزاروں لاکھوں کر سکتے ہیں۔ مگر ہمیں تو شریعت محمدیہ نے ایسی گستاخی کا حکم ہی نہیں دیا ہے۔ آپ ایک پیغمبر جلیل القدر کی شان میں کیا کچھ نہیں غبار نکال رہے ہیں اور اپنے فرضی مسیح کے واسطے حضرت روح اللہ پر تبرے بازی کرتے ہیں۔ ''**اللهم احفظنا من هذه الخيالات الفاسدة**''

اس کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق بحث ہے۔ جناب عالی! آپ کو یہ سب محالات عقلیہ ونقلیہ کے بھنور کیوں پیش آئی۔ اس کی وجہ سے غالباً آپ بے خبر ہیں۔ اس شخص کا یہی حال ہوتا ہے جو قرآنیہ آیات میں عدم تدبیر سے کام لیتا ہے اور اس کی ظاہر بین نگاہیں قدرت کے سربستہ رازوں سے اندھی محض ہوتی ہیں۔ جب فرشتے بھی اجسام میں داخل ہیں تو اب بتائیے ان کی عمریں کس قدر ہیں اور یہ تو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اہل مرتاض کئی کئی

ہفتہ تک بھوکے رہتے ہیں۔ یہ بھی تو خلاف عقل وفطرت ہے مقتضاء فطرت تو یہ ہے کہ انسان ہر روز کھایا کرے اور جب چند ہفتہ بھوکے رہنا آپ نے تسلیم کرلیا تو پھر انیس سو برس یا پچاس ساٹھ برس بھی انبیاء کرام کے لئے بھوکے رہنا دور نہیں ہے۔

اور حضرت یونس علیہ السلام کی نسبت ارشاد خداوندی ہے کہ: ’’فلو لا ان کان من المسبحین للبث فی بطنه الٰی یوم یبعثون ‘‘یعنی اگر وہ یونس میری پاکی یاد کرنے والوں میں نہ ہوتا تو البتہ مچھلی کے پیٹ میں قیامت تک پڑا رہتا۔ دیکھئے! حضرت یونس کو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں پڑے رہنے کا حکم ہوتا ہے۔ مگر یاد الٰہی باعث نجات ثابت ہوئی۔ دیکھئے قرآن حضرت دیکھئے کیا خلاف عقل وفطرت بھی کوئی بات قرآن میں ہے۔

اب آپ کا یہ فرمانا کہ قدرت وقوع کو مستلزم نہیں ہے۔ اس سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ اگر قدرت کا وقوع باعتبار ذات خداوندی مستلزم الوقوع نہیں ہے تو یہ بہت بڑی گستاخی ہے۔ ہاں! اگر قدرت کا وقوع باعتبار غیر مستلزم الوقوع نہیں ہے تو اس سے نفی امکان کہاں ہوئی۔ قاعدہ مشہور ہے کہ ہر ممتنع بالغیر ممکن بالذات ہوا کرتا ہے اور جب امکان ذاتی قدرت کے ساتھ پڑا ہوا ہے تو اس کا تسلیم کر لینا داخل عقیدہ اہل سنت والجماعت ہے۔ مگر آپ کو اہل سنت والجماعت کے عقیدہوں سے غرض ہی کیا ہے۔

کوئے جاناں سے خاک لائیں گے اپنا کعبہ جدا بنائیں گے

قول مرزائی

چودہ سو برس سے کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور کیونکر کرسکتا تھا کہ عیسیٰ ابن مریم کی موت کا ثبوت یقینی طور پر ہاتھ میں نہ تھا۔ آج جس نے اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر حضرت مسیح ناصری کے فوت کے مسئلہ کا تصفیہ کردیا یقیناً وہی عالم ملکوت میں مسیح موعود قرار یافتہ ہے۔

قول مصطفائی

یا اللہ! جہالت کا ستیاناس ہو، اس نے بہتوں کو گمراہی کے تاریک گڑھے میں گرا دیا۔ مگر یہ زمانہ بھی کچھ عجیب زمانہ ہے جاہلوں کو دعویٰ علم ہے، گمراہوں کی دلیرانہ ہمتیں بڑھتی جاتی ہیں۔ یہ حالت تو عموماً دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک پائی جاتی ہے۔ مگر خصوصاً یہ ہمارا ہندوستان اسے تو ہم ظلمت کدہ ضلالت ومخزن جہالت اس وقت بھی کہتے ہیں۔ لیکن شاید

ہمارے اس خیال کی تغلیط کسی عنوان سے قرار دی جائے۔ پھر بھی بعض حصص بلاد یا بعض افراد ناس تو اس دائرے عامہ میں گھیرے ہوئے ضرور ہی ہیں اور جہاں تک غور کیا جاتا ہے اس گمراہ قوم کی ہدایت بظاہر بہت ہی دشوار معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے ہم اپنے ہادی برحق محمد عربی حضور پرنور ﷺ کے دعائیہ الفاظ سے اس کی ہدایت کے طالب ہوتے ہیں کہ: ''**اللهم اهد قومی فانهم لایعلمون**'' شاید میرا مالک ایسے گمراہوں کی ہدایت اپنی تائید سے کردے۔ آمین!

ناظرین! اب ''السیف الاعظم'' حصہ اوّل کو خاکسار اس مقام سے آگے بڑھانا نہیں چاہتا ہے۔ ہاں! بشرط حیات وفرصت اوقات حصہٴ ثانیہ کا وعدہ بھی کر دینا ضرور ہے جس میں مرزا غلام احمد قادیانی مدعی مسیح موعود کے گروہ کی کارروائی ونیز مرزا قادیانی کی چالاکی مسیح موعود بننے کی خاطر دکھلائی جائے گی اور اسی میں مولوی صاحبان کٹکی کے سوالوں کا جواب جو مرزائی دریاپوری کی طرف سے دیا گیا ہے، جواب الجواب اس خاکسار کی طرف سے مدلل اور معقول پیرایہ میں ہوگا۔ میرا مالک میرے اس کام میں میری امداد فرمائے اور میری ناچیز کوششوں کو قبولیت کی صورت بخشے۔ آمین!

ہم نے اوپر جو قول دریاپوری مرزائی کا نقل کیا ہے یہ جواب ہے اس سوال کا کہ جس میں لزوم کی دلیلیں بیان کی گئی ہیں۔ سوال یہ قائم کیا گیا تھا کہ ہم نے مانا کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے۔ مگر اس کا کیا ثبوت ہے کہ وہ مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی ہی ہیں۔ اس کا لزوم مرزائی کی طرف سے تلک عشرۃ کاملہ کر کے دکھلایا گیا۔ یعنی دس دلیلیں مرزا غلام احمد قادیانی کے مسیح موعود ہونے کی بیان کی گئی ہیں جس میں پہلی دلیل تو وہی ہے جس کو اس خاکسار نے قول مرزائی کے تحت میں بیان کیا ہے۔

فی الحال ہم اس ایک ہی دلیل کو مرزائی صاحب ہی کے مقبولہ اصول اور مسلمہ اقوال کی بناء پر اس کی صداقت کا معیار قرار دیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ مرزائی نے اس دلیل میں کہاں تک راست بیانی اور حقانیت کو اختیار کیا ہے۔ اس کے بعد ان شاءاللہ! حسب وعدۂ سابقہ بقیہ دلیلیں جو لزوم کی ہیں ان کا جواب ''السیف الاعظم'' کے حصہ ثانیہ میں ہم اپنے معزز ناظرین کو دکھلائیں گے۔ یار باقی صحبت باقی!

مرزائی صاحب کا بیان ہے کہ چودہ سو برس سے کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہ تاریخی امور ہیں غالباً وہ حضرات جن کی نگاہیں تاریخی کتابوں پر پڑتی رہی ہیں

ان کے نزدیک تو اس دعویٰ کی کچھ بھی وقعت نہیں ہے۔ ہاں! جن حضرات کو واقعات تاریخی سے واقفیت تام حاصل نہیں۔ ان کے سامنے ہمیں یہ دکھلانا ہے کہ مہدیٔ شامی نے ۱۲۱۳ھ میں دعویٰ کیا۔ محمد احمد سوڈانی نے ۱۲۹۹ھ میں دعویٰ کیا۔ محمد علی بابی نے ۱۲۳۹ھ میں دعویٰ کیا۔ سید محمد نے ۷۰۰ھ میں دعویٰ کیا۔ ڈوئی رسول امریکہ جو مرزا قادیانی کا رقیب تھا اس نے ۱۲۲۵ھ میں دعویٰ کیا۔ مرزائی صاحب کا بیان ہے کہ اور کیونکر کرسکتا تھا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے موت کا ثبوت یقینی طور پر ہاتھ میں نہ تھا۔

ناظرین! اس بیان کا دو مطلب ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی موت کا ثبوت جس کے ہاتھ میں یقینی طور سے ہو وہی مسیح موعود بن سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کی موت کا ثبوت بجز مرزا قادیانی کے اور کسی کے ہاتھ میں یقینی طور سے نہ تھا۔ اسی لئے مرزا قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور یہی ہے لزوم کی صورت؟

اس مقام پر ہمارے معزز ناظرین ایک تھوڑی تکلیف گوارا کر کے مرزائی صاحب کے رسالہ ''الدلیل المحکم ص ۱۵'' پر نگاہ فرمائیں، جہاں یہ بیان کیا ہے کہ امام مالک اور ابن عباس رضی اللہ عنہ، ربیع، امام بخاری، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن حزم کا یہی مسلک ہے کہ وہ وفات عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے قائل ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بلکہ کل صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس مسئلہ وفات مسیح ابن مریم کو تسلیم کرلیا ہے اور اس پر اجماع ہوگیا ہے۔ حتیٰ کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب کا مذہب بھی وفات مسیح کے قائلین میں شمار کیا گیا ہے اور اسی رسالہ کے (ص ۱۸) پر تو یہاں تک زہر اگلا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد پہلا اجماع اسی کفرشکن مسئلہ وفات مسیح پر ہوا۔

خیر اب ہم یہاں پر دریافت کرتے ہیں کہ ان حضرات مذکورہ بالا کو جو آپ نے قائلین وفات مسیح میں شمار کیا تھا۔ کیا سمجھ کر اور یہ اجماع جو رسول اللہ کی وفات کے بعد ہوا تھا کس طرح کا تھا۔ اگر آپ کے کہنے کو ہم تسلیم بھی کرلیں کہ یہ کل حضرات وفات مسیح ابن مریم کے قائل تھے تو اب موافق پہلی صورت آپ کے بیان کے یہ مطلب ہوا کہ عیسیٰ ابن مریم کے موت کا ثبوت ان لوگوں کے ہاتھوں میں یقینی طور سے تھا اور جس کے ہاتھ میں موت کا ثبوت یقینی طور سے ہو وہ مسیح موعود ہے۔ اس لئے یہ کل حضرات مسیح موعود تھے۔ صحابہ کرام سے لے کر مولانا شاہ ولی اللہ صاحب تک سب کے سب مسیح موعود ہوئے۔

اب وہ دعویٰ کہ آج چودہ سو برس سے کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس صورت میں باطل ٹھہرا یا دوسری صورت لیجئے کہ ان لوگوں کے ہاتھ میں موت مسیح کا ثبوت یقینی طور پر نہ تھا اور کل حضرات بر سر غلط تھے اور قائلین حیات میں پھر یہ کہنا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اسی کفر شکن مسئلہ وفات مسیح پر پہلا اجماع ہوگیا غلط ٹھہرا۔ کیونکہ اجماع غیر یقینی مسئلہ پر کیونکر ہوسکتا ہے۔ اگر غیر مسائل پر اجماع کا ہونا ثابت ہو جاوے تو ادلۂ اربعہ سے اس کو تعلق ہی نہ ٹھہرے۔

اب فرمائیے مطابق بیان عالی جب چودہ سو برس سے کسی کے ہاتھ میں موت کا ثبوت نہ تھا تو پھر یہ شور مچانا کہ فلاں فلاں حضرات قائلین وفات مسیح تھے اور اجماع علیٰ وفات المسیح ہوا کیا جھوٹ، بہتان، افتراء پردازی نہیں ہے تو اور کیا ہے اور اگر ہے تو ان سب حضرات کو مسیح موعود ہونا بحسب دلیل لزوم ضروریات سے ہے۔ پھر کوئی خصوصیت مرزا قادیانی ہی کی نہ رہی اور نہ اس دعویٰ سے انہیں کوئی تعلق ٹھہرا۔ الغرض مسیح موعود ہونا مرزا قادیانی کا کسی طرح سے ثابت ہی نہیں ہوتا۔

اب آگے چلئے آپ فرماتے ہیں کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر حضرت مسیح ناصری کے فوت کا تصفیہ کردیا۔ یقیناً وہی عالم ملکوت میں مسیح موعود قرار یافتہ ہے۔ بہرکیف یہ ہمیں بھی تسلیم ہے۔ آپ کے مرزا قادیانی عالم ملکوت میں یقیناً مسیح موعود قرار یافتہ ہیں ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ جس طرح عالم ملکوت میں ایک نکاح بھی آپ کے مرزا قادیانی نے اسی وجہ سے کرلیا تھا۔ چلو بھئی عالم ناسوت تو بچا عالم ملکوت میں مسیح موعود ہوئے عالم ملکوت میں دولہا بنے برات بھی نکلی ہوگی۔ فرشتوں نے سہرے بھی باندھے ہوں گے۔ اسی طرح ملائکہ ہی ان کے مرید ہوں گے۔ وہیں کسر صلیب بھی کریں گے۔ وغیرہ وغیرہ! ادھر فرشتے جانیں اور ادھر ان کا خدا جانے۔

ماراچہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد وخر رفت

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر — بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

تمت بالخیر وللہ الحمد

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وآله وصحبه اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین. آمین یا رب العالمین!

نصیحۃ المسلمین

اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے رسول کریم محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان پاک سے نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی کیسی صاف تصریح اور تشریح فرما دی جس سے کوئی مسلمان انکار ہی نہیں کرسکتا اور اس بات کا یقین کر لینا داخل اسلام ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسد عنصری قریب قیامت ضرور ہی نازل ہوں گے۔ اگر آپ حضرات بنظر انصاف رسالہ ''السیف الاعظم'' کو دیکھیں گے تو آپ پر کالشّمس فی النہار یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ فرقۂ مرزائیہ کے دعاوی محض باطل اور فاسد ہیں اور ایسے عقائد و مسائل صرف شیطانی دھوکہ اور وساوس ابلیسی ہیں جو ان باتوں کا معتقد ہو بلاشبہ وہ کید دجالی اور جال شیطانی میں پھنس گیا ہے۔

اے حق کے طالبو اور اپنے مولیٰ کی مرضی چاہنے والو! ایسے عقائد و مسائل سے بہت بچتے رہو۔ میرے پیارے بھائیو! یہی وہ وقت ہے جس کی خبر ہمارے تمہارے محبوب حبیب خدا محمد مصطفیٰ نبی عربی مخبر صادق ﷺ نے دی ہے کہ دجال کذاب مدعی نبوت خروج کریں گے۔ دیکھو بچتے رہنا۔ ''وکان الشیطان للانسان خذولا'' اب یہی وہ زمانہ ہے کہ ہر مسلمان صاحب ایمان کو رسول خدا ﷺ کے اس فرمان واجب الایقان پر عمل کرنا چاہئے کہ: ''ان الناس اذا رأوا منکراً فلم یغیروہ یوشک ان یعمھم اللہ بعقابہ'' یعنی جب گمراہ فرقے کی گمراہیاں دیکھ کر اس کے مٹانے کی فکر نہ کریں گے۔ اس وقت ان پر عذاب خداوندی نازل ہونے لگے گا اور ترمذی شریف کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ تم لوگوں کو بھلائی کی وصیت کرنا اور برائی سے بچنا ضرور ہے اور اگر اس بات سے غفلت ہوئی تو پھر اللہ تعالیٰ کا ایسا عذاب نازل ہوگا کہ اس کے بعد تمہاری دعا بھی قبول نہ ہوگی۔

اس لئے سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ حضور انور رسول خدا ﷺ کے اس وعید سے ڈر کر گمراہ فرقوں سے بچتے رہیں اور ان کے نابود کرنے کی فکر میں دن رات لگے رہیں۔ کیونکہ آپ کا یہ بھی حکم ہے کہ: ''من رأی منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ'' یعنی تم لوگوں میں جو شخص کسی بے دین اور گمراہی کی

باتوں کو دیکھے تو اسے لازم ہے کہ اس کو ہاتھ سے مٹاوے۔ اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا ہے تو زبان ہی سے منع کرے۔ اگر یہ بھی نہیں کرسکتا ہے تو دل ہی سے برا سمجھے۔ ایسے بدعقیدت والے کو اپنی مجلس میں نہ آنے دے۔ سلام علیکم کرنا ترک کردے۔ شادی بیاہ میل جول، بھائی بندی سب کچھ ترک کرنا لازم ہے۔ جو لوگ ایسے گمراہ فرقہ والوں کو باعزاز اپنی مجلس میں بٹھلائیں گے یا ایسے لوگوں کو ملازمت میں رکھ کر کام لیں گے اور شرکت طعام وغیرہ گوارا کریں گے تو بے شک سلب ایمان کا خوف ہے اور خداوندی عذاب کے نازل ہونے کا بہت بڑا خوف ہے۔ عام لوگوں کو ہماری اس نصیحت پر عمل کرنا چاہئے۔ علم والوں کو چاہئے کہ اپنے علم سے کام لیں اور مال داروں کو لازم ہے کہ اپنے زر کے زور سے خدائے پاک کے سچے دین کی اعانت کریں اور رسول خداﷺ کے لگائے ہوئے باغ کی چاردیواری اپنے مالی اینٹوں سے قائم کریں۔ ایسے گمراہ فرقہ کی رد میں جو کتابیں علماء زمانہ تالیف وتصنیف کریں اس کے طبع کا بار اپنے ذمہ لے کر ثواب جزیل میں شرکت گوارا کریں اور یہی ہے محمد مصطفیٰﷺ کے سرسبز باغ کی باغبانی۔ اس کا خیال ہر ایک مالدار مسلمان کو کرنا ضروریات دین میں سے ہے جس طرح اس خاکسار کی ناچیز تصنیف رسالہ ''السیف الاعظم'' کے طبع کا بار عالی جناب مخزن جودوسخاوت کرم فرما رئیس اعظم سید مکرم علی صاحب رئیس کٹک نے اپنے ذمہ لے کر اس فقیر بے بضاعت ابوالعلا غلام مصطفیٰ سہسرامی ابوالعلائی غفراللہ لہ ولوالدیہ کو سبکدوش کردیا، اسی طرح ہر مسلمان کو اس کا خیال رکھنا لازم وواجب ہے۔ وما علینا الّا البلاغ وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین!

تقریظ رسالہ ہذا از جامع علوم حاوی فروع واصول مقبول آلہ مولوی محمد عطاء اللہ صاحب کٹکی سونگھڑوی

نحمدہٗ ونصلی ونسلم. امابعد! رسالہ ''السیف الاعظم'' مصنفہ جناب قدوۃ العلماء اور زبدۃ الفضلاء مولانا مولوی غلام مصطفیٰ صاحب سہسرامی ادام اللہ فیوضہ علینا وعلیٰ جمیع المسلمین بردرسالہ الدلیل المحکم مرزائی عبدالرحیم سونگھڑوی بنظر غور اور بہ نگاہ تعمق دیکھا گیا، تمام تقریر جناب مولانا صاحب ممدوح الصدر کو مدلل بدلائل عقلی ونقلی پایا۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیرالجزاء! امر واقعی تو یہ ہے کہ اگر مرزائی امت اس رسالہ ہدایت مقالہ کو بنظر تعمق ملاحظہ کریں تو بہت سے دجل وفریب ان کے پیرومرشد مرزاغلام احمد قادیانی کے ان لوگوں پر ظاہر ومنکشف ہوجائیں گے اور خدا سے امید ہے کہ یہ لوگ اپنے عقائد باطلہ سے تائب ہوجائیں گے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب!

خاکسار محمد عطاء اللہ عفی عنہ مقام کٹک

قطعہ تاریخ از شاعر فصیح البیان ناظم یکتائی زمان مولوی محمد عبدالرحیم صاحب محمدی کٹکی المتخلص بہ احسن

مولوی مصطفیٰ نے جب لکھا ۔۔۔ یہ جواب محکم ژولیدہ تن
سیف الاعظم نام ہے نام خدا ۔۔۔ ہے سر اعدا پہ یہ شمشیر زن
ہے مدلل بادلائل یہ جواب ۔۔۔ ہے مجیب اللہ اکبر اہل فن
منہ کی کھائی منہ جو آئے معترض ۔۔۔ ہیں دلائل اس میں سارے مشت زن
طرز تحریر اس کی ہے سب سے الگ ۔۔۔ ہے نرالی سب سے اس کی بانکپن
ہے عبارت میں روانی تیغ کی ۔۔۔ یا کہ ہے بحر فصاحت موج زن
زور خامہ میں ہے رعنائی کے ساتھ ۔۔۔ بھول جائے چوکڑی اپنی ہرن
واقعی سارا بیان پرمغز ہے ۔۔۔ اس کو وہ سمجھے جو ہو کچھ اہل فن

سیف اعظم کا کرے وہ سامنا
جس کے سر پر ہو جنون سایہ فگن
اڑ گئیں محکم کی ساری دھجیاں
ہوگئی بے کار تقویم کہن
اب خجالت سے اس نے موقع کہاں
منہ چھپانے کے لئے غیر از کفن
کون پوچھے ہے تن بیجان کو
شوق سے نوچا کریں زاغ وزغن
سائل تصنیف از سر وحدت لکھا
ہے جواب خوب اور دندان شکن

۱۳۲۷ھ

قطعہ تاریخ از فکر رسا منشی عبدالحکیم صاحب بسمل بہ پوروی عظیم آبادی مختار دانا پور تلمیذ حضرت مصنف مدظلہ

سیف اعظم واقعی ہے لاجواب
میرزائی دیکھ کر حیران ہے
ہے حیات ابن مریم کا ثبوت
منکر اس کا پیرو شیطان ہے
دجل ظاہر ہوگیا دجال کا
یہ رسالہ مظہر ایمان ہے
فکر سال طبع تھی بسمل مجھے
بولا ہاتف تجھ کو کیا خلجان ہے
قادیانی کے سر و پا کٹ گئے
سیف اعظم سے عدو بیجان ہے

۱۳۲۷ھ

هذه التقريظ للفاضل الكامل الشهير فى الآفاق

المولوى محمد عبدالرزاق صاحب جبل پورى

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى نجانا من ضلالة الضالين وغواية الغاوين وفهج الزائغين واسعدنا عليهم بالبراهين وصلوات الله وسلامه على من بعثه بالأيات الباهرات والمعجزات الظاهرات. والحجج القاهرات الباترات فقطع بها اصول الشرک والالحاد والنفاق وقمع بها بنيان اهل البغى

والعناد والشقاق فطلع الدین وحصحص الحق المبین وطبع الیقین وعلیٰ آلہ الاطہار الابرار واصحابہ الاخیار ما تعاقب اللیل والنہار. امابعد فقد امعنت النظر فی ھذہ الرسالة الانیقة والمقالة السنیة اعنی السیف الاعظم علی الدلیل المحکم التی صنفہا الفاضل الجلیل والمتبحر النبیل المشار الیہ بالبنان المفتخربین الاقران صدیقنا المکرم وشفیقنا المفخم مولانا غلام مصطفیٰ وفقہ اللہ لما یحبہ ویرضاہ وبلغہ الی ما یقناہ فوجدتہا بدیعة المعانی ورشیقة المبانی تقریراتہا رائقة وبیاناتہا فائقة حججہا دافعة لشبہات المعاندین وبراھینہا قاطعة لرقاب الضالین الذین ھم للہدایة ینکرون وللحق عادون وللصدق کارھون ولعمری انہم لو تدبروا وامعنوا فی تلک الرسالة البہیة لما یجنحون الیٰ خزعبیلاتہم وما یجحون فی جہلاتہم وما یفترون بہفواتہم بل یحلون حبا الغیّ ویعرفون الحیّ من اللیّ ویرتدعون من الاباطیل ویمتنعون عن الاضالیل ویعلمون انہا النصح النصیح والحق الصریح ونسئل اللہ العلی المتعال ان یصرفہم عن السفاھة ویعصمہم من الغوایة ویرشدھم الی الدین القویم ویہدیہم الی الصراط المستقیم انہ ولی التوفیق وبیدہ اسباب الطریق. حررہ العبد الکسیب المفتقر الی مرضاة ربہ الخلاق محمد عبدالرزاق عصمہ اللہ من یوم التفت الساق بالساق فقط.

ھذہ التقریظ للعلّامة الادیب الحبر اللبیب المولوی الحافظ محمد عبدالشکور جبل پوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احمد اللہ علی فضلہ الباری واصلی علی نبیہ الہادی المروی الصادی واٰلہ واصحابہ المنثری الایادی ما اطرب العیس الحادی والہمر

السـوارى والـغـوادى. امـابـعـد! فـلـمّا شغب الذين شاعوا سنن القاديانى واستـمروا عليه استمرار الجانى واظهروا الفساد وتعثوا فى المهاد وسعوا فـى تـخـريـب ملة الله العلياء وهدم منار السمحة البيضاء ووضوعو رسالة وسـمـوهـا بـالـدليل المحكم ولعمرى ما تحظوا فيه الا خطوة من اعتكف على ام ملدم فالف الفاضل الذى احرز فى العلوم حظا وفيا وسمّا لتنجيذه مـكـانـا عـليـا الـمـولـوى غـلام مـصـطفٰى السهسرامى رقاه الله الى الغاية الـقـصوى رسالة تعجب بجزل لفظها ولطرب لوثاقة معانيها اعنى السيف الاعـظـم فـى رد الـدليـل الـمـحـكـم الـذى يثقف درء المعاندين ببراهينة الـدامـغة ويبـوخ بـنـعـر المبطلين بحججه النابغة فان توحموه ابتعوا الحق يـفـلـجـو وعـمّـقوا فيه وارتدعوا اعماهم عليه لا يزلجوا فعسى ان يذهب بـالـتـقـويـم الـمـيـل وتـفـيـض بـطلوع الذكاء الليل وعسى ان يرحض درن العواية ويفلى وسخ العماية اوالله اسئله السبيل السوى والتنزح من الغبى والـغـوى والسـلام عـلـى رسـولـه الـمتعالى ما تعاقب الايام والليالى نمقة الـراجـى الـى رحـمة ربـه الـغـفور خادم الحفاظ محمد عبدالشكور جبل فورى مكارم حنجى صانه الله عن الأفات والشرور.

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

کھینچویں الہام

جناب مستری محمد عبداللطیف افضل گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین

کھینچویں الہام

مصنفہ

مستری محمد عبداللطیف افضل گجرات

مطبوعہ

اقبال سٹیم پریس شاہدولہ گیٹ گجرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اک دن بیٹھا سٹ سر گریبان وچہ — سو چدا سا گل اک آئی سی دھیان وچہ
فلسفہ پوشیدہ کی اے دین تے ایمان وچہ — کاہدے لئے سب نبی بھیجے نے جہان وچہ
سمجھ آئی سراسر فائدہ اے انسان دا — سوردا نہیں ایہدے وچ کجھ وی رحمان دا
ہراک نبی آیا جگ تے اسلام لے کے — اسلام آیا دنیا اتے وحدت دا نظام لے کے
باہمی محبت تے اخوت دا پیغام لے کے — بادۂ توحید تھیں بھرپور ہویا جام لے کے
بخشی اینھے زندگی انسان نوں دوام دی — فطرت وچہ ایس دی ہے راہبری اقوام دی
غالب ہر مذہب اتے ایس دے دلائل نے — اٹل بے بدل سارے اسدے مسائل نے
قوم دے رواج کجھ درمیان حائل نے — غیر نہیں تے سارے دلوں ایہدے ول مائل نے
بعضے وچوں ضد نال کردے پئے نادانی نے — ایسدی صفائی اگے ہوئے پانی پانی نے
کعبۃ اللہ خاص جیہڑا مرکز اے زمین دا — سال پچھوں حج اوہدا رکن ہوے
کابلی ایرانی ہووے بھاویں ہووے چین دا — پھیر دتا رخ اودھر کل مسلمین دا
دسیا قرآن نے طریقہ اتفاق دا — پٹ دتا صاف جڑھوں بوٹا ای نفاق دا
دسیا اسلام دوجا فلسفہ حیات دا — دین پچھے جان دینی کم ہے نجات دا
ورتنا شہید تے نہیں لفظ وی ممات دا — سایہ اہدے اتے سدا رب دی اے ذات دا
مارلئے تے غازی ہووے ذبح تے شہیدا اے — مجاہد مسلمان دی تے ہر پاسے عید اے
قادیانی نبی جو غلام احمد نامی اے — پیش کیتا ایس نے جو فلسفہ اسلامی اے
دسیا شیرازی اوہ غزالی اے نہ جامی اے — سنت اہدی کرنا انگریز نوں سلامی اے
کھچیا جہاد اتے خط سو تنسیخ دا — شراب پیندا دسے تے کباب کھاندا سیخ دا
بند اینھے ختم نبوت دا جاں توڑیا — کعبے ولوں مکھ اینھے کیاندا اے موڑیا
توڑ رشتہ رب تھیں شیطان نال جوڑیا — باپ کولوں بیٹا بھائی بھائی تھیں وچھوڑیا

چندا ایہدے چیلے چھڑے خادم ہیں دین دے　　کافر کہندا اے مسلمان روئے زمین دے
...... ویکھو وڈا جگ تے ایمان دا　　کل دا جو بچہ مرجائے مسلمان دا
پڑھے نہ جنازہ اوہدا دوزخی ہے جان دا　　ڈھنگ ویکھو کڈھیا کی دولتاں کمان دا
جائیداد دے کے پتھر ہے جڑانودا　　کھلے بوہے سدھا لنگھ جنتاں نوں جانودا
ہر تھاں چلائی اینھے کفر دی مشین اے　　بچیا نہ مصر عرب ترکی نہ چین اے
ثابت ایہدا اپنا نہ ہوندا کوئی دین اے　　کافراں دی چوکھٹ اتے رگڑ دا جبین اے
دعویٰ اے نبوت دا ایمان وچہ شک اے　　جم اجے مکیا نہیں نانکیاں تے نک اے
ہر نبی دین آیا دلاں دی دوا اے　　نبی کول نسخہ کتاب ہدی ہے
نسخہ نہیں کول جدہے ہونی کی شفا اے　　ایسا نبی خبرے کیہڑی مرض دی دوا اے
شرع اتے آئے نبی آئے جو جہاں وچہ　　غیر شرع جم پیا ایہو قادیان وچہ
پھوٹ پانا کم ایہدا ہندو مسلمان وچہ　　دوئیں ہتھیں منگدا اے غلامی ہندوستان وچہ
نویں ویکھو شرط کی لگائی سو ایمان وچہ　　ساری عمر رہنا جے انگریز اے فرمان وچ
اقبال صادق آوے اس نے قول تیراز دیں　　جعفر وانگوں ننگ آدم ننگ وطن ننگ دیں
جعفر از بنگال صادق از دکن　　ننگ آدم ننگ دیں ننگ وطن
الہاماں دی کیہ دساں جیہڑے گھڑے ہوئے نے آپ نے　　ہر اک تول دے تے وکھو وکھ ناپ دے
ہیضے دے طاعون دے ملیریے دے تاپ دے　　ڈھول دی آواز وانگوں سگویں نے جاپ دے
ہر اک واقعے تے ڈھکو ڈھکی لاندے نے　　کھنچویں الہام ہر پاسے وگ جاندے نے
نادر شاہ نام دا الہام اک بنا لیا　　جیہڑا نادر شاہ مویا اسے اتے لا لیا
موم دا اے نک جدھر لوڑ پئی بھوا لیا　　زلزلے جاں آکے تے کوٹے نوں دبا لیا
کڈھیا الہام کہ لنگوٹہ پھٹ گیا جے　　کھچ کے بنایا ایلو کوٹہ پھٹ گیا جے
پہلاں پچھوں مرن دیاں پیشگوئیاں یاراں نے　　پودیاں نہ ہویاں بھانویں کیتیاں ہزاراں نے
ایہدے وچہ نکتہ اے جو لبھا رازداراں نے　　ایتھے تن کانے نہیں سدا پوں باراں نے

زندہ وی جے رہے تاں تے اتے ہی بہاراں نے
مویاں فیر پچھنا ایں جاں چل جانا ایں یاراں نے
ڈاکٹر اک عبدالحکیم جدھا نام سی
ویکھو ویکھی مرزے دا اوہ ہوگیا غلام سی
من لیا فیر اوہنے دین اسلام سی
پیش گوئی اوہدی ایہ مشہور ہوئی عام سی
بچے گا نہ قادیانی اجل والے دست کولوں
انی سو اٹھ وچہ پہلے ماہ اگست کولوں
مرزا قادیانی سنی جدوں فوراً اگ لگ گئی
متھے اتے وٹ پئے مونہوں آ جھگ گئی
جھگ نال ہور اک پیش گوئی وگ گئی
چھپ گئی تے ہتھو ہتھ ونڈی وچہ جگ گئی
مرے گا ایہ ڈاکٹر میری ہی حیات وچہ
اج کل پرسوں ایہ ویکھو دن رات وچہ
جان دائے جگ جو نتیجہ آخر کار ہویا
دوہاں وچوں کیہڑا پہلاں موت داشکار ہویا
مئی سنہ اٹھ وچہ ہی لعنتی مردار ہویا
ٹٹی وچہ ڈگ مویا ڈاہڈا ہی خوار ہویا
ویکھ لو حوالہ تسیں تیرہ ماہ جولائی دا
فضلہ اخبار سنہ انی سو بائی دا
ڈاکٹر تیرہ سال پچھوں رہیا موجاں مان دا
داستان لمیں اہنوں جگ سارا جان دا
سن لیا لوکاں مرزا جھوٹھہ ہے جہان دا
الہام اہنوں ہوندائے پر ہوندائے شیطان دا
جھوٹھیاں دا سچا ہتھ پکڑ دا رحمان اے
شاہد ایہدے اتے صاف آیت قرآن اے
جھوٹھے دا انجام ویکھو کیتا کیہ خدا نے
گزر گئی عیش رخ بدلیا ہوا نے
گھیریا لاہور وچہ ہیضے دی وبا نے
دست کیتے بند نور دین دی دوا نے
منہ راہ پاخانہ آیا ڈاہڈا ہی لاچار ہویا
جاندی واری لعنتی دا مردہ وی خوار ہویا
سڑ گئی اے رسی لتھا اجے اوہدا وٹ نہیں
منیاں جہاں وچہ نبی ہوئے گھٹ نہیں
میں وی عرفان وچہ کسے نالوں گھٹ نہیں
مکے اجے بھرے ہوئے نبوت والے مٹ نہیں
جام جیہڑا نبیاں نوں گھٹ گھٹ دتا نے
اکو واری سارا میرے اندر سٹ دتا نے
کدی بنے احمد کدی احمد دا غلام اے
کدی ایہ کرشن کدی وقت دا امام اے
اردو تے انگریزی کوئی فارسی الہام اے
ایہو جہے بہروپیے نوں دور تھیں سلام اے
ٹیچی ٹیچی وحی جدھا رب اوہدا عاج اے
انھیاں دی نگری تے کانیاں دا راج اے

نہ کوئی وحی سی تے نہ کوئی الہام سی ۔ احمد دا غلام نہیں شیطان دا غلام سی
مراق دی بیماری سی یا مکردا ایہ دام سی ۔ بتاں نوں پھسان لئی کسیا ایہ ڈام سی
سچ پچھو سارا پیسے دولن دا بہانہ سی ۔ افضل کسے حیلے نال پیسہ تے کمانا سی
مددگار پشت اتے بھاویں پئی سرکار ہووے ۔ زیر تیرے کولوں نہ محمود ایہ احرار ہووے
تارو سدا ڈبدے نے ڈبے جیہڑا پار ہووے ۔ سوار آخر ڈگ ڈگ پکا شاہ سوار ہووے
احرار دے نہ پاؤں تلے نکلی زمین اے ۔ آخر اپنے اپنی منانی تینوں این اے
پایا اج قادیان احرار اکو پھیرا اے ۔ لالیا موت نے بیمار کول ڈیرا اے
سچ کسے آکھیا اے دیوے ہیٹھ ہنیرا اے ۔ خالی نہ مخالفاں تھیں اجے پنڈ تیرا اے
گھر وچہ دس چیلے ویری تیری جان دے ۔ سن دے ہاں ہر روز قصے کابلی افغان دے
مقدمہ دی کر کے مرزائیاں لیا پنگا اے ۔ بخاری کولوں پچھن ہویا کم بڑا چنگا اے
لالا کے زر ہویا قادیاں دا کنگا اے ۔ کھوتا ایہ دجال والا سگوں ہویا لنگا اے
سروسر پیا مسٹر کھوسکے دا کھوسڑا ۔ کھان ساری عمر پکا یار دا ایہ توسڑا
جدوں دا ظفراللہ ہویا ممبر قادیانی اے ۔ روز نویں نازل ہوندی آفت آسمانی اے
ساڈا وی جان ہتھ پیا گٹے اونی نانی اے ۔ سرے والے سٹ جھلی سراں تھیں نہ جانی اے
اودھر سر جڑے ایدھر باز والے جناح دا ۔ تولے ہن ویکھو کی ترازو اے جناح دا
کھینچواں اوہ نبی کیتا ضبط جے سرکار اے ۔ لکھیا مواد ساڈے کول بیشمار اے
کافیے دا کیتا ای نہ کدی انتظار اے ۔ پرے بنھ آوندی مضموناں دی قطار اے
ایہ اک نام نہیں تے ہور کوئی نام سہی ۔ کھینچواں جے نبی نہیں تے کھینچویں الہام سہی

(۱۳ر مئی ۱۹۳۶ء)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

شہادت قرآنی

علیٰ

کذب کرشن قادیانی

جناب منشی محمد عبداللہ لاہوری

قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

للہ الحمد والمنۃ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی باطلہ فاسدہ اور اقاویل عاطلہ کاسدہ کی مفصل تردید بدلائل عقلیہ ونقلیہ

الموسومہ بہ

شہادت قرآنی

علیٰ

کذب کرشن قادیانی

از تصنیف بندہ درگاہ منشی محمد عبداللہ صاحب خلف الصدق ارشاد علیہ صاحب ذاکر ساکن لاہور اکبری دروازہ

در اسلامیہ سٹیم پریس لاہور طبع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ: حضور ...... سلطان العماء مولانا

ابوتراب سید علی الحائری لاھوری

باسمہ سبحانہٗ

ﷲ الحمد والمنہ والصلٰوۃ علی محمد المبعوث الی کافۃ الانس والجنہ والسلام علی آلہ الطاھرین الذین حبھم جنہ ودلیل الی الجنہ. امابعد!

یہ رسالہ سدیدہ اور مقالہ پسندیدہ شہادت قرآنی خاکسار کی نظر سے گزرا محبّ باوفا مخلص صاحب صفا منشی محمد عبداللہ صاحب نے شائستگی سے نبوت کادیانی کا شیرازہ اکھیڑ دیا اور مرزا کی رگ حیات کو ایک تیز حربہ سے کاٹ دیا ہے کہ پھر ہنگامہ آرائی کی جرأت پیدا نہ ہوسکے گی۔ **وفقہ اللہ وایانا فی نشر الحق وترویج الدین وھو المعین فی کل حین من مبارک حویلی لاھور**

نمقہ خادم الشریعۃ المطھرہ سید علی الحائری لاھوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد علیٰ نوالہ والصلوٰۃ علیٰ محمد وآلہ. امّا بعد!

خاکسار محمد عبداللہ خلف ارشاد علی ذاکر سید الشہد علیہ السلام جمیع اہل اسلام کی خدمت میں ملتمس ہے کہ آپ صاحبان پر ہرگز مخفی نہیں کہ ؟؟ المشہور ؟؟ ابوسلمٰی کی طرح حسب معمول کوئی نہ کوئی رنگ بدلتا ہی رہتا ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ گورنمنٹ عالیہ نے ہر ایک فرقے کو بسبیل اشاعت فرائض مذہبی بجالانے کی آزادی دے رکھی ہے۔ اس لئے اس نے اس آزادی کو مفید سمجھ کر ایک جدید فرقہ دہریت ونیچریت کا بچہ مرزائیت (کرشنیت) اپنے دوست ؟؟ (جو کہ مدت تک مذبذب رہ چکا ہے)[1] کی تائید وتحریک سے تیار کر کے اپنے استاد لیکھرام سے بڑھ کر پیغمبران اولوالعزم علیہم السلام وائمہ اطہار رحمۃ اللہ علیہم کی توہین وتحقیر کرنا اپنا دستور العمل بنالیا ہے۔

چنانچہ ایسے خطرناک عقائد واقوال اپنی تحریرات وتصنیفات میں شائع کرتا ہے جن کے مطالعہ سے ہر ایک سلیم الفطرت مسلمان بالبداہت یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ یزید...... کے جوروظلم سے اس قدر اسلام کے نابود ہونے کا گمان نہ تھا جس قدر اس یزید ثانی اور اس کی جماعت کے عقائد کاسدہ سے اسلام کے ضعیف ہوجانے کا احتمال ہوسکتا ہے۔ بدیں وجہ میں اس رسالہ موسومہ بہ شہادت قرآنی علیٰ کذب ؟؟ کو قرآن کریم کے تیز حربہ سے مسلح کر کے ؟؟ جیسے دشمن اسلام کے عقائد کا مقابلہ اور استیصال کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو نافع اور مقبول بنادے گا اور ؟؟

1. ؟؟ نے اخبار الحکم نمبر ۱۱ ج ۵/مورخہ ۲۴/مارچ ۱۹۰۱ء ص ۵) پر ایک خط شائع کیا تھا جس سے اس شخص کے ایمان کا پتہ لگ سکتا ہے۔ وہو ہذا! ’’میں نے یقین کیا ہوا تھا کہ علم بدوں عمل ایک نکما وہم ہے۔ اس لئے بہت لوگوں کا مرید بن کر دیکھا خود طلب علم میں ہندویمن وحرمین کا سفر کیا۔ طب کا علم پڑھ کر غنٰی بھی ایک درجہ کا حاصل کیا۔ اگر غنٰی نہ سمجھیں تو اس طب کے سلسلہ سے مجھے امراء واغنیاء سے بلکہ سلاطین کے پاس پہنچنے کا بھی موقعہ ملا۔ گو وہ سلطنت والے پرانی اصطلاح کے سلطان ہوں مگر آہ! میں قوم کے واسطے کوئی بابرکت وجود نہ ہوسکا۔ پھر مجھے سوجھا کہ میں اپنے خرچ سے ایسے باراں آدمی تیار کروں جن کو ضروریات کے لئے پچاس پچاس روپیہ مہانہ دیئے جائیں اور وہ زمانہ کی رفتار پر مصلح بنیں۔‘‘

کے کذب کی قلعی کھولنے کے لئے کافی ہوگا۔ **وما توفیقی الا باللہ العظیم!**

[illegible] کی مختصر سوانح عمری

[illegible] المشہور [illegible] نے اپنی عمر کا کچھ حصہ نقل نویسی میں گزار کر مختاری (قانون) کا امتحان دیا تھا۔

(سیرت المہدی حصہ اوّل ص۱۵۶ روایت ۱۵۰ قدیم، سیرت المہدی ج اوّل حصہ اوّل ص۱۴۲ جدید)

جس میں بدقسمتی سے فیل ہوکر کچھ مدت بے کار پھرتا رہا اور جب کوئی صورت معقول روزگار کی نہ بنی تو مولویت اور محدثیت کا شوق دامن گیر ہوا۔

(ازالہ اوہام ص۴۲۲، خزائن ج۳ ص۳۲۰)

اور اپنی تصنیف کردہ کتابوں کی تجارت کرنی شروع کردی۔ یہاں تک کہ براہین احمدیہ کا مسودہ بغل میں دبا کر اس کے چھپوانے کے لئے مسلمانوں[1] سے چندہ جمع کر کے ہضم کر گیا۔

اسی طرح جب کسی قدر روپیہ حاصل ہوگیا تو محدث سے مجدد بن گیا۔

(کتاب البریہ ص۱۶۸، خزائن ج۱۳ ص۲۰۱ حاشیہ)

اب کون پرسان تھا رفتہ رفتہ مجدد سے ناقص نبی۔ (ازالہ اوہام ص۵۶۹، خزائن ج۳ ص۴۰۷)

اور ناقص نبی سے مہدی۔ (اتمام الحجۃ ص۳، خزائن ج۸ ص۲۷۵)

اور مہدی سے عیسیٰ۔ (ازالہ اوہام ص۶۳۴، خزائن ج۳ ص۴۴۲)

اور عیسیٰ سے کرشن بن گیا۔ (لیکچر سیالکوٹ ص۳۳، خزائن ج۲۰ ص۲۲۸)

اسی اثناء میں چند جاہل لوگ جو اسلام کے باطنی دشمن تھے اور جن کا عقیدہ یہ تھا کہ انبیاء علیہم السلام غیر معصوم تھے اور نعوذ باللہ! ان سے خطائیں اور غلطیاں سرزد ہوتی تھیں۔ اس کے مریدین بن گئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے مردودوں کی فطرت میں یہ امر ودیعت رکھا تھا کہ یہ لوگ ابوجہل اور اس کی جماعت کی طرح ایک کاذب کی نصرت اور باطل کی تائید کریں اور حقیقی اسلام سے محروم رہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے پرحکمت وعدہ ''**لاینال عھدی الظالمین**'' کی صداقت ظاہر ہو اور ان کا ناقص نبی کرشن ہونے کا دعویٰ کر کے اپنے عاقبت اندیش باپ کی پیش گوئی کا مصداق ثابت ہوجائے جو کہ بڑی صفائی سے پوری ہوگئی ہے۔ **وھو ھذا!**

[1] بعض لوگوں نے چندہ واپس بھی لے لیا تھا۔ (ایام الصلح ص۱۷۳، خزائن ج۱۴ ص۴۲۱،۴۲۲)

ایک مولوی صاحب نے جو گجرات کے رہنے والے ہیں مجھ سے بیان فرمایا کہ: ''ایک دفعہ مرزا غلام مرتضیٰ والد حقیقی [illegible] مرض ادرنگ سے سخت بیمار ہوگیا۔ چونکہ وہ مرد صالح تھا۔ اپنی زندگی سے ناامید ہوکر اس نے اپنے چند احباب کو اور مجھ کو بھی کادیان میں اپنی آخری ملاقات کے لئے بذریعہ خطوط بلالیا۔ اتفاقاً سب سے پہلے میں اور اس کا ایک اور دوست جو کہ حکیم بھی تھا کادیان پہنچے۔

مرزا غلام مرتضیٰ کی یہ حالت تھی کہ بیچارہ کروٹ تک نہیں بدل سکتا تھا۔ ہم کو دیکھ کر نہایت پریشان ہوا۔ ہم نے باعث پریشانی دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے آنے سے پیشتر مجھے ایک بیماری تھی لیکن اب دو ہوگئی ہیں۔ ہم نے یہ سن کر نہایت تعجب ظاہر کیا اور اس کا سبب پوچھا کہا میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ کی مہمانداری کون کرے گا۔ ہم نے کہا مرزا غلام قادر کہاں ہے۔ کہا اس کو میں نے ایک ضروری کام کے لئے کہیں بھیجا ہوا ہے۔ ہم نے کہا کیا [illegible] بھی یہیں نہیں ہے۔ آپ نے ایک آہ سرد بھر کر جواب دیا کہ وہ جب میری احوال پرسی نہیں کرتا آپ کو کیا سمجھے گا۔ وہ تو کہیں آوارہ پھرتا رہتا ہے۔ ہم نے کہا خیر کچھ مضائقہ نہیں ہم اپنا گھر سمجھتے ہیں۔ آپ کچھ فکر نہ کریں۔ المختصر ہم چند روز وہاں رہے لیکن [illegible] بالکل نہ آیا اور مرزا غلام مرتضیٰ صاحب بھی حکیم صاحب کے علاج سے تندرست ہوگئے۔''

کچھ عرصہ کے بعد پھر مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مجھے ڈپٹی قائم علی صاحب کے مکان پر ملے۔ بعد علیک سلیک میں نے [illegible] کی نسبت دریافت کیا اور کہا اب تو وہ عیسائیوں اور آریوں سے مباحثہ کرتا رہتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ اب اس کا چال چلن ٹھیک ہوگیا ہو (مرزا صاحب نے جو کچھ جواب دیا وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے) کہا: ''میں حلفاً کہتا ہوں کہ اس کا چال چلن تو کیا وہ خود قیامت تک ٹھیک نہیں ہوگا۔''

(دلیل العرفان ص۱۱۳،۱۱۴ بجواب تشحیذ الاذہان مرتب مرزا احمد علی امرتسری)

پس ناظرین غور کریں ایسا شخص اپنے دعویٰ کرشن وغیرہ میں کب صادق ہوسکتا ہے۔ چہ جائے کہ ناقص نبی یا مجدد ہونے کا دعویٰ کرے اور جو اپنے باپ کے مرنے کے بعد لکھے کہ: ''ایسا ہی میرا بھائی[۱] مجھے پیش آیا اور وہ ان باتوں میں میرے باپ سے مشابہ تھا۔

[۱] اس کا ایک بھائی مسمی امام الدین تھا جس نے چوہڑوں کے پیغمبر لال بیگ ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

پس خدانے ان دونوں کو وفات دی اور زیادہ دیر تک زندہ نہ رکھا اور اس نے مجھے کہا کہ ایسا ہی کرنا چاہئے تھا تا تجھ میں خصومت کرنے والے باقی نہ رہیں۔‘‘

(ریویو ج۲ نمبر۲ ص۵۸ بابت ماہ فروری ۱۹۰۳ء، دلیل العرفان ص۱۱۴)

ہ؟ؔ ۹ ہپہ سرا ؍ر کی الہامی کتاب اور ملہم خدا

ہ؟ؔ ۹ ہپہ سرا ؍ر کی مشہور خودساختہ الہامی کتاب براہین احمدیہ ہے۔ لاریب یہ کتاب عمرعیار کی زنبیل اور ملاّ دو پیازہ کی اٹ البحر سے کچھ کم نہیں اور لطف یہ ہے کہ جس قدر پیش گوئیاں اس میں درج ہیں۔ آج تک ایک بھی پوری نہیں ہوئی۔ کیونکہ بعض کی تو ملہم کو ابھی تک سمجھ ہی نہیں آتی اور کئی ایک کی نسبت غلط فہمی کا اعتراف کرلیا اور یہ کہہ کر کہ: ’’ایسے ہی آنحضرت ﷺ کے الہام اور وحی غلط نکلی تھیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۸۹، خزائن ج۳ ص۴۷۲)

اپنی بریت کرلی۔ مزید برآں اپنا خدا بھی الگ بنالیا ہے۔ جیسا کہ ذیل کے الہام سے ثابت ہوتا ہے۔

قولہ: مجھے الہام ہوا ہے کہ: ’’ہمارا رب عاجی ہے۔ اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے۔ بلفظہٖ‘‘ (براہین احمدیہ ص۵۵۶، خزائن ج۱ ص۶۶۳ بقیہ حاشیہ درحاشیہ نمبر۴)

اقول: اصل الہام ’’رب اغفر وارحم من السماء ربنا عاج‘‘ (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۵۵، خزائن ج۱ ص۶۶۲ بقیہ حاشیہ درحاشیہ نمبر۴) ہے۔ معنی اس کے یوں ہیں: ’’اے میرے رب میرے گناہ بخش اور آسمان سے رحم کر رب ہمارا عاج[1] ہے اور عاج کے معنی کتب لغت منتخب اللغات وقاموس میں ہاتھی دانت یا گوبر کا کے ہیں۔‘‘

ہ؟ؔ ۹ ہپہ سرا ؍ر نے عاج کا ترجمہ یہاں عاجی کیا ہے اور حرف یانسبتی اپنی طرف سے لگا کر اور یہی تشریح کر کے اپنا خدا ہاتھی دانت اور گوبر کا ثابت کردیا ہے۔

پس ناظرین! غور فرمائیں کہ جس ملہم کو اپنے خدا ملہم کا بھی پتہ نہ ہو کہ وہ کیا اور کون ہے اس کے کسی الہام پر کیا اعتبار ہوسکتا ہے۔ پھر اس کی کسی بات پر یقین کرنے والا کیسا احمق ہے۔

ہ؟ؔ ۹ ہپہ سرا ؍ر کا اخلاق

قولہ: ’’میں اخلاقی واعتقادی وایمانی کمزوریوں اور غلطیوں کی اصلاح کے لئے

[1] لفظ عاج کے معانی کی تحقیق کے لئے دیکھو (کلمہ فضل رحمانی ص۵۱ تا ۵۳)

دنیا میں بھیجا گیا ہوں۔'' (اربعین نمبراوّل ص۲، خزائن ج۱۷ ص۳۴۳،۳۴۴)

اقول: اخلاقی کمزوریوں اور غلطیوں کی اصلاح کے لئے دنیا میں آیا ہے۔ لیکن اپنی زبان بے عنان سے مسلمانوں کو بالخصوص مولوی صاحبان کو جن کی شان میں حدیث: ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل'' ناطق ہے فحش گالیاں دیتا ہے۔ جیسے بے ایمان، یہودی، دجال، شیطان، خبیث گدھے، سور، کتے وغیرہ وغیرہ! جن کا خلاصہ بطور نمونہ از انجام آتھم یہاں درج کیا جاتا ہے۔

۱...... ''یہودی صفت مولوی اوران کے چیلے (عیسائیوں کے) ساتھ ہوگئے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص۳، خزائن ج۱۱ ص۲۸۷)

۲...... ''مگر شاید بعض بدذات مولوی منہ سے اقرار نہ کریں۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص۶، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰)

۳...... ''یہ تو وہی بات ہوئی جیسا کہ ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی۔'' (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۵، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹)

۴...... ''آپ کے یعنی (حضرت مسیح علیہ السلام) کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ پھر افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنارہے ہیں۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص۷، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

۵...... ''اے مردار خور مولویو اور گندی روحو...... بے ایمان اور انصاف سے دور بھاگنے والو...... تم جھوٹ مت بولو اور وہ نجاست نہ کھاؤ جو عیسائیوں نے کھائی ہے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص۲۱، خزائن ج۱۱ ص۳۰۵ حاشیہ)

ناظرین! کیا یہی اخلاقی کمزوری کی اصلاح ہے۔ اگر کرشن کی تہذیب اور اخلاق ایسے ہی ہونے چاہئیں تو اس کے پنتھ کو مبارک رہے۔ باقی رہی ایمانی واعتقادی اصلاح۔ اس پر تمام مسلمانوں نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ ملاحظہ ہوں (ص۲۰،۲۱،۲۲،۲۳ رسالہ ہذا)

[illegible] کے الہامی گورکھ دھندوں کی حقیقت

ہر ایک بابصیرت ناظرین پر مخفی نہیں کہ سنت اللہ یہی ہے کہ ہر ایک پیغمبر علیہم السلام کو ان کی ہی زبان میں کتاب یا صحیفہ نازل ہوتا رہا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''وما

ارسلنامن رسول الّا بلسان قومه ’’یعنی ہم نے کسی پیغمبر کو مبعوث نہیں کیا جو اپنی قوم کی زبان نہ جانتا ہو۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام ملک کنعان میں تھے۔ ان کی زبان عبرانی تھی۔ اس لئے توریت عبرانی زبان میں نازل ہوئی اور حضرت داؤد علیہ السلام کے ملک کی زبان سریانی تھی۔ اس لئے زبور سریانی زبان میں نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ملک کی زبان یونانی تھی۔ اس لئے خداوند کریم نے انجیل کو یونانی زبان میں نازل فرمایا اور حضرت رسول اکرم ﷺ کا ملک عرب تھا۔ اس لئے خداوند عالمین نے قرآن کریم کو عربی زبان میں نازل فرمایا۔

(مفصل تحقیقات کے لئے دیکھو غایت المقصود ج چہارم مصنفہ مولوی حیدر علی حائری لاہوری)

لیکن [illegible] (براہین احمدیہ ص۵۵۷، خزائن ج۱ ص۶۶۴) پر عربی وانگریزی زبانوں کے الہامات درج کر کے لکھتا ہے کہ: ’’ان کے معنی مجھے معلوم نہیں کوئی انگریزی خواں اس وقت موجود نہیں جو اس الہام کا مطلب سمجھائے وغیرہ۔‘‘ لہٰذا میں ہی سمجھا دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

سن [illegible] عربی زبان کے الہامات کی نسبت تو آپ کا یہ کہنا کہ مجھے جو الہام عربی زبان میں ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے تعلق سے ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے متبوع ہیں۔ مان کر ایک سیدھا سادہ مسلمان تیرے دھوکے میں آ سکتا ہے۔ لیکن انگریزی الہامات جو کہ شاید آپ کو شیکسپیئر کے تعلق سے اور پنجابی الہامات جو وارث شاہ کے تعلق اور طفیل سے ہوتے ہیں، سن کر کوئی سعید الفطرت فریب میں نہیں آ سکتا۔ کیونکہ آپ کو تو اپنے عربی زبان کے الہامات کی بھی سمجھ نہیں آتی۔ جیسا کہ آپ کی ذیل کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے: ’’مجھے طاعون کے بارے میں الہام ہوا ہے کہ: ’’ان الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم انه اوی القریه‘‘ یہ فقرہ: ’’انه اوی القریه‘‘ اس کے معنی میرے پر نہیں کھلے۔ رؤیا عام وبا پر دلالت کرتی ہے۔‘‘ (ایام الصلح ص۱۲۱، خزائن ج۱۴ ص۳۶۱)

پھر اسی کتاب کے (ص۱۵۶، خزائن ج۱۴ ص۴۰۳) پر آپ لکھتے ہیں کہ: ’’اس الہام میں گو ہنوز اجمال ہے۔ مگر جیسا کہ ظاہر الفاظ سے سمجھا جاتا ہے۔ یہی معنی ہیں کہ جس گاؤں میں تو ہے، خدا اسے طاعون سے یا اس کی آفات لاحقہ سے بچائے گا۔‘‘

مگر برخلاف اس کے آپ کو معلوم ہے کہ کادیان میں طاعون پڑا اور جارب پڑا اور اب تک بھی ہے۔ جس نے آپ کے کئی چیلے فی النار کر دیئے اور خاص کر ایڈیٹر ’’البدر‘‘ جو آپ کا کٹا اور راسخ الاعتقاد مرید اور روزانہ ڈائری محرر تھا، اپنے بیٹے سمیت ۲۱/مارچ

۱۹۰۵ء کو کتے کی موت مر گیا۔ جس سے فقرہ: ’’**انہ اوی القریہ**‘‘ جو آپ کے عاجی خدا نے ...... آیت قرآنی کے القاء کیا تھا۔ بالکل سیاہ جھوٹ ثابت ہوگیا اور آپ اپنے ’’**انی احافظ کل من فی الدار**‘‘ (تذکرہ ص۶۳۷ طبع چہارم) سے اجتناب کر کے باغ میں چلے گئے اور اپنے مریدوں کی تسلی کے لئے نیا الہام تراش لیا کہ: ’’**محونا نار جھنم**‘‘ (تذکرہ ص۴۴۸ طبع چہارم)

(ترجمہ) ’’ہم نے جہنم کی آگ کو محو کیا یعنی مجھے اجتہادی طور پر ایسا خیال آتا ہے کہ شاید اللہ اب قریباً طاعون کو دنیا سے اٹھانے والا ہے۔ (واللہ اعلم) یا یہ کہ اس گاؤں سے اٹھانے والا ہے۔‘‘ (اخبار الحکم مؤرخہ ۱۰؍اپریل ۱۹۰۵ء)

ایسے ہی آپ کے باقی الہامات کی کیفیت ہے جن کی تکذیب ذیل میں بترتیب قولہ واقول ملاحظہ کیجئے۔

۱...... قولہ: ’’دوستو خدا آپ لوگوں کے حال پر رحم کرے۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ میں نے آج سے ۹ ماہ پہلے الحکم اور البدر جو کادیان سے اخباریں نکلتی ہیں خدا کی طرف سے اطلاع پا کر یہ وحی الٰہی شائع کرائی تھی کہ: ’’**عفت الدیار محلھا ومقامھا**‘‘ (تذکرہ ص۵۵۶ طبع چہارم) یعنی یہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے۔ نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی سکوت امن کی جگہ۔ یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی۔‘‘

(اخبار الحکم مؤرخہ ۳۱؍مئی ۱۹۰۴ء، اشتہار الوصیت مؤرخہ ۲۷؍فروری ۱۹۰۵ء، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۱۵)

اقول: ناظرین یاد رہے کہ اوّل تو مذکورہ بالا الہام کے معنی ۳۱؍مئی ۱۹۰۵ء کے پرچہ الحکم میں نہیں لکھے ہوئے۔ البتہ تأویل کی گنجائش نکال کر اس کے نیچے جلی قلم سے متعلق طاعون لکھ دیا ہے۔ بہرحال اگر چند منٹوں کے لئے مان لیا جائے کہ یہ الہام [illegible] کو طاعون کے متعلق ہی ہوا تھا۔ تاہم قابل غور یہ امر ہے کہ وقوع زلزلہ مؤرخہ ۴؍اپریل ۱۹۰۵ء کے بعد اسی الہام کے معنوں میں ہیر پھیر کر کے زلزلہ کے متعلق کیسی صفائی سے بنا دیا اور [illegible] نے اپنے مذہبی اصول کے مطابق اپنی غلط فہمی کا اعتراف کر کے بذریعہ اشتہار ’’**النداء من وحی السماء**‘‘ ایسا سفید جھوٹ بولا ہے کہ بہ مصرع: ’’چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد‘‘ کا مصداق ہے۔ کیونکہ یہ الہام عرب کے مشہور شاعر لبید بن ربیعۃ العامری کے دیوان سے سرقہ کیا ہوا ہے اور پورا شعر یوں ہے:

عفت الدیار محلھا و مقامھا بمنٰی تابد غولھا فرجامھا

شاعر موصوف نے یہ شعر حج کے موقعہ پر منیٰ میں ایک پہاڑی کو جس کی زمانہ سلف میں پرستش ہوتی تھی بربادشدہ دیکھ کر فی البدیہ کہا تھا اور اب ؟ؔ؁؏ٛپرا!ٰر نے اس کو اپنے عاجی خدا کی طرف سے الہام تراشنے میں ذرا شرم نہیں کی۔

۲...... قولہ: (غور سے پڑھو کہ خدا کا وحی ہے) ’’آج رات کے ۳ بجے کے قریب خدا کی پاک وحی مجھ پر نازل ہوئی جو ذیل میں لکھی جاتی ہے: ’’تازہ نشان تازہ نشان کا دھکا۔‘‘ (تذکرہ ص۵۰۴ طبع چہارم)

(ترجمہ) یعنی خدا ایک تازہ نشان دکھائے گا۔ مخلوق کو اس نشان کا دھکا لگے گا۔ وہ قیامت کا زلزلہ ہوگا۔ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو دنیا پر آئے گی۔ جس کو قیامت کہہ سکیں گے اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب آئے گا اور مجھے علم نہیں کہ وہ چند دن یا چند ہفتوں تک ظاہر ہوگا یا خدا اس کو چند مہینوں یا چند سال تک ظاہر فرمائے گا۔ بہرحال وہ حادثہ زلزلہ ہو یا کچھ اور قریب ہو یا بعید ہو پہلے سے بہت خطرناک ہے۔ سخت خطرناک ہے اگر ہمدردی مخلوق مجھے مجبور نہ کرتی تو میں بیان نہ کرتا۔‘‘ بلفظ ملخصاً از اشتہار الانذار۔

اقول: ناظرین! غور کریں ؟ؔ؁؏ٛپرا!ٰر کی دھوکہ بازی اور جعل سازی پر۔ کیونکہ اس کا یہ الہام مضحکہ صبیان سے کچھ کم نہیں ہے۔ ایک معمولی فال بین اور منجم بھی جو دیہاتوں میں عورات کی فال دیکھ کر ٹیوے لگاتے ہیں۔ ان کو اس سے زیادہ مطمئن کردیتے ہیں۔ یعنی ایک عورت کو اس کے ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر کہہ دیا کہ اب کی باری تیری قسمت میں لڑکا ہے اور اس کی ہمسائی کو علیحدہ ہوکر کہہ دیا کہ اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوگی۔ پس اگر اتفاقاً لڑکا پیدا ہوگیا تو فال بین کی پانچوں گھی میں اور اگر لڑکی پیدا ہوگئی تو اس کی ہمسائی کو گواہ گزار کردیا کہ اس سے پوچھ لے میں نے اس کو کہہ دیا تھا کہ اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوگی۔ میں نے تیرا دل شکستہ نہیں کیا تھا۔ حالانکہ مجھے پورا پورا علم تھا۔

۳...... قولہ: ’’پھر بہار آئی خدا کی بات پوری ہوگئی۔‘‘ (تذکرہ ص۵۶۴ طبع چہارم)

؟ؔؒ؟ؐمٔ نے اس الہام سے نتیجہ نکالا ہے جو شاید صحیح ہو کہ وہ موسم بہار ہوگا۔ جب خدا کی یہ پیش گوئی پوری ہوگی (یعنی زلزلہ آئے گا)‘‘ (اخبار الحکم مؤرخہ ۱۰؍مئی ۱۹۰۵ء)

اقول: غنیمت ہے اس الہام میں موسم بہار کی شرط لگا کر کم از کم ایک لطیفہ تو سنا دیا ہے۔ لاکن کیا ناظرین ایسے الہامات قطعی اور یقینی ہو سکتے ہیں جن سے ثابت ہو کہ ملہم تو ہے مگر اپنے الہاموں کے معانی اور مطالب سے ناواقف ہے اور ان کے بیان کرنے سے عاری اور جاہل ہے۔ اس سے تو اس کا ہی افضل ہوا جس نے اپنے پیر کے الہام کو حل کر لیا۔

۴...... قولہ: ''۲۹/اپریل ۱۹۰۵ء کی رات کو دو بجنے میں سات منٹ باقی تھے کہ میں نے دیکھا کہ یکایک زمین ہلنی شروع ہوگئی۔ پھر ایک زور کا دھکا لگا، میں نے رؤیا ہی میں گھر والوں کو (یعنی اپنے عورت کو) کہا کہ اٹھو زلزلہ آیا ہے اور یہ بھی کہا کہ مبارک کو لے لو۔ اسی حالت میں رؤیا میں یہ بھی خیال آیا کہ شاید شاستری کی پیش گوئی غلط نکلی۔''

(اخبار الحکم مؤرخہ ۳۰/اپریل ۱۹۰۵ء، تذکرہ ص۴۵۸ طبع چہارم)

اقول: یہ تو ظاہر ہے کہ ۴/اپریل کے زلزلہ محسوس ہونے سے پہلے کے دماغ میں کسی زلزلہ کے آنے کی نسبت خواب وخیال بھی نہ تھا۔ کیونکہ طاعون شروع تھا اور اس کا عاجی خدا بھی اس کو طاعون کے متعلق ہی الہام اور وحی القاء کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ خواب میں بھی طاعون کے پودے نظر آتے تھے۔ لیکن اگر رات کو ذرا کسی ہمسائی نے چکی پیسنی شروع کی اور ادھر کی اس چکی کی آواز سے نیند کھل گئی تو جھٹ زلزلہ ہی زلزلہ پکارنے لگ جاتا ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا اور ذیل کے الہامات سے ثابت ہے۔

''مؤرخہ ۲۶/مئی ۱۹۰۵ء کی رات کو مجھے الہام ہوا: ''انی رددت الیھا روحھا وریحانھا'' (تذکرہ ص۴۶۴ طبع چہارم) پھر اسی وقت جب کہ یہ الہام ہوا، خواب میں دیکھا کہ آنے والے زلزلے کی یہ نشانی ہے جب میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ اس ہمارے خیمے کے سر پر سے جو باغ کے قریب نصب کیا ہوا ہے۔ ایک چیز گری ہوئی ہے۔ خیمہ کی چوب کا اوپر کا سرا وہ چیز ہے جب میں نے اٹھایا تو وہ ایک لونگ ہے جو عورتوں کے ناک میں ڈالنے کا ایک زیور ہے اور ایک کاغذ کے اندر لپٹا ہوا ہے۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ یہ ہمارے ہی گھر کا مدت سے کھویا ہوا ہے اور اب ملا ہے اور زمین کی بلندی سے ملا ہے اور یہی نشانی زلزلہ کی ہے۔'' (اخبار البدر نمبر۸ مؤرخہ ۲۵/مئی ۱۹۰۵ء، تذکرہ ص۴۶۴،۴۶۵ طبع چہارم)

بہر کیف ناظرین شکر کریں کہ کے ناک کا لونگ مدت کے بعد مل گیا

ہے۔ کیونکہ یہ ایک معمولی بات نہیں ہے۔ اشتہار الانذار والی وحی خدا کا فیصلہ ہے کہ کیا ہوگا لونگ کے مل جانے سے؟ معلوم ہوگیا کہ زلزلہ ہی آئے گا۔ ورنہ خدا جانے اس کے نہ ملنے سے کون سی شدید آفت نازل ہوتی۔

مرزا قادیانی کا اہانت قرآن کریم کرنا

قولہ:''میں قرآن شریف کے حقائق بیان کرنے کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ ممکن ہے کہ کئی لوگ میری ان باتوں پر ہنسیں یا مجھے پاگل اور دیوانہ قرار دیں۔''

(رسالہ کشف الغطاء ص۱۲، خزائن ج۱۴ ص۱۹۳)

اقول: اس میں تو کوئی کلام نہیں کہ مرزا پاگلوں اور دیوانوں سے بھی بدتر ہے۔ باقی رہا اس کا دعویٰ کہ میں قرآن کریم کے حقائق بیان کرنے کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ ذرا وہ بھی سن لیجئے۔

اقوالہ:۱...... ''قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کرتا ہے، ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے۔ لیکن قرآن شریف کفار کو سنا سنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۲۵، خزائن ج۳ ص۱۱۵)

۲...... ''ایسا ہی ولید بن مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، استعمال کئے ہیں۔'' (ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۲۷ بقیہ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۱۱۶)

۳...... ''اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔'' (تذکرہ ص۶۴۸ طبع چہارم)

۴...... ''قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض مردے زندہ ہوگئے تھے جس کا ذکر اس آیت:''واذ قتلتم''میں ہے۔ اس قصہ سے واقعی طور پر زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اصل حقیقت یہ ہے یہ طریق عمل الترب یعنی مسمریزم کا شعبدہ تھا۔''

(ازالہ اوہام ص۷۴۹تا۷۵۰، خزائن ج۳ ص۵۰۴)

۵...... ''یاد رکھنا چاہئے کہ جو قرآن کریم میں چار پرندوں کا ذکر لکھا ہوا ہے کہ ان کو اجزاء متفرقہ یعنی جدا جدا کر کے چاروں پہاڑوں پر چھوڑا گیا تھا اور پھر وہ بلانے سے آگئے تھے۔ یہ

بھی عمل الترب کی طرف اشارہ ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۷۵۳، خزائن ج۳ ص۵۰۶)

۶…… ’’یہ جو میں نے مسمریزمی عمل کا نام عمل الترب رکھا ہے۔ یہ الہامی نام ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۳۱۲، خزائن ج۳ ص۲۵۹)

۷…… ’’حضرت مسیح ابن مریم باذن حکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب (مسمریزم) میں کمال رکھتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل الترب کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدائے تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے عجوبہ نمایوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ تھا۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ اوّل بقیہ حاشیہ ص۳۰۹، خزائن ج۳ ص۲۵۷ تا ۲۵۸)

کیوں ناظرین! سن لیا اب برائے خدا ذرا انصاف کریں کہ مرزاقادیانی نے کس صفائی سے حقائق قرآنی بیان کئے ہیں جو کہ تمام دنیا کی سمجھ سے بڑھ کر ہیں۔ اسی لئے خدائے تعالیٰ نے اس کو اتنی مدت (یعنی ۱۳۰۰سال) کے بعد اپنے وعدے کے مطابق مبعوث فرمایا ہے، تاکہ تمام اہل اسلام اس کو لعنت کا طوق پہنائیں۔ کیونکہ تمام معجزات انبیاء علیہم السلام کو مسمریزم کا عمل اور شعبدہ بازی بتانا اسی پر ختم تھا اور باوجود مسمریزم کا عمل کرنا حکم الٰہی جاننے کے مکروہ سمجھنا اسی کا حق تھا۔

(مفصل تحقیقات کے لئے دیکھو غایت المقصود جچہارم مصنفہ مولوی سید علی صاحب حائری لاہوری)

مرزاقادیانی کا توہین وتحقیر انبیاء علیہم السلام وائمہ اظہار کرنا

۱…… قولہ: ’’غلطی سب نبیوں سے ہوا کرتی ہے اور اس میں سب ہمارے شریک ہیں۔‘‘ (ڈائری الحکم مؤرخہ ۱۷؍مارچ ۱۹۰۵ء)

۲…… قولہ:

اینک منم بہ حسب اشارات آمدم عیسیٰ کجاست تا بہ نہد پا بہ منبرم

(ازالہ اوہام ص۱۵۸، خزائن ج۳ ص۱۸۰)

۳…… ’’حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۳۰۳، خزائن ج۳ ص۲۵۴)

۴…… قولہ: ’’حضرت مسیح کا بے باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کچھ عجوبہ بات نہیں ہے۔ حضرت آدم ماں اور باپ دونوں نہیں رکھتے تھے۔ اب قریب برسات آئی ہے، باہر جا کر

دیکھئے کہ کتنے کیڑے مکوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہوجاتے ہیں۔‘‘
(چشمہ مسیحی ص۲۷، خزائن ج۲۰ ص۳۵۶)

۵…… ’’مریم کا بیٹا کشلیا (یعنی راجہ رام چندر کی ماں) کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔‘‘ (خدا کا فیصلہ ص۴۱، خزائن ج۱۱ ص۴۱)

حضرات ناظرین! ذرا غور کریں [illegible] کی بے باکی یہ کہ عیسائیوں کی مخالفت میں کیا ہزیان بک رہا ہے۔ لہٰذا چند آیات قرآنیہ کا ترجمہ جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی فضیلت اور حضرت مریم کی عصمت بیان فرمائی ہے یہاں لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔

قولہ تعالیٰ (الف) ترجمہ آیات شریفہ: اے اہل کتاب اپنے دین میں حد (اعتدال) سے تجاوز (یعنی افراط وتفریط) نہ کرو اور خدا کی نسبت حق بات کے سواء (ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالو) مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح علیہ السلام بس اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کا حکم جو اس نے مریم کی طرف کہلا بھیجا تھا اور وہ روح تھی خدا کی طرف سے تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ (النساء:۱۷۱)

(ب) اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہم نے کھلے کھلے معجزے دیئے اور روح القدس سے ان کی تائید کی۔ (بقرہ:۲۵۳)

(ج) جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا کہ اے مریم خدا تم کو اپنے حکم کی خوشخبری دیتا ہے اس کا نام ہوگا عیسیٰ ابن مریم دنیا اور آخرت میں بامرتبہ اور مقرب بندوں میں سے اور جھولے میں اور بڑی عمر کا ہوکر لوگوں کے ساتھ یکساں کلام کرے گا۔ (آل عمران:۴۵،۴۶)

(د) حضرت عیسیٰ کو بن باپ پیدا کرنا) لوگوں کے لئے نشان اور رحمت ہے۔ (مریم:۲۱)

(ہ) اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ اور ان کی والدہ کو اپنی (قدرت کی) نشانی بنایا۔ (المومنون:۵۰)

(و) بنی اسرائیل میں جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کی (بددعا) سے (خدا کی) پھٹکار پڑی۔ (المائدہ:۷۸)

۶…… قولہ: ’’خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے اور آنے والا مسیح میں ہوں۔‘‘ (انجام آتھم ص۸۰، خزائن ج۱۱ ص۸۰)

قولہ تعالیٰ:’’یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ‘‘
(ترجمہ) اے عیسیٰ میں مارنے والا ہوں تجھ کو اور اٹھانے والا ہوں اپنی طرف۔
(آل عمران:۵۵)

اقول: یہاں پر یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] ہی کے چند اقوال سے اس کے دعویٰ کاذبہ کی تکذیب کی جائے۔

اقوالہ: (الف) ’’ایسے ایسے دکھ اٹھانے کر باقرار عیسائیوں کے مرگیا۔‘‘
(براہین احمدیہ ص۳۶۹، خزائن ج۱ ص۴۴۲)

یہاں پر عیسائیوں کے اقرار کے مطابق مرنا حضرت مسیح کا لکھا ہے۔

(ب)’’ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ‘‘ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ حضرت مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۴۹۸، خزائن ج۱ ص۵۹۳)

لیجئے حضرات ناظرین! کی [illegible] ساری کارروائی مسیح موعود ہونے کی اس کی اپنی ہی تحریر سے ملیامیٹ ہوگئی اور حیات مسیح علیہ السلام کی واضح طور پر صاف صاف ظاہر ہوگئی اور حضرت مسیح علیہ السلام کا دوبارہ اس دنیا پر تشریف لانا اظہر من الشّمس ہوگیا۔

۷…… قولہ: حضرت رسول خدا ﷺ کے الہام اور وحی غلط نکلیں۔‘‘
(ازالہ اوہام حصہ دوم ص۶۹۰، خزائن ج۳ ص۴۷۲)

اقول: ایسا عقیدہ رکھنے والے پر خدا کی اور تمام جہاں کی لعنت۔

۸…… قولہ: ’’ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کے عمیق تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو، اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماہی بھی ظاہر فرمائی گئی ہو۔‘‘ (ازالہ اوہام حصہ دوم ص۶۹۱، خزائن ج۳ ص۴۷۳)

اقول: ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایسا عقیدہ رکھنے والے پر خدا کی اور تمام جہان کی لعنت۔

ناظرین! دیکھئے [illegible] کی حماقت مابی، دریدہ دہنی، کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر دجال

وغیرہ کی حقیقت کاملہ منکشف نہیں ہوئی اور مجھ پر ہوگئی ہے۔ یعنی ابن مریم میں ہوں۔ حالانکہ اس کی ماں کا نام ...... ہے اور دجال عیسائی ہیں اور ان کا گدھا ریل ہے جس پر خود سوار ہوکر عدالتوں میں دربدر ہوتا ہے پھرتا ہے۔

۹...... قولہ: ''نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کررہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریرہ تک بھی پہنچ سکے۔ پس اس جسم کا کرہ ماہتاب وآفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔ اگر اس جگہ کوئی اعتراض کرے کہ اگر جسم خاکی کا آسمان پر جانا محالات سے ہے تو پھر آنحضرتﷺ کا معراج جسم کے ساتھ کیونکر جائز ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا۔ بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل ص۴۷، خزائن ج۳ ص۱۲۶)

اقول: ناظرین! ہیپرا؟ر نے پرانا اور نیا فیلسوف بن کر کیا غضب کیا ہے کہ حضرت رسول مقبولﷺ کے جسم مطہر مجمع الانوار کو نعوذ باللہ، جسم کثیف (جو ضد ہے لطیف کی) لکھ دیا ہے۔ حالانکہ دیباچہ براہین احمدیہ (حصہ اوّل ص۱۵، خزائن ج۱ ص۲۳) پر لکھ چکا ہے کہ:

نورشاں یک عالمے را در گرفت — تو ہنوز اے کور در شور وشرے
لعل تاباں را اگر گوئی کثیف — زیں چہ کاہد قدر روشن جوہرے
طعنہ بر پاکاں نہ برپاکاں بود — خود کنی ثابت کہ ہستی فاجرے

لیجئے! یہاں اپنی مشتبہ اور مسلمہ دلیل سے اپنا فاجر ہونا ثابت کردیا۔ پھر لطف یہ ہے کہ جس قدر عقائد اس کے پنتھ کے تاراپود ہیں تمام سرسید نیچری کی کاسہ لیسی ہے۔ دیکھو (اخبار تالیف واشاعت مؤرخہ ۱۵ر ستمبر ۱۹۰۴ء ص۷) پر سرسید کا ایک مرید ممتاز علی نیچری اپنے پیر کے حل کئے ہوئے دس مسئلے لکھ کر کہتا ہے کہ: ''میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ یہ عقائد جو مرزا کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اور جو فی الواقع مرزا کے فرقہ کے تاروپود ہیں وہ سب تو سرسید احمد خان کی تحقیق اور روشن ضمیری کے نتائج ہیں۔ پھر مرزا کا تخالف سرسید سے کیسا؟ میرا یہ سوال ختم ہی ہوا تھا کہ ایسے نعرے کے ساتھ کہ شاید نفخ سور بھی اس سے بڑھ کر نہ ہوگا۔ میرے کان میں یہ الفاظ پہنچے ''ان الانسان لربہ لکنود''

بایں ہمہ آیت شریفہ: ''وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین'' جو کہ رب العالمین نے اظہار ربوبیت کے لئے اپنے حبیبﷺ کی شان میں نازل فرمائی

تھی۔ مرزاقادیانی نے بڑی دلیری سے اپنے دعویٰ کرشنیت پر ثبت کرلی ہے۔ حالانکہ یہ امر مسلمہ ومتفقہ ہے کہ آنحضرت کا وجود ذی جود ابتدائے ولادت سے حشر تک رحمۃ اللعالمین ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی بعثت سے ایسی خیروبرکت ورحمت ہوئی کہ قحط سخت وشدید دور ہوئے، خوب بارشیں ہوئیں، فصلیں اور میوہ جات بکثرت ہوئے، امراض دور ہوئیں۔

لیکن مرزاقادیانی کے خروج اور نزول الہام سے تصدیق یہ ہوئی کہ بارش کا تو اوّل نام نہیں۔ اگر ہوئی بھی ہو بے موقع، قحط ایسا عالم گیر ہوا کہ سینکڑوں آدمی فاقوں سے مرگئے۔ وباء طاعون ملعون نے ملکوں کے ملک برباد کردیئے۔ گھروں کے گھر بے چراغ کردیئے۔ مزید برآں مسلمانوں کے حج کروادیئے اور زلزلوں نے شہروں کے شہر منہدم کردیئے۔ الغرض مرزاقادیانی بجائے رحمت کے زحمت ہوگیا۔

۱۰...... قولہ:''صد حسین است درگریبانم'' دیکھو

(اخبار البدر مؤرخہ ۸،۱۶؍جون ۱۹۰۴ء، نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ص۴۷۷)

اقول:

یک حسینے نیست تا گردد شہید ورنہ بسیار اند درعالم یزید

حضرات ناظرین! پر مخفی نہیں ہے کہ یزید...... نے بھی شراب کے نشہ میں لوگوں سے یہی کہا تھا کہ میں امام حسین سے افضل ہوں۔ پس تم لوگ میری بیعت کرو اور آنحضرت (حسین) رضی اللہ عنہ کو معہ خویش واقارب میدان کربلا میں شہید کر کے مستحق لعنت کا ہوگیا ہے۔ اگر مرزاقادیانی نے بھی کہہ دیا کہ:''صد حسین است درگریبانم'' تو اس سے اس مظلوم کا کیا بگڑا بلکہ یزید والا...... طوق مسلمانوں نے مرزاقادیانی کے گلے میں ہی ڈال دیا ہے۔ کیونکہ ایسے جھوٹوں کے حق میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد لعنت اللہ علی الکاذبین وارد ہے۔

۱۱...... قولہ:''ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔'' (الحکم نمبر۱۴ ج۴، مؤرخہ ۱۷؍جون ۱۹۰۰ء، ملفوظات ج اوّل ص۴۰۰ طبع جدید از مرزاقادیانی)

اقول: اے ظالم ناصبی کیوں صاف طور پر نہیں کہتا کہ زندہ نبی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ نبی کی تلاش کرتے ہو۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو رسول خدا ﷺ سے توحد اور قربت روحانی بدرجہ اتم حاصل ہے۔

ہؔ‏ؓؒؑہپرا؍ر کی تحریر جس سے مولا علی کا فنا فی النبوت ہونا ثابت ہوتا ہے:

’’وہ تصرف اعجازی جو آنخضرت ﷺ کو شہر کفار سے محفوظ رکھنے کے لئے بروز ہجرت کیا گیا۔ یعنی جب کفار مکہ نے آنخضرت ﷺ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ جل شانہ نے اپنے اس پاک نبی کو اس بدارادہ کی خبر دے دی اور مکہ سے مدینے کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم فرمایا اور پھر بفتح ونصرت واپس آنے کی بشارت دی۔ بدھ کا روز اور دوپہر کا وقت اور سخت گرمی کے دن تھے جب یہ ابتلاء منجانب اللہ ظاہر ہوا۔ اس مصیبت کی حالت میں جب آنخضرت ﷺ ایک ناگہانی طور پر اپنے قدیمی شہر کو چھوڑنے لگے اور مخالفین نے مار ڈالنے کی نیت سے چاروں طرف سے اس مبارک گھر کو گھیر لیا، تب ایک جانی عزیز جس کا وجود محبت اور ایمان سے خمیر کیا گیا تھا۔ جانبازی کے طور پر آنخضرت کے بستر پر باشادہ نبوی اس غرض سے منہ چھپا کر لیٹ رہے تا مخالفوں کے جاسوس آنخضرت ﷺ کے نکل جانے کی تفتیش نہ کریں اور اسی کو رسول اللہ سمجھ کر قتل کرنے کے لئے ٹھہرے رہیں۔ شعر:

عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند
کس بہر کسے سر ندہد جاں نفشاند

سو جب آنخضرت ﷺ اپنے اس جاں نثار عزیز کو اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے تو آخر تفتیش کے بعد ان نالائق بدباطن لوگوں نے تعاقب کیا اور چاہا کہ راہ میں کسی جگہ پا کر قتل کر ڈالیں۔‘‘ (سرمہ چشم آریہ ص۱۶ تا ۱۷، خزائن ج۲ ص۲۴ تا ۲۵)

علاوہ ازیں حضرت علیؓ کے اس قدر فضائل ہیں کہ استقصاء ان کا قطعی محال ہے۔ لہٰذا بعض آیات قرآنی جو شان میں حضرت مرتضیٰ علیؓ کے نازل ہوئی ہیں۔ ہپرا؍ر کے چیلے عبدالکریم کے جواب میں لکھی جائیں گی۔

۱۲...... قولہ: (الف) ’’میں کسی خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں اور نہ خونی مہدی کا منتظر۔‘‘ (رسالہ دعوت قوم ص۶۸، خزائن ج۱۱ ص۶۸)

اقول: مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ بروقت ظہور مہدی علیہ السلام ونزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کفار ودجال سے جہاد ہوگا اور وہ بموجب احادیث صحیحہ دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ لیکن ہپرہؔؓؑ نے تمام اہل اسلام کے عقائد کی مخالفت میں توہیناً واستہزاءً حضرت مہدیؓ وحضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خونی کے لقب سے ملقب کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسی اعتقاد سے جہاد وغزا آنخضرت ﷺ اور خلفائے راشدین کو بھی کشت

وخون سمجھ کران کو بھی نعوذ باللہ منہا خونی پیغمبر اور خونی خلفاء سمجھتا ہے۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مرزا اپنے میں اب تک کوئی جرات یا حوصلہ نہیں دیکھتا اور نہ کچھ امید رکھتا ہے کہ جنگی کارروائی کر سکے۔ تاہم اپنی جماعت کو جھوٹے الہام سنا سنا کر خوش کرتا رہتا ہے اور اپنے عاجی خدا سے ایک لاکھ فوج کی درخواست بھی کر چکا ہے۔

جیسا کہ (ازالہ اوہام ص۹۱ خزائن ج۳ ص۱۴۹) پر لکھتا ہے کہ: ''کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر بیٹھا تھا۔ مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا۔ تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اسے میں نے مخاطب کر کے کہا مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے وہ بولا کہ ایک لاکھ فوج نہیں ملے گی۔ مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔ تب میں نے دل میں کہا کہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی: ''کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله''

ایسے ہی دیگر آیات قرآنیہ اپنے چیلوں کو سنا سنا کر گورنمنٹ سے جنگ کرنے کے لئے مستعد کرنا چاہتا ہے جیسا کہ (الحکم نمبر۶ ج۵، مؤرخہ ۱۷؍فروری ۱۹۰۱ء) میں لکھتا ہے کہ: ''وقاتلوا فی سبیل الله '' اللہ تعالیٰ کی راہ میں اعلاء کلمۃ اللہ کے بندوں کی عزت اور وقعت کے لئے دشمنان دین دشمنان قرآن کریم و نبی کریم کے دشمنوں آپ کے جانشینوں کے دشمنوں سے مقابلہ کرو۔ مگر اس راہ سے جس راہ سے وہ مقابلہ کرتے ہیں۔ وہ اگر تلوار اور تیر سے کام لیں تو تم بھی تلوار اور تیر سے کام لو۔ لیکن اگر وہ تدابیر سے کام لیں تو تم بھی تدابیر ہی سے مقابلہ کرو۔ ورنہ اگر اس راہ سے مقابلہ نہیں کرتے تو یہ اعتدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ اعتدا کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ غرض جو راہ دشمن اختیار کرے اسی قسم کی راہ اختیار کرو۔''

قولہ: (ب) ''مسلمانوں کے قدیم فرقوں کو ایک ایسے مہدی کا انتظار ہے جو بنی فاطمہ اور حسین کی اولاد میں سے ہوگا۔ سچ یہ ہے کہ بنی فاطمہ سے کوئی مہدی آنے والا نہیں۔''

(کشف الغطاء ص۱۲، خزائن ج۱۴ ص۱۹۳)

اقول: اس کے جواب میں مرزا کا ہی استفتاء اور علمائے اسلام کا فتویٰ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ وھو ہذا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک شخص مہدی موعود کے آنے سے جو آخری زمانہ میں آئے گا اور بطور ظاہر وباطن خلیفہ برحق ہوگا اور بنی فاطمہ میں سے ہوگا۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا۔ قطعاً انکار کرتا ہے اور اس جمہوری عقیدہ کو جس پر تمام اہل سنت دلی یقین رکھتے ہیں۔ سراسر لغو اور بیہودہ سمجھتا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا ایک قسم کی ضلالت اور الحاد خیال کرتا ہے۔ کیا ہم اس کو اہل سنت میں سے اور راہ راست پر سمجھ سکتے ہیں یا وہ کذاب اور اجماع کا چھوڑنے والا اور ملحد اور دجال ہے۔ بیّنوا توجروا!

(المرقوم ۲۹؍ستمبر ۱۸۹۸ء مطابق ۱۵ شعبان المبارک ۱۳۱۶ھ)

السائل المعتصم باللہ الاحد مرزا غلام احمد عافاہ اللہ واید!

الجواب

ا...... جو شخص عقیدہ ثابتہ مسلمہ اہل سنت وجماعت سے خلاف کرے تو وہ صریح اور بے شک اس آیہ کریمہ کے وعید کا مستحق ہے۔ ’’**قال من عز من قائل ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساء ت مصیرا. قال ﷺ من فارق الجماعۃ قید شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ رواہ احمد وابوداؤد قال ﷺ اتبعوا سواد الاعظم انہ من شذ شذ فی النار. رواہ ابن ماجہ قال ﷺ انّ اللہ لا یجمع امتی علیٰ ضلالۃ ویداللہ علی الجماعۃ ومن شذّ شذّ فی النار رواہ الترمذی**‘‘

اور جمہور اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ مہدی رضی اللہ عنہ اخیر زمانہ میں تشریف لاویں گے اور بنی فاطمہ سے ہوں گے اور اس کے ہاتھ سے دین غالب ہوگا اور ظاہری باطنی خلافت کرے گا۔ **ومن خالف عن ذالک فقد ضل واضل ومن یضلل اللہ فمالہ من سبیل!**

حررہ عبدالحق الغزنوی تلمیذ مولوی عبداللہ غزنوی

۲...... درباب مہدی معہود ونزول عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وخروج دجال اکثر احادیث متواترہ وارد واند بریں است اجماع اہل سنت وجماعت منکر احادیث متواترہ کافر ومخالف اہل سنت وجماعت مبتدع وضال ومضل است۔

فقط: عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی عفی اللہ عنہما...... مہر

۳...... اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایسا شخص جس کا ذکر سوال میں مندرج ہے۔ مبتدع اور دائرہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے۔

کما حررہ المجیب وانا عبداللہ الغنی ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ

۴...... جو کچھ مولوی عبدالحق صاحب نے جواب میں لکھا ہے میرا اس سے اتفاق ہے۔ ایسے آدمی کے ملنے والوں سے پرہیز چاہئے۔ نشست برخاست ترک کرنی چاہئے۔

وانا ابوعن احمد اللہ عن امرتسری...... مہر

یہ مہر انجمن تائید الاسلام امرتسر کی ہے جس کے ممبر تین سو کے قریب علماء ورئیس وغیرہ ہیں۔

۵...... علمائے عظام کا جواب صحیح ہے۔ بے شک شخص مذکور السوال ضال اور مضل ہے اور اہل سنت سے خارج ہے۔ فقیر غلام محمد البکوی عفا عنہ امام مسجد شاہی لاہور بقلم خود

۶...... امام مہدی علیہ وعلیٰ آبائہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب قیامت میں ظہور فرمانا اور دنیا کو عدل وانصاف سے پر کرنا احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اور جمہور امت نے اسے تسلیم کیا ہے۔ اس امام موصوف کے تشریف لانے کا انکار صریح ضلالت اور مسلک اہل سنت والجماعۃ سے انحراف کرنا ہے۔

’’عن عبداللہ ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ لاتذھب الدنیا حتی یملک العرب رجل من اھل بیتی یوطی اسمہ اسمی رواہ الترمذی وابوداؤد وفی روایۃ لہ قال لولم یبق من الدنیا الا یوم یطول اللہ ذالک الیوم حتی یبعث اللہ فیہ رجلاً منی او من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یملاء الارض قسطا وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً. مشکوٰۃ شریف. قال العلامۃ التفتازانی فی المقاصد قد وردت الاحادیث

الصحیحة فی ظهور امام من ولد فاطمة الذهرا ؓ یملاء الدنیا قسطا وعدلاً کما ملئت جورا وظلماً'' هذا ما عندی واللّٰه اعلم بالصواب

کتبہ العبد المذنب المفتی محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ

۷...... یہ شخص مذکور سوال مفتری کذاب وضال ومضل وخارج اہل سنت سے ہے۔

الراقم: سید محمد نذیر حسین بقلم خود سید محمد نذیر حسین سید محمد ابوالحسن

۸...... الجواب صحیح وصواب۔ محمد یعقوب

۹...... جو عقیدہ خلاف اہل سنت والجماعت ہو وہ اہل اسلام کے نزدیک کس طرح معتبر ہوسکتا ہے۔ فقیر حشمت العلی عفی اللہ عنہ......مہر

۱۰...... صح الجواب۔ حمزہ النقوی الدہلوی غفرہ اللہ القوی

سید محمد عبدالسلام غفرلہ ابو یسار محمد عبدالغفار

مہر: ابوالحسن محمد اسماعیل خلیل الرحمٰن غفرلہ المنان

۱۱...... جو شخص مہدی علیہ السلام کا انکار کرے وہ گمراہ ہے اور احادیث نبی ﷺ کا منکر ہے۔ فقط العبد الحنیف محمد وصیت علی مدرس مدرسہ حسین بخش صاحب۔ محمد وصیت علی

۱۲...... اصاب من اجاب۔ محمد شاہ عفا عنہ محمد شاہ عفی عنہ

۱۳...... جو شخص کہ احادیث صحیحہ سے اور اجماع سے انکار کرے اس کی ضلالت اور گمراہی میں کچھ شک نہیں۔ کیونکہ سینکڑوں حدیثوں سے امام مہدی علیہ السلام کا آنا اخیر زمانہ میں ثابت ہے اور یہ شخص کذاب اور دجال ہے۔ فقط: محمد یونس مدرس مدرسہ مولوی عبدالواحد صاحب

۱۴...... الجواب صحیح۔ فتح محمد مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی فتح محمد

۱۵...... جو شخص مہدی علیہ السلام کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔ عبدالغفور مدرس مدرسہ حسین بخش

۱۶...... جو شخص حضرت مہدی علیہ السلام کے وجود کا انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسے مغشوش الرائے یاوہ گو عبدالدنیا کے کلام کا اعتبار نہیں۔ ایسا شخص منکر احادیث نبویہ ﷺ ہے۔ اس کا مقام نار ہے۔ محمد عبدالغنی

۱۷...... واقعی یہ شخص مخالف حدیث نبوی کے عقیدہ رکھتا ہے۔ ایسے شخص کا مکان بلاشک نار ہے۔ کیوں یہ فعل اہل بدعت کا ہے۔ محمد ہدایت اللہ عفی عنہ

۱۸...... جو شخص امام مہدی علیہ السلام کا انکار کرتا ہے وہ گمراہ ہے اور احادیث صحاح کا منکر ہے۔ مثلاً ترمذی وغیرہ میں یہ حدیثیں موجود ہیں۔ عبداللہ خان بچھرایونی بقلم خود...... مہر

۱۹...... الجواب الصحیح واقعی حدیث نبوی ﷺ کا منکر ہے اور ایسے عقیدہ کا شخص کذاب لوگوں میں سے ہے۔

مولوی محمد عبدالرزاق خلف حاجی خدابخش المتخلص ناچیز ساکن قصبہ خواجہ ضلع بلندشہر

۲۰...... الجواب: اقول وباللہ التوفیق معلوم ہو کہ ان کا ظہور امام مہدی سے جیسے احادیث میں ہے اور سلفاً وخلفاً اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے۔ صرف ضلالت اور گمراہی ہے اور یہ انکار کسی دجال کا کام ہے۔ فقط: واللہ یهدی من یشاء الٰی صراط مستقیم

دستخط الراقم: عبدالعزیز عفی عنہ لودھیانوی...... اسماعیل

فتوٰی مجتہد العصر شیعہ

جو کچھ علمائے اہل سنت نے کفر اور ضلالت وزندیقیت مرزا کی نسبت لکھا بہت درست اور بجا ہے۔ بلاشبہ ایسا شخص مخرب دین ہے۔ اس کی متابعت سے جملہ اہل اسلام کو پرہیز چاہئے۔ فقط: نمقہ خادم الشریعۃ سید علی الحائری لاہوری...... مہر

[illegible] کے چیلہ [illegible] کی خباثت

قولہ: چنانچہ یہ آیت: ''ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً ویتیماً واسیرا '' اور اس قسم اور قبیل کی بہت سی آیتیں ان (شیعوں) کے بے بنیاد اور غیر معقول عقیدہ کے نزدیک ساری کی ساری بڑی وضاحت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اور مثلاً یہ آیت: ''ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون'' اس کی نسبت بڑے فخر سے ان کے اگلے پچھلے دعوے کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں اتری ہے۔ کافی کلینی اور انارۃ البصائر میں اسے گل سرسید مانا گیا ہے۔

اس کے ساتھ عادتاً یہ شان نزول تراشا گیا ہے کہ: ''ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں مصروف تھے۔ اتنے میں ایک سائل نے کچھ مانگا۔ آپ نے اپنا ہاتھ رکوع کی حالت میں اس کی طرف بڑھایا کہ ان کی اگلی سے انگوٹھی اتار لے۔ اس چند پیسوں کی انگوٹھی کا خدا نے وہ مول ڈالا کہ عرش اور فرش پر آپ کی جود وسخا اور ایثار کے غلغلے بلند ہوئے۔'' (تمہید خلافت راشدہ ص۸)

اقول: اے بدکیش خبیث ؟ ! دیکھ تیری کورچشمی نے تجھے کس قدر راندھا بنادیا ہے کہ دانستہ حق بات کی مخالفت کرتا ہے۔ ذرا اپنی الہامی عینک لگا کر مندرجہ ذیل نقشہ پر نظر ڈال اور تدبر کر۔ کیا یہ آیتیں ان لوگوں کے لئے نازل ہوسکتی ہیں جو مدت العمر زیر آیت: ’’انما المشرکون نجس‘‘ رہ چکے ہوں یا اس فنافی اللہ جانباز آنحضرتﷺ کی شان میں جس کے سابق الایمان ہونے کی چہار عالم میں دھاک پڑی ہوئی ہے۔ خداوند باری تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں۔

فہرست بعض آیات قرآنی منزلۂ درشان علی المرتضیٰؓ

۱…… آیت:’’انما ولیکم اللہ ورسولہ تا آخروھم راکعون‘‘

ثبوت بحوالہ کتب معتبرہ اہل تسنن: بیان تصدیق خاتم میں کہ بحالت رکوع نماز پڑھتے ہوئے جناب علی المرتضیٰؓ نے انگشتری سائل کو عطاء فرمائی۔ حافظ ابن الاثیر درجامع الاصول ازصحیح نسائی بروایت عبداللہ بن سلام وامام ثعلبی درتفسیر خود ازعبداللہ بن عباس وازابوذرغفاریؓ آوردہ۔

۲…… آیت:’’یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین‘‘

ثبوت بحوالہ: مراد صادقین سے علی المرتضیٰؓ ہیں۔ امام ثعلبی نے اپنی تفسیر موسومہ ثعلبی میں عبداللہ ابن عباسؓ سے اور جلال الدین سیوطی نے کتاب درمنثور میں لکھا ہے۔

۳…… آیت:’’الذین جاء بالحق وصدّق بہ اولٰئک ھم المتقون‘‘

ثبوت بحوالہ: درتصدیق اتقائے جناب علی المرتضیٰؓ۔ حافظ ابونعیم حلیۃ اولیاء میں، فقیہ ابن المغازلی نے مناقب میں، علامہ جلال الدین سیوطی نے درمنثور میں لکھا ہے۔

۴…… آیت:’’والذین اٰمنوا باللہ ورسولہ اولٰئک ھم الصدیقون والشھدآء عند ربھم لھم اجرھم ونورھم‘‘

ثبوت بحوالہ: یہ آیت حق میں جناب علی المرتضیٰؓ وجعفر طیار وسید الشہداء امیر حمزہؓ نازل ہوئی اور ان کو صدیق اور شہید فرمایا۔ امام احمد بن حنبل مسند میں ثعلبی نے تفسیر میں، ابن المغازلی نے مناقب میں لکھا ہے۔

۵...... آیت:’’ویتلوہ شاھد منہ...... الخ!‘‘

ثبوت بحوالہ: یہ آیت شان میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہے۔ ابن المغازلی نے اپنی کتاب مناقب میں، علامہ جلال الدین سیوطی نے کتاب درمنثور میں، اس آیت کو شان میں حضرت مرتضیٰ لکھا ہے۔ باقی دیگر علماء نے بھی تصدیق کی ہے۔ اکثر مناقب میں داخل نظم ہے۔

۶...... آیت:’’ولکل قوم ھاد...... الخ!‘‘

حافظ ابونعیم نے کتاب موسومہ’’ما نزل من القرآن فی علی‘‘میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور امام ثعلبی نے تفسیر ثعلبی میں اس آیت کو شان میں حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نازل ہونا لکھا ہے۔ بلکہ شاہ ولی اللہ نے کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء میں قول جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اس طرح نقل کیا ہے۔اسی آیت کی تفسیر میں:’’رسول المنذرو انا الھادی‘‘

۷...... آیت:’’ومن الناس من یشتری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ...... الخ‘‘

ثبوت بحوالہ: تفسیر ثعلبی میں امام ثعلبی نے اور حلیۃ الاولیاء میں حافظ ابونعیم نے تحریر کیا ہے اور دیگر علماء حدیث اور سیر اور تفسیر نے شان نزول اس آیت کا وہ قصہ لکھا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخوف مشرکین مکہ وطن مالوفہ چھوڑ کر بارادہ ہجرت جانب مدینہ گھر سے روانہ ہوئے اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تنہا اپنے بستر پر ایسی حالت میں چھوڑ کر مشرکین نے گھر آپ کا گھیر رکھا تھا۔

۸...... آیت:’’انّما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھّرکم تطھیرا‘‘

ثبوت بحوالہ: یہ آیت بیان میں حضرت علی المرتضیٰ وجناب فاطمۃ الزہرا وسبطین رسول الثقلین رضی اللہ عنہم یعنی ابی محمد الحسن وابی عبداللہ الحسین نازل ہوئی۔ امام احمد بن حنبل نے مسند میں، ابن الاثیر نے جامع الاصول میں اور ثعلبی نے تفسیر ثعلبی میں اور شیخ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں اور تفسیر مواہب علیہ ودیگر تفاسیر معتبرہ میں درج ہے۔

۹...... آیت:’’افمن حاجّک فیہ تا قولہ تعالیٰ وانفسنا وانفسکم...... الخ‘‘

ثبوت بحوالہ: صاحب جامع الاصول نے صحیح مسلم سے اسناد خود سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت لکھی ہے اور حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں امام ثعلبی نے تفسیر میں لکھا ہے۔

۱۰...... آیت: ’’وتعیھا اذن واعیۃ‘‘

ثبوت بحوالہ: امام ثعلبی نے تفسیر میں، حافظ ابونعیم کی کتاب حلیۃ الاولیاء میں، ابن المغازلی نے مناقب میں اور عبداللہ بن عباس و بریدہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے اور شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفاء میں بیان فرمایا ہے۔

۱۱...... ’’ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمن‘‘

ثبوت بحوالہ: ماثر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں لکھا ہے۔ امام ثعلبی نے تفسیر میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور حافظ ابونعیم نے ’’ما نزل من القرآن فی علی‘‘ شیخ ابن حجر نے صواعق میں، صحیح ترمذی میں، مشکوٰۃ شریف میں صحیح ترمذی سے، امام احمد بن حنبل نے کتاب مسند میں اور ابوداؤد نے سنن میں اور امام اسماعیل بخاری نے صحیح بخاری میں، حمیدی نے جمع بین الصحاح الستۃ میں روایت کی ہے۔

۱۲...... آیت: ’’وان تظاھرا علیک فان اللہ ھو مولاہ وجبرئیل وصالح المؤمنین‘‘

ثبوت بحوالہ: تفسیر ثعلبی اور تفسیر مواہب علیہ میں سورۂ تحریم میں اور حافظ ابونعیم نے کتاب ’’مانزل من القرآن فی علی‘‘ میں لکھا ہے۔

۱۳...... ’’اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن اٰمن باللہ والیوم الأخر وجاھد فی سبیل اللہ لا یشترون عند اللہ واللہ لا یھدی القوم الظالمین. الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم واعظم درجۃ عند اللہ واولٰئک ھم الفائزون‘‘

ثبوت بحوالہ: امام ثعلبی نے تفسیر میں، ابن الاثیر نے جامع الاصول میں سنن نسائی نے جلال الدین سیوطی نے درمنثور میں، حافظ ابونعیم کتاب فضائل الصحابہ میں۔

۱۴...... آیت: ’’ان الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات اولٰئک ھم خیر البریۃ تا قولہ تعالٰی ذالک لمن خشیۃ ربہ‘‘

ثبوت بحوالہ: شان میں حضرت مرتضیٰ ؓ اوران کے شیعوں کے یہ آیت نازل ہوئی ہے۔حافظ ابونعیم۔

۱۵...... آیت:’’قل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم...... الخ!‘‘

ثبوت بحوالہ: آیت مباہلہ ہے۔صحیح بخاری وصحیح مسلم وصحیح ترمذی میں حدیث متواتر بہ تفسیر آیت ہذا درج ہے۔’’لما نزلت مدة الآیة وجاء رسول اللہ ﷺ علی وفاطمة وحسن وحسین ؓ فقال اللّٰهم مولاء اهل بیتی‘‘

۱۶...... آیت:’’فاقترف حسنة نزدله فیها حسنا‘‘

ثبوت بحوالہ: ازالۃ الخفاء،حافظ ابونعیم۔

۱۷...... آیت:’’قل لا اسئلکم علیه اجراً الّا المودة فی القربیٰ‘‘

ثبوت بحوالہ: ازالۃ الخفاء میں خطبہ امام حسین ؓ منقول ہے۔اس میں یہ آیت درج ہے۔

۱۸...... آیت:’’یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک...... الخ!‘‘

ثبوت بحوالہ: علامہ نیشاپوری تفسیر میں، امام واقدی اسباب نزول میں، عینی شرح صحیح بخاری میں۔

۱۹...... آیت:’’الیوم اکملت لکم دینکم...... الخ!‘‘

ثبوت بحوالہ: امام احمد بن حنبل نے ابوسعید خدری سے اورزید بن ارقم عطیہ ابو مریم سعید بن وقاص سے،امام مالک مؤطا میں،صحیح ترمذی،سنن ابی داؤد،مشکوٰۃ وغیرہ کتب میں خطبہ غدیرخم مفصل درج ہے۔

۲۰...... آیت:’’سورة الدهر بتمامه. خصوصاً: یوفون بالنذر ویخافون یوماً کان شرّه مستتیراً ویطعمون الطعام علی حبه مسکیناً ویتیماً واسیراً تا آخر سوره‘‘

ثبوت بحوالہ: تفسیر کشاف وتفسیر کبیر وتفسیر بیضاوی ومدارک ومواہب علیہ وغیرہم۔

پس ناظرین! محولا بالانقشہ پر غور کریں اور ؟ہمہ اِنّتہ بدباطن سے دریافت فرمائیں کہ یہ تمام لوگ جنہوں نے آیات مذکورہ بالا کو اپنی مصنفات میں درج کر کے حضرت علیؓ کی شان میں ہونا ظاہر کیا ہے۔ سب کے سب شیعہ ہیں۔ اگر سب شیعہ ہیں تو چشم ماروشن ودل ماشاد۔ اگر شیعہ نہیں تو یہ سب کے سب اس کے ہمہ پرا؛ ہرلہ۱۹ کے ہی اباؤاجداد ہیں۔ شیعوں کا اس میں کیا قصور ہے۔ اب ذرا ان کے ہمہ پرا؛ ہرلہ۱۹ اور ہتہرا؛ ہم الہا کے لئے اسباب نزول وحی سن لو۔

۱...... فرمایا رات ایک پھنسی نے جو کئی دن سے نکلی ہوئی ہے اور ساتھ ہی خارش نے تنگ کیا۔ بشریت کی وجہ سے دھیان آیا کہ کہیں ذیابیطس کا اثر اور نتیجہ نہ ہو۔ اتنے میں خدائے رحیم وقدوس نے وحی کی کہ: ’’انی انا الرحمن دافع الاذی ‘‘اور پھر وحی ہوئی۔ ’’انی لا یخاف لدی المرسلون‘‘

۲...... ’’ ہتہبہم الہا ےبہ کی طبیعت نصیب اعدأنا ساز تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ’’رد الیھا روحھا وریحانھا ‘‘ کی جو بشارت دی، اس کے بعد سے آپ کی طبیعت اچھی ہے۔‘‘ (اخبار الحکم نمبر۱۹ ج۹ ص۱، مؤرخہ ۳۱؍مئی ۱۹۰۵ء)

خاتمہ

عرضداشت: مجھے کامل یقین ہو گیا تھا کہ میں نے خدا تعالیٰ کے کلام سے اس زہریلے سانپ ؟آ، ؟ہمہ پرا؛ ہر کو بھسم کر ڈالا ہے۔ لیکن جب بروزی طور پر دیکھا تو ابھی دم ہلتی نظر آئی۔ یعنی ایک رسالہ موسومہ بہ حدیث ثقلین اور مذہب شیعہ جس کو ہمہ پرا؛ ہر کے ایک پشاوری چیلے ؟ہ؛ بہ المشہور مسیتی نے اپنی پردہ دری کے لئے چھپوا کر شائع کیا ہے، میرے مطالعہ سے گزرا۔ لہٰذا خاکسار نے مجبوراً قصد کیا ہے کہ اس دم کو بھی کچل ڈالوں جسے کہ مار آستین بننے کا دعویٰ ہے۔

۱؎ کیا ہتہرا؛ ہم الہا نے بھی اپنی جوانی کی محنت اور پرفتنہ زندگی کی کمائی سے کچھ اسلام کی تائید میں خرچ کیا ہے۔ ہمیں جہاں تک معلوم ہے وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ہمہ پرا؛ ہر کو کچھ روپیہ وغیرہ کی ضرورت آبنی تو اس عفیفہ نے ایک چھلّہ تک نہیں دیا تھا۔ بلکہ اپنے زیورات کے عوض تمام زمین وباغات رہن کرالئے تھے۔ (کلمہ فضل رحمانی ص۱۳۲تا۱۳۴)

ہپ ہ بہ المشہور مسیتی کی پردہ دری

گویند چوں اجل بسر سگ شو و سوار روسوئے مسجد آورد از شاشہ ز ابکار

اس سے پہلے کہ اصل مطلب کی طرف رجوع کیا جائے۔ ضروری ہے کہ ناظرین کا اس بدباطن پشاوری سے انٹروڈکشن کرایا جائے اور اس کے اعمال وفعال قبیحہ کی جن پر اس نے اپنے رسالہ میں ناز کیا ہے، قلعی کھولی جائے۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ اس نے باوجود نئی روشنی کا فرزند ہونے کے رسالہ کے ٹائٹل پر ’’مولوی سید نذر علی سابق شیعہ حال مرزائی‘‘ لکھ کر اور سید بن کر عوام الناس کو فریب اور دھوکہ دیا ہے، جس سے یہ آیت: ’’**لعنت اللّٰہ علی الکاذبین**‘‘ کے نیچے ایسا دب گیا ہے کہ قیامت تک نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ پشاوری رشید حتیٰ کہ اس کے فاسقین آشنا بھی اس کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ سید نہیں ہے اور نوروز علی کشمیری کا ناخلف ہے۔

البتہ اس میں شک نہیں کہ ہپ ہرا! کا چیلہ بننے سے پیشتر یہ سرسید نیچری کے شیعوں میں سے تھا اور بعد میں اس نے رمضو پشاوری کی تحریک سے اور بمصداق ’’**کل شئ یرجع الیٰ اصلہ**‘‘ کادیان جاکر ہپ ہرا! کی بیعت کر لی ہو۔ کیونکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ماہ دسمبر ۱۹۰۰ء میں یہ ایک اور شخص کو ہمراہ لے کر کادیان کو جاتے ہوئے لاہور اکبری دروازہ میں روشنی جان طوائف (جس کو اس کے ایک خویش نے بسبب بدچلنی کے پشاور سے ضلع خارج کرایا ہوا تھا) کے مکان پر اترا تھا۔ چونکہ طوائف مذکور کا آشنا میرا بھی مہربان تھا۔ اس نے مجھے خبر دی کہ پشاور سے مسیتی آیا ہوا ہے اور کادیان جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ اس کو اس بدارادیہ سے روکوں۔

قصہ مختصر یہ کہ میں نے اس کو روکا۔ لیکن اس نے مجھ سے حلفاً اقرار کیا کہ میں اس کی بیعت کبھی نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں نے جس قدر اس کی تحریریں پڑھی ہیں محض لغو اور بیہودہ ہیں۔ میں صرف اپنے رفیق رمضو کے اصرار پر اس کی منحوس شکل دیکھنی چاہتا ہوں۔

الغرض اسی دن شام کی گاڑی میں روشنی جان طوائف سے مبلغ پانچ روپے بطور قرضہ لے کر کادیان چلا گیا (غالباً وہ قرضہ بھی ادا نہیں کیا ہوگا) اور ہپ ہرا! کی بیعت کر لی اور اب اس کے قدم بقدم چلتا ہے۔

اب میں اپنے اصلی مطلب کی طرف رجوع کر کے اس کے چند افعال مندرجہ رسالہ کا جواب لکھتا ہوں۔

قولہ: ''ہم دیکھتے ہیں کہ آیا اس سے (کتاب اللہ) تمسک کرنے کے مدعی (شیعہ) سچے ہیں یا جھوٹے۔ اس میں میں نے بڑی تحقیقات کیں اور آخر معلوم ہوا کہ واقعی دعویٰ ان کا صرف زبانی ہے۔ عملاً اور فعلاً اس قرآن کریم سے متمسک نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ اس کو بیاض عثمانی کہتے ہیں اور اس میں تحریف لفظی کے قائل ہیں۔'' (ص۲)

اقول: ''سن بچہ مسیتی! تیرا یہ گمان شیعوں کی نسبت قلت تدبر سے ناشی اور محض لغو ہے۔ کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے جمہور اہل شیعہ قرآن شریف میں تحریف لفظی اور معنی کے قائل نہیں ہیں......''

جیسا کہ (ازالہ اوہام ص۷۶، خزائن ج۳ ص۱۴۰) پر لکھتا ہے کہ: ''کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی مرحوم غلام قادر قرآن شریف بلند آواز سے پڑھ رہے ہیں اور اس میں یہ آیت: ''انا انزلناه قريباً من القاديان'' لکھی ہوئی پڑھی اور مجھ کو دکھلائی تو میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ پر شاید نصف کے موقعہ پر یہی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تو میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں لکھا گیا ہے مکہ، مدینہ، قادیان۔''

۲...... (اخبار البدر) میں لکھتا ہے کہ: ''میں ایک دفعہ بیمار ہوگیا اور میرے گھر کے لوگوں نے یقین کرلیا کہ اب نہیں بچتا۔ اسی وقت مجھے قرآن کی یہ آیت الہام ہوئی: فأتو بشفاء من مثله ادعوا شهداء كم من دون الله ان كنتم صادقين''

ناظرین! انصاف کریں۔ شیعہ تو بزعم مسیتی قرآن کریم میں تحریف لفظی کے قائل ہیں اور اس کا ہیرا پھیرا ۱۹ محرف قرآن کریم ثابت ہوگیا۔ باقی رہا ثقل ثانی جس کی نسبت لکھتا ہے کہ: ''سخت افسوس ہے ان شیعوں اثنا عشریوں پر جو ہزار سال میں کروڑہا نفری پیدا ہوکر بغیر تمسک عترت اس جہان فانی سے سدھارے۔ کیونکہ ان بیچاروں کی عترت غار میں یا جزیرہ میں پوشیدہ تھی۔ ہر روز زیارتوں میں لکوک ہائے شیعوں کے دعائیں کر کر کے حلق

پھٹ گئے۔ امیدیں اور آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔ عجل فرجہ عجل فرجہ کی بلند صدائیں ایران، شام، روم، ہندوستان کی ماتم سراؤں میں کروڑہائے شیعوں کے بے نیل ومرام (ھو خاسر وحقیر) اپنے کی طرف مایوسیانہ رنگ میں واپس لوٹ رہے ہیں۔ ’’من لم یعرف امام زمانہ...... الخ!‘‘ کی پیشین گوئی موت کفر کی نوید سنارہی ہے۔ مگر امام صاحب کچھ توجہ نہیں فرماتے۔ گویا وہ ایسے خواب خوش میں سورہے ہیں کہ کروٹ نہیں بدلتے۔ نہیں صاحب! ایسا تو نہیں۔ وہ تو ہر روز سر من رائے لے کر نجف کربلا، بغداد، مدینہ، مکہ معظّمہ تک مسلح معہ سواران گشت لگاتے ہیں۔ کسی مسافر راہ بھولے کو راستہ بھی بتلا دیتے ہیں۔ (عمر عیار کی ٹوپی سر پر پہن کر تاکہ نظر نہ آویں) درماندہ اور مصیبت زندہ اکیلے دکیلے مسافر کی فریاد پر بھی ہاتھ میں تلوار گھوڑے پر سوار پہنچ جاتے ہیں۔ صدہا لوگوں کی مشکلیں غائبانہ طور پر آسان ہوتی ہیں (مگر اپنی مشکل کشائی نہیں کرتے) ایام حج میں حاضر ہوتے ہیں۔‘‘

اس کا جواب بروزی طور پر یہ ہے کہ اگر تیرا شیعوں کی نسبت ایسا ہی حسن ظن تھا تو تو نے اپنی ہمشیرہ کو ایک رئیس زادہ پشاوری شریعہ سے کیوں منسوب کیا ہے جس کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے۔ اس بے غیرتی کی بھی کوئی حد ہے۔ علاوہ ازیں تیرا اہل بیت کی توہین ومخالفت کرنا ہمارے ایمان کو تقویت دیتا ہے۔ کیونکہ ہم تیری نیچر (پیدائش) سے بخوبی واقف ہیں۔

باقی آئندہ

افسوس ہے کہ اہل اسلام نے مرزاکرشن اور اس کے چیلوں کے عقائد کاسدہ کی تردید میں ہزارہا رسالہ جات شائع کئے۔ مگر یہ لوگ ایسے ہٹ دھرم ہیں کہ بار بار بے معنی اعتراضات پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ مسیتی پشاوری بھی لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہوگیا ہے۔ حالانکہ کتاب غایت المقصود مصنفہ حجۃ الاسلام مولوی سید علی حائری لاہوری کے چاروں حصوں میں ان کے تمام عقائد کی تردید پوری پوری ہوچکی ہے۔ ’’فانتظروا الیھا والسلام علی من اتبع الھدیٰ وترک الھویٰ‘‘

خاکسار: محمد عبداللہ چوک نواب صاحب اکبری دروازہ لاہور

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

کیا مرزا قادیانی مسلمان تھا؟

نور محمد میانوی جہلم / عبدالرحیم حامد پوری الہ آباد

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

کیا مرزا قادیانی مسلمان تھا؟

منقول از اخبار اہلحدیث امرتسر

(مورخہ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ)

محمد عبد الباری کے

مسلم پریس کارخانہ اخبار المسلم بنگلور میں چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ناظرین! اہل حدیث کی خدمت میں بغیر حاشیہ آرائی کے مرزا قادیانی کے اقوال پیش کر کے اس قدر التماس کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ کیا کوئی شخص ایسے اقوال شنیعہ کے فرمانے پر مسلمان رہ سکتا ہے۔ امید ہے کہ برادران ٹھنڈے دل سے سوچ کر فیصلہ فرمائیں گے۔

۱...... ''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔''

(دافع البلاء ص۱۱، خزائن ج۱۸ ص۲۳۱)

۲...... ''تم سمجھو کہ قادیان اس لئے محفوظ رکھا گیا کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔'' (دافع البلاء ص۵، خزائن ج۱۸ ص۲۲۶)

۳...... ''طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔'' (دافع البلاء ص۱۰، خزائن ج۱۸ ص۲۳۰)

۴...... ''پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ میرے نام رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کردوں ...... اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی۔'' (اشتہار مرزا قادیانی مؤرخہ ۵ر نومبر ۱۹۰۱ء مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان، مجموعہ اشتہارات جدید ج دوم ص۵۲۶، ایک غلطی کا ازالہ ص۳، خزائن ج۱۸ ص۲۱۰)

۵...... ''قل یآ ایھا الناس انّی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً ''یعنی اے مرزا کہہ دے کہ میں اللہ کا رسول ہو کر تم سب کی طرف آیا ہوں۔''

(البشریٰ ج۲ ص۵۶، اشتہار معیار الاخیار مجموعہ اشتہارات ج دوم ص۳۹۰ جدید)

۶...... ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی و رسول ہیں۔''

(اخبار بدر مؤرخہ ۲۵ر مارچ ۱۹۰۸ء، ملفوظات جدید ج۵ ص۴۴۷)

۷...... ''میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص۶۸، خزائن ج۲۲ ص۵۰۳)

۸...... ’’جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء، ابدال، اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصۂ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۳۹۱، خزائن ج۲۲ ص۴۰۷،۴۰۶)

۹......

آں چہ داد است ہر نبی را جام　　داد آں جام را مرا بہ تمام

یعنی ہر ایک نبی کو جو پیالہ نعمت نبوت ورسالت وفضیلت کا دیا گیا ہے وہ تمام پیالہ مجھ کو دیا گیا۔‘‘ (نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

۱۰...... ’’ہمارے نبی کے واسطے تین ہزار نشان ظاہر ہوئے۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ ص۴۰، خزائن ج۱۷ ص۱۵۳)

’’اور میرے واسطے تین لاکھ سے بھی زیادہ نشان ظاہر ہوئے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۶۷، خزائن ج۲۲ ص۷۰)

۱۱...... ’’میرے وقت کی فتح آنحضرت کے وقت کی فتح سے اعظم اور اکبر اور اظہر ہے۔‘‘

(خطبہ الہامیہ ص۱۹۳، خزائن ج۱۶ ص۲۸۸)

۱۲...... ’’آنحضرت کے لئے صرف چاند کو کسوف ہوا۔ میرے لئے چاند اور سورج دونوں کو۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳)

حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق مرزا کے خیالات باطلہ

۱...... ’’مسیح کے حالات پڑھو تو معلوم ہوگا کہ یہ شخص اس لائق نہیں ہوسکتا کہ نبی بھی ہو۔‘‘ (اخبار الحکم مؤرخہ ۲۱ رفروری ۱۹۰۲ء)

۲...... ’’پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راست بازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائے کہ اس کو نبی قرار دیں۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۹، خزائن ج۱۱ ص۲۹۳)

۳...... ’’وہ پورا نا تواں بے علم تھا اس کی راست بازی میں کلام ہے۔‘‘ (اخبار الحکم مذکور)

۴...... ’’وہ ایک لڑکی پر عاشق ہوگیا اور جب استاد کے سامنے اس کے حسن وجمال کا تذکرہ کر بیٹھا تو استاد نے اسے عاق کردیا۔‘‘ (اخبار الحکم مذکور)

۵...... ’’مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا۔‘‘ (کشلیا راجہ رام چندر کی والدہ کا نام ہے) (رسالہ انجام آتھم ص۴۱، خزائن ج۱۱ص۴۱)

۶...... ’’لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت ان کی خدمت کرتی تھی۔‘‘ (دافع البلاء فرنٹ ٹائٹل بقیہ حاشیہ، خزائن ج۱۸ص۲۲۰)

۷...... ’’یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کس طرح پر وہ مسیح بن مریم نامحرم نوجوان عورتوں سے ملتا تھا اور کس طرح ایک بازاری عورت سے عطر ملواتا تھا۔‘‘ (اخبار الحکم مؤرخہ ۲۱رفروری ۱۹۰۲ء)

۸...... ’’حضرت مریم صدیقہ کا اپنے منسوب یوسف کے ساتھ قبل نکاح کے پھرنا اس اسرائیلی رسم پر پختہ شہادت ہے۔‘‘ (ایام الصلح حاشیہ ص۶۶، خزائن ج۱۴ص۳۰۰)

۹...... ’’یوسف کی ایک بیوی موجود تھی اور شریعت موسوی میں ایک بیوی کی موجودگی میں دوسری بیوی جائز نہ تھی لیکن قوم کے بزرگ مجبور ہوئے کہ عین حمل میں مریم کا نکاح یوسف سے کردیں اور بعد اس نکاح کے جتنی اولاد مریم کی یوسف سے ہوئی وہ حضرت عیسیٰ کے سگے بھائی اور بہن تھے۔‘‘ (خلاصہ کشتی نوح ص۱۶، خزائن ج۱۹ص۱۸)

مرزائی امت کے مولویوں کے خیالات

انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ غالباً ۱۹۲۱ء پر بھرے جلسہ میں مولوی صدرالدین لاہوری نے یوں فرمایا تھا کہ: ’’حضرت مسیح علیہ السلام ہیجڑے تھے صحیح الاعضاء مردنہ تھے۔‘‘

مولوی غلام رسول راجیکی نے سیالکوٹ میں ایک پادری کے مقابلہ میں کہا ہے کہ: ’’حضرت مسیح کو فتق کی بیماری تھی جس لئے انہوں نے نکاح نہیں کیا۔‘‘ وغیرہ!

سو میرے معزز بھائیو! خیال کی جگہ اور غور کا مقام ہے کہ اس مقولہ مولوی غلام رسول صاحب سے کیا عجیب فیصلہ ہوا ہے۔ سنئے! اگر مرزا قادیانی مثیل مسیح تھے تو یہ بھی ایک ضروری اور لازمی امر ہے کہ اصیل کا وصف مثیل میں پایا جائے گا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نعوذ باللہ! اس بیماری میں مبتلاء تھے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مرزا قادیانی صحیح الاعضاء ہوں۔ ہاں! مجھ کو یاد آیا کہ آسمانی منکوحہ کا نکاح اسی لئے فسخ ہوا ہوگا۔ نیز اس مسئلہ کے متعلق شرعی فیصلہ یہ ہے کہ نکاح کا فسخ تب ہوسکتا ہے جب ناکح میں یہ وصف پائے جائیں۔(۱) نامرد ہو کسی سبب سے تندرست نہ ہوسکتا ہو۔(۲) ایسا تنگ دست ہو کہ عورت کو نان ونفقہ نہ دے سکتا ہو۔(۳) اعلیٰ درجہ کا بدزبان ہو۔

کیا ان اوصاف میں سے کوئی وصف مرزا قادیانی میں تھا جس سبب سے نکاح محمدی بیگم کا فسخ ہوا۔

اپنی طرف سے زیادہ تشریح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ صاف اور سیدھی عبارت مرزائی ناظرین کے سامنے ہے۔ اب فیصلہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں اور آخر پر عنوان بالا دہراتا ہوں کہ کیا مرزا قادیانی مسلمان تھا؟

اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان بھائی کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین!

(میں ہوں مرزائیوں کا دلی خیرخواہ۔ آثم نور محمد میانوی جہلمی خادم اہل حدیث)

قادیانی مشن

مرزا قادیانی کا طریق عمل

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل   جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو وہ لہو کیا ہے

عرصہ سے مرزا قادیانی کے متعلق بحث ہورہی ہے کہ وہ مسلمان تھے یا نہیں۔ قادیانی جماعت نے، جماعت علی شاہ کو چیلنج بھی دیا کہ وہ اپنے قول کے مطابق دس ہزار روپیہ امین کے پاس جمع کردیں۔ ہم مرزا صاحب کا مسلمان ہونا ثابت کردیں گے۔ باوجودیکہ علماء اسلام نے قرآن وحدیث سے مرزا قادیانی کا کفر ثابت کیا اور تمام ہندوستان کے علماء کی طرف سے تکفیر کا فتویٰ شائع ہوا۔ مگر مرزائی جماعت ایسی کہاں کی باحیا تھی جو خاموش رہتی۔ کبھی تو مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت کو پیش کر کے مرزا قادیانی کو مسلمان بتاتی ہے اور کبھی براہین احمدیہ کے نعتیہ اشعار کو سامنے رکھ کر مرزا قادیانی کا اسلام ثابت کرتی ہے۔ قادیانی جماعت کی اس ابلہ فریبی کو دیکھ کر خاکسار نے مناسب سمجھا کہ چند اقوال مرزا قادیانی کے اسلام کے خلاف نقل

کردے، تاکہ ناظرین اخبار کو مرزا قادیانی کے متعلق معلوم ہو جائے کہ وہ اسلام سے کس قدر دور تھے اور قادیانی جماعت بھی دیکھ لے کہ مرزا قادیانی مسلمان تھے یا نہیں۔

مرزا قادیانی (کشتی نوح ص۲۶، خزائن ج۱۹ ص۲۸) پر لکھتے ہیں: ''قرآن شریف نے تمہارے لئے بہت پاک احکام لکھے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ تم شرک سے بکلی پرہیز کرو کہ مشرک سرچشمہ نجات بے نصیب ہے تم جھوٹ نہ بولو کہ جھوٹ بھی ایک حصہ شرک ہے۔''

ناظرین! مرزا قادیانی کا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ بولنا شرک ہے اور مشرک جہنم میں جائے گا۔ اس قول کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے بعد نمبروار مرزا قادیانی کی کذب بیانی سنئے۔

پہلا جھوٹ

''تم یقیناً سمجھو کہ عیسیٰ بن مریم فوت ہوگیا ہے اور کشمیر سری نگر محلہ خانیار میں اس کی قبر ہے۔'' (کشتی نوح ص۱۵، خزائن ج۱۹ ص۱۶)

مرزائی لوگ قرآن وحدیث یا کسی مستند تاریخ کشمیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ثابت کریں۔ ورنہ اسی طرح وہ بھی مرزا قادیانی کو کاذب جانیں۔

دوسرا جھوٹ

مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ''مگر بعد اس کے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا گیا اور شدت درد سے ایک ایسی سخت غشی میں آگیا کہ گویا وہ موت ہی تھی۔'' (کشتی نوح ص۵۳، خزائن ج۱۹ ص۵۷)

حضرت مسیح علیہ السلام کے صلیب کے متعلق قرآن پاک کا فیصلہ یوں ہے: ''**وما قتلوہ وما صلبوہ ولٰکن شبہ لھم ...... وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیما**'' (النساء: ۱۵۷، ۱۵۸)

نہ مارا اس کو اور نہ صلیب پر چڑھایا ولیکن وہی صورت بن گئی اور اس کو مارا نہیں بے شک بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے اپنی طرف اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔

قرآن شریف کا فیصلہ تو یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے اور مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ صلیب پر چڑھائے گئے۔ پس مرزائیوں کو لازم ہے کہ وہ یا تو مسیح علیہ السلام کا صلیب پر چڑھایا جانا ثابت کریں یا مرزا قادیانی کو کاذب مانیں۔

تیسرا جھوٹ

مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ’’اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں وہ ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہورہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھلاسکتا۔‘‘
(کشتی نوح ص۵۶، خزائن ج۱۹ص۶۰)

آیئے! مسیح علیہ السلام کے کام اور نشانات کے متعلق قرآن شریف میں دیکھیں کہ مسیح سے کیا کیا نشانات سرزد ہوئے ہیں۔ ارشاد ہے: ’’**واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی**‘‘ (المائدہ:۱۱۰)

یعنی (اے عیسیٰ) جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے۔ پھر دم مارتا اس میں تو ہوجاتا جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتا ماں کے پیٹ کا اندھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑے کرتا مردے کو میرے حکم سے۔

اب مرزائیوں سے پوچھتا ہوں کہ مرزا قادیانی نے کبھی کسی مردہ مدفون کو زندہ نکالا؟ کسی کوڑھی، اندھے کو چنگا کیا؟ مٹی کی چڑیاں بناکر اس میں روح پھونکی؟ اگر یہ نہیں کیا تو پھر وہ کون سے نشان مرزا قادیانی سے ظاہر ہوئے جو مسیح علیہ السلام نہ دکھلا سکے۔

پس مرزائیوں کو چاہئے کہ مرزا قادیانی کے ان تین دروغ بے فروغ کو صحیح ثابت کریں۔ ورنہ مرزا قادیانی کو جھوٹا مان کر مرزا قادیانی کے قول کے مطابق جھوٹے کو مشرک اور مشرک کو جہنمی سمجھیں۔ (عبدالرحیم حامد عمرپوری الہ آباد)

برادران اسلام! اس رسالہ میں مسیح کاذب مرزا غلام احمد قادیانی، آنجہانی کے کلمات کفر، عقائد باطلہ وہفوات آپ کے مطالعہ کے لئے، اخبار اہل حدیث امرتسر سے نقل کئے گئے ہیں۔ پس وہ کون مسلمان ہوگا جو ایسے جھوٹے مدعی نبوت کے عقائد باطلہ کو اپنے دل میں جگہ دے۔ امید ہے کہ آپ اس رسالہ کو بغور ملاحظہ فرماکر اس مسیح کاذب پر نفرین بھیجیں گے اور اس کے بے شرم حواریوں کے دام میں ہرگز نہ آئیں گے۔

(مسلم پریس کارخانہ اخبار المسلم بنگلور کنٹونمنٹ میں چھپا ۲۷؍اکتوبر ۱۹۲۵ء)

خاتم النبیین لا نبی بعدی
میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

اسلام کی آواز

اسلامی لباس میں مسلمانوں کے مار آستین دشمن

حضرت مولانا عبدالکریم مباہلہ

''بسم اللہ الرحمن الرحیم''

''نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم''

اسلامی لباس میں مسلمانوں کے مارآستین دشمن

ہماری بدقسمتی سے ہمارا زمانہ بھی ایسے گروہ سے خالی نہیں جو ان فرقہ ہائے باطلہ کی تاریخ دہراتا ہے جو آج سے قبل اسلامی رنگ میں رنگین ہوکر مسلمانوں سے اپنی انتہائی دشمنی کا ثبوت دیتے رہے۔ یعنی ہماری شومئی قسمت سے صوبہ پنجاب کے ایک گاؤں میں ایک فرقہ پیدا ہوا جسے قادیانی فرقہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جو مسلمانوں کو آئے دن نت نئے بھیس میں اپنی پارٹی میں شامل کرنے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔

ہم واقعات اور دلائل سے اس نتیجہ پر پہنچنے کے مجاز ہیں کہ یہ گروہ درحقیقت کوئی مذہبی گروہ نہیں بلکہ ایک سیاسی تنظیم ہے جس نے ہندوستان میں اپنی کامیابی کا راز اس امر میں سمجھا کہ وہ مذہب کی اوڑھنی اوڑھ کر ایک جتھہ بناتے ہوئے اپنے خفیہ ارادوں کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔ ہندوستان کوئی ایسا خطہ ہے جہاں کسی تحریک کو کامیاب بنانا کچھ دشوار نہیں۔ حتیٰ کہ یہی وہ خطہ ہے جہاں کی اخبارات میں روحانی طبیبوں رمّالوں نجومیوں کے ایک ایک صفحہ کے اشتہارات شائع ہوتے ہیں اور ہزارہا انسان ان پر اعتماد کر کے اوران کو عالم الغیب خیال کرتے ہوئے اپنا روپیہ ضائع کردیتے ہیں۔ سمجھا جاسکتا ہے کہ جو خطہ یہ ذہنیت رکھتا ہو وہاں ایسے زمانہ میں جب کہ فی الواقع مذہب کو خیرباد کہا جارہا ہے۔ وہ گروہ کیونکر اپنے ہم خیال پیدا نہ کرلیتا جس نے روحانیت اور تعلق باللہ کا دعویٰ کیا ہو اور خود کو اسلام کا علمبردار ظاہر کرے۔

موضع قادیان سے باہر بہت سے مسلمان ان کے پروپیگنڈا سے متأثر ہوگئے اور آج وہ غلطی خوردہ تبلیغ قادیانیت میں مصروف رہتے ہیں۔ ان حالات میں اسلام کا سچا درد رکھنے والوں کا بھی فرض منصبی ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کو قادیانیوں کے ارتداد سے بچانے کے لئے دنیا میں اسلام کی آواز پہنچائیں۔

یہ سلسلہ ٹریکٹ اپنے گم شدہ بھائیوں کوان کی غلطی سے آگاہ کرنے اور برداران اسلام کوقادیانیت کے زہریلے اثر سے بچانے کے لئے شروع کیا جاتا ہے جس کا مطالعہ اور اس کودوسروں تک پہنچانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔قادیانی گروہ کی اس وقت زیادہ سے زیادہ عمر ۵۰سال کہی جاسکتی ہے۔اس قلیل عمر میں اس فرقہ نے جو مختلف رنگ مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے اختیار کئے وہ ہمارے دعوی کی تصدیق کے لئے کافی ہوں گے کہ یہ گروہ مذہبی گروہ نہیں بلکہ ایک سیاسی جماعت ہے جس نے اسلام کا لباس محض اپنے مقاصد کے حصول کے لئے زیب تن کیا ہے۔

پہلا لباس

ابتداء صرف آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اپنی طاقت خرچ کی اور مسلمانوں کی مخالفت سے قطعاً پرہیز کیا گیا۔حتیٰ کہ مسلمانوں سے اس طرح ملائمت روا رکھی گئی کہ عیسیٰ علیہ السلام کوآسمان پر زندہ بجسد عنصری تسلیم کیا گیا۔جیسا کہ مرزا قادیانی خود بتاتے ہیں کہ وہ ۱۲سال تک اس عقیدہ پر قائم رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں۔

(اعجاز احمدی ص ۷، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳)

مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی جو محبت ہے اس کا کوئی بشر انکار نہیں کرسکتا۔ آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اس گروہ کے کام کو بنظر استحسان دیکھا گیا اوراس شک کو اپنے اذہان میں جگہ نہ دی گئی کہ یہ کیوں کام کیا جارہا ہے۔

دوسرا رنگ

چندسال یہی روش رکھی بعض مسلمانوں کے دل قادیان کی طرف مائل ہوگئے اور

جونہی قادیان میں اس بات کو محسوس کیا گیا تو فوراً یہ اعلان ہوگیا کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں اور کسی بشر کا آسمان پر زندہ رہنا ناممکن ہے۔ مگر یہ اعلان کرتے ہی دوسرا رنگ یہ اختیار کیا کہ آنحضرت ﷺ سے انتہائی محبت کا اظہار کیا گیا اور آپ کے بعد مدعی نبوت کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔ (حمامۃ البشریٰ ص۷۹، خزائن ج۷ ص۲۹۷)

جو لوگ ابتدائی کام سے قدرے خوش تھے، انہوں نے دوسرے رنگ سے متأثر ہوکر قادیان کا رخ کر لیا۔ جونہی قادیان معلوم ہوا کہ بعض مسلمان قادیان کی آواز پر کان دھرتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اسلام اور سردار دوجہاں ﷺ سے قادیان والوں سے کوئی زیادہ محبت نہیں رکھتا۔ حتیٰ کہ یہ مدعی نبوت کو کافر بتاتے ہیں تو معاً یہ قدم اٹھایا گیا کہ نبوت کی اقسام تشریعی وغیر تشریعی ظلی بروزی بیان شروع ہوگئیں اور معمولی عرصہ گزرنے پر مرزا قادیانی کو حقیقی نبی قرار دیا گیا۔ (حقیقت النبوۃ ص۱۷۷، انوار العلوم ج۲ ص۴۹۵)

تیسری شان

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب انسان ٹھوکر کھا جائے تو اس کا سنبھلنا مشکل ہوتا ہے۔ جو لوگ ان کے پروپیگنڈا سے متأثر ہوگئے، ان کا واپس آنا مشکل ہوگیا۔ وہ اپنے عقائد میں راسخ ہوگئے۔ حالانکہ ان کو ابتداء یہ سبق دیا گیا تھا کہ یہ گروہ اسلام رسوخ میں پیدا کرنے کے لئے ہے۔ مگر معمولی عرصہ گزرنے پر ان سے یہ عقائد بھی منوالئے گئے۔

(۱) ہر کلمہ گو مسلمان جو مرزا قادیانی کو نہیں مانتا کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(۲) کسی کلمہ گو مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنی حرام ہے۔

(۳) کسی کلمہ گو مسلمان سے رشتہ وناطہ قطعی حرام ہے۔

(۴) کسی کلمہ گو مسلمان یا اس کے معصوم بچے کا جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔

(آئینہ صداقت ص۳۵، انوار العلوم ج۶ ص۱۱۰، انوار خلافت ص۸۹تا۹۴، انوار العلوم ج۳ ص۱۴۷تا۱۵۱)

چوتھی شکل

ایک منظم گروہ بنالینے کے بعد اب اعلان ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو دلائل و براہین سے منوانے کی ضرورت نہیں بلکہ اور طریقے اختیار کرو۔ (اخبار الفضل مؤرخہ ۲۷/فروری ۱۹۳۱ء)

مسلمانوں پر دلائل کا اثر نہ ہوتا دیکھ کر خصوصاً قادیان اور گردونواح کے مسلمانوں کو اس قدر لمبے عرصے میں متأثر نہ ہوتے دیکھ کر اور کیا طریقے اختیار کئے گئے۔ اس کا جواب عملاً قادیانیوں نے دیا۔ خاص قادیان کے مسلمانوں کو جو اپنے بھائیوں کو ان کے جال سے بچانا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ قادیان سے جلاوطن کر دیا، مکانات جلادیئے، خونریزی کی گئی۔

جو لوگ قادیانیوں کے زیر اثر آ گئے اور انہوں نے اس ظلم کے معاملہ میں ان کا ساتھ دیا۔ لیکن مذبح نہ بنا۔ البتہ اس کا تاوان سوائے قادیانیوں کے باقی تمام اقوام (مسلمان، ہندو، سکھ) پر پڑ گیا۔ اس کام میں قادیانیوں کی ان تھک کوششوں کا ذکر لا حاصل فعل ہے۔ قادیانی خوش ہوگئے اور مذبح کا سوال (جس پر مر مٹنے کا اعلان ہوتا تھا) ہی بھول گئے۔ کیونکہ ان کا اصل مقصد مذبح نہیں بلکہ کچھ اور تھا۔

چنانچہ اب نواح قادیان میں بجائے دلائل کے یہ کہہ کر غریب مسلمانوں کو قادیانی بنایا جارہا ہے کہ جو تاوان سے بچنا چاہتا ہے وہ قادیانی ہو جائے۔

جیسا کہ خود قادیانی لیڈر اب ضلع گورداسپور کو قادیانی بنانے کا تہیہ کرتا ہوا یوں لکھتا ہے: ''میں نے ایک سکیم تیار کی ہے۔ اس کے ماتحت جماعت کے ہر ایک فرد سے جو قادیان میں رہتا ہے یا جو پاس کے گاؤں سے اس کے لئے آمادگی ظاہر کرے۔ ایک یا دو ہفتہ تبلیغ کا کام لیا جائے گا۔ اس سکیم کے مطابق ایک کمانڈر ہوگا اور دو اس کے نائب ہوں گے۔ ہر نائب کو پچاس مبلغ دیئے جائیں گے۔ جو برابر ایک معین عرصہ تک علاقہ ملکانہ کی طرح ایک مبلغ

ایک گاؤں میں موجود رہے گا اور اس طرح سو گاؤں میں یکدم تبلیغ ہوتی رہے گی۔ اس سکیم کو تجربہ کے بعد اور بھی وسعت دی جائے گی۔ حتیٰ کہ گورداسپور کے ضلع میں کوئی ایسا گاؤں نہ ہوگا جہاں کوئی احمدی مبلغ پندرہ روز نہ رہ آیا ہوں۔‘‘(الفضل)

اس اسکیم سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ گروہ کس کس لباس میں مسلمانوں کا مار آستین دشمن ثابت ہورہا ہے۔ کس طرح مذبح کا سوال اٹھا کر کس طرح اس سوال کو مسلمانوں کے لئے وبال جان بنادیا۔ اس گروہ کی اسلام دشمنی کے اور واقعات بھی ترتیب وار جلد آپ تک پہنچیں گے۔ اس ٹریکٹ میں اسی پر اکتفاء کی جاتی ہے۔ مسلمان خود اس گروہ سے بچیں اور اپنے بھائیوں کو بچائیں اور اپنا نظام قائم کریں۔

خادم قوم: عبدالکریم مباہلہ

سیکرٹری صیغہ اشاعت صدر انجمن مباہلہ امرتسر

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

خفیہ سازش کا انکشاف

مرزا قادیانی کا حکومت سے سودا
وزارت پنجاب کی مرزائیت نوازی کا راز کھل گیا

حضرت مولانا عبدالکریم مباہلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اغراض ومقاصد شعبہ تبلیغ احرار اسلام ہند امرتسر (انڈیا)

۱...... ہندوستان اور بیرون ہند میں اسلام کے مقدس اصولوں کی اشاعت کرنا۔

۲...... مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کا جذبہ صادق پیدا کرنا اور مبلغین کی ایک سرگرم کارکن جماعت تیار کرنا۔

۳...... فتنہ قادیان کے تباہ کن اثرات سے تعلیم اسلامی کو محفوظ رکھنا اور مسلمانوں کو ان کے دجل سے بچانا۔

۴...... یہ شعبہ خالص دینی اور مذہبی ہے۔ سیاسیات ملکی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

عہدہ داران

صدر...... حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جنرل سیکرٹری...... جناب چوہدری افضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سیکرٹری...... مولانا عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مباہلہ

خازن...... پنجاب کوآپریٹو بینک امرتسر

(مجلس منتظمہ کے ممبران کی فہرست آئندہ ٹریکٹ میں شائع ہوگی)

جملہ خط وکتابت ترسیل زر کا پتہ! شعبہ تبلیغ احرار اسلام ہند امرتسر

سکندر وزارت کی مرزائیت نوازی کا انکشاف مقدمات، ضبطیوں، ضمانتوں کی بھرمار مسلمانوں کے خالص مذہبی معاملات میں مداخلت

سر سکندر حیات خاں نے جس دن سے پنجاب کی عنان حکومت سنبھالی ہے۔ مسلمانوں کی سیاسی معاملات میں نمائندگی سے قطع نظران کے خالص مذہبی معاملات میں اس وزارت کی روش مسلمانوں کی مشکلات میں اضافہ کا موجب ثابت ہورہی ہے۔ واقعات کی روشنی میں ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ صوبائی خوداختیاری حکومت اور سابقہ گورنمنٹ میں ہمیں سرموفرق معلوم نہیں دیتا۔ بلکہ یہ دورحکومت مسلمانوں کے لئے تبلیغی رکاوٹیں پیدا کرنے میں پہلی حکومت سے سبقت لے گیا ہے۔ مسلمانوں کی روح حیات کو مردہ بنانے کے لئے قادیانی فتنہ پیدا کیا گیا۔ مسلمانوں کے اجماعی اور مسلمہ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ایک مدعی نبوت کھڑا کیا گیا۔ ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کے مقابلہ میں بقول مرزا غلام احمد قادیانی انگریز کے اس خودکاشتہ پودا کی تعداد ناقابل ذکر ہے۔ مگر مسلمانوں کی نمائندگی کی دعویدار وزارت جس متشددانہ پالیسی سے مرزائیت نوازی کے جرم کا ارتکاب کر کے کروڑہا مسلمانوں کے قلوب کو مجروح کر رہی ہے، وہ پنجاب کے مسلمان اخبارات کی جبری خاموشی سے ظاہر ہے۔

قادیان میں قتل وغارت

قادیان میں غیرقادیانی پبلک عرصہ سے جن مظالم کا تختہ مشق بنی ہوئی ہے وہ محتاج تشریح نہیں۔ قادیان میں راستوں کی بندش مردوں کی تدفین کے لئے مشکلات گھریلو عدالتیں اور ان کی سزائیں ہندو، سکھ، مسلمان کا سوشل بائیکاٹ، مکانات کی مسماری، زدوکوب، مارپیٹ، دہشت انگیزی، قتل خونریزی کے متعدد واقعات قادیان کو مرزامحمود کی ایک ریاست ظاہر کرتے ہیں۔ حال ہی میں سکندروزارت کے دوردورہ میں:

قادیان میں فخرالدین ملتانی کا وحشیانہ قتل

وزارت پنجاب کے حسن انتظام اوراس کی فرض شناسی کا ثبوت ہے۔

اسلامی وزارت کی شاندار اسلامی خدمات

وزارت مرزامحمود کی حمایت کے سلسلہ میں مخالفین مرزائیت سے کیا سلوک کر رہی ہے؟ اس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے کیجئے۔

مولانا عنایت اللہ صاحب امیر مجلس احرار اسلام قادیان پر زیردفعہ ۱۰۸ مقدمہ چلا اور آپ سے ایک سال کے لئے ضمانت لے لی گئی۔

مولانا محمد حیات صاحب مبلغ شعبہ تبلیغ پر زیردفعہ ۱۵۳ مقدمہ دائر ہوگیا اور آپ کو دوماہ جیل جانے کا حکم ہوا۔

محترم حاجی عبدالرحمٰن صاحب میونسپل کمشنر بٹالہ پر زیردفعہ ۱۵۳ مقدمہ دائر ہوا اور آپ کو ۵۰۰ روپیہ جرمانہ ہوا۔

قادیان میں مسلمانوں کی عیدگاہ کے سلسلہ میں ۵ مسلمانوں کا چالان ہوچکا ہے اور مقدمہ زیرسماعت ہے۔

حال ہی میں مسلمانوں کے قدیمی اور آبائی قبرستان کے سلسلہ میں تین مسلمانوں کو زیردفعہ ۱۰۷ گرفتار کیا گیا۔

کارکنان شعبہ تبلیغ کے علاوہ وزارت مرزامحمود کے مرزائی مخالفین (جو مصری پارٹی کے نام سے مشہور ہیں اور مرزامحمود کے پرائیویٹ زندگی پر الزامات عائد کرتے ہیں) یا ہندوؤں سے کیا سلوک روا رکھتی ہے۔ وہ بھی سنئے۔

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری، حکیم عبدالعزیز صاحب، عبدالرب خاں صاحب برہم، قریشی محمد صادق صاحب شبنم کے خلاف مقدمات زیردفعہ ۱۰۷ دائر ہوئے۔

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری پر ایک مقدمہ غبن دائر ہوا جس میں گو وہ بری ہوگئے۔ مگر کافی عرصہ کچہریوں کی حاضری میں رہنا پڑا۔

ربّ قادیان اور پنڈت شانتی پرکاش کے خلاف مقدمات دائر ہوئے۔ مرزائیت نوازی میں اگر کوئی کسر رہ گئی تھی تو وزارت نے اتحاد پریس لاہور، نامی پریس، امر پریس بٹالہ، اخبار احسان لاہور سے ضمانتیں طلب کر کے پوری کردی۔

مقام عبرت، یادرفتگاں، فیصلہ مسٹرسکیمپ جج عدالت عالیہ ہائیکورٹ درمقدمہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری پمفلٹ بابت فیصلہ عدالت عالیہ ہائیکورٹ درمقدمہ فخرالدین ملتانی وغیرہ کئی پمفلٹ ضبط کرلئے۔ پولیس کی دیکھا دیکھی مرزائیوں نے بھی مقدمات کی بھرمار کر دی۔ اخبار مجاہد کے سلسلہ میں قبلہ چوہدری افضل حق صاحب جنرل سیکرٹری شعبہ تبلیغ احرار اسلام ہند پر ۵ہزار روپیہ کا دیوانی دعویٰ کر دیا جس میں آپ بری ہوگئے۔ چوہدری محمد علی صاحب نمبر دار بھینی متصل قادیاں سابق مرزائی کے خلاف ۵ مقدمات دائر ہوئے۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری پر دومقدمات دائر ہوئے۔

امن کی متلاشی وزارت کا حضرت بخاری کو نوٹس

امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب صدر شعبہ تبلیغ احرار اسلام ہند کو وزارت نے یہ نوٹس دیا کہ آپ قایان یا قادیان سے دومیل کی حدود میں داخل نہیں ہوسکتے۔ حال ہی میں آنجناب جب ضلع گورداسپور کے بعض دیہات میں تقریر کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو آپ کو یہ نوٹس موصول ہوا کہ آپ ضلع گورداسپور کی حدود میں داخل نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ آپ سے نقص امن کا خطرہ ہے۔ قادیان میں فخرالدین ملتانی کا دن دہاڑے قتل ہوجائے، مرزامحمود اپنی اشتعال انگیزی سے قتل کا بازار گرم کرے۔ اس کا اخبار اعلانیہ قتل کے لئے انگیخت کرے۔ فخرالدین کے بعد مصری پارٹی کے باقی ممبروں کی جان خطرہ میں ہو۔ مجبوراً مظلوم پارٹی مرزامحمود کو قتل کی انگیخت سے روکنے کے لئے قانونی کارروائی کی حکومت سے درخواست کرے۔ مگران کی درخواست مسترد ہوجائے۔ باوجودان واقعات کے وزارت کو حضرت بخاری سے نقص امن کا خطرہ ہے اور مرزامحمود سے کوئی خطرہ نہیں۔

کارکنان شعبہ تبلیغ کا استقلال

وزارت پنجاب کی اس دہشت انگیز پالیسی کی موجودگی میں کارکنان شعبہ تبلیغ کا استقلال قابل صد تحسین ہے۔

ہمدردان اسلام کو معلوم ہونا چاہئے کہ وزارت کی مرزائیت نوازی کے باوجود قادیان میں شعبہ تبلیغ کے دفتر کی کارگزاری حوصلہ افزاء ہے۔ کارکنان شعبہ تبلیغ باوجودان

مشکلات اور ہولناک مصائب کے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مسلمانوں کی نمائندگی کا فرض سرانجام دیتے ہوئے تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں۔ قادیان میں دینی تعلیم کے لئے پرائمری اسکول جاری ہے۔ (اس پرائمری اسکول کے متعلق بھی حکومت کی مرزائیت نوازی کا یہ عالم ہے کہ ۱۹۳۶ء سے اس کی گرانٹ منظور ہوچکی ہے، مگر گرانٹ دی نہیں جاتی) کارکنان ہمت واستقلال سے مقدمات کی پیروی میں مصروف ہیں۔ مختلف مقامات پر شاندار کانفرنسیں منعقد ہوچکی ہیں۔ آج شعبہ تبلیغ کی شاندار خدمات کا نتیجہ ہے کہ مرزائی مسلمان کے نام پر کوئی کام کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا اور مرزائیت نواز پارٹیاں مسلمانوں کے خوف سے کسی مرزائی کو اپنی سوسائٹی کا ممبر بنانے کی جسارت نہیں کرسکتی۔ کارکنان شعبہ تبلیغ کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ ان کی تبلیغ سے مسلمانوں کے ہمدرد اصحاب پر مشتمل ایک تبلیغ ٹرسٹ بن گیا ہے جس کے نام پر کافی زمین وقف ہوئی ہے اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ ٹرسٹ اس وقف پر عظیم الشان مسجد، دینی مدرسہ، ہسپتال اور فوجی اسکول بنانے کے لئے تیاری کر رہا ہے۔ احرار کارکنوں کے خلوص اور قربانی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے قادیان میں شیخ عبدالرحمٰن مصری کو خطرہ جان سے بچانے کے لئے اپنے والنٹیئر وں کو ان کی حفاظت پر مامور کیا۔ پنجاب کی مختلف مجالس کے نوجوان متواتر ۶ ماہ تک اپنے خرچ پر ان کی حفاظت کرتے رہے اور قادیان میں بھی انہوں نے اپنا خرچ خود برداشت کیا۔ رضا کاروں کی نیکی اور خلوص کے لئے تمام مسلمان مستحق مبارکباد ہیں جنہوں نے اپنی خدمت خلق کے جذبہ کا ثبوت دیا۔ ان حالات میں مسلمانوں کا کیا فرض ہے اس کا احساس برادران کرام کو خود ہونا چاہئے۔ کیونکہ تبلیغ اسلام کا فرض ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے۔ شعبہ تبلیغ کا مستقل ممبر بننا اور اس کے لٹریچر کی اشاعت یقیناً اس فرض کی ادائیگی ہوگی۔

وزارت پنجاب کی مرزائیت نوازی کا انکشاف

وزارت پنجاب کیوں مرزائیت نوازی کا ثبوت دے رہی ہے؟ کیوں اسے مرزا محمود کی حمایت مقصود ہے؟ کیوں قادیان میں قتل وخونریزی کے واقعات برداشت کئے جاتے ہیں؟ کیوں مرزامحمود کے خلاف قانون حرکت نہیں کرتا؟ ان رازہائے سربستہ کا انکشاف خود

مرزامحمود کرتا ہے۔ ۱۹۳۴ء میں مرزامحمود بعض افسران ضلع گورداسپور وصوبہ پنجاب پر ناراض ہوگیا اورحسب عادت حکومت کی وفاداری کی رٹ لگاتے ہوئے ان افسران کو برا بھلا کہا۔ اس سلسلہ میں اس نے حسب ذیل دو بیان بھی دیئے: ’’پس جب تک ان لوگوں (افسروں) کو جنہوں نے ہم پرظلم کئے یا تو سزانہیں دیئے جاتے یا وہ معافی نہیں مانگ لیتے، ہماری حکومت سے صلح نہیں ہوسکتی۔‘‘

(ازمرزامحمود الفضل قادیان ج۲۳ش ۱۶۲ص ۶ کالم نمبر۴، مؤرخہ ۱۱رجنوری ۱۹۳۶ء)

’’میں نے کانگریس کی تحریک کوخوب غور سے دیکھا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اب کانگریس ایک ایسی سکیم تیار کر رہی ہے جس سے گو بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ میدان سے ہٹ گئی۔ مگرعنقریب وہ گورنمنٹ کو ایسی مشکلات میں ڈال دے گی جس سے پھر اسے وفاداروں کی ضرورت محسوس ہوگی اور ہم پھر اپنے جھگڑے کو ایک طرف رکھ کر اس کی مدد کے لئے تیار ہوجائیں گے۔ مگر حکومت نے ہمیں سبق دے دیا ہے کہ اس سے سودا کئے بغیر تعلق نہیں رکھنا چاہئے۔ ہم خود بھی آئندہ حکومت سے سودا کریں گے اور دوسروں کو بھی سودا کرنے کا سبق پڑھائیں گے۔ سوائے اس صورت کے کہ حکومت سے ہم پر جو ظلم ہوا ہے اسے دور کرو، تب ہمارے تعلقات پہلے کی طرح ہوجائیں گے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو ہماری مدد سودا کرنے کے بعد ہوگی اور ہم اپنی خدمات کا معاوضہ طلب کریں گے اور اس جھگڑے کے خاتمہ پر پھر اپنی ہتک کا سوال گورنمنٹ کے سامنے رکھیں گے اور اس سے مطالبہ کریں گے کہ وہ ہماری ہتک کا ازالہ کرے اور یہ جھگڑا اس وقت تک جاری رہے گا جب تک گورنمنٹ سے اپنا حق نہ لے لیں گے۔‘‘

(ازمرزامحمود الفضل قادیان ج۲۲ ش ۵۸ ص ۲۰ کالم نمبر۳، مؤرخہ ۱۱رنومبر ۱۹۳۴ء) ہر دو بیانات کسی تشریح کے محتاج نہیں۔

مرزامحمود جس ظلم یا حق تلفی کی شکایت کرتا ہے اس سے مراد فی الواقعہ کوئی ظلم یا بے انصافی نہیں بلکہ اس کو ناراضگی صرف یہ تھی کہ قادیان میں احرار تبلیغ کانفرنس کیوں منعقد ہوئی۔ اتنی وضاحت صرف اس لئے کی جاتی ہے کہ شائد ناظرین ظلم سے مراد نہ سمجھیں کہ

قادیان میں کوئی مرزائی قتل ہوگیا یا کسی مرزائی کا مکان جلایا یا مسمار کیا گیا۔ کسی مردہ کو دفنانے سے روکا گیا۔ قصہ مختصر یہ کہ مرزامحمود اپنے شکایت کا ازالہ اور حکومت سے سودے کا متلاشی ہے۔ اس سودے کے اعلان کے بعد مرزامحمود مطمئن ہوگیا۔ قادیان میں کانفرنس ممنون قرار دی گئی۔ قادیان سے دو دو میل تک داخلہ کی ممانعت ہوگئی اور اب مرزامحمود نے حسب ذیل اعلان کردیا۔ ’’میں اس موقعہ پر یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ گزشتہ سالوں میں گورنمنٹ پنجاب کے بعض افسروں سے ہمارا اختلاف ہوا تھا۔ اس کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ اگر جنگ ہوجائے تو اس وقت ہماری جماعت کا کیا روّیہ ہوگا اور آیا وہ حکومت برطانیہ کا ساتھ دے گی یا نہیں۔ میں نے جو بات ان دوستوں کو پرائیویٹ طور پر بتائی تھی اس کا آج اعلان بھی کردیتا ہوں کہ اگر جنگ ہوجائے تو ہماری کامل تائید حکومت برطانیہ کے ساتھ ہوگی۔ ہم پورے طور پر حکومت برطانیہ کے ساتھ تعاون کریں گے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ تعاون کریں گے۔‘‘

(ازمرزامحمود الفضل قادیان ج۲۷ش ۳۹ص۱۰ کالم نمبر۲،۳، مؤرخہ ۱۷رفروری ۱۹۳۹ء)

اس اعلان کے بعد ہمیں یہ دریافت کرنے کی ضرورت نہیں کہ کیا سودا ہوا؟ کیا وعدے ہوئے؟ کیونکہ وزارت پنجاب کی مرزائیت نوازی اس سودے کی کافی وضاحت ہے۔ اس جگہ یہ ذکر کردینا بھی غیرضروری نہ ہوگا کہ مرزامحمود کی طرف سے لاہور اسٹیشن پر پنڈت جواہر لال نہرو کا استقبال یا ان سے مرزامحمود کی بے معنی خط وکتابت صرف سودے کو مضبوط اور جلد تر طے کرنے کے لئے تھا۔ ورنہ درپردہ کانگریس کو تباہ وبرباد کرنے کے وعدے، اسکیمیں پیش ہورہی تھیں۔ اس جگہ اس گروہ کا گزشتہ ریکارڈ بھی درج کرنا غیرمفید نہ ہوگا جس کے مطالعہ سے کانگریسی حضرات اور ملک کا آزاد خیال طبقہ ہمیشہ برطانیہ کے اس قدیمی ایجنٹ سے ہوشیار رہے گا۔ نیز مسلمانوں کو بھی اپنا راستہ بالکل صاف نظر آجائے گا۔ انہیں معلوم ہوگا کہ وزارت پنجاب کی مرزائیت نوازی کی موجودگی میں مسلمانوں کو اپنا تبلیغی فرض سرانجام دینا ہے۔

قادیانی عقائد کانمونہ خودان کی زبانی اظہاروفاداری

’’گورنمنٹ کی جس قدربھی فرمانبرداری کی جائے تھوڑی ہے۔ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگرمجھ پرخلافت کابوجھ نہ ہوتاتو میں موذن بنتا۔اسی طرح میں کہتاہوں کہ اگرمیں خلیفہ نہ ہوتاتووالنٹیئر ہوکرجنگ عظیم میں چلاجاتا۔‘‘ (انوارخلافت ص۹٦،انوارالعلوم ج۳ص۱۵۴)

برطانیہ کے احسانات

’’گورنمنٹ برطانیہ کے ہم پربڑے احسان ہیں اورہم بڑے آرام اوراطمینان سے زندگی بسرکرتے اوراپنے مقاصدکوپوراکرتے ہیں اوراگردوسرے ممالک میں تبلیغ کے لئے جائیں تووہاں بھی برٹش گورنمنٹ ہماری مددکرتی ہے۔‘‘

(برکات خلافت ص٦۵،انوارالعلوم ج۲ص۲۰۴)

مرزامحمودعلاقہ مالابارکے ایک ڈپٹی کمشنرکاحکم ان الفاظ میں نقل کرتاہے۔

مسلمانوں کے لیڈرشہربدر

’’اگراب احمدیوں کوکوئی تکلیف ہوئی تومسلمانوں کے جتنے لیڈرہیں،ان سب کونئے قانون کے ماتحت ملک بدرکردیاجائے گا۔‘‘(انوارخلافت ص۹٦،انوارالعلوم ج۳ص۱۵۴)

اورسنئے مرزاقادیانی کی زبانی پچاس الماریاں کاقصہ!

پچاس الماریاں

’’میری عمرکااکثرحصہ اس سلطنت انگریزی کی تائیداورحمایت میں گزراہے اورمیں نے ممانعت جہاداورانگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدرکتابیں لکھی ہیں اوراشتہارشائع کئے ہیں کہ اگروہ رسائل اورکتابیں اکٹھی کی جائیں توپچاس الماریاں ان سے بھرسکتی ہیں۔میں نے ایسی کتابوں کوتمام ملک عرب اورمصراورشام اورکابل اورروم تک پہنچادیاہے۔میری یہ ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیرخواہ ہوجائیں اورمہدی خونی اورمسیح خونی کی بے اصل روایتیں اورجہادکے جوش دلانے والے مسائل جواحمقوں کے دلوں کوخراب کرتے ہیں۔ان کے دلوں سے معدوم ہوجائیں۔‘‘

(تریاق القلوب ص۱۵،خزائن ج۱۵ص۱۵۵،۱۵٦)

وفادار فوج

’’وہ جماعت جو میرے ساتھ تعلق بیعت و مریدی رکھتی ہے، وہ ایک ایسی سچی مخلص اور خیر خواہ اس گورنمنٹ کی بن گئی ہے کہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کی نظیر دوسرے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ وہ گورنمنٹ کے لئے ایک وفادار فوج ہے جن کا ظاہر و باطن برطانیہ کی خیر خواہی سے بھرا ہوا ہے۔‘‘ (تحفہ قیصریہ ص۱۲، خزائن ج۱۲ ص۲۶۴)

خود کاشتہ پودے کی درخواست

اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمایئے۔ ’’یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے تجربہ سے ایک وفادار اور جان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم و احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھے۔‘‘

(تبلیغ رسالت ج۷ ص۱۹، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۲۱)

جان و مال فدا ہے

’’بلاشبہ ہمارا جان و مال گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی میں فدا ہے اور ہوگا۔ ہم غائبانہ اس کے اقبال کے لئے دعا گو ہیں۔‘‘ (آریہ دھرم ص۵۹، خزائن ج۱۰ ص۸۱)

اسلام اور خدا سے سرکشی

’’اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں۔‘‘ (گورنمنٹ کی توجہ کے لائق وضمیمہ شہادۃ القرآن ص۴، خزائن ج۶ ص۳۸۱)

نہ مکہ نہ مدینہ

’’میں اپنے کام کو نہ مکہ میں چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں نہ شام میں نہ ایران میں نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں۔‘‘ (تبلیغ رسالت ج۶ ص۶۹، مجموعہ اشتہارات ج۲ ص۳۷۰)

گاندھی مومنٹ کے خلاف پچاس ہزار

’’اس کے بعد ہر موقعہ پر جب کانگریس نے شورش کی، ہم نے حکومت کی مدد کی۔ گزشتہ گاندھی مومنٹ کے موقعہ پر ہم نے پچاس ہزار روپیہ خرچ کر کے ٹریکٹ اور اشتہار شائع کئے۔ ہم ریکارڈ سے یہ بات ثابت کرسکتے ہیں سینکڑوں تقریریں اس تحریک کے خلاف ہمارے آدمیوں نے کیں۔ اعلیٰ مشورے ہم نے دیئے، جنہیں اعلیٰ حکام نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔‘‘ (ازمرزامحمودالفضل قادیان ج۲۲ش۹۱ص۶ کالم نمبر۲،۳، مؤرخہ۲۹/جنوری۱۹۳۵ء)

خدمات

’’ہم حکومت کی ایسی خدمات سرانجام دیتے ہیں کہ اس کے پانچ پانچ ہزار روپیہ پانے والے بھی کیا کریں گے۔‘‘

(مرزامحمودالفضل قادیان ج۱۷ش۷۶ص۱۴ کالم نمبر۳، مؤرخہ یکم/اپریل۱۹۳۰ء)

وفاداری

’’ایک دفعہ گورنمنٹ کے ایک سیکرٹری شملہ میں چائے پر میرے پاس آئے۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ کی ہر بات کانگریس کے پاس پہنچتی رہتی ہے۔ یہ حالت اس لئے ہوتی ہے کہ گورنمنٹ خیال نہیں رکھتی کہ وفادار جماعتوں کو اعلیٰ عہدوں پر پہنچائے۔ اگر اعلیٰ عہدہ دار اس کی وفادار جماعت کی ارکان ہوں تو اس کے راز مخفی رہیں۔‘‘

(مرزامحمودالفضل قادیان ج۲۲ش۶۳ص۵ کالم نمبر۱، مؤرخہ۲۲/نومبر۱۹۳۴ء)

ٹوکرے

’’ہماری جماعت وہ جماعت ہے جسے شروع سے لوگ کہتے چلے آئے ہیں کہ یہ خوشامدی اور گورنمنٹ کی پٹھو ہے۔ بعض لوگ ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہم گورنمنٹ کے جاسوس ہیں۔ پنجابی محاورہ کے مطابق ہمیں ’’جھولی چک‘‘ اور نئے زمینداری محاورہ کے مطابق ہمیں ’’ٹوڈی‘‘ کہا جاتا ہے۔ دراصل ان اعتراضات کی وجہ سے ہمیں رنج نہیں۔ ہم

نے ابتدائے سلسلہ سے گورنمنٹ کی وفاداری کی...... کئی ٹوکرے خطوط کے ہمارے پاس ایسے ہیں جن میں گورنمنٹ نے ہماری جماعت کی وفاداری کی تعریف کی۔ اس طرح ہماری جماعت کے پاس کئی ٹوکرے تمغوں کے ہوں گے۔ ان لوگوں کے تمغوں کے جنہوں نے اپنی جانیں گورنمنٹ کے لئے فدا کیں۔ یہ اتنے ٹوکرے ہیں کہ ایک افسر کے وزن سے بھی ان کا وزن زیادہ ہے۔‘‘ (مرزامحمود الفضل قادیان ج۲۲ ش۵۸ ص۲،۳ کالم نمبر۱، مؤرخہ ۲۲رنومبر۱۹۳۴ء)

کابل کی لڑائی

’’کابل کی لڑائی ہوئی اور اس موقعہ پر میں نے فوراً حکومت کی مدد کی۔ اپنے چھوٹے بھائی کو فوج میں بھیجا۔ جہاں انہوں نے بغیر تنخواہ چھ ماہ کام کیا۔‘‘

(مرزامحمود الفضل قادیان ج۲۲ ش۹۱ ص۶ کالم نمبر۲، مؤرخہ ۲۹رجنوری ۱۹۳۵ء)

یہ ہیں مرزامحمود اور اس کی پارٹی کے کارنامے جو بغیر کسی تشریح توضیح کے ہم نے نقل کر دیئے ہیں۔ مرزامحمود ان خدمات کا معاوضہ یہ چاہتا ہے کہ قادیان میں فخرالدین ملتانی قتل ہو۔ محمد امین مجاہد بخارا قتل ہو۔ حاجی محمد حسین شہید ہو۔ کارکنان مباہلہ پر قاتلانہ حملے ہوں۔ ان کے مکانات جلائے اور گرائے جائیں۔ قادیان میں مرزامحمود کی اپنی حکومت ہو۔ قادیان میں اس کی حکومت درحکومت قائم رہے۔ مرزائیت پر نکتہ چینی کرنے والوں کی زبان قلم روک دی جائے۔ مقدمات میں گرفتار کیا جائے۔

ان حالات میں محبان وطن اور مسلمانوں کا فرض یہ ہے کہ وہ حکومت سے کہہ دیں کہ وفاداری کا معاوضہ جاگیریں، تمغے، سندات ہوسکتی ہیں جو بے شک حکومت ان کو دیئے جائے، مگر قادیان میں ہونے والے انسانی قتل ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ ہرگز کمزور مگر ہوشیار ظالم اپنے مظالم پر پردہ ڈالنے کے لئے حکومت کی وفاداری کا راگ الاپا کرتا ہے۔ اگر حکومت اس چکمے میں آ کر ان مظالم کو قادیان میں جاری رکھنے کی اجازت دے گی تو ان مظالم کے لئے وہی ذمہ دار ہوگی۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی

اور

تحقیق مسئلہ ختم نبوت

مولانا قاری محمد طاہر بن مولانا احمد قاسمی

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور تحقیق مسئلہ ختم نبوت، بے غیرت قادیانیوں کا افتراء اور اس کی تردید

قادیانی عوام کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے اپنی تائید میں حضرت مولانا کی بعض تصنیفات سے قطع و برید کر کے شیطانی طریقہ سے غلط مطلب لیتے ہیں۔ اکثر جلسوں میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولانا ختم نبوت کے قائل نہیں۔ اس لئے میں حضرت کی تصنیف (قاسم العلوم مکتوب اوّل مطبوعہ مجتبائی ۱۲۹۲ھ ص۳) سے یہ عبارت معہ ترجمہ پیش کرتا ہوں۔

اگراز من پرسی (درباره آیت: ماکان محمد الخ) معنیش ایں است کہ نبوت دیگراں مستفاد از حضرت محمدی است ﷺ ونبوت آنحضرت ﷺ در عالم اسباب مستفاد از نبوت دیگراں نیست پس چنانکہ نور قمر از آفتاب است ونور آفتاب از نور دگر نیست بلکہ قصہ استفادہ اختتام یافت ہم چنیں نبوت دیگراں ونبوت نبی آخر الزمان را باید شناخت ﷺ وچوں ایں چنیں باشد آمدن نبی دیگر بعد آں سرور عالم ﷺ خود ممنوع بود بعد طلوع آفتاب تا غروب نور شفق چنانکہ حاجت نور کواکب ونور قمر نیفتد ہم چنیں بعد طلوع ایں آفتاب نبوت تا بقاء نور کلام اللہ کہ از فیوض اوست ومشابہ نور شفق ست حاجت نور نبوت دگراں نباشد ومیدانے کہ بعد ارتفاع کلام ربانی ازیں جان فانی آمدن قیامت تقدیر یافتہ ورنہ بشرط بقاء عالم آں وقت اگر نبی دیگرے آمد مضائقہ نبود۔'' انتہیٰ

(ترجمہ) ''اگر مجھ سے پوچھتے ہو تو یہ معنی ہیں کہ تمام انبیاء کی نبوت بارگاہ محمدی سے مستفاد ہے اور آنحضرت ﷺ کی نبوت عالم اسباب میں کسی نبی کی نبوت سے مستفاد نہیں۔ پس جیسا کہ چاند کا نور آفتاب سے مستفاد ہے اور آفتاب کا نور کسی دوسرے ستارے کا دیا ہوا نہیں بلکہ خود اپنا ہے اور استفادہ کا قصہ اس پر ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور نبی آخر الزماں ﷺ کی نبوت کو بھی پہچان لینا چاہئے اور جب کہ

حقیقت یوں ہوئی تو آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا خود ممنوع ہوگیا۔ طلوع آفتاب کے بعد غروب شفق تک جس طرح کہ ستاروں اور چاند کے نور کی ضرورت نہیں پڑتی، اسی طرح اس آفتاب نبوت کے طلوع کے بعد تا بقائے نور کلام اللہ کہ وہ اسی آفتاب کے فیوض میں سے ہے اور آپ کے بعد نور شفق کے مشابہ ہے۔ دوسروں کی نبوت کے انوار کی کوئی حاجت نہیں اور تم جانتے ہی ہو کہ کلام اللہ کے اٹھ جانے کے بعد اس عالم فانی کے لئے قیامت مقدر ہو چکی ہے۔ ورنہ بصورت بقائے عالم (ورفع قرآن) اگر اس وقت کوئی دوسرا نبی آتا تو مضائقہ نہ تھا۔'' انتہیٰ

یہ ہے تحذیر الناس کی مزید تشریح اور یہ ہے اثبات ختم نبوت۔ اگر قادیانیوں کے نزدیک اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ معاذ اللہ! نبی آخر الزماں وخاتم النّبیین نہیں اور آپ کے بعد کسی اور نبی کے آنے میں کوئی حرج نہیں تو پھر ان کو یہ بھی کہہ دینا چاہئے کہ ہمارے نزدیک دن کو رات کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

مسلمانو! یہ ہیں پنجابی نبی کی نبوت کے برکات وخصائص اور یہ ہے ان کے مریدوں کی صداقت۔

خاکسار: طاہر بن احمد قاسمی کان اللہ لہ

نائب المدیر القاسم: ۲۲ رصفر ۱۳۴۴ھ

اَللّٰهُمَّ
صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ
بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

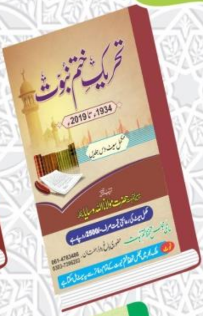

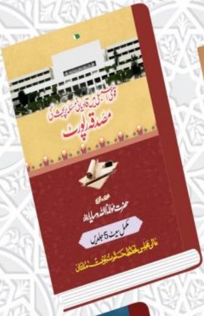

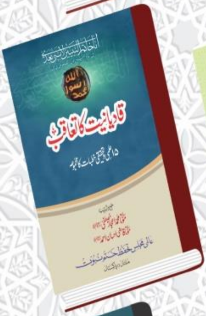

www.amtkn.com, www.laulak.info, www.khatm-e-nubuwwat.info,
www.khatm-e-nubuwwat.com, ameer@khatm-e-nubuwwat.com